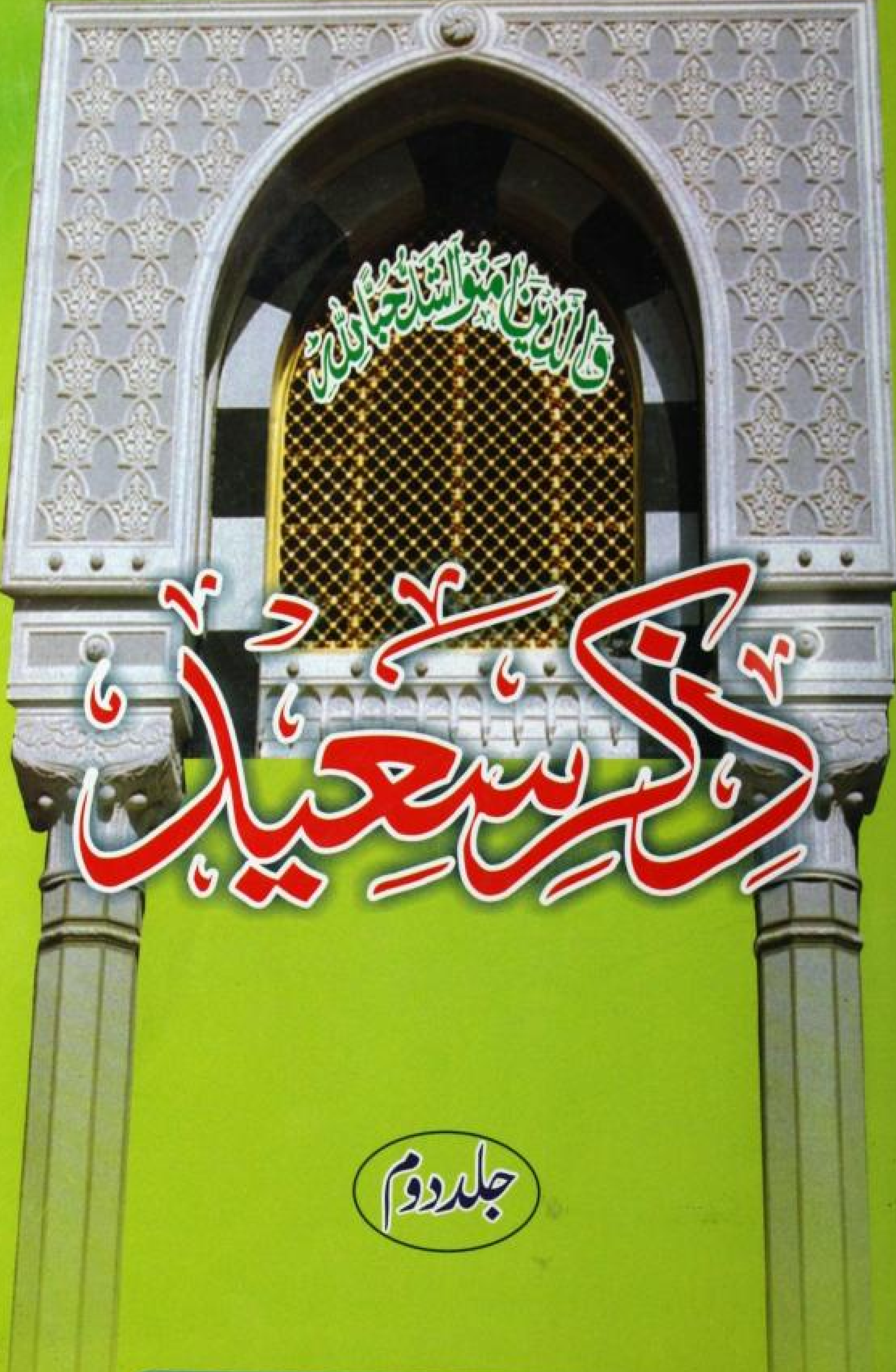

ذکرِ سعید

جلد دوم

آستانہ عالیہ حبیبیہ گجرات (شریف) پاکستان

اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب ۝

(پارہ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیۃ ۱۳)

ذکرِ سعید

(اعنی)

صحبتِ مستطاب حضرتِ ازلی صفات

سعیدِ ازل، نائبِ رسول، کوہِ استقامت، حبیب الرحمٰن حضرتِ اعلیٰ

- حضور قبلۂ عالم حضرت مولانا **سید محمد حبیب اللہ شاہ** صاحب قدس سرہٗ العزیز
- استفادہ حضرتِ اوّل فرزندِ اکبر **سید محمد یوسف شاہ** صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صاحبُ السجادہ:

- خلف الصدق حضرت صاحبزادہ سید محمد مسعود احمد صاحب انور حبیبی مدظلہ العالی
- مؤلف: محمد افتخار حسین حبیبی

آستانہ عالیہ حبیبیہ گجرات (شریف) پاکستان

جملہ حقوق محفوظ!

نام کتاب ــــــــــــــ ذکر سعید

مؤلفہ ــــــــــــــ محمد افتخار حسین حبیبی

کتابت ــــــــــــــ کمپیوٹر کمپوزنگ

تعداد اشاعت ــــــــــــــ پانچ صد

تاریخ اشاعت ــــــــــــــ ۱۰ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ

طبع ــــــــــــــ اول

طابع ــــــــــــــ

ناشر

آستانہ عالیہ حبیبیہ گجرات (شریف) پاکستان

من احب شیئا اکثر ذکرہ

ذکرِ سعید

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

مندرجات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	بصیرت	۱	۱۸	وَلَا تُسْرِفُوْا	۱۹
	سیاستِ مدن		۱۹	کفایت شعاری	۲۰
			۲۰	آدابِ طعام	۲۱
۲	شرب وطعام	۵	۲۱	آدابِ لنگر	۲۲
	(معاملات)		۲۲	تاثیرِ تبرک	۲۳
۳	ایاکم کثرۃ الخلف	۶	۲۳	لنگر کے باسی ٹکڑے	۲۵
۴	غذا	۷	۲۴	شفاء	۲۵
۵	آدابِ طعام	۸	۲۵	**حسنِ معاشرت**	۲۷
۶	شادی کا کھانا	۱۰		(معاملات)	
۷	دعوت کا کھانا	۱۰	۲۶	طلبِ کسب اور للٰہیت	۲۹
۸	مشتبہ دودھ	۱۱	۲۷	بیع	۳۰
۹	"کسی کے گھر کا پانی"	۱۲	۲۸	دلجمعی	۳۱
۱۰	جانور اور پاک غذا	۱۴	۲۹	حسنِ تدبر	۳۲
۱۱	زہد وتقویٰ	۱۴	۳۰	لین دین	۳۳
۱۲	عزیمت در طعام	۱۵	۳۱	حسنِ تکلم	۳۳
۱۳	شریعت سب سے بڑا قلعہ ہے	۱۶	۳۲	حسنِ سلوک	۳۳
۱۴	کاٹھے گنے کا استعمال	۱۷	۳۳	معاشرتی مزاج شناسی	۳۴
۱۵	حسنِ استدلال	۱۷	۳۴	خدمتِ خلق	۳۵
۱۶	حسنِ نیت	۱۸	۳۵	جانوروں پر شفقت	۳۵
۱۷	حسنِ استعمال	۱۹	۳۶	عدلِ فاروقی	۳۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷	صلہ رحمی	۳۸
۳۸	پاسداری	۳۹
۳۹	چادر اور چار دیواری	۳۹
۴۰	اپنی مدد آپ کی ترغیب	۳۹
۴۱	تادیبِ اخوت	۴۰
۴۲	اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ	۴۱
۴۳	ایندھن	۴۳
۴۴	کپڑا	۴۴
۴۵	چھتری	۴۴
۴۶	تادیب الاخلاق	۴۴
۴۷	اظہارِ محبت ...... اور احتیاط	۴۵
۴۸	داد و دہش	۴۵
۴۹	حلمِ شیخ	۴۶
	دعوت و ارشاد	
۵۰	تعلیم و تربیت	۴۷
۵۱	میری اولاد...	۴۷
۵۲	اَلۡوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیۡهِ	۴۸
۵۳	الحب للّٰہ والبغض للّٰہ	۵۰
۵۴	صحبتِ شیخ	۵۱
۵۵	ملاقات	۵۲
۵۶	شرفِ ملاقات	۵۳
۵۷	آدابِ جمیلہ	۵۳
۵۸	ابدی تعلق	۵۴
۵۹	آدابِ ملاقات	۵۵
۶۰	فیضانِ صحبت	۵۶
۶۱	قرآن	۵۷
۶۲	رزقِ کریم	۵۸
۶۳	خدمت	۵۹
۶۴	خواہشاتِ نفس	۶۰
۶۵	شرک کا شائبہ	۶۰
۶۶	آدابِ سفر	۶۱
۶۷	طریقۂ تعلیم	۶۲
	(درویش جال پھینکتا ہے)	
۶۸	اندازِ تربیت	۶۴
۶۹	احتیاط فی الدُّعا	۶۵
۷۰	طریقت و شریعت	۶۶
۷۱	تربیتِ حقوق	۶۶
۷۲	حفظِ مراتب	۶۷
۷۳	نمائش اور ریا	۶۹
۷۴	تعلیمِ حقوق	۶۹
۷۵	تعلیم و تادیب	۷۰
۷۶	خدمت اور تربیت	۷۲
۷۷	شخصیت اور مرکزیت	۷۳
۷۸	تعلیمِ ادب بہ تمثیل	۷۴
۷۹	تہذیبِ معاشرت	۷۴
۸۰	گیارھویں شریف	۷۶
۸۱	ایصالِ ثواب	۷۷
۸۲	جو بھی چیز پر دعا نہیں ہوتی	۷۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۳	عزیمت	۷۸	۱۰۶	عطا اور ادا	۹۷
۸۴	بددعا۔ خستِ طبع	۷۹	۱۰۷	نزاکت و لطافت	۹۸
۸۵	انمول ہدیہ	۸۰	۱۰۸	جذبۂ للٰہیت	۹۹
۸۶	دعا۔ اور۔ قبولیت	۸۰	۱۰۹	تربیت	۹۹
۸۷	خوفِ خدا	۸۱	۱۱۰	حسنِ نیت	۱۰۲
۸۸	شکایت۔ حکایت	۸۲	۱۱۱	طبقاتی مطالعہ	۱۰۲
۸۹	تَوَکُّلُ عَلَی اللہ	۸۲	۱۱۲	حسنِ تربیت	۱۰۳
۹۰	آفتِ مرید در آزارِ پیر	۸۳	۱۱۳	محسن	۱۰۴
۹۱	توجہ کا مرکز	۸۴	۱۱۴	جادۂ صد سالہ	۱۰۵
۹۲	اصلاحِ حرص و ہوا	۸۵	۱۱۵	ارادت اور وضاحت	۱۰۶
۹۳	تعویذ	۸۶	۱۱۶	تصور	۱۰۷
۹۴	اندازِ تبلیغ	۸۶	۱۱۷	لِیُظْهِرَہٗ عَلَی	۱۰۸
۹۵	تشکر	۸۷	۱۱۸	تبلیغ	۱۰۹
۹۶	وعظ	۸۷	۱۱۹	للٰہیت	۱۱۰
۹۷	ارادت	۸۸	۱۲۰	تعلیم و تربیت	۱۱۲
۹۸	غیرتِ ارادت	۸۹	۱۲۱	بلا اجازت استعمال پر توبیخ	۱۱۳
۹۹	شفقت	۹۰	۱۲۲	ادبِ کلام پاک	۱۱۵
۱۰۰	للٰہیت کے تقاضے	۹۰	۱۲۳	قدرِ عالم	۱۱۵
۱۰۱	ایک متوسل کے نام خط، پہچان	۹۱	۱۲۴	بوسہ زن	۱۱۶
۱۰۲	گفتۂ او	۹۲	۱۲۵	اخفائے حال	۱۱۷
۱۰۳	رہ و رسمِ منزل	۹۳	۱۲۶	اندازِ تربیت	۱۱۸
۱۰۴	مقصود و مطلوب للٰہیت	۹۵	۱۲۷	ذکر	۱۱۹
۱۰۵	رضائے حق منوط برضائے شیخ	۹۶			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۲۸	رشد و ہدایت	۱۲۱	۱۵۲	نورِ اولیاء اللہ	۱۶۲
۱۲۹	خلافت	۱۲۵	۱۵۳	تربیت حسبِ اہلیت	۱۶۳
۱۳۰	عطائے نیابت	۱۲۹	۱۵۴	آدابِ منصب	۱۶۴
۱۳۱	جنیدِ زماں	۱۳۱	۱۵۵	آدم گری	۱۶۵
۱۳۲	فرزندی ہر چہ گوید......	۱۳۱	۱۵۶	تجھے کسی نے نہیں دیکھا	۱۶۵
۱۳۳	اوراکِ نسبت	۱۳۳	۱۵۷	معین و ناصرِ دینِ محمدؐ	۱۶۶
۱۳۴	بر کریماں	۱۳۵	۱۵۸	تحفظِ نعمت	۱۶۷
۱۳۵	تبلیغِ اسلام	۱۳۸	۱۵۹	نورِ پاکاں	۱۶۸
۱۳۶	یُحِقَّ الْحَقّ	۱۴۱	۱۶۰	"میری بانہہ دی پھڑی ہے؟"	۱۷۰
۱۳۷	وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن	۱۴۵	۱۶۱	وصل و ہجر	۱۷۱
۱۳۸	پار تے اورار	۱۴۸	۱۶۲	صدقِ مقال	۱۷۱
۱۳۹	تحفظِ ایمان	۱۴۹	۱۶۳	سفر سرہند شریف	۱۷۲
۱۴۰	محکم گیر	۱۵۰	۱۶۴	نسبتِ مجددیہ	۱۷۵
۱۴۱	میرے خواجہ	۱۵۱	۱۶۵	یداللہ......	۱۷۷
۱۴۲	کلاہِ نیابت	۱۵۳	۱۶۶	دادۂ درویش	۱۷۸
۱۴۳	نور کا ہالہ	۱۵۴	۱۶۷	رحمتِ حق	۱۷۹
۱۴۴	باطنی احوال	۱۵۵	۱۶۸	آگاہی	۱۷۹
۱۴۵	اندازِ تربیت	۱۵۶	۱۶۹	کلامِ عارفاں	۱۸۰
۱۴۶	وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ	۱۵۷	۱۷۰	راہنمائی	۱۸۱
۱۴۷	سرورِ نسبتِ چشتیہ	۱۵۷			
۱۴۸	توجہ	۱۵۸	۱۷۱	کارِ پاکاں	۱۸۱
۱۴۹	صبغتہ اللہ	۱۵۸			
۱۵۰	اسرارِ من	۱۵۹	۱۷۲	تحفظِ توبہ	۱۸۲
۱۵۱	کنایٔ	۱۶۱	۱۷۳	شہادت انگلی یا کہ امر کن ہی	۱۸۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۷۴	دستِ غائبانہ	۱۸۴
۱۷۵	مجسم توکل	۱۸۵
۱۷۶	جلالی تربیت کی ایک جھلک	۱۸۵
۱۷۷	تزکیۂ نفس	۱۸۷
۱۷۸	دستگیری	۱۸۸
۱۷۹	کارِ مرداں	۱۸۹
۱۸۰	خوش بختی	۱۹۰
۱۸۱	مشفق اُستاد	۱۹۱
۱۸۲	رشتۂ ارادت	۱۹۱
۱۸۳	نعمتِ غیر مترقبہ	۱۹۳
۱۸۴	کامل/عامل	۱۹۴
۱۸۵	''اسی تیرے نال ای ساں''	۱۹۵
۱۸۶	گردِ راہ	۱۹۶
۱۸۷	''مجدد صاحب یہیں ہیں''	۱۹۶
۱۸۸	استخارہ	۱۹۷
	فاتبعونی یحببکم اللہ	
۱۸۹	اتباعِ رسولؐ	۲۰۰
۱۹۰	تقلید واتباع کی فضیلت	۲۰۲
۱۹۱	آدابِ نبوی ﷺ	۲۰۴
۱۹۲	محبت دے دعوے	۲۰۴
۱۹۳	سنتِ مطہرہ	۲۰۵
۱۹۴	احیائے سنت	۲۰۵
۱۹۵	مطلوب فقط سنت نبویؐ	۲۰۶
۱۹۶	اتباعِ شریعت	۲۰۷
۱۹۷	غیرتِ شریعت	۲۰۹
۱۹۸	پاسداریٔ شریعت	۲۱۰
۱۹۹	اتباعِ سنت	۲۱۱
۲۰۰	**اَلْحُبُّ لِلّٰهِ**	۲۲۳
۲۰۱	جذبۂ صدیقیت	۲۲۳
۲۰۲	محض رضائے الٰہی	۲۲۵
۲۰۳	ایثار	۲۲۵
۲۰۴	مَنْ کَانَ لَہٗ......	۲۲۷
۲۰۵	خدمتِ شیخ	۲۲۹
۲۰۶	اندازِ محبت	۲۲۹
۲۰۷	زیارت	۲۳۰
۲۰۸	جلاءِ قلب وروح	۲۳۱
۲۰۹	محبت اور تربیت	۲۳۲
۲۱۰	حُبِ رسولؐ	۲۳۲
۲۱۱	کوئے تو	۲۳۳
۲۱۲	پیرنگر	۲۳۴
۲۱۳	حُبِ شیخ	۲۳۴
۲۱۴	رازِ محبت	۲۳۵
۲۱۵	والہانہ انداز	۲۳۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۱۶	جذبۂ محبت	۲۳۷	۲۳۶	تاثیرِ دُعا	۲۶۳
۲۱۷	سب درویش ہیں	۲۳۹	۲۳۷	دُعا اور دوا	۲۶۶
۲۱۸	رموزِ محبت	۲۴۰	۲۳۸	لَا تَقْنَطُوْا	۲۶۷
۲۱۹	شفقت	۲۴۱	۲۳۹	شفاء	۲۶۸
۲۲۰	اندازِ محبت	۲۴۳	۲۴۰	هُوَالرَّزَّاقُ	۲۶۸
۲۲۱	لسانِ حسانؓ	۲۴۴	۲۴۱	مرداں ہتھ مہار	۲۶۹
۲۲۲	دانائے راز	۲۴۴	۲۴۲	طلب صادق	۲۷۱
۲۲۳	قافلۂ حبیب	۲۴۵	۲۴۳	توجہ	۲۷۵
۲۲۴	ربطِ باطنی	۲۴۶	۲۴۴	عفو ودرگذر	۲۷۵
۲۲۵	ہدایا	۲۴۷	۲۴۵	تقرری	۲۷۶
۲۲۶	جذبۂ جہاد	۲۴۸	۲۴۶	حراست میں حضوری	۲۷۸
	احوال وآثار		۲۴۷	دستگیری	۲۷۹
			۲۴۸	بندوق کی بازیابی	۲۸۱
۲۲۷	**تصرفات**	۲۵۴	۲۴۹	دشوار نیست……	۲۸۲
۲۲۸	مجسم کرامت	۲۵۴	۲۵۰	تصرف	۲۸۴
۲۲۹	اَلْعِلْمُ عِنْدَاللّٰهِ	۲۵۷	۲۵۱	"یہ دوکان تمہاری ہی ہے"	۲۸۵
۲۳۰	تسخیر	۲۵۸	۲۵۲	میاں خان کی کہانی	۲۸۶
۲۳۱	دعا با تدبیر	۲۵۹	۲۵۳	كَمَا كَانَ حَقُّهُ	۲۸۸
۲۳۲	دِلاں دی تار	۲۶۰	۲۵۴	احسانِ الٰہی	۲۸۹
۲۳۳	اندازِ دُعا	۲۶۱	۲۵۵	اولادِ نرینہ	۲۹۰
۲۳۴	بهم یمطرون	۲۶۱	۲۵۶	کبھی نماز نہ چھوڑنا	۲۹۱
۲۳۵	ایک مجذوب کا واقعہ	۲۶۲	۲۵۷	جنات پر تصرت	۲۹۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۵۸	اہمیتِ حاضری	۲۹۳
۲۵۹	ہر لحہ کرامت	۲۹۳
۲۶۰	دستِ شاں	۲۹۴
۲۶۱	''بچو! دہلی جاکر بھی دیکھ لیتے''	۲۹۵
۲۶۲	''شیخ جی جاؤ کوئی فکر نہ کرو''	۲۹۹
۲۶۳	اندازِ تربیت	۳۰۰
۲۶۴	کارسازِ ما......	۳۰۰
۲۶۵	دستگیرِ بے کساں	۳۰۱
۲۶۶	''گڈی نکل گئی تے کھچ لئیں گا''	۳۰۲
۲۶۷	سیف زبانی	۳۰۴
۲۶۸	'گاڑی لیکر ہی جائے گی'	۳۰۵
۲۶۹	فحکمی نافذ''	۳۰۵
۲۷۰	توکل علی اللہ	۳۰۶
۲۷۱	ناصر ونگہبان	۳۰۷
۲۷۲	قوتِ جسمانی اور قوتِ ایمانی	۳۰۸
۲۷۳	اہلِ نظر	۳۱۱
۲۷۴	جیب یا غیبی خزانہ	۳۱۲
۲۷۵	کاروبار میں تصرف	۳۱۳
۲۷۶	نئی آن نئی شان	۳۱۳
۲۷۷	تکثیر طعام	۳۱۳
۲۷۸	محبت کا کھانا	۳۱۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۷۹	''بابا جی! مالٹا ہی لینا ہے''	۳۱۶
۲۸۰	طے الارض	۳۱۸
۲۸۱	غیبی خزانہ	۳۱۸
۲۸۲	**ارواحِ مقدسہ**	۳۱۹
۲۸۳	حضوری (بارگاہِ نبوت ﷺ)	۳۱۹
۲۸۴	فیضِ مرتضائی	۳۲۰
۲۸۵	حسنین کریمین رضی اللہ عنہما	۳۲۰
۲۸۶	حضرت شیخ ابوالحسن امام شاذلیؒ	۳۲۱
۲۸۷	مرحلہ عشق اور قرب وبُعد	۳۲۲
	(شانِ غوثیتؓ)	
۲۸۸	محی الدین غوث وقطب دوراں (گیارہویں شریف)	۳۲۳
۲۸۹	گنج بخشؒ فیضِ عالم (حضور داتا صاحبؒ)	۳۲۴
۲۹۰	حضور داتا صاحبؒ (ترتیلِ قرآن پاک)	۳۲۵
۲۹۱	گنج بخشؒ فیضِ خاص	۳۲۶
۲۹۲	حضرت مولانا محمد یعقوب صرفی کاشمیریؒ	۳۲۷
۲۹۳	حضور توکل شاہ انبالویؒ	۳۲۹
۲۹۴	ارواحِ مقدسہ	۳۳۰
۲۹۵	حضرت شاہدولہ صاحبؒ (تائید غیبی)	۳۳۰
۲۹۶	ایک بزرگ (تبلیغ)	۳۳۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۹۷	حضرت خواجہ طاہر بندگیؒ	۳۳۲
۲۹۸	حضرات صاحبزدگانؒ	۳۳۳
۲۹۹	ربطِ عالم ارواح	۳۳۴
۳۰۰	فتوحُ الغیب (کشف وکرامات)	۳۳۶
۳۰۱	بے گفتہ	۳۳۶
۳۰۲	کشفِ عالمِ اسباب	۳۳۷
۳۰۳	کشفِ حال	۳۳۷
۳۰۴	نورِ مجسم	۳۳۸
۳۰۵	دل کی پیاس	۳۳۸
۳۰۶	رضائے شیخ	۳۳۹
۳۰۷	چشمِ جہاں بین	۳۴۰
۳۰۸	کشفِ قلوب	۳۴۱
	معاصرین	
۳۰۹	اصحابِ صحو (رحمہم اللہ تعالیٰ)	۳۴۴
۳۱۰	حضرت پیر سیّد مہر علی شاہؒ (گولڑہ شریف)	۳۴۴
۳۱۱	روابط	۳۴۶
۳۱۲	نازدقادری ونقشبندی	۳۴۹
۳۱۳	حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ ثانیؒ (علی پور سیداں شریف)	۳۵۰
۳۱۴	روابط	۳۵۰
۳۱۵	سفرِ سرہند	۳۵۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۱۶	حضرت حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہؒ (محدث علی پوری)	۳۵۳
۳۱۷	حضرت قاضی سلطان محمودؒ (اعوان شریف گجرات)	۳۵۵
۳۱۸	نورِ فراست	۳۵۵
۳۱۹	رابطہ	۳۵۶
۳۲۰	خدمت	۳۵۷
۳۲۱	حضرت میاں شیر محمدؒ (شرقپور شریف)	۳۵۸
۳۲۲	رابطہ	۳۵۸
۳۲۳	حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ (بدایونی)	۳۵۹
۳۲۴	رابطہ رمنقبت	۳۶۰/۳۶۱
۳۲۵	وضو	۳۶۲
۳۲۶	درویش خانہ	۳۶۳
۳۲۷	حضرت نور المشائخ ملا شور بازار مجددیؒ (کابلی)	۳۶۴
۳۲۸	رابطہ	۳۶۵
۳۲۹	حضرت خواجہ محمود الحسنؒ (تونسہ شریف)	۳۶۶
۳۳۰	رابطہ	۳۶۶
۳۳۱	حضرت حاجی مہربان علی شاہؒ (اکوڑہ خٹک)	۳۶۹
۳۳۲	حضرت پیر سیّد بشیر شاہؒ (سیالکوٹ)	۳۷۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۳۳	قطبِ مدار	۳۷۱
۳۳۴	حضرت پیر سیّد عباس علی شاہ بلغی و بخاریؒ (لاہور شریف)	۳۷۲
۳۳۵	حضرت پیر سید ولایت شاہؒ (گجرات شریف)	۳۷۳
۳۳۶	حُسن معاملہ	۳۷۳
۳۳۷	حضرت مولانا جلال الدین شاہؒ (بھکھی شریف)	۳۷۴
۳۳۸	حضرت مولانا محمد عارفؒ	۳۷۶
۳۳۹	اخوّت	۳۷۶
۳۴۰	دلجوئی	۳۷۷
۳۴۱	کشف	۳۷۷
۳۴۲	حضرت مولوی محمد عبدالکریمؒ (قلعداری)	۳۷۸
۳۴۳	حضرت مولوی محمد عالمؒ (قلعداری)	۳۷۹
۳۴۴	حضرت پیر سیّد اللہ دتہ شاہؒ (آستانہ بشن دور (دیوان حضوری))	۳۸۳
۳۴۵	مولانا قاری احمد حسینؒ (فیروزپوری)	۳۸۳
۳۴۶	مولانا حافظ سید نقشبندیؒ	۳۸۵
۳۴۷	قلوبِ مصفّٰی	۳۸۵
۳۴۸	پیر سید محمد معصوم شاہ نوریؒ (چک سادہ گجرات کے بزرگ)	۳۸۶
۳۴۹	حضور کے استاد علامہ محمد عالم آسیؒ (امرتسری)	۳۸۷
۳۵۰	اصحابِ سکر (رحمہم اللہ تعالیٰ)	۳۸۹
۳۵۱	حضرت سائیں کرم الٰہی (المعروف کانوانوالی سرکارؒ)	۳۸۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۵۲	تحفۂ کدو	۳۹۱
۳۵۷	صاحبِ شریعت	۳۹۲
۳۵۸	ہر بال سے کلمہ شریف کی آواز	۳۹۳
۳۵۹	وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ	۳۹۳
۳۶۰	حضرت بابا لال شاہؒ (مری)	۳۹۶
۳۶۱	حضرت مائی اللہ رکھیؒ	۳۹۷
۳۶۲	مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْم	۳۹۸
۳۶۳	تصرف	۳۹۹
۳۶۴	رابطۂ باطنی	۳۹۹
۳۶۵	حضرت پیر بہار شاہؒ	۴۰۰
۳۶۶	بھائی محمد حسین مستؒ	۴۰۱
۳۶۷	بیخودی	۴۰۱
۳۶۸	عشق است و......	۴۰۱
۳۶۹	"میرے حضرت صاحب کے شہر کا ٹکٹ"	۴۰۲
۳۷۰	ایک مجذوب کا واقعہ ۱	۴۰۳
۳۷۱	ایک مجذوب کا واقعہ ۲	۴۰۴
۳۷۲	ایک اہلِ سکر	۴۰۶
۳۷۳	"ازل سے ڈھلے ہوئے ہاتھ"	۴۰۸
۳۷۴	آدابِ حاضری	۴۰۹
۳۷۵	آداب	۴۰۹
۳۷۶	جہانِ مومن	۴۱۰

حسبنا الله ونعم الوكيل نعم المولى ونعم النصير

بصیرت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ زَیَّنَ النَّبِیِّیۡنَ بِحَبِیۡبِهِ الۡمُصۡطَفٰی، وَمَنَّ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ بِنَبِیِّهِ الۡمُجۡتَبٰی، اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِهِ مُحَمَّدٍ خَیۡرِ الۡوَرٰی. وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصۡحَابِهِ وَعِبَادِهِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُهٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُمۡ بِاِحۡسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ وَ اَعَدَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ○ (ترجمہ:۔اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔)

(التوبہ۔۱۰۰)

قال اللّٰه تعالیٰ :اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ○ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ○ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ○ (یونس ۶۲۔۶۴)

سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (عمر بھر) پرہیز گاری کرتے رہے۔ ان کے لئے بشارت ہے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، نہیں بدلتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔
(جمال القرآن)

و فی صحیح البخاریؒ عن ابی ھریرہ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال:قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم:اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قال:مَنۡ عَادٰی لِیۡ وَلِیًّا فَقَدۡ اٰذَنۡتُهٗ بِالۡحَرۡبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبۡدِیۡ بِشَیۡءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افۡتَرَضۡتُ عَلَیۡهِ، وَمَا یَزَالُ عَبۡدِیۡ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحۡبَبۡتُهٗ: کُنۡتُ سَمۡعَهُ الَّذِیۡ یَسۡمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیۡ یُبۡصِرُ بِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیۡ یَبۡطِشُ بِهَا، وَرِجۡلَهُ الَّتِیۡ یَمۡشِیۡ بِهَا، وَاِنۡ سَاَلَنِیۡ اَعۡطَیۡتُهٗ، وَلَئِنِ اسۡتَعَاذَنِیۡ لَاُعِیۡذَنَّهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میرا قرب چاہتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ فرائض مجھے محبوب ہیں اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ ایں درویش روزے در حلقۂ یارانِ خودنشستہ بود، ونظر بر خرابیہائے خود داشت۔ وایں نظر غالب آمدہ بود بحدیکہ خودرا بے مناسبِ تام بایں وضع می یافت۔ دریں اثنا بحکم " مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ "ایں دور افتادہ را از خاکِ مذلت برداشتند۔ وایں ندا در سرا و در دادند۔ کہ " غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ اِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ " وبتکرار بایں معنی نواختند، بحدیکہ گنجائشِ ریب نماند۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ وَكَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ كَمَا يَحْرٰى ۔ بعد از اں بافشائے ایں واقع مامور ساختند

اگر پادشہ بر درِ پیر زن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۔

ترجمہ:۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (اور جو کچھ تیرے پروردگار کا (تجھ پر) انعام ہو تو اسے بیان کردیا کر)۔ یہ فقیر اپنے دوستوں کے حلقہ میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کمزوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب آچکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا۔ اسی عرصہ میں بہ مصداق " مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ " (یعنی جو اللہ کے لئے انکساری کرتا ہے، خدائے تعالیٰ اُسے بلند فرما دیتا ہے)۔ (کارکنانِ قضا وقدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اُٹھایا (اور مزید بلند کردیا) اور میرے باطن میں یہ ندا دی کہ " غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ اِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ " (میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو، یا بلا واسطہ)۔ اور اسی مضمون کو اس حد تک بار بار دہرانے کی نوازش فرماتے رہے کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس نعمت پر حق تعالیٰ سبحانہ کی بے شمار حمد وثنا ہے۔ ایسی حمد وثنا جو پاکیزہ ہو، جس میں برکت ہو اور جس کے اوپر بھی برکت ہو، جیسی کہ ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور جس سے وہ راضی ہو۔ اور درود وسلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر، ایسا درود وسلام جو آپ کی شان کے شایاں ہو۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعہ کو ظاہر کردوں۔

اگر پادشہ بر درِ پیر زن   بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

گر آئے پادشاہ بڑھیا کے در پر   نہ کر تو عیب جوئی خواجہ اُس پر

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۔ (یقیناً تیرا رب بڑی وسیع مغفرت والا ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ذِکرِ سعید (جلد اول)

ایک نظر میں

۱۔ مطلعِ سعید: حمد، نعت، منقبت، پیش لفظ، بصائر، ولایت، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، آدابِ پیر، شجرۂ طیبہ

۲۔ آبائے کرام: سلسلۂ نسب، آباؤ اجداد، والد ماجد، ولادت باسعادت، طفولیت، سعادتِ ازلی

۳۔ تعلیم و تعلّم: ابتدائی تعلیم، علوم دینیہ، تدریسی دور، پابندیِ وقت، طلباء سے حسنِ سلوک، منفرد طریقۂ تعلیم، طلبہ کی دینی تربیت

۴۔ توسّل: جستجوئے مردِ حق، بیعت، حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی قدس سرہ

۵۔ صحبتِ شیخ: خوشنودیِ شیخ، ایماءِ شیخ، تقریبِ شبِ معراج، آدابِ سلاسل، حقائق الاشیاء

۶۔ ذکرِ شیخ: ولی را ولی می شناسد، گرمیِ عشق، پابندیِ شریعت، تصرف، حقائق عالمِ امر

۷۔ عبادات: طہارت، وضو، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جمعہ، مسجد

۸۔ الشمائل: لباس، غذا، حلیہ شریف، گفتگو، اندازِ تکلم، خندہ اور تبسم

نہ حسنش غایتے دارد ....

گذشتہ سے پیوستہ

(جلد اول) (جلد دوم)

کناسیِ فقراء بہ از صدر نشینیِ اغنیا است

ترجمہ:۔ فقراء کے آستانوں کی خاکروبی

دولتمندوں کے ہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے

اللهُ غَنِيٌّ

سیاستِ مدن

(شرب وطعام، حسنِ معاشرت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَ اشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ o البقرہ۔۱۷۲۔ ترجمہ:۔ اے ایمان والو کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ وبالغہ سے آدمی کو مخصوص ترین روحانی اور جسمانی جواہر سے مرکب فرمایا ہے اور اس کو زمینوں اور آسمانوں کی منتخب اشیاء کا خزینہ بنایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ ''وتاکید نمائید کہ در لقمہ ءِ محرم و مشتبہ احتیاط را نیک مرعی دارد۔ وہر چہ یابد نخورد، واز ہر جا کہ بیاید تناول نہ نمائید، تافتوی ء شریعتِ غرّا دریں باب درست نکند۔ بالجملہ در جمیع امور کریمہء ''وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا'' رانصب عین خود سازد'' ترجمہ:۔ اور یہ بھی تاکید کردیں کہ (غذا کے معاملہ میں) حرام اور مشتبہ لقمہ سے پوری طرح احتیاط رکھیں۔ جو کچھ مل جائے اور جہاں کہیں سے حاصل ہو جائے۔ کھایئے پیئے نہیں۔ جب تک کہ روشن شریعت کا فتویٰ اس سلسلہ میں اسے درست قرار نہ دیدے۔ مختصر یہ کہ تمام معاملات میں آیۂ کریمہ (جو کچھ تمہیں خدا کا رسول ﷺ حکم دے اسے قبول کرو۔ اور جس بات سے وہ منع کریں اس سے رُک جاؤ) کو اپنا نصب العین بنالیں۔

غذا ایک بشری ضرورت ہے۔ انسان جسد وروح کا مرکب ہے۔ جسم کی ضرورت ارضی اشیاء (کثافت) اور روح کی غذا عالمِ بالا کے انوارات (لطافت) بشریت غالب آجائے تو ''العوام کا لانعام'' کے مصداق اگر روح غالب آجائے تو ''اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ o'' (یوسف۔۳۱) انبیاء علیہم السلام واولیاءِ رحمہم اللہ اسی زمرہ میں آتے ہیں۔ اُن کا کھانا پینا ہمارے کھانے سے مختلف ہوتا ہے۔[1]

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا　　او خورد گردد ہمہ نورِ خدا

اللہ کے بندوں کا کھانا اتباعِ سنت ہے۔ جو عبارت ہے عبادت سے۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ''عوام کالانعام صفاتِ بشریتِ اہل اللہ را در رنگِ صفاتِ بشریت خودمی دانند۔ و محروم ومخذول می مانند۔ ترجمہ:۔ چوپایوں کی طرح بے خبر عوام اہل اللہ کی صفاتِ بشریت کو خود اپنی صفاتِ بشریت کے رنگ میں سمجھ لیتے ہیں۔ اور اس وجہ سے محروم اور ذلیل وخوار رہتے ہیں۔

شرب وطعام (معاملات)

بچپن میں جب والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو مربیٔ حقیقی نے تربیت کے انداز کو ناز سے نیاز میں بدلا۔ ایک ہی دستر خواں پر آپؒ کے سامنے باسی اور سوکھی روٹی رکھی جاتی ہے جبکہ تایازاد کے لئے پراٹھا ہے۔ وہ مادیت کا لطف اٹھاتے ہیں۔ جبکہ ہمارے حضورؒ قربِ زمانہ نبوت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ آپؒ کی غذا کا اکتفا صرف اکل حلال ہی نہیں بلکہ وہ ذرائع جو آپؒ تک پہنچنے کا سبب ہیں۔ ان میں خلوص نیت بھی ضروری ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا طریقہ مبارک تھا کہ لنگر کی سالانہ ضرورت کے مطابق فصل کی برداشت کے موقع پر غلہ خرید کرواتے۔ غلہ خریدنے والے کو ہدایت ہوتی کہ جس زمین کا غلہ خریدا جائے پہلے یہ تسلی کر لی جائے کہ اس زمین کے مالکانہ حقوق (شرعی تقاضے) تو درست ہیں۔ اگر منڈی سے غلہ خریدنا ہوتا تو پہلے اس کی ''ونگی'' منگوائی جاتی۔ پھر وہ مٹھی بھر دانے واپس کئے جاتے اور کہا جاتا منڈی جا کر اسے اسی ڈھیر پر ڈال دو۔

پسائی کے لئے دانے بڑی احتیاط سے صاف کئے جاتے۔ صاف کرنے والی خواتین کو ہدایت ہوتی کہ باوضو دانوں کی صفائی کی جائے۔ اور دوران صفائی کوئی غیر ضروری گفتگو نہ ہو بلکہ ہو سکے تو زبان کسی ورد میں مصروف رہے۔ اسی طرح جب دانے پسائی کے لئے مشین پر بھیجے جاتے تو دانے پسوانے والے کو کہا جاتا کہ ہمارے آٹے میں پسواتے وقت پہلے یا بعد میں کسی دوسرے کی جنس کی آمیزش نہ ہو۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو معاملات کی خوش اسلوبی کا بڑا خیال رہتا تھا۔ حقوق کی ادائیگی یا لین دین میں کبھی تاخیر و تقدیم نہ ہوتی بلکہ حساب کی ادائیگی بروقت فرماتے حتیٰ کہ دورانِ شرب وطعام بھی اگر کوئی حساب کا معاملہ آ جاتا تو کھانا چھوڑ کر اسی وقت ادائیگی یا وصولی فرماتے۔ اسی طرح بازار سے سبزی خریدنے والے کو بھی ہدایت ہوتی کہ سبز دھنیا وغیرہ جو دکاندار (بقال) عموماً

''چونگا'' بلا معاوضہ دیتے ہیں قیمت دے کر لیں۔ فرماتے ''جہاں اتنے روپوں کی سبزی خریدی جاتی ہے آنہ دونی کا دھنیا مفت لے کر ساری ہنڈیا کیوں مشتبہ کی جائے۔[1] ظاہر ہے بقال نے بھی وہ دھنیا قیمتاً ہی خریدا ہے۔ وہ یہ قیمت کسی دوسرے سودے میں مجرا کرے گا جو گاہک کے ساتھ دھوکا ہوگا۔ بھلا ایک معمولی سی کوتاہی کی وجہ سے بیع مشکوک کیوں ہو۔'' معاملہ کو پیشگی طے کئے بغیر کرنے کو ناپسند فرماتے۔ فرماتے ''پنجابی معاملہ طے کرتے شرماتا ہے جب لین دین کا موقعہ آتا ہے تو ''ہُور ومنگی'' ہوتا ہے۔'' اس میں دو طرح کے احتمال ہیں اگر گاہک کم دیتا ہے تو دکاندار پر زیادتی ہے اور اگر دکاندار زیادہ وصول کرتا ہے تو گاہک پر۔ بہرحال دونوں صورتیں جھگڑے کا باعث ہیں۔ اس طرح منڈی بازار کے بھاؤ بھی غیر متوازن ہوتے ہیں۔ سچ فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ''کسی کی نیکی کا معیار محض نماز روزہ کی ادائیگی ہی نہیں بلکہ اس کے اثرات —— معاملات کی درستگی (صحت) ہے'' ارشادِ ربانی ہے ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط''[2] ظاہر ہے اگر نماز کے یہ نتائج ہیں تو نماز ہے۔ ورنہ......

اِیَّاکُمْ کَثْرَۃُ الْحَلْفِ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو بازار کے اکثر بھاؤ معلوم ہوتے۔ درویش جب سودا لاتا اور بقیہ رقم واپس کرتا تو حضورؒ تفصیل سے ایک ایک چیز کا بھاؤ مقدار اور ادا کردہ قیمت کے بارے میں پوچھتے۔ اگر قیمت کی ادائیگی میں کمی بیشی ہوتی تو واپس بھیج کر قیمت متوازن کرواتے۔ حضورؒ فرماتے۔ ''جو دوکاندار قسمیں کھا کھا کر سودا بیچے اُس سے سودا نہ لیں۔''[3]

---

[1] فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَأَ دِیْنِهٖ وَعِرْضِهٖ۔ (ترجمہ:۔ جو مشتبہ چیزوں سے بچا اُس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا) ایضاً:۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک دفعہ مشتبہ کھجور کھائی گئی فرمایا ''چالیس روز تک نماز بے سرور رہی۔''

[2] العنکبوت۔ ۴۵۔ ترجمہ:۔ بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔

[3] اِیَّاکُمْ کَثْرَۃُ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ فَاِنَّهٗ یُنَفِّقُ ثُمَّ یَمْحَقُ حدیث شریف۔ ترجمہ:۔ تجارت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو کہ رواج ہو جاتا ہے۔ پھر برکت کو ختم کر ڈالتی ہے۔

ایک دفعہ درویش قریبی دکان سے دال لایا۔ دوکاندار نے دونی (آٹھ پیسے) کی بجائے ۹ پیسہ وصول کیئے۔ حضورؒ کو جب بقایا واپس کیا گیا تو ایک پیسہ کم تھا۔ آپؒ نے فرمایا ''دکاندار نے ایک پیسہ زیادہ کیوں لگایا؟'' درویش نے عرض کیا ''حضور! ایک پیسہ کا کیا ہوتا ہے''۔ یعنی اسے معمولی بات سمجھا آپؒ نے فرمایا ''اگر ایک پیسے کی کمی کی وجہ سے دکاندار گاہک کو سودا ہی نہ دے۔ تو سودا سے محرومی کا سبب کون ہوگا۔ وہی جس نے ایک پیسہ زائد دیکر بھاؤ بگاڑا ہے۔'' چنانچہ واپس بھیج کر بھاؤ متوازن کروایا۔ اسی طرح ایک دفعہ دکاندار نے بازار کے بھاؤ سے ایک پیسہ کم لیا۔ کہ یہ سودا حضرت صاحبؒ کے ہاں جانا ہے بقایا وصول کرتے ہوئے آپؒ نے پوچھا ''ایک پیسہ زائد کیوں ہے۔'' درویش نے عرض کیا دوکاندار نے کہا تھا یہ سودا حضرت صاحبؒ کے ہاں جانا ہے اس لئے ایک پیسہ کم لیا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا ''میرا مُل اِک پیسہ اے'' درویش کو فرمایا واپس جاؤ یہ ایک پیسہ دے کر آؤ۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ بازار سے متعلق اشخاص سے روزمرہ کی ضروریات کے بھاؤ کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہتے۔ اور بازار کے بھاؤ کو متوازن رکھنے کی ہدایت فرماتے۔ غلہ قسم کی اشیاء (دالیں وغیرہ) بازار سے لفافہ میں لانے سے منع فرماتے کہ یہ طریق فراخیِ رزق کے مانع ہے۔

غذا

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ہر موسم میں گندم کے آٹا کا ہلکا پھلکا (چھوٹی روٹی) استعمال فرمایا کرتے۔ ترکاریوں میں سب سے زیادہ کدّو مرغوب تھا۔ موسم گرما میں تقریباً ساری فصل کے دوران میں یہی سبزی زیادہ تر روزانہ استعمال میں رہتی۔ سنت نبوی ﷺ کا ادب و احترام یہاں تک تھا کہ راہ چلتے اگر کدّو کا کوئی دانہ راستے میں پڑا ہوا دیکھ پاتے تو اسے فوراً اٹھواتے اور مناسب جگہ پر رکھواتے۔ اگر کوئی آپؒ کے سامنے بے رغبتی کا اظہار کرنے لگتا تو فوراً ''اوہوں'' کہہ کر روک دیتے۔ یہ بات حسب پرواضح ہے کہ حضور پاک ﷺ کو یہ سبزی بہت مرغوب تھی۔ اسی بنا پر امام یوسفؒ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا'' کہ حضور سرور عالم ﷺ کدو کو پسند

فرماتے تھے ایک شخص نے کہا اَنَا مَا اُحِبہٗ (میں اس کو پسند نہیں کرتا) یہ سن کر امام نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا جدّد الایمان والاّ لاقتلنّك " (تجدیدِ ایمان کرو ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا) موسم سرما میں حضورؒ زیادہ تر شلغم استعمال فرماتے اور فرمایا کرتے "شلغم غریبوں کے لئے سیب کا بدل ہے۔" حکیم سوہنے شاہ صاحب کی تجویز کے مطابق سونچل (پیلک) کا ساگ اور انڈہ بھی غذا کا حصہ ہوتا۔ اکثر اُبلا ہوا۔ جسے حضورؒ نمک ڈال کر روٹی کے ساتھ بطور سالن استعمال فرماتے۔ اور کبھی کبھی فرائی انڈہ بھی ہوتا۔ دورِ علالت میں حکیم نے زیادہ تر شوربا اور کریلا تجویز کیا ہوا تھا۔ بٹیر کا شوربا بھی حکیم کی مجوزہ غذا میں شامل تھا۔ حضورؒ حکیم کی ہدایات کے علاوہ دوسری کوئی غذا استعمال نہ فرماتے۔

آدابِ طعام

حضور قبلہ عالم قدس سرہ اکثر چارپائی پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ کھانے والی ٹرے قدرے اونچی رکھی جاتی۔ ہاتھ دھونے کے لئے چلمچی ہوتی۔ جو اوپر سے کشادہ اور درمیان میں سوراخ دار ڈھکنا ہوتا۔ کھانے کے لئے جب حضورؒ ہاتھ دھوتے تو گلاس میں پانی لے کر دھوتے۔ ٹرے میں چپاتی دائیں اور سالن والا برتن بائیں جانب ہوتا۔ کھانا دعا سے شروع فرماتے۔ لقمہ کے کناروں کو توڑ توڑ کر تہ بہ تہ رکھتے اور اسے شوربا میں خوب بھگو کر چبا چبا کر کھاتے۔ پھلکا (چپاتی) نہایت ہی ہلکا پھلکا ہوتا۔ حضورؒ کھانے پر کافی وقت صرف فرماتے۔ کھانے کے دوران میں ایسا مودبانہ انداز ہوتا جیسے کسی وظیفہ میں مشغول ہوں۔ کھانا کھاتے ہوئے دائیں رخسار پر پسینہ کا ایک قطرہ نمودار ہوتا جو سرخ وسفید چہرے پر ایک لولوئے آبدار کی جھلک دیتا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضورؒ دعا فرماتے۔ کلی کرتے اور ہاتھ دھوتے تب برتن اُٹھائے جاتے۔ مگر پس خوردہ کھانے کی مقدار میں کوئی خاص فرق محسوس نہ ہوتا۔ حضورؒ کے تبرک کے بارے میں یہ ہدایت ہوتی کہ بغیر طلب کے کسی کو عطا نہیں کرنا۔ اگرچہ بعض مخلصین اپنی چاہت کا اظہار نہ بھی کرتے مگر حضورؒ تبرک انہیں دلواتے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کھانا اکثر تنہائی میں تناول فرماتے۔ اور سوائے چند مخصوص افراد خانہ کے ہر شخص آپؒ کے پاس دوران کھانا نہ ٹھہرا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک کم عمر درویش کھانا کھانے کے دوران آپؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حضورؒ کھانا اس انداز سے تناول فرمایا کرتے کہ جیسے کوئی نہایت ہی لذیذ چیز کھا رہے ہوں۔ اور لقمہ ،لقمہ پر شکر خداوندی کا اظہار ہوتا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[1] کی تفسیر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی۔ اور ایسا محسوس ہوتا کہ ہر لقمہ کا اپنا الگ الگ ذائقہ ہے۔ حضورؒ کے اس انداز لقمہ بنانے ، چبانے اور لطف اندوز ہونے میں شکرِ خداوندی کے اظہار کو درویش بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ آدابِ کھانا کھلانے کے پیش نظر فرمایا ''توں میرے لقمے گنناایں'' (تو میرے لقمے گن رہا ہے) درویش سخت نادم ہوا بچپن کی وجہ سے ردِ عمل کا بھی اظہار کیا۔ لیکن حضورؒ نے تعلیم وتربیت کے حق کو پوری طرح ادا کیا۔ جس کی سمجھ ہوش سنبھلنے پر واضح ہوئی۔ حضورؒ لقمہ بناتے وقت اگر بڑا ہوتو اُس کے کنارے توڑ توڑ کر بڑے حصہ پر تہہ در تہہ رکھتے اور یہ تہیں اکثر طاق ہوتیں۔ ایک دفعہ آپؒ کے صاحبزادہ صاحب بچپن میں آپؒ کے پاس کھانا کھا رہے تھے۔ لقمہ بڑا تھا۔ حضورؒ نے خود چھوٹا لقمہ اُن کی عمر کی مناسبت سے بنا کر دیا اور فرمایا لقمہ ایسے بناتے ہیں ہمہ پہلو تربیت کا یہ طریق خواص ہی کا حصہ ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے بارے میں یہ بات زندگی بھر زبان زدِ خاص وعام رہی ہے کہ مشکوک لقمہ کبھی بھی آپؒ کے پیٹ میں نہیں ٹھہرا۔ مشکوک لقمہ تو درکنار اگر خلوصِ نیت سے کوئی چیز پیش نہ کی جائے تو وہ بھی آپؒ کی طبیعت قبول نہ کرتی تھی۔ ایک دفعہ ایک درویش نے جو شروع شروع میں آپؒ کا کھانا تیار کیا کرتا تھا کہا'' کہ اگر ہم چاہیں تو آپؒ کھانا کھاتے ہیں نہ چاہیں تو نہیں کھاتے'' کسی نے پوچھا'' اس سے کیا مطلب؟ کہنے لگے'' جو چیز آپؒ کے پیش کرنی ہے اگر ہماری طبیعت اس پر للچائی۔ حضرت صاحب کے پیش کی۔ آپؒ نے فوراً فرمایا'' تم

---

[1] النحل۔۱۸۔ ترجمہ:۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔

کھالو‘‘ اگر چہ وہ چیز آپؒ کی کمائی کی اور خود ہی خریدی ہوئی کیوں نہ ہوتی۔

شادی کا کھانا

ایک دفعہ ایک شادی کا کھانا تھا جو عامیانہ طریق پر تیار کیا جاتا ہے۔ حق قرابتداری کی ادائیگی اور امتیازی سلوک سے بچنے کے لئے آپؒ نے مدعوئین کے ساتھ ہی کھالیا۔ حالانکہ آپؒ چند حضرات کے علاوہ کسی کے سامنے کھانا کم ہی کھاتے تھے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ طبیعت میں بے کلی پیدا ہوئی اسی وقت علیحدہ جاکر اسے خارج کردیا۔

دعوت کا کھانا

’’میں (ایک متوسل) جلالپور جٹاں میں بہ سلسلہ کاروبار مقیم تھا میری اہلیہ بھی میرے ساتھ تھی جو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی بڑی معتقد تھی ایک دن عصر کے قریب آپؒ تشریف لے آئے آپؒ نماز عصر ادا کرنے لگے تو میں نے اور میری بیوی نے آپؒ کیلئے کھانا پکانے کی تیاری شروع کردی جب خادم رسد خرید چکا تو میرے والے مکان کا مالک آ گیا اور بضد ہوا کہ تمہارے پیر صاحب کا کھانا میں پکاؤں گا کیونکہ آپؒ میرے مکان پر تشریف لائے ہیں اس لئے آپؒ میرے مہمان ہیں نہ کہ تمہارے۔ میں نے عرض کیا میں پوچھ کر جواب دونگا جب میں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو حضورؒ نے مالک مکان کی دعوت قبول فرمالی۔

مالک مکان نے میرا خریدا ہوا سودا مجھ سے لے لیا اور قیمت ادا کردی کھانا کھانے کے لئے آپؒ اس کے گھر پر نہیں گئے بلکہ میرے والے مکان پر کھانا منگوالیا۔ جب کھانا تناول فرما چکے تو فوراً آپ کو قے ہوگئی اور سارے کا سارا کھانا من وعن باہر نکل آیا میں متردّد ہوا چاہتا تھا کہ آپؒ کی طبیعت کی بحالی کے لئے کوئی دوالاؤں مگر آپؒ نے منع فرمایا اور فرمایا یہ کھانا ہمارے لائق نہیں تھا۔ یہ ہمیں ہضم نہیں ہوسکتا تھا۔ (نور احمد صاحب)

ع۔ عشق و رقت آید از نانِ حلال

مشتبہ دودھ

ایک دفعہ گجرات شہر کے قریب ایک گاؤں ''چاکانوالی'' تشریف لے گئے وہاں ایک بڑھیا سیّدہ خاتون بچیوں کو قرآن حکیم پڑھایا کرتی تھیں۔ شب وروزان کے ''ذکراللہ'' میں گزرتے حضورؒ کیلئے دودھ منگوایا۔ سیّدہ نے بچیوں کو بتایا ہوا تھا کہ میرے حضرت صاحبؒ کو مشتبہ چیز ہضم نہیں ہوتی۔

ایک بچی کو شرارت سوجھی کہ آزمانا چاہیے کہ واقعی ایسا ہے؟ چنانچہ جب سیّدہ صاحبہ نے آپؒ کی خاطر لایا ہوا دودھ لانے کو کہا تو وہ لڑکی بغیر پوچھے کسی اور کے گھر سے دودھ لے آئی حضورؒ نے استعمال کیا مگر پیتے ہی خارج ہو گیا۔ مائی صاحبہ پریشان ہوئیں۔ وہ شرارت کرنے والی ندامت کے مارے چھپی پھرتی تھی مائی صاحبہ نے دیکھا تو وہ گھر والا دودھ ویسے کا ویسا ہی پڑا ہوا تھا اس پر اہل دیہہ کو تنبیہہ ہوگئی کہ آپؒ کا کھانا ہر شک وشبہ سے پاک ہونا چاہیے۔

حجتہ الاسلام حضرت امام غزالیؒ منہاج العابدین میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:۔ ''ان غلاما له اتاہ بلبن فشربه فقال الغلامُ کُنت اذاجئت بشتیء تسالنی عنه ولم لم تسالنی عن ھذااللبن فقال وَماقصتهَ فقال رقیت قوم فی الجاھلیة فا عطونی ھذافتقبأ ابوبکرالصدیق رضی اللّٰه تعالیٰ عنه وَقاا، اللّٰھم ھذاقدرتی فمابقی فی العروق فانت حسبه۔ ترجمہ:۔ ایک دفعہ آپؓ کا غلام آپؓ کی خدمت میں دودھ لایا۔ آپؓ نے اِسے پی لیا۔ غلام نے عرض کی میں پہلے جب بھی کوئی چیز آپؓ کے پاس لاتا تھا۔ تو آپؓ اِس کے متعلق دریافت فرمایا کرتے تھے لیکن اس دودھ کے متعلق آپؓ نے کوئی استفسار نہیں فرمایا۔ تو اِس وقت آپؓ نے پوچھا یہ دودھ کیسا تھا؟ غلام نے جواب دیا۔ کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک بیمار آدمی پر منتر پھونکا تھا جس کے معاوضے میں یہ دودھ آج اُنہوں نے دیا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ سن کر اپنے حلق میں انگلی ڈالی۔ اور اُسے قے کر دیا۔ قے کے بعد آپؓ نے

نہایت عاجزی سے دربارِ الٰہی میں عرض کیا ''اے میرے مولیٰ! جس پر میں قادر تھا۔ وہ میں نے کر دیا۔ اِس کا تھوڑا بہت حصہ جو رگوں میں رہ گیا ہے۔ وہ معاف فرما دے۔ یہ روایت اِس بات کی قوی دلیل ہے کہ تقویٰ پر نظر رکھنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ کہ غذا کی پوری طرح چھان بین کرے۔ اور پھر اِسے استعمال میں لائے۔''

''ذکرِ خیر'' میں ہے ''ارشاد ایک دفعہ کا واقعہ ہے جو خاص میرے (حضور سیدویؒ) ساتھ گزرا کہ میں ایک مرتبہ کرنال گیا اور قلندر صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کی غرض سے پہنچا۔ وہاں ایک رنڈی میرے سے پہلے ریوڑیاں قبر پر چڑھا کر باہر نکلی تھی میں اندر پہنچا تو بعد فاتحہ مجاور نے ان میں سے کچھ ریوڑیاں بطور تبرک مجھ کو دیں۔ مجھ پر چونکہ ایک سکرۃ کی حالت تھی میں نے وہ ریوڑیاں پلّے باندھ لیں اور جب واپس انبالہ شریف پہنچا تو وہ ریوڑیاں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کیا کہ حضور میں قلندر صاحبؒ کے مزار پر گیا تھا وہاں سے یہ تبرک ملا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ رنڈیاں بزرگوں کی قبروں پر شیرینی چڑھا جاتی ہیں اور پھر وہ لوگوں میں تبرک بن کر تقسیم ہوتا ہے۔ تب مجھے یہ یاد آیا کہ واقعی یہ رنڈی کا چڑھایا ہوا تبرک تھا۔ چنانچہ حسب الارشاد میں نے باہر پھینک دیں بعد ازاں مجھے نصیحت فرمائی کہ صاحبِ نسبت کو ہر چیز جو ہاتھ میں آ جائے نہیں کھانی چاہیے بلکہ سوچ سمجھ کر کھانی چاہیے مگر خدا کا شکر ہے کہ میں نے اس میں سے کھائی نہ تھی۔''

''کسی کے گھر کا پانی''

حضور قبلہ عالم قدس سرہ غذا کے استعمال میں انتہائی محتاط تھے۔ ایک دفعہ فرمایا ''اب تو یہ وقت آ گیا ہے کہ کسی کے گھر کا پانی پینا بھی مشکل ہو گیا ہے۔'' اسکول کے اوقات کے علاوہ دیگر اوقات حضورؒ نے ایسے مرتب فرمائے تھے کہ سیر و تفریح اور رشد و ہدایت کے سلسلہ میں جب باہر تشریف لے جاتے تو ایسے وقت میں کسی گاؤں میں پہنچتے کہ پچھلے گاؤں والے سمجھتے کہ اگلے گاؤں جا کر کھانا کھائیں گے۔ اور اگلے گاؤں والے سمجھتے کہ پچھلے گاؤں سے کھا کر آئے

ہیں۔ یعنی کسی کو موقع ہی نہیں دیا جاتا تھا کہ وہ دعوت دے۔ یا انکار کیا جائے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے ریاضت و مجاہدہ کو شریعتِ مطہرہ کا ایسا لباس پہنائے رکھا کہ کسی کو انگشت نمائی کی گنجائش نہ تھی۔

سلوک و جذب دا اوہ رنگ دکھایا

شریعت دا بھرم ناہیں گوایا

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے مزاج اور طبیعت کی لطافت اور نزاکت کا یہ عالم تھا کہ اگر دورانِ تناول کھانا پر اتفاقاً غیر نظر پڑ جاتی —— تو کھانے پینے کی سب چیزیں اسی طرح دھری کی دھری رہ جاتیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کسی ناواقفِ حال شخص کی آمد پر طبیعت مبارک ایسی نڈھال ہوتی۔ جیسے عرصہ سے بیمار ہوں۔ اور ایسا بھی ہوتا کہ حضور کی طبیعت ناساز ہے کوئی محب آیا دیکھتے ہی ایسے خوش و خرم نظر آتے گویا کبھی بیمار تھے ہی نہیں۔

حکیم کی مجوزہ خوارک کے ضمن میں حضور کے لئے ایک گائے منگوائی گئی جس کا ''ونڈا'' وغیرہ آپ اپنے کمرے میں ڈھانپ کر رکھواتے۔ اگر کسی دن کوئی بے احتیاطی ہوتی تو اس دن کا دودھ حضورؒ کی طبیعت پر بار بنتا۔

ارشاد: ''ذکر خیر'' میں ہے ''حضور علیہ الرحمۃ کی یہ عجیب عادت مبارک دیکھی کہ اگر مجمع میں تشریف فرما ہوتے اور پانی وغیرہ کوئی شے طلب فرماتے تو وہ حسبِ معمول ڈھکی ہوئی تو ہوتی ہی تھی مگر اس شے کے لانے والے کو باہر ہی ٹھہرا کر انگلی کے اشارے سے فرماتے اسطرح چکر لگاؤ۔ لوگ اس امر کو وہم وغیرہ پر محمول کیا کرتے۔ ایک روز راقم نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے۔ فرمایا کہ اکثر ایسے لوگ بھی باہر سے آکر بیٹھتے ہیں جن کے ساتھ بلیات ہوتی ہیں۔ اور ان بلیات کا اثر اس چیز پر بھی پڑتا ہے جو ان کے پاس سے گزرے۔ اس واسطے ہم اشارہ سے ان کو سمجھا دیتے ہیں کہ ان سے الگ ان لوگوں کے پاس کو لاویں جن کے ساتھ بلیات نہیں ہیں بلکہ ان پر انوارات نازل ہوتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضور کے پاس کوئی شخص کپڑا وغیرہ یا کچھ اور نقدی و جنس لایا۔ حضور نے واپس

فرمادی اور قبول نہ کی۔ پوچھنے پر فرمایا اس شے کے ساتھ بلیات تھیں۔اس وجہ سے ہم نے نہیں لی۔اور فرماتے کہ اشیاء کے ساتھ بلیات کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض کے استعمال سے طاقتِ عبادت کم ہوجاتی ہے۔بعض سے بیماری وغیرہ ہوجاتی ہے۔بعض سے اور نقصان ہوتے ہیں۔بعض کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوجاتے ہیں توان سے احتیاط لازم ہے''۔

جانور اور پاک غذا

ایک دفعہ بھینس کا دودھ دوہتے ہوئے بھینس نے اپنی پونچھ (دُم) دودھ سے بھرے ہوئے برتن میں ڈال دی۔حضورؒ سے پوچھا اب اس دودھ کا کیا کیا جائے۔حضورؒ نے فرمایا ''مفتی صاحب سے جاکر مسئلہ پوچھو''۔درویش مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسئلہ دریافت کیا۔مفتی صاحب نے فرمایا ''دودھ کو ایسے برتن میں ڈالو جس کا کچھ حصہ خالی رہے۔پھر اس دودھ میں اور صاف دودھ ڈالو۔حتی کہ دودھ برتن کے کناروں سے بہہ نکلے۔اب یہ سارے کا سارا دودھ پاک اور قابل استعمال ہے۔''حضورؒ کی خدمت میں مسئلہ کی وضاحت عرض کی گئی تو آپؒ نے ایسا ہی کروایا۔اور پھر فرمایا ''اسے بھینس ہی کو پلادو'' کسی نے عرض کیا ''حضورؒ اب تو یہ دودھ پاک اور قابل استعمال ہے'' فرمایا ''جانور کو بھی پاک ہی چیز دینی چاہیے''

زہد وتقویٰ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک مرید بھائی پیر بخش صاحب موضع بھگولہ نزد شہر گجرات کے رہنے والے تھے معاشی حالت اتنی کمزور تھی کہ کوئی چیز پیش کرنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔اور حضورؒ کی خدمت میں خالی ہاتھ آنا بھی پسند نہ تھا۔دریائے چناب کے بیلے کے قریب رہنے کی وجہ سے اکثر وہاں مال مویشی چرایا کرتے۔ایک دن خیال آیا کہ میں اور کچھ پیش کرنے کی طاقت تو نہیں رکھتا۔کیوں نہ جنگل سے خشک گوبر ہی اکٹھا کر کے لنگر میں ایندھن کی ضرورت کے لئے لے جاؤں۔خشک گوبر اکٹھا کیا اور ایک بہت بڑی گٹھ گدھی پر لاد کر

آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ حضورؒ نے پوچھا ''کیا ہے؟'' عرض کیا حضور یہ خشک گوبر ہے۔ بیلا سے اکٹھا کر کے لایا ہوں۔ جو کسی کی ملکیت نہیں۔ حضورؒ نے فرمایا ''ٹھیک ہے یہ ایندھن مالِ حلال ہے مگر ہم صاحبِ استطاعت ہیں۔ اپنی ضرورت کے لئے بازار سے ایندھن خرید سکتے ہیں۔ اور اس ایندھن کے استعمال کے حقدار وہ نادار اور غریب لوگ ہیں۔ جو بازار سے ایندھن خریدنے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' حضورؒ نے ارشاد فرمایا پیر بخش تمہاری فلاں پیر بہن اس کی مستحق ہے۔ اسے اس کے ہاں لے جاؤ چنانچہ حضورؒ نے وہ ایندھن اس کے ہاں بھجوا دیا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کدی مشکوک لقمہ نئیں اُٹھایا　　　خدا دے فضل تھیں اُوہ زہد پایا

عزیمت در طعام

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں ایک دفعہ ایک شیخ صاحب حاضر ہوئے اس وقت حضورؒ اندرون خانہ کھانا تناول فرما رہے تھے درویش نے آکر اطلاع دی اگرچہ دوران کھانا حضور سے کسی قسم کی گفتگو کی اجازت نہ ہوتی اور نہ ہی عام آدمی کو آپؒ کے معمولات سے آگاہ کیا جاتا معاملات کو اخفا میں رکھنے کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ وضو کرنے کے بعد مٹی کے لوٹے باہر پڑے رہے گزرتے ہوئے آپؒ کی نظر پڑی تو فرمایا ''کیا آپ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں ہم باوضو رہتے ہیں اور بہت نمازی ہیں انہیں فوراً اپنی جگہ الماری میں رکھیں۔ اسی طرح ایک دفعہ جانوروں کے بھوسے والی کوٹھری کا دروازہ کھلا رہا۔ فرمایا ''یہ دروازہ کیوں کھلا ہے'' درویش نے عرض کیا ''حضور! اس میں توڑی (بھوسہ) ہی تو ہے'' فرمایا ''درویش کی ہر چیز راز ہوتی ہے جو درویش کا راز ظاہر کرے وہ درویش کا دشمن ہے''

یقیناً اس اظہار میں شیخ صاحب کی تربیت کا کوئی پہلو ہوگا فرمایا ''انہیں کہہ دے کھانے کے بعد ملاقات ہوگی'' درویش نے جب کھانے کا ذکر کیا تو شیخ صاحب کے دل میں فوراً خیال آیا۔ نامعلوم حضرت صاحبؒ کیا کھاتے ہیں؟ ان دنوں حضور حکیمؒ کی ہدایت کے مطابق ''کینچ مینچ'' (پیلک / مکو) کے ساگ کا

استعمال فرمایا کرتے تھے جو قدرے کڑوا اور کسیلا ہوتا ہے۔ کھانے سے آپؒ فارغ ہوئے تو پس خوردہ ساگ شیخ صاحب کے لئے بیٹھک میں بھیجا۔ برادر مکرم نے لقمہ منہ میں ڈالا تو نگلنا مشکل تھا۔ خیر! تھا تو تبرک۔ جیسے بھی ہوا کھا گئے۔ یاد رہے کہ یہ کڑوا کسیلا ساگ آپؒ نے تقریباً اڑھائی سال متواتر بلاناغہ استعمال کیا ہے اسی سلسلہ میں ایک دفعہ فرمایا ''غوث پاکؒ نے جنگلوں میں رہ کر سبز پتے کھائے اور ہمیں چارپائی پر بٹھا کر کھلائے''۔ شیخ صاحب موصوف کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی کہ میرا پیر لذائذ کا طامع نہیں۔ اللہ کے بندوں کا کھانا' پینا' چلنا' پھرنا' اٹھنا' بیٹھنا' جاگنا' سونا' غرضیکہ ہر پہلو میں عزیمت پر عمل ہوتا ہے حبیبِ کبریا ﷺ ایک کھجور کی چٹائی پر آرام فرماتے ہیں اور جسم اقدس پر نشان پڑ جاتے ہیں جسے محبین رضوان اللہ تعالیٰ عنھم برداشت نہیں کر سکتے۔ حضور ﷺ تسلی فرماتے ہیں مومن کے آرام وسکون کی جگہ دنیا نہیں آخرت ہے۔

شریعت سب سے بڑا قلعہ ہے

ایک دفعہ فرمایا ''درویش ہر ویلے اپنے گرد قلعے او سار دار ہندا اے'' تاکہ نامحرم کی نظروں سے محفوظ رہے۔ اور شریعت سب سے بڑا قلعہ ہے۔ حضورؒ نے فرمایا ''حضور گولڑویؒ نے ایک ملاقات کے موقع پر ارشاد فرمایا'' زمانہ مجاہدہ میں ہم راوی کے بیلا میں رہا کرتے تھے۔ لوگ ہمارے پیچھے پراٹھے لے کر بھاگتے اور ہم ننگے پاؤں کانٹوں پر سے بھاگ کر نکل جاتے۔ اور ہمیں کسی تکلیف کا احساس تک نہ ہوتا۔ پھر فرمایا۔ مولوی صاحب! آپؒ نے ایسا نہیں کرنا۔ تمام اکابرینِ سلاسل آپ کی طرف متوجہ ہیں۔

اس ضمن میں ہمارے حضورؒ نے فرمایا۔ سترہ سال ہم نے بھنے ہوئے چنوں کی ایک ''مٹھ'' پر گزارے ہیں۔ یہی اللہ کے بندے ہیں جن کے بارے میں قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا[1]

---

[1] العنکبوت۔٦٩ ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔ ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

کاٹھے گنّے کا استعمال

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو کاٹھے گنّے بہت پسند تھے۔ ایک دفعہ موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ سردی کا موسم تھا۔ دوپہر کے وقت میزبان عزیزان کے ڈیرے پر رونق افروز ہوئے۔ قریب ہی کاٹھے کماد کا کھیت تھا۔ گنّے پیش خدمت کیے گئے۔ حضورؒ بہت خوش ہوئے۔ بڑھاپے اور دانتوں کی کمزوری کی وجہ سے فرمایا "ان کی گنڈیریاں بناؤ" گنڈیریاں بنائی گئیں۔ حضورؒ نے بڑے شوق سے چوسیں پھر ارشاد فرمایا اگر پہلے دن اس کماد کا ایک گنا شام کو کاٹ کر رات اوس میں رکھ دیا جائے اور صبح نہار منہ چوسا جائے اور اسی طرح ہر روز ایک ایک گنا چالیس روز تک بڑھا کر اور اسی طرح ہر روز ایک ایک گھٹا کر چوسا جائے تو چوسنے والے کا رنگ ان گنوں جیسا سرخ ہو جائے گا۔

حسنِ استدلال

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس عربی لوگ اکثر آتے رہتے آپؒ ان لوگوں کی خصوصی خاطر و مدارت فرماتے[۱] ایک دفعہ موسم گرما میں ایک عربی مہمان مجیٹھہ میں آپؒ کے پاس حاضر ہوئے آپؒ نے دستر خوان پر دیگر اشیاء کے علاوہ آم کا پھل بھی مہمان کی تواضع کیلئے رکھوایا عربی مہمان نے کھانے کی دیگر اشیاء کو تو حسب ضرورت استعمال کیا مگر آم کو ہاتھ تک نہ لگایا جب حضرت صاحبؒ عربی مہمان کے پاس دوبارہ تشریف لائے تو آم جوں کا توں ہی پڑا ہوا تھا آپؒ نے مہمان سے پوچھا "آپ نے آم نہیں کھایا" عربی نے جواب دیا "کہ اس کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں۔ اور میں وہی پھل استعمال کرتا ہوں جو قرآنی پھل ہیں" اس پر آپؒ نے فرمایا "ہر علاقے کے اپنے اپنے الگ الگ اقسام کے پھل ہیں بھلا یہ تو بتاؤ جنت میں صرف عربی لوگ ہی ہوں گے یا اور علاقوں کے بھی؟ عربی

---

[۱] فَاَطْعِمُوْا طَعَامَكُمُ الْاَتْقِيَاءَ وَاَوْلُوْا مَعْرُوْفَكُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ ترجمہ:۔ لہٰذا تم اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور ان لوگوں کو جو ایمان کے لحاظ سے معروف ہوں۔ اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

نے جواب دیا" ہر نیک آدمی خواہ کسی علاقہ کا ہو ضرور جنت میں جائے گا —— حضورؒ نے ارشاد فرمایا" ارشاد ربّانی ہے وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ حٰم سجدہ۔۳۱ (ترجمہ:۔اور تمہارے لئے ہے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو!)" وہاں جو کچھ مانگا جائے گا وہ عطا کیا جائے گا یہ تو بتاؤ اگر ہم جیسا پنجابی آم کھانے والا وہاں چلا گیا اور اس کو آم کی خواہش ہوئی تو کیا اسے دیا جائے گا یا نہیں؟ عربی مہمان نے کہا "ضرور دیا جائے گا" حضورؒ نے ارشاد فرمایا" اگر دیا جائے گا تو یہ بھی جنتی اور قرآنی پھل ہی ہوا" اس پر عربی مہمان کی تسلی ہوئی اور اس نے شوق سے آم تناول کیا۔

درویش زندگی کے ہر تقاضے کو رشد و ہدایت کے لئے استعمال کرتا ہے اور ایک ایسے احسن اور سادہ طریق سے بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ انسان زندگی بھر کبھی بھولتا ہی نہیں اللہ کے بندے سے ملاقات کا ایک ایک لمحہ توشہ حیات و آخرت ہوتا ہے۔

حسنِ نیت

ایک دفعہ ایک مائی صاحبہ جو مفلوک الحال تھیں باجرے کی ایک روٹی پکا کر لائیں۔ مائی صاحبہ نے وہ روٹی آپؒ کو پیش کی۔آپؒ نے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔اس پر موجود افراد بہت حیران ہوئے۔حیرانی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے حضورؒ کو کبھی باجرہ، مکئی کی روٹی کھاتے نہیں دیکھا۔جو کھانا آپؒ تناول فرماتے ہیں اس میں چپاتی (پھلکا) نہایت ہلکی پھلکی اور نظافت و لطافت میں اپنا نمونہ آپ ہوتی ہے۔بھلا حضرت صاحب ایسی موٹی روٹی کیونکر کھائیں گے۔ہماری اس حیرانگی کو دیکھ کر آپؒ نے فرمایا یہ نہ دیکھو یہ باجرے کی روٹی ہے دیکھنے والی بات یہ ہے کہ یہ روٹی کس محبت اور عقیدت سے تیار کی گئی ہے۔فصل کی برداشت سے لیکر روٹی تیار ہونے تک جتنے بھی مراحل ہیں وہ باوضو طے کئے گئے ہیں —— فصل کا کاٹنا اکٹھا کرنا، گھر لانا، کوٹنا، پیسنا یا پسوانا، گوندھنا، روٹی پکانا حتیٰ کہ یہاں لانا، یہ سب کچھ باوضو کیا گیا ہے۔درویش کے

نزدیک قدر ظاہری ماہیت کی نہیں ہوتی۔ بلکہ حسن نیت اور جذبہ لِلّٰہیت کی ہوتی ہے۔ "وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ لِلْکَمَالَاتِ"[۱]

حُسنِ استعمال

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو پھلوں میں سے سب سے زیادہ آم مرغوب تھا اور خصوصاً چوسنے والا آم زیادہ پسند فرماتے۔ گرمیوں میں دوپہر کا کھانا اکثر سالن کے بجائے آم ہی سے نوش فرما لیتے۔ آم کو اس عمدگی اور نفاست سے چوستے کہ اس کا چھلکا بالکل جوں کا توں ہی رہتا اور دیکھنے والا یہ تمیز نہ کر پاتا کہ آم چوس کر رکھا ہے یا اپنی اصل حالت میں ہے۔ آپؒ کے سب سے چھوٹے دو پوتے آپؒ کے پاس آتے اور عرض کرتے "باباجی آم لینا ہے" حضورؒ انہیں اپنا چوسا ہوا آم عطا کرتے وہ بہت خوش ہوتے اور شوق سے چوستے۔

وَلَا تُسْرِفُوْا[۲]

(کھانے پینے سے جو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اسے رضائے الٰہی میں نہ صرف کرنا بھی اسراف ہے۔ "ذکر خیر" میں ہے۔ "ایک روز میں (حضور سیدویؒ) کسی طالب علم کو تفسیر شریف کا سبق پڑھا رہا تھا یہ آیت تھی۔ "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" میں نے یہ معنی بتلائے کہ کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ حضورؒ سن رہے تھے مجھے بلا کر فرمانے لگے کہ مولوی صاحب بے جا خرچ کرنے کے واسطے جو مال کھانے سے بچا ہوا ہے۔ اُسی کی ممانعت ہے یا جو کھایا گیا۔ میں نے عرض کیا حضور جو مال کھانے پینے سے بچا ہوا ہے۔ اِسی کے اسراف نہ کرنے کی بابت حکم معلوم ہوتا ہے حضورؒ نے فرمایا فساد تو وہی مال کرتا ہے جو کھایا گیا۔ بچے ہوئے مال کا کیا اسراف تھا ہماری سمجھ میں تو اِس کے یہ معنی آتے ہیں کہ جو مال تم کھاتے پیتے ہو۔ اِس سے جو طاقت تمہارے بدن کو حاصل ہو اِس کو خدا تعالیٰ کی مخالفت اور ناراضگی میں خرچ نہ کرو۔ اگر یہ معنی اِسی طرح لئے جائیں تب

---

۱ ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ ہی کمالات کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

۲ الاعراف۔۳۱۔ ترجمہ:۔ اور بے جا خرچ نہ کرو۔

بچا ہوا مال اسراف سے بچ سکتا ہے۔ ورنہ کھایا پیا ہوا تو انسان کے اندر جا کر بہت فساد کرے حاصلِ معنی اس آیت شریفہ کے یہ ہیں کہ اسراف نہ کرنے کا حکم دونوں پر ہے۔ کھائے ہوئے پر بھی اور بچے ہوئے پر بھی۔ چونکہ بچا ہوا مال تابع قوت کھائے ہوئے کے ہے۔ اگر اُس قوت کو خداوندِ تعالیٰ کی رضا میں خرچ کریں۔ تو بچا ہوا مال فضول خرچی سے بچے ورنہ کس طرح بچ سکتا ہے۔ میں (حضور سیدویؒ) نے جب تفسیرِ کبیر اور مدارک التنزیل میں دیکھا۔ تو یہی معنی اِن میں لئے گئے تھے۔''

کفایت شعاری

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ہجرت کے بعد جب موجودہ مکان میں تشریف لائے تو ایک عرصہ تک یہاں کوئی پنکھا وغیرہ نہ لگایا گیا۔ کچھ عرصہ بعد بیٹھک میں چھت والا پنکھا لگا مگر اس کا استعمال بڑی احتیاط سے کرنے دیتے۔ اگر کوئی درویش اکیلا بیٹھا ہوتا تو اسے بجلی کا پنکھا استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ زیادہ افراد یا کوئی مہمان ہوتب پنکھے سے افادہ کی اجازت تھی۔ حضورؒ کے ذاتی کمرہ میں تو پنکھا لگا ہی نہیں۔ اگرچہ دھوپ کی تپش براہ راست کمرے کے اندر اثر انداز ہوتی جب کبھی گرمی کی شدت ہوتی تو حضورؒ کے لئے ہاتھ والا پنکھا ہی استعمال ہوتا بلکہ اکثر بیٹھک کا پنکھا حضورؒ کی تشریف آوری پر بند کر دیا جاتا۔ دائمی نزلہ وزکام کی وجہ سے آپؒ کو تیز ہوا نہ بھاتی۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ''کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا''[۱] کی سختی سے پابندی فرماتے۔ رات کے ایک مقررہ وقت تک بجلی کی روشنی کے استعمال کی اجازت ہوتی۔ اس وقت کے بعد روشنی کی دیگر ضروریات کیلئے لالٹینیں ہوتیں جو تقریباً ضرورت کے مطابق مختلف جگہوں پر لٹکا دی جاتیں۔ سر شام ہی ان کی چمنیاں صاف کر کے تیل وغیرہ چیک کر لیا جاتا جو لالٹین حضورؒ کے کمرے میں ہوتی۔ سونے کے وقت حکم ہوتا اسے ایسا مدھم کریں جیسے ''چاند بھوریا ہویا ہندا اے'' اس کا مطلب یہ ہوتا کہ جیسے چاند پر بادل آجانے سے دھیمی دھیمی روشنی ہوتی ہے ویسے ہی اس کی

---

[۱] الاعراف۔ ۳۱۔ ترجمہ: کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو۔

روشنی ہونی چاہیے۔ تجربہ سے ثابت ہوا کہ ایسا کرنے سے اگر بتی (لالٹین) کو ایک دفعہ تیل سے بھروالیا جائے تو تقریباً ہفتہ عشرہ کیلئے وہ تیل کافی ہوتا اور اس طرح پیسہ دو پیسہ روزانہ خرچ اٹھتا چند ایک افرادِ خانہ اس حکم سے ضرورتاً مستثنیٰ تھے۔

حضورؒ کا یہ عمل اکابرین کی اتباع میں تھا۔ ایک دفعہ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں بیت المال میں رات کے وقت کام کر رہے تھے کہ دیا بجھنے لگا۔ دیکھا اس کی بتی اتنی چھوٹی ہو چکی تھی کہ تیل نہیں پہنچتا تھا خادم نے جلدی سے نئی بتی تیار کی اور پہلی بتی کا چھوٹا سا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ اور نئی بتی ڈال دی۔ بتی کا ٹکڑا پھینکنے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم پر سخت برہم ہوئے طبیعت میں اتنا غصہ آیا کہ خدام خوف سے کانپنے لگے۔ کسی کو کچھ عرض کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ کچھ وقت کے بعد جب آپؓ نے رنگِ جمال اختیار کیا تو ایک صاحب نے عرض کیا حضور! معمولی سی بات تھی کبھی وہ وقت بھی ہوتا ہے کہ سینکڑوں اونٹ غلے کے لدے ہوئے اللہ کی راہ میں خیرات کر دیتے ہیں۔ کنویں خرید خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرتے ہیں اور آج ایک بتی کے چھوٹے سے ٹکڑے پر جس میں چند قطرے تیل ہو گا اس قدر ناراض؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''دیکھو خدا کے راستے میں خرچ کرنے کا اجر و ثواب ہے اور ضائع کرنے پر خواہ تیل کا ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو باز پرس ہو گی۔ یہ (خادم) اسے اپنی جوتی ہی پر مل لیتا۔

آدابِ طعام

ایک دفعہ درویشوں نے بیٹھک میں کھانا کھانے کے بعد برتن اندر بھیجے۔ اتنے میں آپ بھی باہر تشریف لا رہے تھے۔ آپؒ نے برتن لے جانے والے کو راستہ میں روکا۔ اور دستر خوان اٹھا کر دیکھا تو ٹرے میں روٹی کے ٹکڑے تھے۔ آپؒ نے وہ برتن واپس بیٹھک میں منگوا کر حاضرین کو تنبیہہ فرمائی کہ ''روٹی کے ٹکڑے اندر سے منگوانے چاہیے تھے یا ٹکڑے اندر بھیجنے چاہیے''۔ اس طرح پیر خانہ پر کھانا کھانے کے آداب سے آگاہ فرمایا۔

آدابِ لنگر

ایک دفعہ انبالہ شریف حضور توکل شاہ صاحب قدس سرہ کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ہمراہ دیگر حضرات کے علاوہ مولانا عبداللطیف صاحب بھی تھے۔ لنگر شریف تقسیم ہوا جس میں خصوصاً مسور کی پتلی سی دال اور اس علاقے کے مطابق نہایت تیز مرچ، سرخ مٹی کی پیالیوں میں حاضرین کو عطا کی گئی۔ حضورؒ اور آپؒ کے متوسلین سبھی ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے مولوی صاحب موصوف بالکل حضورؒ کے سامنے تھے۔ دعا کے ساتھ کھانے کی اجازت ہوئی۔ مولوی صاحب کا کہنا ہے ''میں نے روٹی کا لقمہ لیا اور دال میں بھگو کر جونہی منہ میں ڈالا تو مرچ کی شدت برداشت نہ کر سکا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔ ناک اور آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ کان ''شاں شاں'' کرنے لگے۔ پہلے ہی لقمہ کا نگلنا مشکل تھا اب دوسرا لقمہ اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ منظر حضورؒ کے سامنے تھا۔ میری طرف بڑے غور سے دیکھا۔ زبان مبارک سے کچھ نہیں کہا۔ دال والی پیالی اٹھائی اور پی گئے۔ یاد رہے حضورؒ نے ساری عمر سرخ مرچ استعمال نہیں فرمائی۔ سوائے ایک دفعہ کے، وہ بھی اس طرح کہ حضورؒ کے ایک معالج نے آپؒ سے پوچھا کہ ''حضور آپؒ نے کبھی سرخ مرچ استعمال نہیں کی'' آپؒ نے فرمایا ''میں تو شروع ہی سے سیاہ مرچ استعمال کرتا آرہا ہوں سرخ مرچ طبیعت کو راس نہیں آتی'' اس پر معالج نے کہا ''کسی نے آپؒ کو کھلائی ہی نہیں۔ میں آپؒ کی ہنڈیا خود تیار کیا کرونگا۔ چنانچہ صبح ہی سے وہ سرخ مرچ ''دَوری'' میں گھوٹنا شروع کرتا اور ظہر تک گھوٹتا رہتا پھر اسے گھی میں خوب بھونتا۔ پھر اس میں گوشت، سبزی وغیرہ ڈال کر ہنڈیا تیار کرتا۔ اس طرح تقریباً ایک مہینہ زندگی بھر میں آپؒ نے سرخ مرچ استعمال فرمائی''۔ غور کیجئے۔ جس شخصیت نے صرف سیاہ مرچ ہی استعمال کی ہو اس کے لئے معمولی سرخ مرچ کا بھی استعمال کتنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسی مرچن دال کی پوری پیالی پی جانے پر بھی حضورؒ کے چہرۂ اقدس پر کوئی مرچ کی شدت کے آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ آداب لنگر شریف کا جب ایسا سبق حاضرین کو دیا گیا۔ تو سبھی دال سے خوب لطف اندوز ہوئے۔ اور مرچ کی شدت کا احساس تک نہ ہوا۔

بزرگوں کے تبرک اور لنگر کو محض تبرک سمجھ کر استعمال کرنا چاہیے اس کی نوعیت اور ماہیت کو اگر پیشِ نظر رکھا جائے تو ڈر ہے کہیں برکت سے محرومی کا سبب نہ ہو۔

تاثیر تبرک

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے سکول کے شاگردوں میں سے ایک بھائی اکبر علی صاحب تھے۔ جو فیضان صحبت سے متاثر ہوکر سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے اور صاحب اجازت کا منصب پایا۔ محکمہ ڈاکخانہ میں ملازمت کے سلسلہ میں فرائضِ منصبی کی ادائیگی کے لئے صوبہ سندھ میں قیام کرنا پڑا۔ ایک دفعہ دو ماہ کی رخصت پر آئے۔ موضع ''بھدر'' ضلع گجرات میں گھر قریب ہونے کی وجہ سے کچھ وقت گھر پر اور زیادہ وقت حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گزارتے۔ آخر چھٹیاں ختم ہوئیں۔ عصر کے وقت گاڑی سے جانا تھا۔ اگرچہ یہ کسی کھانے کا وقت تو تھا نہیں۔ مگر حضرت صاحبؒ کی محبت اس بات پر مصر تھی کہ کھانا کھا کر جائیں۔ اور ساتھ بھی لے کر جائیں۔ حضرت بی بی جیؒ (حضورؒ کی اہلیہ محترمہ) ہنڈیا بھون رہی تھیں۔ اسی طرح سالن پیالہ میں ڈالا۔ اور جلدی سے چپاتیاں پکانی شروع کیں۔ جونہی چپاتی توے سے اُترتی حضرت صاحبؒ خود لے کر باہر بیٹھک میں بھائی جی کو نوازتے۔ حضورؒ چونکہ بار بار اندر آتے اور چپاتی لے کر جاتے۔ بھائی جی نے عرض کیا حضور میں سیر ہو چکا ہوں۔ حضورؒ نے فرمایا کوئی بات نہیں ساتھ لے جاؤ۔ جلدی کی وجہ سے بھائی جی نے بقیہ چپاتیاں جیب میں ڈال لیں۔ لیکن حضرت صاحبؒ متواتر روٹی لے کر آتے رہے۔ بھائی جی نے کہا ''حضور میرے سفر کیلئے بھی روٹی کافی ہے۔ پھر بھی حضورؒ ایک روٹی لے کر آئے اور فرمایا ''کسی اور کے کام آجائے گی'' انہوں نے وہ روٹی دوسری جیب میں ڈال لی اور حضورؒ کی شفقت وعنایات کے بعد سفر کے لئے روانہ ہوئے۔

حضور رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے جب کچھ عرصہ بعد بھائی اکبر علی صاحب دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے بتایا ''کہ حضرت صاحبؒ سے رخصت ہو کر جب میں پچھلی دفعہ سندھ پہنچا تو متوسلین سلسلہ ملاقات کیلئے آئے۔ حضرت صاحبؒ کے بارے میں پوچھا تو انہیں بتایا کہ حضورؒ آپ سب کو

دعا سے یاد فرماتے تھے ازاں بعد مجھے روٹی کے سلسلہ میں یاد آگیا کہ حضورؒ نے فرمایا تھا ''کسی اور کے کام آجائے گی'' چنانچہ وہ روٹی میں نے کوٹ کی جیب سے نکالی اور حاضرین میں ٹکڑا ٹکڑا تقسیم کردی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جونہی انہوں نے لقمہ منہ میں ڈالا۔ دل تو دل جسم کے روئاں روئاں میں ذکر اسم ذات جاری ہوگیا۔ اور یہ کیفیت ان محبین فی اللہ کی کئی دن تک بدستور جاری رہی حتیٰ کہ حوائج ضروریہ کے وقت بھی اس کیفیت میں فرق نہ آتا۔ بھائی جی کا کہنا ہے کہ اب مجھے سمجھ آئی۔ کہ روٹی کے اس تبرک اور ارشاد ''کہ کسی اور کے کام آجائیگی'' میں کیا حکمت مضمر تھی۔

اللہ کے بندوں کے احوال ظاہریہ بھی احوالِ باطنیہ پر منتج ہوتے ہیں۔ ان کا کھانا کھلانا، پینا پلانا، بیٹھنا، بٹھانا، غرضیکہ روزمرہ کے کام، معمولات اور تمام حرکات وسکنات جذبہ للٰہیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان امور سے رشد وہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت مجددؒ الف ثانیؒ فرماتے ہیں مرید صادق ہر لحہ شیخ کی کرامات دیکھتا ہے۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْاَنَامِ وَ اٰلِہِ الْکِرَامِ وَ اَصْحَابِہِ الْعِظَامِ۔[1]

ذکرِ خیر میں ہے ''حضور (شاہ صاحب انبالویؒ) کی عادت مبارک تھی کھانا کھانے کے وقت اکثر اپنے کھانے میں سے کچھ نہ کچھ حاضرین کو عطا فرماتے۔ ایک روز میں (حضور سیدویؒ) راجپور سے پرے موضع برنالہ میں گیا تھا حضورؒ نے میرے بعد سائیں عبدالکریم عرف مغلی شاہ کو روٹی کا ایک لقمہ مع تھوڑے سالن کے دے کر فرمایا کہ یہ ہمارے مولوی صاحبؒ کو دے دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور وہ تو گاؤں گئے ہوئے ہیں۔ فرمایا اب ہم ایثار کر کے یہ ان کی مِلک کر چکے ہیں۔ اس کو اسی طرح امانت رہنے دو۔ جب وہ آئیں تو دے دینا۔ میں شاید دس روز کے بعد انبالہ شریف آیا تو سائیں عبدالکریم نے مجھے وہ ٹکڑا دیا۔ اس میں اُلّی (پھپھوندی) لگ گئی تھی۔ اور تلخ ہوگیا تھا۔ مگر حضورؒ کا عطیہ سمجھ کر میں نے اس کو شوق سے کھایا۔ اس کے کھاتے ہی میرے تمام لطائف جوش میں

---

[1] ترجمہ:۔ اور درود وسلام ہو حضرت سید الانام ﷺ پر اور آپ کی بزرگ اولاد پر اور اصحاب عظام پر۔

آ گئے۔اور باطنی کیفیت کا بھی بہت انکشاف ہوا۔
رات کو سائیں عبدالکریم سے حضورؒ پوچھنے لگے کہ ہم نے جو وہ ٹکڑا مولوی صاحب کے حصے کا دیا تھا وہ تم نے دے دیا۔انہوں نے کہا کہ حضور دے دیا۔ پھر فرمایا کہ انہوں نے اس کو کیا کیا۔عرض کیا حضور وہ اسے فوراً کھا گئے۔ حالانکہ اُلٹی لگ کر تلخ ہو گیا تھا۔فرمایا بہت ہی اچھا ہوا جو مولوی صاحب نے وہ کھا لیا۔ہم ٹکڑے کے ساتھ نور بھی دیا کرتے ہیں۔خالی ٹکڑا ہم کبھی نہیں دیتے۔''

لنگر کے باسی ٹکڑے

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں صاحبزادہ قاضی سید نور عالم صاحب حضرت قاضی سلطان محمودؒ اعوان شریف والوں کے بھتیجے اکثر حاضر ہوتے رہتے تھے۔ان دنوں بندہ (میاں خاں) سخت بیمار ہو گیا۔تلی بڑھ گئی۔بہت علاج کیے لیکن صحت ٹھیک نہ ہوئی۔حضورؒ سے عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا ''او میاں (بھائی میاں خان صاحب کو اکثر حضورؒ محبت سے ایسے مخاطب فرماتے) تیری ڈیوٹی ہے کہ روزانہ مجھے پکے گھی کی مالش کیا کر'' جب میں حضورؒ کو مالش کرتا تھا تو میری صحت بتدریج ٹھیک ہوتی جاتی تھی اور مجھ میں طاقت آتی جاتی تھی۔بندہ روزانہ حضرت صاحب قبلہ عالم قدس سرہ کو گھی کی مالش کرتا اور سویرے پانی گرم کر کے حضورؒ کو غسل کراتا۔اور لنگر شریف کے باسی ٹکڑے کھاتا۔عجیب وقت تھا۔اس دوران میری صحت بہت بہتر ہو گئی۔صاحبزادہ قاضی سید نور عالم صاحب ایک دن آپؒ کی خدمت اقدس میں عرض کرنے لگے۔حضور ان درویشوں کو کیا کھلاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر لوگ رشک کرتے ہیں۔حضورؒ نے فرمایا ''یہ میرے مسکین درویش لنگر کے باسی ٹکڑے کھا کر پلے ہیں'' انہوں نے عرض کیا حضور یہ آپؒ کی کرامت ہے لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

شفاء

بھائی اکبر علی مجددی صاحب بیان کرتے ہیں '' کہ ایک دفعہ بندہ متواتر دو سال بعارضہ بخار بیمار رہا۔حکیموں نے تشخیص کی تپ دق ہو گیا ہے بندہ نے حضورؒ

کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپؒ نے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور فرمایا میں نے تم سے ابھی بہت کام لینے ہیں۔ فکر مت کرو صبح موضع چوکنا نوالی نزد کنجاہ حکیم شمس الدین صاحب کے پاس بھیجا وہاں سے میں دوائی لایا پہلی خوراک سے بخار ٹوٹ گیا اور اللہ کا فضل ہے۔ بندہ عرصہ تیس سال سے زائد ہو گیا کہ زندہ ہے۔"

"ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی مُتَابَعَةِ آرَاءِ اَهْلِ الْحَقِّ الْمُقْتَبَسَةِ مِنْ اَنْوَارِ النُّبُوَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا" [1]

---

[1] ترجمہ:۔ اللہ سبحانہ ہمیں اہلِ حق کے معتقدات پر جو انوارِ نبوت سے مستفاد ہیں ثابت قدم رکھے۔ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات اتمہا واکملہا۔

☆☆☆

قال الله تعالیٰ " يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ- يحتمل ان يكون الشرطية قيدًا للامر بالاكل اى كلوا من مستلذات ما رزقنكم ان صح منكم ان تخصوه بالعبادة ولولم يصح منكم ذلك بل كنتم عابدى ملهيات انفسكم فلا تاكلوا من مستلذاته لكونكم مرضى بالمرض الباطنى ، والمستلذات من المرزوقات سم قاتل لكم واذا زال المرض الباطنى منكم صح لكم تناول المستلذات، فسر صاحب الكشاف الطيبات ههنا بالمستلذات نظرًا الى طلب الشكر (منہا ۱۶)

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:" يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (یعنی اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں بطورِ رزق عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ آیت میں یہ احتمال ہے کہ یہ شرط (اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو)۔ اس امر کیلئے لگائی گئی ہو جو کھانے کے لئے فرمایا گیا ہے (یعنی پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ) یعنی جو کچھ ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے لذیذ چیزیں کھاؤ بشرطیکہ تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہو کہ تم اپنی عبادت کے لئے خدا ہی کی ذات کو مخصوص کرتے ہو۔ اور اگر تمہاری جانب سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ تم اپنے نفس کی لہو ولعب میں ڈالنے والی خواہشات کی بندگی بھی کر رہے ہو تو ان تمام لذیذ چیزوں کو نہ کھاؤ کیونکہ اس صورت میں تم بیمار ہو اور باطنی مرض میں گرفتار ہو اور جو چیزیں بطورِ رزق کے دی گئیں ہیں ان میں سے لذیذ چیزیں تمہارے لئے زہرِ قاتل ہیں۔ ہاں جب تمہارا باطنی مرض جاتا رہے تو اُن لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لئے درست ہو جائے گا۔ صاحب کشاف (علامہ زمخشریؒ) نے شکر کے مطالبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس جگہ طیبات کی تفسیر مستلذات (لذیذ اور دل پسند چیزوں) سے کی ہے

حُسنِ معاشرت (معاملات)

(۱) اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ہ (النحل۔۹۰)

(۲) فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ هُمْ۔ (الاعراف ۸۵)

(۱) ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ قرابت والوں سے عدل اور احسان کرو۔ اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔ اور تم کو نصیحت فرماتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت کرو۔

(۲) ترجمہ:۔ ناپ اور تول پورا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ "ہر عملے کہ بر وفقِ شریعتِ غرّا کردہ آید داخل ذکر است اگرچہ بیع و شریٰ بود پس در جمیع حرکات و سکنات مراعات احکامِ شرعیہ باید نمود تا آنہا ہمہ ذکر گردد چہ ذکر عبارت از طردِ غفلت است و چون مُراعاتِ اَوَامر ونواہی در جمیع افعال نمودہ آید از غفلتِ امر و ناہی آنہا نجات میسّر شد و دوامِ ذکرِ او تعالیٰ حاصل گشت۔"

ترجمہ:۔ جو عمل شریعت غرّا کے موافق کیا جائے۔ ذکر ہی میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید و فروخت ہو۔ پس تمام حرکات و سکون میں احکامِ شرعیہ کی رعایت کرنی چاہئے۔ تاکہ سب کچھ ذکر ہو جائے۔ کیونکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے۔ جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کو مدِّ نظر رکھا جائے۔ تو اِس صورت میں بھی امر و ناہی کی غفلت دور ہو جاتی ہے۔ اور دوامِ ذکرِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔

ایضاً:۔ الحمدُ لله وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین الصطفیٰ برادر ارشد آدمی را ہمچنانکہ از امتثال اوامرِ حق جل و علا وانتہا از نواہی چارہ نیست از مراعات اداءِ حقوقِ خلق دموانسات با ایشان نیز چارہ نہ التعظیم لامر الله والشفقةُ علیٰ خلقِ الله بیانِ اداءِ این دو حقوق میفر ماید و

بمراعاتِ ہر دو شطر آن دلالت مینماید پس اقتصار بر یکے از ان دو امر از قصور است و اکتفا بر جزو از کل از کمالیت دور پس تحمل ادائے حق خلق ضروری آمد و حسن معاشرت با ایشان واجب گشت بے دماغی نمی زیبد و ناپروائی نمی سزد ؎ ہر کہ عاشق شد اگر چہ نازنینِ عالم است ÷ نازکی کے راست آید بار میباید کشید ÷ چون مدتہا در صحبت بودہ اید و مواعظ و نصائح شنیدہ از اطالت سخن اعراض نمودہ بر فقرہ چند اختصار افتاد ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَ التَّحِیَّۃُ۔

ترجمہ: ۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ـــــــ اے سعادتمند بھائی! آدمی کو جس طرح حق جل و علا کے اوامر کی فرنبرداری اور نواہی سے اجتناب کے بغیر چارہ نہیں، اسی طرح مخلوق کے حقوق کی رعایت اور ہمدردی کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ـــــ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم اور اس کی مخلوق کے ساتھ مہربانی کرنا) یہ انہی دونوں حقوق کی رعایت کے بیان میں فرمایا گیا ہے، اور ان دونوں کی رعایت کرنا دینداری پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں سے ایک پر انحصار کرنا کوتاہی ہے اور کُل کو چھوڑ کر جزو پر اکتفا کرنا درجۂ کمال سے دُور ہے۔ لہٰذا مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کا بوجھ اُٹھانا بھی ضروری ہے اور ان کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا لازم ہے، ان سے بے التفاتی زیبا نہیں، اور ان سے لاپرواہی درست نہیں۔

ہر کہ عاشق شد اگر چہ نازنین عالم است ــــ نازکی کے راست آید بار میباید کشید
(عاشقی کو نازکی زیبا نہیں ــــ ہے مشقت ہی مشقت کی یہ راہ)

چونکہ ایک مدت تک آپ صحبت میں رہے ہیں اور مواعظ اور نصائح سُنے ہیں لہٰذا طوالت سخن سے اعراض کرتے ہوئے چند فقروں پر اکتفا کرتا ہوں۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کو اور ہمیں حضرت محمد مصطفےٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی شریعت کے راستے پر ثابت قدم رکھے (آمین)

طلبِ کسب اور للّٰہیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک ہم وطن پیر بھائی حضرت منشی غلام جیلانی صاحب محکمہ نہر میں ملازم تھے، بعض گھریلو معاملات میں حضورؒ ان سے مشورہ بھی لیتے۔ حضورؒ کے بڑے صاحبزادہ صاحب جب مروجہ تعلیم سے فارغ ہوئے تو یہ خیال ذہن پر غالب رہتا کہ فارغ نہیں رہنا چاہیے بلکہ جلد از جلد کوئی مصروفیت اختیار کی جائے[1] تا کہ حضرت اباجیؒ کا معاون ہو سکوں۔ اسی سلسلہ میں غلام جیلانی صاحب سے بھی ذکر کیا جنہوں نے کوئی کام تلاش کر کے دلوانے کا وعدہ بھی کیا، یاد رہے اس زمانہ میں بھی حضرت صاحبؒ کے متوسل اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے مگر آپؒ نے تعلق لِلّٰہ کو ذاتی غرض کے لئے استعمال کرنا مناسب نہ سمجھا تا کہ اس رشتہ للّٰہیت کا اخلاص متاثر نہ ہو۔

کچھ عرصہ بعد منشی غلام جیلانی صاحب کی حضرت صاحبزادہ صاحب سے جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ ایک کام تو ہے مگر آپ کے لئے مناسب نہیں۔ کہا بتائیں تو سہی آخر وہ کام ہے کیا؟ منشی غلام جیلانی صاحب نے بتایا "ایک دیسی ادویات کے گودام سے مربہ جات کے ٹین اُٹھا اُٹھا کر دکان پر لانے ہیں۔ اور اٹھارہ روپے مشاہرہ ہے۔ صاحبزادہ صاحب چونکہ فارغ رہنے سے بہت تنگ اور گھبرائے ہوئے تھے کہا "میں اس کام کے لئے بھی تیار ہوں" منشی صاحب نے کہا آپ تو تیار ہیں مگر حضرت صاحبؒ سے "مار کون کھائے گا"۔ مطلب یہ کہ اس راہ (سلوک) کے نا آشنا لوگ فقر پر طعنہ زنی کریں گے، درویش کے لئے عزتِ نفس کی پاسداری بھی ضروری ہے "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔[2] اللہ کے بندوں کو حقیر سمجھنا ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے اللہ والوں کا احترام اور اکرام ایمان کی علامت ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّهٗ۔[3]

۱۔ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ۔ ترجمہ:۔ روزی کا حلال ذریعہ تلاش کرنا۔ فرض کے بعد فرض ہے۔

۲۔ المنفقون۔ ۸۔ ترجمہ:۔ اور عزت تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کیلئے ہی ہے۔

۳۔ حدیث۔ ترجمہ:۔ آدمی اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

کسب[1] کی اہمیت کے بارے میں ایک دفعہ ایک عزیز کو جس کا رجحان فقر کی طرف غالب تھا اور کسب کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا ''کسب کے بھی انوارات ہوتے ہیں جس طرح مراقبات اور توجہات سے سالک کسبِ فیض کرتا ہے اسی طرح رزقِ حلال کے لئے مومن کا تگ ودو اور جدوجہد کرنا فیضِ باطنی کا بھی سبب ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ ''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ'' [2] اسی فیضان کسب کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ع۔ ہتھ کار وَل دِل یار وَل

کسی صاحبِ رمز کا کہنا ہے۔ کہ اگر شیخ پاک طالب سے دنیاوی کام لے کر خوش ہوں تو یہی اس کے لئے راہ سلوک ہے اگرچہ اہلِ صحو پر فرائض اور شریعت کی پابندی لابدی ہے۔

بیع

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک دفعہ بیٹھک (حجرہ) میں تشریف فرماتھے کہ (زنان خانہ) اندر سے دوکان سے چینی منگوانے کا پیغام آیا۔ درویش بازار سے کھانڈ لے کر آیا۔ اس وقت آپؒ کے پاس ایک متوسل حافظ محمد عالم صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ جن کا مزاج معاملات کی چھان بین میں گہری دلچسپی لینا تھا۔ درویش سے کہنے لگے دوکاندار نے چینی کیسے تولی (وزن کی) تھی۔ درویش نے کہا ظاہر ہے چیز کا وزن ترازو ہی سے کیا جاتا ہے کہنے لگے میرا مطلب یہ ہے کہ کھانڈ لفافے میں ڈال کر تولی گئی یا تول کر لفافے میں ڈالی گئی۔ درویش نے پوچھا اس سے کیا فرق پڑتا ہے حافظ صاحب نے کہا اگر لفافہ کی قیمت ایک پیسہ ہے تو اس کے وزن کے برابر چینی کی قیمت دو پیسہ ہے۔ یعنی لفافے میں ڈال کر تولی جانے سے دو پیسہ کی چینی دکاندار نے کم دی ہے۔ حضورؒ نے اس سارے مکالمہ کو سنا اور فرمایا ''معاملات —— لین دین میں نہ دھوکا دینا چاہیے اور نہ کسی

---

[1] مَا اَکَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِّنْ عَمَلِ یَدَیْہِ۔ ترجمہ:۔ کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا۔ جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے۔

[2] النور۔ ۳۷۔ ترجمہ:۔ وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد سے۔

کے دھوکے میں آنا چاہیے کہ اسی سے معاشرتی زندگی متوازن اور خوشگوار رہتی ہے۔ مشتبہات سے بچنے کی کس حد تک احتیاط ہے۔

انہی حافظ صاحب کی موجودگی میں ایک دفعہ ایک شخص نے پوچھا حضور حج پر کیا خرچ آتا ہے حضورؒ نے حافظ صاحب کی طرف اشارہ کیا (کیونکہ انہوں نے دو حج کیے ہوئے تھے) حافظ صاحب نے حساب کر کے بتایا کہ اتنے۔ اگر اس سے کچھ کم ہو تو حج کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں اور اس سے زائد خرچ کرنا ضرویات کو خواہ مخواہ بڑھانا ہے۔ یہ تھا اعتدال پسندی کا سبق۔ حضورؒ نے فرمایا ''میرے نزدیک تو اِس راہ لِلّٰہیت میں جو بھی خرچ کیا جائے کم ہے'' حضرات آل رسول ﷺ میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں ''لَا اِسْرَافَ فِی الْخَیْرِ'' نیکی کی راہ میں جتنا بھی خرچ کیا جائے اسراف نہیں۔

دلجمعی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ حُسنِ معاشرت کو بڑا اہم قرار دیتے کہ مومن کی حُسنِ عبادت کی یہی اساس ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز کے وقت اگر بھوک کا غلبہ ہو تو پہلے تسکینِ شکم ضروری ہے۔ تاکہ نماز دلجمعی سے ادا ہو سکے۔ حضورؒ کی عزیز داری میں ایک گھرانہ تھا جن کی حُسنِ معاشرت پر آپؒ اتنے خوش تھے کہ حضرت صاجبزادہ صاحب سیدویؒ سے کہا کرتے کہ صاجبزادہ صاحب آپ کو ایک گھر دکھائیں گے جو باہم رفاقت میں مثالی ہے ''غرضیکہ معاملات کی خوش اسلوبی، حقوق العباد کی پاسداری بھی عبادت ہی میں شامل ہے۔'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی آدمی کی اچھائی یا برائی دیکھنا چاہتا ہے تو اِس کے نماز روزہ پر نہ جا بلکہ دیکھ کہ وہ معاملہ کا کیسا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط'' العنکبوت۔۴۵۔ ترجمہ:۔ بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے۔ اگر نماز کے یہ نتائج کسی میں پائے جاتے ہیں تو وہ نیک ہے ورنہ......

حُسنِ تدبر

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ننھال میں تین بھائی سفرِ حیات میں ایک عرصہ تک ہمرکاب رہے۔ پھر حالات کے تقاضوں نے کروٹ لی اور ضروریاتِ زندگی کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ حضورؒ نے جب دیکھا کہ ایسے حالات میں کشیدگی کے آثار پیدا ہونے کا خدشہ ہے جس سے برادرانہ تعلقات متاثر ہوں گے تو آپؒ نے صورتِ حال کو سنبھالا دیا۔ اور اپنے ایک محبّ، معاملہ فہم اور معاشرتی تقاضوں میں گہری فکر و نظر رکھنے والے مولوی محمد شریف صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول بلڑوال ضلع امرتسر کو ان کا حکم مقرر فرمایا[۱] جنہوں نے اپنے حُسنِ تدبر سے ہر ایک کی فرداً فرداً رہن سہن کی ضروریات کے مطابق ان کے حقوق کو ترتیب دیا۔ معاشرتی (گھریلو) معاملات کو اس احسن طریق سے نبٹانے پر حضورؒ ـــــ مولوی صاحب موصوف کی فرزانگی کا اکثر ذکر کیا کرتے کہ ان کے اس کارنامے نے حُسنِ معاشرت کو تحفظ دیا ہے اور اس حکمِ خداوندی فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ (الحجرات۔۱۰۔ ترجمہ: تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو) پر بڑے احسن طریق سے عمل کیا ہے۔ وہ عمل جو درویش کی نگاہ میں مقبول ہو حقیقتاً وہی خیر العمل ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے یہ ہمعصر اور ہم وطن مولوی صاحب حضورؒ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ حضورؒ جب کبھی اپنے وطن جعفر کوٹ تشریف لے جاتے تو مولوی صاحب کو بھی ملاقات کے مواقع ضرور میسر آتے۔ مولوی صاحب بڑے ذی فہم اور متوکل درویش تھے۔ ایک دفعہ بتانے لگے "کہ میں اپنے بیٹے (پروفیسر محمد اقبال جاوید شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ) کے رشتہ کے سلسلے میں جب لڑکی والوں کے گھر گیا۔ جو ایک بڑے زمیندار تھے نے پوچھا (جیسا کہ ایسے مواقع پر ہوتا ہے) مولوی صاحب! تمہاری زمین کتنی ہے؟ میں نے حقیقتِ حال کو یوں افشاء کیا کہ بھائی! ہماری زمین تو کوئی نہیں۔ البتہ ہمارا آسمان بڑا وسیع ہے" قرآن حکیم کی اس

---

[۱] ایک فریق نے جب مولوی صاحب موصوف سے استفسار کیا کہ آپ کیوں اس معاملہ میں دلچسپی لیتے ہیں مولوی صاحب نے حضورؒ کے حوالہ سے بتایا کہ مجھے یہ کام نبٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔

آیۃ۔وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ہ ا کی یہ کیسی عمدہ ترجمانی ہے۔"

لین دین

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے ارشاد فرمایا جہاں تک ممکن ہو سودا پیر بھائی کی دوکان سے لیا کرو اور بازار کے بھاؤ کے مطابق لین دین کیا کرو پیر بھائی سے مروجہ بیع کے خلاف رعایت کی کوشش بھی نہ کرو ہمیشہ رشتۂ ارادت کا خیال رکھو تا کہ دنیاوی معاملات اور باہمی لین دین سے حُب لِلّٰہ میں اضافہ ہو۔

حُسنِ تکلم

شیخ سرور صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ آپؒ غریب مسکین بچوں پر بہت رحم کرتے تھے اور دوسروں کے ساتھ بھی بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔آپؒ کی زبان مبارک ایسی میٹھی تھی کہ انسان کا خود بخود آپؒ سے باتیں کرنے کو جی چاہتا تھا۔کئی بچوں کی تعلیمی کفالت فرماتے۔کسی غریب آدمی کو راستے میں دیکھتے تو ساتھ لیجاتے۔اور جاکر اُسکی حسبِ ضرورت امداد فرمادیتے کسی دوسرے شخص کو کانوں کان خبر نہ ہوتی کہ کیوں ساتھ لے گئے ہیں۔

حُسنِ سلوک

راوی موصوف کے والد صاحب کاروباری سلسلہ میں ایک دفعہ مجیٹھہ ضلع امرتسر کسی مسجد میں نہانے کیلئے کنواں کی منڈھیر پر چڑھ کر پانی نکالنے ہی لگے تھے کہ اندر سے حضور قبلہ عالم قدس سرہ تشریف لائے اور فرمانے لگے "بھائی چھوڑو میں پانی ڈالتا ہوں۔تم نہاؤ، وہ کہنے لگے میں نے تعظیماً کہا "نہیں مولوی صاحب مہربانی۔۔۔ آپؒ کا شکریہ میں خود پانی ڈال لوں گا" مولوی صاحب کہنے لگے نہیں بھائی یہ ہرگز نہ ہوگا۔میں ہی پانی ڈالوں گا اور آپ نہائیں۔اُن صاحب کا کہنا ہے "کہ میں اپنے دل میں ابھی سوچ ہی رہا تھا۔کہ مولوی صاحب سے سوال کرتا ہوں۔کہ آپؒ مجھے کیسے جانتے ہیں کسی اور کا آپؒ

ا الذاریت ۲۲۔ترجمہ:۔اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تمھیں وعدہ دیا گیا ہے۔

کو شک تو نہیں گذرا؟'' آپؒ نے فوراً کہا ''چھوڑ و بوکا'' بھائی تم گجرات سے آئے ہو اور گجرات بھی میرا ہی شہر ہے۔ خیر جب میں نے یہ الفاظ سُنے تو بوکا چھوڑ دیا۔ اور آپؒ نے پانی ڈالنا شروع کر دیا میں نہا کر جب غسل خانہ سے نکلا تو آپؒ مجھے ساتھ لے گئے اور دو دن اپنے پاس رکھا۔

معاشرتی مزاج شناسی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے شاگرد اور مرید ایک بھائی محمد فاضل صاحب تھے جو گجرات شہر کے نزدیکی گاؤں ''دھپ سڑی'' کے رہنے والے تھے۔ سرکاری ملازمت کی وجہ سے مختلف شہروں میں رہنے کا اتفاق ہوتا رہا اور اپنی ذاتی رہائش کسی شہر میں نہ لے سکے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جس شہر میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ رہائش اختیار فرمائیں گے میں بھی اہل وعیال کو وہیں رکھوں گا تاکہ حضورؒ کے زیر تربیت رہیں۔

چنانچہ قیام پاکستان پر حضور قبلہ عالم قدس سرہ گجرات تشریف لائے اور یہاں ہی مع اہل وعیال مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ تو بھائی محمد فاضل صاحب نے شہر کے محلّہ فتو پورہ میں ایک مکان خرید لیا اور وہاں اپنے بیوی بچوں کو رکھا اور واپس اپنی ملازمت پر ڈھاکہ چلے گئے۔ ان دنوں حضور قبلہ عالم قدس سرہ مسجد گلزار مدینہ میں نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے۔ تھے۔ حضورؒ نے یہ التزام رکھا کہ نماز سے فارغ ہو کر بھائی محمد فاضل کے گھر جاتے، تھوڑی دیر خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد حضرت شاہ دولہ صاحبؒ حاضر ہوتے اور واپس گھر تشریف لاتے۔ کسی نے عرض کیا ''کہ حضور عام طور پر آپؒ کسی کے گھر کم ہی جاتے ہیں مگر بھائی محمد فاضل صاحب کے گھر تو ہر جمعہ تشریف لے جاتے ہیں۔'' اس پر حضورؒ نے فرمایا ''سنو! اگر نئے کرایہ دار یا نئے مالک مکان کے گھر کوئی آئے جائے نہ تو لوگ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ بھی اس کے گھر کے آگے جا پھینکتے ہیں۔ میں اس لئے جاتا ہوں تاکہ لوگ محمد فاضل کے گھر کو ''لنگا'' نہ سمجھیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؒ کی معاشرتی مزاج شناسی اور اپنے متوسل کی عزت و آبرو کی پاسداری کس حد تک تھی۔

خدمت خلق

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے تقریباً زندگی بھر جانور گائیں بھینسیں رکھی ہیں۔ جسکی ایک حکمت تو یہ ہے کہ تا کہ اہل خانہ اور مہمانوں کو خالص دودھ دہی مکھن وغیرہ حاصل ہو۔ دوسرے یہ کہ بے زبان مخلوقِ خدا کی خدمت کا موقع میسر رہے۔ چنانچہ پاکستان کے قیام پر جب دوبارہ جانور رکھنے کا سلسلہ گجرات میں شروع ہوا۔ تو آپؒ نے اپنے اہل خانہ کو فرمایا "بھینس اس شرط پر منگوا کر دیتا ہوں اگر اس کی تمام ضروریات کو خود پورا کرنا ہے" اس وعدہ کو اہل خانہ نے گھر کے اندر خوب نبھایا۔ ایک دفعہ جانوروں کے چارہ وغیرہ کا انتظام کرنے والے درویش سے فرمایا "پیسے مجھ سے لو اگر ان کی خدمت میں کوئی کوتاہی ہوئی تو خدا کے ہاں آپ جوابدہ ہوں گے۔"

جانوروں پر شفقت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ جب ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ تو کچھ عرصہ بعد مویشیوں کے رکھنے کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔ ایک دفعہ ایک بھینس پھسل گئی جس سے اس کی ٹانگ پر سخت چوٹ آئی۔ خود بخود اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہوئی۔ حضورؒ نے مستقل چار پانچ آدمیوں کو اس کی دیکھ بھال کے لئے مقرر فرمایا۔ جو اس کے اٹھنے بیٹھنے میں معاونت کرتے۔ موسمی ضرورت کے پیش نظر شامیانہ بھی لگوایا۔ تا کہ بھینس کو اندر باہر آنے کی دِقت نہ ہو۔ ایک ڈاکٹر حیوانات کا بھی انتظام کیا۔ جو دن میں کئی کئی بار آکر علاج معالجہ کی ضروریات بہم پہنچاتا۔ کبھی دوائی دی جا رہی ہے۔ کبھی مالش ہو رہی ہے۔ غرضیکہ ہر ممکن طریقہ سے صحت یابی کے لئے کوششیں جاری ہیں۔ باوجود اتنی تکلیف کے اللہ پاک کی شان، بھینس حسبِ معمول دودھ بھی دیتی جا رہی ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ بھینس کی دیکھ بھال اور علاج کی نگرانی کے لئے خود بھی بار بار تشریف لے جاتے۔ ایک جانور کی تیمار داری، علاج معالجہ میں اس قدر تگ ودو اور خصوصاً حضورؒ کی ذاتی طور پر صحت یابی کے لئے فکر مندی اور انہماک دیکھ کر ایک صاحب

کہے بغیر نہ رہ سکے۔ عرض کرنے لگے ''حضور! اتنی دوڑ دھوپ، علاج معالجہ اور فکرمندی کی کیا ضرورت ہے'' ایہہ نوں قصایاں دے دیو'' اس شخص کی یہ بات حضورؒ کو سخت ناگوار گزری۔ فرمایا'' ایک عرصہ سے یہ ہماری خدمت کرتی آرہی ہے'' ہن ایہدے تے وقت آیا اے'' (اب اسکی خدمت کا موقع آیا ہے) تو اسے قصابوں کے حوالے کریں یہ کہاں کی مروت ہے؟'' غور کیجئے۔ درویش کے نزدیک تخلیق خداوندی کی کیا قدر و قیمت ہے۔ دورِ خلافتِ فاروقیؓ میں ایک دفعہ ایک محاذ پر کسی پرندے نے ایک خیمہ میں گھونسلا بنالیا اور وہاں انڈے دے دیئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا'' کہ جب تک یہ جانور انڈے سی نہ لے اور بچے اڑنے کے قابل نہ ہوں یہ خیمہ اسی طرح اور اس کا عملہ بھی یہاں ہی رہے'' محبان اسلام نے مخلوقِ خداوندی کے ساتھ جذبہ محبت و ایثار کا کیسا عمدہ درس دیا ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

عدلِ فاروقیؓ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ انگریز حکومت کے سخت خلاف تھے۔ ایک دفعہ فرمایا'' میں انگریز دا وڈا دشمن آں'' آپؒ کے دادا جان نے آپؒ کو وصیت فرمائی تھی کہ'' تساں انگریز دی نوکری نئیں کرنی'' چنانچہ ایک دفعہ ''حسب وعدہ'' انگریز حکومت نے آپؒ کو تحصیلداری کی پیش کش کی[۱]۔ لیکن آپؒ نے اسے ٹھکرادیا۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمان کے لئے ایک چپڑاسی کی آسامی کا بھی حاصل کرنا'' جوئے شیر لانے'' کے مترادف تھا۔ آباؤ اجداد کے کارناموں اور پند و نصائح کو نبھانا ہر کہہ ومہہ کا حصہ نہیں۔

ع۔ نہ مرد است کہ دنیا دوست دارد

حضور رحمتہ اللہ علیہ نے دنیا کو دوست نہیں رکھا۔ بلکہ اپنے دادا جان کے قول ہی کو قول فیصل سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؒ نے اپنے وطن سے دور گجرات

[۱] جلد اوّل ص ۷۷،۶۷ پر دیکھئے۔

میں ایک مسلم ادارے ''زمیندار ہائی سکول'' میں اپنی معاشی مصروفیت اختیار کی۔ مسلمان کا انگریز کی عدالت میں جانا بھی سخت ناپسند تھا۔ چنانچہ اپنے آبائی گاؤں جعفر کوٹ کے نمبردار بھائی تاج دین صاحب کو ایک موقع پر فرمایا ''نمبردارا! اج دے بعد کوئی مقدمہ انگریز دی عدالت وچ نہ جائے'' گاؤں کا ہر جھگڑا (تنازع) آپس میں بیٹھ کر طے کرو۔ اگر کوئی ایسا تنازع آجائے جس کا فیصلہ کرنا مشکل ہو تو میرا انتظار کرو۔ میں خود آکر اس معاملہ کو نبٹاؤں گا۔ معاشرہ کی اصلاح و بہبود کا کیسا عمدہ جذبہ ہے۔ کچہریوں میں پیسہ خرچ کرنے کے علاوہ ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے۔

ایک دفعہ بھائی فیض احمد صاحب نے ایک ''واگی'' لڑکے کو کسی بات پر تھپڑ لگایا اس پر وہ سخت سٹ پٹایا۔ معززین نے معاملہ کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جھگڑا کسی طور بھی نبٹ نہ سکا۔ آخر حضرت صاحبؒ کی آمد پر سب لوگ دربار بابا بوہڑ شاہ صاحبؒ اکٹھے ہوئے۔ اس مزار کے قریب حضرت صاحبؒ کے خاندان کے افراد کے علاوہ کوئی شخص بھی چارپائی پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ حضورؒ چارپائی پر تشریف فرما ہوئے اور دوسرے لوگ اردگرد بیٹھ گئے۔ اور تصفیہ طلب معاملات آپؒ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ آپؒ نے ایک ایک کر کے تمام تنازعات کو نبٹایا اور آخر میں منشی فیض احمد صاحب کا ''واگی لڑکے'' کو تھپڑ لگانیوالا معاملہ پیش ہوا۔ ''واگی'' لڑکے نے دعویٰ پیش کیا کہ حضور منشی صاحب نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔ بھائی فیض احمد صاحب حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک محبّ مرید تھے۔ بلہڑ وال مڈل سکول میں مدرس اور علاقہ بھر میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ 'واگی'' ایک عام آوارہ لڑکا تھا۔ جو مال مویشی چرایا کرتا تھا۔ سبھی کی نظر اس بات پر تھی کہ دیکھتے ہیں کہ حضورؒ انصاف کے تقاضے کیونکر پورے کرتے ہیں۔ یا اپنے تعلق والے کی حمایت کرتے ہیں۔ آپؒ نے منشی فیض احمد صاحب سے پوچھا ''فیض احمد کیا تو نے اسے تھپڑ مارا ہے'' بھائی فیض احمد صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ حضور میں نے اسے تھپڑ مارا ہے۔

ع۔ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

عدل فاروقیؓ کے تقاضوں کے پیش نظر حضورؒ نے "واگی" لڑکے سے کہا تو بھی تھپڑ مارلے مگر یاد رکھنا اتنے زور سے جتنے زور سے فیض احمد نے مارا ہے۔ ایک طرف شرافت وصداقت کا پتلا اور دوسری طرف ایک آوارہ لڑکا۔ مگر معاشرتی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے دل پر پتھر رکھنا پڑا۔ اس "واگی" نے فیض احمد صاحب کے اتنے زور سے تھپڑ لگایا کہ ان کی پگڑی زمین پر جا پڑی۔ اس تجاوز پر آپؒ کی طبیعت جوش میں آئی اور فرمایا اب تو میری نظروں سے دور ہو جا۔ گھر جاتے ہی اس "واگی" لڑکے کو ایسا "پھونک" کر بخار چڑھا۔ کہ مہینوں چارپائی پر رہا۔ اہل دیہہ کے لئے یہ واقعہ ایسا عبرت ناک ثابت ہوا کہ اس کے بعد کسی کو کسی سے زیادتی کی جرأت نہ رہی۔ حضورؒ فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں کی تعلیم کی خاطر بعض اوقات اپنوں کی تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔ آپؒ کا یہ دیہی عدالتی نظام حقیقتاً انگریز حکومت کا منہ چڑاتا تھا۔

صلہ رحمی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ اقرباء کے حقوق کی بڑی پاسداری فرمایا کرتے۔ ایک شادی کے موقع پر مع اہل وعیال موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ تشریف لیجانا تھا۔ سفری سہولت کے لئے کار کا انتظام کیا گیا مگر وہ دیر سے پہنچی۔ حضورؒ شادی کی تقریب میں وقت پر پہنچنے کیلئے گاڑی کا انتظار کئے بغیر ہی عام سواری پر روانہ ہو گئے سفر اگرچہ کٹھن بھی ہوتا مگر حضورؒ کی معیت میں سفر کی ہر صعوبت سہولت اور راحت محسوس ہوتی۔ اور آپؒ کے ہمرکاب اس سے گھبرانے کے بجائے لطف اندوز ہوتے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ جب اس گاؤں پہنچے تو اہل دیہہ نے اس قدر ہجوم کیا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بارات آئی ہو۔ گاڑی اگلے دن پہنچی سفر کے آخری دس کلومیٹر میں نالہ ڈیک واقع تھا۔ گاڑی ریت میں دھنس گئی۔ اور بیلوں کی مدد سے کھینچ کر کنارے پر لائے۔ اور گاڑی کا ایک ضروری پرزہ بھی ٹوٹ گیا اور بدقت گاؤں پہنچی پرزہ مرمت کے لئے بھیجا گیا حضورؒ کے زیادہ قیام کی وجہ یہ بھی ہوئی۔

پاسداری

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک مرید نے کسی شخص سے قرض لیا وہ مرید وعدہ کے مطابق ادائیگی نہ کر سکا۔ قرض خواہ نے چند ایک بار تقاضا کیا۔ مگر مقروض کی ناداری حائل ہی رہی۔ آخر قرض خواہ نے تنگ آ کر عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اور قرض کی دہندگی پر آپؒ کی گواہی لکھوا دی۔ ظاہر ہے عدالت کا نوٹس بطور گواہ آپؒ کے نام بھی جاری ہونا تھا۔ نوٹس عدالت آپؒ تک پہنچا آپؒ نے متعلقہ بھائی کو بلایا۔ معاملات کی تفصیلات دریافت کیں۔ بھائی نے سبھی کچھ عرض کیا اور اپنی معذوری بھی ظاہر کی۔ آپؒ نے قرض خواہ کو بلایا اور مطلوبہ رقم مقروض کو دے کر فرمایا "یہ رقم اپنے اس قرض خواہ کو ادا کر دو"۔ چنانچہ رقم ادا کر دی گئی۔ پھر آپؒ نے قرض خواہ سے پوچھا تو نے ہمارا نام عدالت میں کیوں دیا تھا۔ قرض خواہ نے جواب دیا "حضور! مجھے علم تھا کہ رقم کی وصولی کی اس سے بہتر صورت نہیں"۔ حضورؒ نے فرمایا "مولوی اسی ضرور آں مگر کچہریاں بھگتن والے مولوی نئیں"۔

سیرت سرور کائنات ﷺ میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ قرض خواہ اپنے قرضوں کی ادائیگی کے تقاضے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ انسانی عزتِ نفس کی پاسداری کا یہ احساس عباد الرحمٰن ہی کا حصہ ہے۔

چادر اور چار دیواری

ایک روز دو عورتیں آئیں۔ ابھی وہ باہر والے دروازے کے پاس ہی تھیں کہ حضورؒ اندر سے تشریف لائے وہ عورتیں دروازہ کھول ہی رہی تھیں کہ آپؒ نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی مرد ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں ہم اکیلی ہی آئی ہیں۔ آپؒ نے ایک بزرگ کو ساتھ کیا اور فرمایا "انہیں ان کے گھر تک چھوڑ آؤ" اور فرمایا آئندہ اکیلی نہیں آنا۔ چادر اور چار دیواری کی آپؒ کو کہاں تک پاسداری تھی۔

اپنی مدد آپ کی ترغیب

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا ایک متوسل اور ہمسایہ کباب بنا کر بیچا کرتا تھا۔ اس کی

بیوی اللہ کی بندی سحری کے وقت اٹھتی نمازِ تہجد ادا کرتی اور کباب کے لوازمات تیار کر کے فجر کے بعد خاوند کو دکان پر بھیج دیتی۔ میاں سارا دن کباب تیار کر کے بیچتا رہتا۔ شام کو گھر آتا اور نمازِ مغرب کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا اور سارے دن کی بکری آپؒ کی خدمت میں پیش کرتا۔ حضورؒ اس کی ریزگاری کو اپنے سامنے گنواتے اور اس کی بچت کا حساب لگواتے اگر بچت ان کی گھریلو ضروریات کے مطابق ہوتی تو انہیں دے دیتے۔ اگر کم ہوتی تو اپنی جیب سے اس بکری میں پیسے ڈال کر انہیں دیتے تاکہ ان کے اخراجات حسب معمول چلتے رہیں۔

حسن معاشرت اور اپنی مدد آپ کی تربیت کا یہ کیسا عمدہ انداز ہے ایک محتاج کنبے کی مدد اس طریق پر کی جاتی ہے کہ مفت خوری، بے کاری اور تساہل کے عادی بھی نہ ہوں اور کاروبار میں روزینہ کی کمی انہیں حوصلہ شکنی اور مایوسی سے بھی دوچار نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ط'' (الرعد۔ ۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

تادیبِ اخوت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا طریقہ مبارک تھا کہ گفتگو کم اور ضرورتاً فرماتے۔ غیر ضروری باتیں نہ کرتے اور نہ ہی سنتے۔ بلکہ مجلس میں اگر کوئی ایسے انداز میں گفتگو کرتا جس سے کسی کی غیبت کا پہلو نکلتا ہو تو اسے فوراً روک دیتے۔ اگر سنتے تو اصلاح احوال کے لئے۔ جیسا کہ ایک محبّ نے کہا۔

میرے آقا دی مجلس وچ کدی وی
نہ ہوئی نہ سنی غیبت کسے دی

ایک دفعہ کسی نے اپنے کسی عزیز کے بارے میں شکایت عرض کی۔ اصلاحِ احوال کی غرض سے آپؒ نے اس کی بات کو غور سے سنا پھر اس کے ایک ایک

اعتراض کا تجزیہ کیا اور فرمایا اس کا یہ کہنا حُسنِ نیت پر مبنی ہے۔ تجھے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے اس کا تجھے فلاں بات سے روکنا اس لئے نہ تھا کہ وہ تیرا نقصان چاہتا تھا بلکہ اس لئے تھا کہ اس میں تیرا فلاں فلاں فائدہ ہے۔ حضورؒ کے سمجھانے سے اس کے دل سے دوسرے بھائی کے متعلق ہر طرح کی بدگمانی جاتی رہی اور حسنِ ظن کی دولت ہاتھ آئی۔ حضورؒ کی مجالس سراسر حُسنِ ظن اور حُسنِ اعمال کا سرچشمہ ہوتیں۔ اکثر حضرات کا ذاتی تجربہ ہے اگر کوئی طالب کسی دوسرے بھائی کے بارے میں کوئی گلہ یا شکایت لے کر حاضر ہوتا تو حضورؒ کی صحبت پاک کی برکت سے چند منٹ میں اس کی گلہ گزاری بغیر حرف شکایت زبان پر لائے ہی خود بخود محو ہو جاتی اور اس کے خوش آئند پہلو سامنے آتے۔ ''یَاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا كَثِيۡرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ''[1] حضورؒ فرمایا کرتے ''ساڈیاں گلاں اہل یقین واسطے نیں'' مطلب یہ کہ وہ لوگ جو صدقِ یقین اور عقلِ سلیم کے حامل ہیں وہ حضورؒ کی گفتگو اور مجالس سے سودمند اور مستفیض ہوتے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں ''جو بندۂ حق ہے اس کی نگاہیں ہر دم اللہ تعالیٰ کی طرف لگی رہتی ہیں اور وہ سراپا گوش ہو کر خداوندِ تعالیٰ کے پیغام کو پوری امانت کے ساتھ اس کے بندوں تک پہنچاتا ہے۔''

اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے فرزند اکبر حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحبؒ زراعتی فارم سرگودھا میں ملازم تھے اس لئے حضورؒ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن قیام فرماتے۔ آپؒ کی آمد و رفت اور قیام کا یہ اثر ہوا کہ دفتر کے اکثر افسران اور فارم کے اہلکار آپؒ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ دعوتیں ہوتیں۔ اگر کسی افسر کے ہاں دعوت ہوتی تو بڑے سے بڑے عہدہ دار سے لیکر نچلے درجے کے ملازمین تک بھی مدعو ہوتے۔ اگر کسی چھوٹے درجے کے ہاں دعوت ہوتی تو افسران تک شمولیت کرتے۔ گویا حضورؒ کی مصاحبت کا عجب سماں ہوتا۔

---

[1] الحجرات۔۱۲۔ ترجمہ:۔ اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔

بقول اقبال

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

سرگودھا کو ایسا شرف حاصل ہوا کہ حضورؒ فرمایا کرتے ''کہ سرگودھا ہمارا دوسرا ہیڈ کوارٹر ہے''حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس ایک دفعہ ایک افسر نے اپنی افسرانہ خوبو کے مطابق حضرت صاجزادہ صاحبؒ کے بارے میں کہا''کہ مجھے ان سے شکایت ہے کہ یہ دفتر کی باقاعدگی میں تساہل برتتے ہیں''۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے جواباً فرمایا''مجھے بھی اس سے شکایت ہے کہ ایک سال ہونے کو ہے یہ گھر نہیں گیا''۔ مطلب یہ کہ جب سال بھر میں ایک دفعہ بھی گھر جانے کی فرصت نہیں تو پھر دفتر کی بے قاعدگی کا کیا جواز۔ افسر تو یہ جواب سن کر بھنچ گیا۔ مگر صاحب علم یہ باور کئے بغیر نہ رہ سکے کہ آپؒ کا فقر اتنا زیرک، باہوش اور معتدل ہے کہ اس دور میں سُنتِ نبوی ﷺ کا بہترین نمونہ ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی سرگودھا میں ہر دلعزیزی، عقیدت و ارادت کا یہ اثر ہوا کہ کئی بزرگ حضرات بھی حضرت صاجزادہ صاحبؒ کے ہاں تشریف لاتے۔ ایک دفعہ حضرت صاجزادہ صاحب سیدویؒ تشریف لائے مسافرت کی زندگی کی وجہ سے گھر میں ان کی شایانِ شان بستر میسر نہ آیا۔ ہمسائیگی میں ایک ارادت مند سے بستر منگوایا۔ تقریباً ایک ہفتہ استعمال کے بعد جب بستر واپس کیا۔ تو اس ارادتمند کی بیوی نے بستر کو''پیٹی''میں رکھتے ہوئے اپنی پیسوں والی پوٹلی کو نہ پایا۔ گھبرائی ہوئی حضرت صاجزادہ صاحبؒ کے پاس آئی کہ پیٹی میں پیسے رکھے ہوئے تھے۔ بستر کے ساتھ کہیں آپ کے ہاں تو نہیں آئے؟ حضرت صاجزادہ صاحبؒ کا کہنا ہے''کہ یہ سنتے ہی میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اگر رقم ادا کر بھی دی جائے مگر ارادت اور عقیدت کو جو دھچکا لگا ہے وہ بد گمانی کیسے بحال ہو سکتی ہے''طبیعت سخت متردّد ہوئی کہ بستر کو لائے بھی ہفتہ عشرہ ہونے کو ہے نہ جانے وہ پوٹلی کس کے ہاتھ لگی۔ اب اس کی تلاش ناممکن ہے اگر رومال میں بند یہ رقم نہ ملی تو

فقر کی عزت پر دھبہ ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ فرماتے ہیں ''کہ اس اُدھیڑ بن ہی میں تھا کہ حضرت اباجی کی توجہ مبارک سے ایک تجویز سوجھی کہ اللہ پاک فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ط (ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ البقرہ۔ ۱۵۳) وضو کیا اور دو رکعت نفل کی نیت کر کے مصلیٰ پر کھڑا ہو گیا سخت رقّت طاری تھی آنسو بہہ رہے تھے کہ حضراتِ سلسلہ عالیہؒ کی عزت کا مسئلہ ہے'' وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ط'' تک پہنچا تو دل کو ایک خاص قسم کی تسکین اور تسلی حاصل ہوئی جیسے مدعا بھر آیا۔ سلام پھیرا تو پاس ہی چند بچے کھڑے تھے کہنے لگے۔ ہم ''کھال'' میں نہا رہے تھے کہ رومال میں بندیہ چیز ملی ہے میں نے متعلقہ ارادتمند کی بیوی کو بلایا اور کہا دیکھو یہ رومال آپ ہی کا ہے کہنے لگی ''جی یہ میرا ہی ہے'' رقم کے بارے میں پوچھا تو جتنی اس نے بتلائی اتنی ہی نکلی۔ اگر چہ یہ معاملہ بظاہر ناممکن اور حیرت انگیز تھا مگر

ع۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

معلوم نہیں اتنے دنوں میں کب سے کسی نے جھاڑو دیکر کوڑا کرکٹ کے ساتھ کھال میں پھینکا۔ پانی میں بہہ کر یہ ''پوٹلی'' کہیں سے کہیں جا سکتی تھی کسی نہانے والے کے ہاتھ آ سکتی تھی اتنا عرصہ پانی میں رہنے کی وجہ سے نوٹ گل سڑ بھی سکتے تھے مگر شانِ ربی جوں کے توں محفوظ۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے ''درویش کی عزت کا محافظ صرف اللہ پاک ہے۔''

ایندھن

ایندھن اکثر ایک قریبی ٹال سے خریدا جاتا اور ماہانہ منوں کی خرید ہوتی۔ ایک دفعہ خریدنے والے درویش نے کسی اور ایندھن بیچنے والے سے چار آنے فی من سستا سودا کر لیا۔ ظاہر ہے جب زیادہ مقدار میں کوئی چیز خریدنی ہو تو بیچنے والا سستے داموں بھی بیچ دیتا ہے۔ مگر حضور کو یہ بات پسند نہ آئی ہمسائیگی اور سابقہ تعلقات کو ترجیح دی۔ سودا کرنے والے درویش سے فرمایا کیا آدمی چار آنے میں مہنگا ہے؟ اِس فرمان میں آدمیت کی قدر و منزلت اور سابقہ تعلقات کو بدستور قائم رکھنے کی تعلیم و ترغیب ہے۔

کپڑا

حضرت صاحبزادہ صاحب ایک دفعہ موسم گرما کے ملبوسات خرید کر لائے اور حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیے۔ حضورؒ نے دیکھ کر فرمایا ہاتھ کرو۔ صاحبزادہ صاحب نے ہاتھ آگے کیا۔ تو حضرت صاحبؒ نے کپڑے کی ایک تہہ پھیلا کر ہاتھ کی پشت پر رکھ کر فرمایا۔ دیکھو جلد تو نظر نہیں آتی؟ پھر فرمایا کپڑا ایسا ہونا چاہیے جس سے جلد نظر نہ آئے۔

چھتری

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک ساتھی مدرس مولوی صاحب نے گجرات بازار سے ایک چھتری خریدی۔ جب چھتری لے کر سکول گئے تو حضورؒ نے پوچھا مولوی صاحب یہ چھتری کتنے میں خریدی ہے؟۔ مولوی صاحب نے کہا ایک روپیہ دس آنے میں۔ حضورؒ نے فرمایا۔ امرتسر بازار میں تو ایسی چھتری کا بھاؤ آٹھ آنے ہے۔ اگلے دن حضورؒ جب بازار اسی دکان پر گئے۔ تو اسی قسم کی چھتری کا بھاؤ پوچھا تو دکاندار نے اتنے ہی پیسے ایک روپیہ دس آنے بتائے۔ اور کہا کہ آپؒ کے فلاں ساتھی مولوی صاحب کو اتنے ہی میں دی ہے۔ آپؒ نے فرمایا امرتسر بازار میں تو اس کا بھاؤ صرف آٹھ آنے ہے۔ تم دو آنے زائد دس آنے لے لو۔ دکاندار نے کہا اچھا دس آنے ہی میں لے لیں۔ لیکن کسے بتایئے گا نہیں۔ آپؒ نے فرمایا ضرور بتاؤں گا۔ یہ گاہک سے زیادتی ہے۔

نبی مکرم ﷺ منڈی میں جاتے۔ اگر غلہ ہوتا تو اپنی آستین مبارک چڑھا کر ڈھیر کے نیچے سے غلہ نکال کر اوپر والے سے مقابلہ کرتے۔ اگر فرق ہوتا تو دکاندار کو تنبیہ فرماتے۔

تادیب الاخلاق

مولوی محمد صادق صاحب ساکن سہوکی ضلع سیالکوٹ کہتے ہیں۔ کہ میں نے لڑکی کی شادی کا ارادہ کیا اور خیال کیا کہ جب تک بہت زیادہ سامان جہیز اور زیور نہ ہوا اُس وقت تک شادی نہیں کروں گا۔ میں اگلے روز حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس اُس وقت اللہ داد صاحب ساکن رتی والے

موجود تھے۔ میں زمینداری کرتا تھا۔ گالیاں بھی منہ سے نکل جاتی تھیں گھر میں بھی سلوک نہ تھا۔ آپؒ نے بھائی اللہ داد سے مخاطب ہو کر فرمایا ''بھائی! اللہ پاک دے دیاں گھر وسدے نیں گالیاں کم دیا کر گھر میں سلوک رکھنا چاہیے'' میں ساری باتیں سمجھ گیا کہ یہ تو آپؒ مجھے نصیحت فرما رہے ہیں۔

اظہارِ محبت .... اور احتیاط

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی موضع جعفر کوٹ میں موروثی زمین تھی۔ لیکن اس میں برادری کے لوگ حصہ دار تھے۔ اس لئے آپ کے چند متوسلین نے آپس میں بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم اپنی زمینوں کا کچھ حصہ حضور کے نام ہبہ کر دیں۔ چنانچہ یہ لوگ اکھٹے ہو کر پٹواری کے پاس گئے جو کہ ہندو (کھتری) تھا ان لوگوں کی یہ خواہش سن کر پٹواری نے کہا ''اگر آپ ایسا کریں گے تو یہ کوئی پیر کی بھلائی نہیں ہوگی'' بلکہ ایسا کرنے سے آپ پیر کی اولاد اور اپنی اولاد کے درمیان دشمنی کی بنیاد رکھ رہے ہیں حالانکہ چاہیے یہ کہ آپ لوگوں کی اولادیں پیر کی اولاد کی عقید تمند ہوں اسباب دنیوی خصوصاً زمین فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔

کھتری پٹواری کا یہ مشورہ جب حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ تک پہنچا تو آپؒ نے فرمایا ''کھتری کا مشورہ درست ہے ایسی محبت کا اظہار جو دین کے راستے میں آڑے آئے مرشد اور مسترشد دونوں کیلئے نقصان دہ ہے''۔

دادودہش

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک دفعہ مولوی نظام الدین توکلی شادیوال نزد شہر گجرات ہمسفر تھے کہ راستہ میں نشہ کے مارے ایک بدحال شخص نے چونی کا سوال کیا۔ آپؒ نے توکلی صاحب سے مسئلہ دریافت فرمایا ''مولوی نظام الدین ایسے شخص کی مدد کرنے میں شریعت کا کیا حکم ہے'' بھائی توکلی صاحب نے عرض کیا ''حضور! غلط کاری (افیون کھانے) میں معاونت کی اسلام تو اجازت نہیں دیتا'' افیونی بھی پیچھے پیچھے گرتا پڑتا آ رہا تھا۔ حضورؒ نے چپکے سے اُسے کچھ دیا وہ لیکر چلتا بنا۔ آپؒ نے توکلی صاحب سے پھر دریافت فرمایا ''مولوی نظام الدین کسی شخص کی جان بچانا کیسا ہے'' توکلی صاحب نے عرض کیا ''حضور ایسی صورت میں

قرآن پاک اس کی اجازت دیتا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا ”اگر اس کی مدد نہ کی جاتی تو اس بدحالی میں وہ ایک اور گناہ چوری کا مرتکب ہوتا“ ایسے نازک مسائل اور معاملات کو اللہ کے پاک بندے ہی سمجھتے ہیں۔ یقیناً عباد الصالحین کی داد و دہش گنہگار کی اصلاح کا سبب بنتی ہے۔

حکمِ شیخ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے ۱۹۱۷ء میں گجرات میں سکونت اختیار فرمائی ابتدا ہی میں حضور سیدویؒ نے فرمایا مولوی صاحب! کسی ایک جگہ زیادہ عرصہ رہائش نہیں رکھنی۔ اور بیرون شہر قیام کرنا زیادہ مناسب ہے۔ یہ ہدایات اس علاقہ کے لوگوں کے مزاج کی مناسبت سے تھیں۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۴۶ء تک گجرات میں کرائے کے مکان میں رہے اور اتنا عرصہ شیخ پاک کے ارشاد عالیہ کے مطابق ہی زندگی بسر کی۔ زیادہ تر یہی ہوا کہ چھ ماہ سے زائد کم ہی کسی مکان میں قیام کیا۔ بعض دفعہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ شام کو مالک نے مکان فارغ (خالی) کرنے کو کہا تو آپؒ نے راتوں رات مکان تبدیل کیا اور صبح ہوتے ہی چابی مالک مکان کے حوالے کی۔ معاملہ میں اس حد تک صحت اور احتیاط شائد ہی کہیں ملے۔

تصوف اور فقر کا دوسرا نام تہذیب الاخلاق ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ ”بُعثتُ لِاتمم حسن الاخلاقِ“ میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ ایک دوسری حدیث اس مضمون کو اور زیادہ بسط وشرح سے بیان کرتی ہے ”انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق“ میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اِسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاقِ حسنہ کی تکمیل کروں۔ یعنی اخلاق ہی حسن معاشرت کی اساس ہے۔

☆☆☆

دعوت وارشاد

(تعلیم وتربیت، رشد وہدایت)

وكفى بربك هاديا ونصيرا

تعلیم و تربیت

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝

ترجمہ:۔ اور تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (ال عمران۔۱۰۴)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ''صحبت شیخ اکسیر احمر ہے''

حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں۔ خانقاہ دو لفظوں کا مرکب ہے۔ خان کا معنی ہے خانہ۔ اور قاہ کا مطلب ہے۔ عبادت یا عمل۔ تو خانقاہ کا معنی ہے۔ عبادت گاہ یا دار العمل ــــ خیر المجالس

خانقاہ نشین دو کام کرتا ہے اُس کا علم زبانِ قال کا کام کرتا ہے اور اُس کا عمل زبانِ حال کا کام کرتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک انسان کو دوسرے انسان کی بھلائی پر اُکساتا ہے۔ تصوف مآب خانقاہ نشین (سجادہ نشین) اخلاقِ محمدیﷺ سے آراستہ علم کے زیور سے پیراستہ اور عمل کی قوت سے مسلح ہوتا ہے۔

میری اولاد...

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک صاحبزادہ صاحب ابھی کم سن تھے۔ حضورؒ نے ایک دن درویش سے فرمایا ''اسے ذرا باہر ہوا خوری کے لئے لیجاؤ'' درویش اُٹھا کر باہر لے جا رہا تھا کہ راستے کے ساتھ ساتھ آزاد جگہ پر کچھ خودرو پودے اُگے ہوئے تھے۔ جنہیں ہلکے ہلکے نیلے رنگ کے ہارن نما خوبصورت پھول لگے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر صاحبزادہ صاحب نے ایک پھول کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ درویش نے اپنی دانست اور احساسِ برتری کے پیش نظر جھڑکا کہ یہ درست نہیں کہ بلا اجازت غیر کی چیز کو لیا جائے۔ اس پر صاحبزادہ صاحب آبدیدہ ہوئے جب درویش آپ کو گھر لایا تو صاحبزادہ صاحب کی آنکھوں میں ابھی آنسو ڈھلک رہے تھے۔ حضورؒ نے دیکھا اور درویش سے فرمایا ''اوئے!'' اینوں کی ہویا اے'' درویش نے عرض کیا'' حضور! یہ پھول مانگتے تھے اور میں نے لینے نہیں دیا کہ یہ کسی کی چیز ہے'' حضورؒ نے یہ سن کر فرمایا'' میری اولاد غیر دی چیز نوں ہتھ نئیں پاسکدی''۔

یہ اس گھر کی تربیت ہے جہاں صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر گھر

کی بھی کوئی چیز افرادِ خانہ استعمال نہیں کر سکتے تھے۔ایک دفعہ ایک کم سن صاحبزادہ صاحب نے خود ہی تھوڑا سا مکھن لے لیا صاحب خانہ بزرگ خاتون نے فرمایا ''چوری لکھ دی وی، تے چوری لکھ دی وی'' کہاں گھریلو زندگی اور بچپن کے تقاضے، اور کہاں اتنی سخت تنبیہہ؟ چیز کے بلا اجازت استعمال پر بچوں پر یہاں تک پابندی تھی۔کہ اپنے ذاتی پیسوں سے خریدی ہوئی چیز بھی گھر سے باہر کھانے کی اجازت نہ ہوتی۔صاحب خانہ بزرگ خاتون فرمایا کرتیں ''جو کچھ کھاؤ پیو میرے سامنے استعمال کرو'' اس میں کئی حکمتیں ہیں کہ بچے کوئی ایسی چیز نہ کھانے پائیں جو ان کی صحت کے لئے مضر ہو۔دوسرے یہ کہ اور لوگوں کی دی ہوئی چیز بھی نہ کھائی جائے۔جو صحت کے لئے ضرر رساں ہونے کے علاوہ بچے کو مشتبہ اشیاء اور سائلانہ عادات سے بچانے کیلئے بھی ضروری ہے۔

ایسی تربیت ہی ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ'' (بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے) کے نتائج پیدا کر سکتی ہے۔

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے مخلص مریدین میں سے ایک بھائی تاج دین صاحب آپؒ کے آبائی گاؤں جعفر کوٹ کے رہنے والے تھے۔ان کے اخلاص کا یہ عالم تھا کہ ہر بات حضورؒ سے بے تکلف کہہ دیتے تھے۔اندازِ گفتگو ایسا مرنجان مرنج اور ہلکا پھلکا ہوتا کہ سننے والے کے لئے قطعاً ثقل سمع نہ ہوتا۔اور بات بات میں ایسی انوکھی طرز اختیار کرتے کہ حضرت صاحبؒ بھی ہنسے بغیر نہ رہتے۔بلکہ انہی کی گفتگو پر حضرت صاحبؒ کو ہنستے دیکھا ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاحبزادے سید محمد عالم صاحبؒ جب دہلی سے علوم طب کی تحصیل سے فارغ ہو کر وطن آئے تو اہلِ دیہہ نے عرض کیا کہ ان کی خدمات کے ہم بھی محتاج اور مستحق ہیں چنانچہ حضورؒ نے حکیم صاحب کو گاؤں اور اردگرد کے دیہات کے لوگوں کی طبی خدمات کیلئے وہاں مقرر فرمایا۔کچھ عرصہ کے بعد جب بھائی تاج دین صاحب جعفر کوٹ سے آپؒ کے پاس آئے تو حضورؒ نے حکیم صاحب کی خیر وعافیت پوچھی اور فرمایا ''تاج دین! حکیم کے کام کاج کا کیا حال ہے؟'' بھائی صاحب نے ہنستے ہوئے عرض کیا حضورؒ!

''حکیم صاحب کا کام بہت چلتا ہے حضورؒ نے فرمایا''وہ کیسے؟''بھائی صاحب نے عرض کیا''حضور! حکیم صاحب تہجد کے وقت (پچھلی رات) مسجد میں آتے ہیں وہیں نمازِ فجر ادا کر کے پھر اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں حضور سردی کا موسم ہے۔ جونہی سورج طلوع ہوتا ہے مریض آنے شروع ہو جاتے ہیں اور مسجد کی دیوار کے ساتھ دھوپ میں ٹیک لگا کر حکیم صاحب کے انتظار میں بیٹھتے جاتے ہیں۔ حکیم صاحب نماز اشراق کے تازہ وضو کے لئے جونہی باہر آتے ہیں تو انتظار میں تھکے ماندے مریض جلدی سے آگے بڑھ کر عرض کرتے ہیں حکیم جی...ابھی اگلا جملہ کہنے نہیں پاتے تو حکیم صاحب ''اوہوں'' کہہ کر روک دیتے ہیں اور ''منّی'' (ٹینکی) میں پانی ڈالنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ مریض بیچارہ کنواں کی منڈیر پر آ کر چرخی گھماتا ہے اور پانی نکالنا شروع کرتا ہے حضور! ہمارا مسجد کا ''بوکا'' (ڈول) پھٹا ہوا ہونے کی وجہ سے آدھا پانی تو نکالتے نکالتے کنواں ہی میں گر جاتا ہے باقی ماندہ میں سے کچھ وضو کی ٹوٹیاں درست نہ ہونے (لیک کرنے) کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ بمشکل ایک ''بوکے'' سے حکیم صاحب کے ہاتھ ہی دھلتے ہیں مریض بیچارہ پانی نکالتا رہتا ہے اور حکیم صاحب وضو میں مصروف رہتے ہیں۔ خدا خدا کر کے آنجناب کا وضو مکمل ہوتا ہے ایک مریض دوسرے پانی نکالنے کی مشقت، ہانپتے ہوئے عرض کرتا ہے ''حکیم جی....! پھر ''اوہوں'' کہہ کر خاموش کرا دیا جاتا ہے اور حکیم صاحب نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ تھکا ماندہ لاچار بیچارہ آخر چلا جاتا ہے مگر حضور ''کام بہت چلتا ہے'' بھائی تاج دین صاحب نے بات کو جاری رکھتے ہوئے عرض کیا حضور مریض باہر انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ حکیم صاحب اپنے ذکر و فکر کے مشاغل میں مصروف ہوتے ہیں۔ کافی دیر کے انتظار کے بعد چاشت کے نوافل کیلئے دوبارہ باہر تشریف لاتے ہیں ''اکے تھکے'' مریض بھاگ کر آگے بڑھتے ہیں حکیم صاحب پہلے کی طرح ''اوہوں'' کہہ کر ٹونٹیوں میں پانی ڈالنے کا اشارہ کرتے ہیں مریض پانی ڈالتا ہے حکیم صاحب کا وضو مکمل ہوتا ہے ابھی کچھ کہنے نہیں پاتا کہ حکیم صاحب نوافل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ وہ بیچارہ بھی ہمت ہار کر گھر کا راستہ لیتا ہے ''مگر حضور کام بہت چلتا ہے'' اس جملہ پر حضورؒ ہنس ہنس کر مصلیٰ پر لوٹ پوٹ ہوتے۔ بھائی تاج دین صاحب نے عرض کیا ''حضور نوافل سے فارغ ہو کر جونہی دس بجے کے قریب مسجد سے باہر تشریف لاتے ہیں کچھ لوگ تو انتظار سے عاجز آ کر جا چکے ہوتے ہیں اور باقی حکیم صاحب کی طرف لپکتے ہیں

جیسے ان کی زیارت ہی اِن کے لئے دوااور شفاء ہے۔

حکیم صاحب مطب پر جاتے ہیں ایک ایک مریض کے حسب حال دوائی دیتے ہیں وہ جو گھروں کو جاچکے ہوتے ہیں انہیں بلواتے ہیں دوائی دیتے ہیں اور خوب تسلی تشفی فرماتے ہیں اور جو نہیں آسکتے خود ایک ایک کے گھر جا کر انہیں دوائی دیتے ہیں پرہیز غذا وغیرہ بتاتے ہیں اگر کوئی مریض تجویز کردہ غذا کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی جیب سے پیسے دے کر اس کی ضرورت بہم پہنچاتے ہیں۔''

یہ ہنسی محض خوش طبعی کیلئے نہیں تھی بلکہ حضورؒ خوشی کا اظہار اس لئے فرمارہے تھے کہ بیٹا ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِّاَبِیْہِ'' کا مظہر ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی اور ذکر وفکر کی چاشنی کا اس قدر غلبہ ہے کہ قدم مسجد سے باہر نہیں اُٹھتا۔ ایسے صاحب حال لوگوں کی کیفیت ہے جس کی ریس ممکن نہیں ان کی اندرون مسجد دعائیں بھی امراض کیلئے دوائیں ہیں جو شافی اور کافی ہیں۔[1]

اکثر لوگوں کی کاروباری دلچسپی خواہشات نفسانی کی تسکین کیلئے ہوتی ہے اور اس میں ایسے محو ہوجاتے ہیں کہ نوافل (خدا آگاہی) تو درکنار فرائض کی ذمہ داری سے بھی غافل ہوجاتے ہیں مگر درویش جلبِ زر کیلئے مخلوق خدا سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ رضائے خدا کیلئے۔ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ حضرت حکیم صاحب فرزندِ ارجمند حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے فرمایا۔

''رَضِینَا قِسْمَتُ الْجَبَّارِ فِینَا ، لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُہَّالِ مَالٌ''[2]

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَلْبُغْضُ لِلّٰہِ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا دورِ تخلیہ تھا اس زمانہ میں بہت کم باہر تشریف لاتے۔ کسی خوش بخت زائر ہی کو زیارت کی سعادت حاصل ہوتی۔ انہیں ایام

---

[1] سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ ، شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ إِلَيْهِ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سات لوگوں پر اس دن سایہ عاطفت فرمائیگا جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (اُن میں سے دو یہ ہیں) (۱) وہ نوجوان جو بچپن سے عبادت میں مشغول رہا ہو۔ (۲) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے اور مسجد سے واپسی کے بعد پھر مسجد واپسی کی تمنا اور آرزو کرے۔

[2] ترجمہ:۔ ہم راضی ہیں جبار (اللہ تعالیٰ) کی تقسیم پر۔ ہمارے لئے علم ہے اور جہلاء کیلئے مال ودولت۔

میں ایک دن آپؒ صحن کے اندرونی دروازہ پر تشریف لائے۔ تو دو شخص سامنے آئے۔ ان میں سے ایک کافی عرصہ بعد حاضر ہوا تھا۔ اور اس کے حالات شفقت کے متقاضی تھے۔ اور دوسرا شخص کئی کوتاہیوں کا مرتکب تھا۔ اور مستوجب سرزنش تھا۔ ایک ہی وقت میں اس متضاد صورت حال کو نبھانا کس قدر دشوار ہے۔ اور نہ ہی حضورؒ کے پاس اتنی فرصت تھی۔ کہ دونوں کو الگ الگ ملاقات کا موقعہ دیا جاتا۔ ایک شخص دائیں جانب کھڑا تھا اور دوسرا بائیں۔ جب دائیں جانب رُخ پھیرتے تو مستحق شفقت کے لئے چہرہ اقدس پر جمال اور التفات جلوہ گر ہوتا اور جب بائیں طرف دیکھتے تو رخ انور پر جلال اور تنبیہہ کا پرتو نمایاں ہوتا، چند منٹ کھڑے کھڑے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے دونوں سے ایسا سلوک فرمایا کہ دونوں کی تربیت کے تقاضے پورے ہوئے۔ دوسرے موجود حضرات حیران تھے کہ بشری مزاج میں ایسا توازن اور ضبط کیسے ممکن ہے ایک لمحہ جلال ہے اور دوسرے لمحہ جمال ہی جمال۔ ''اِتَّقُوْا بِفِرَاسَةِ الْمُؤْمِنْ'' کی کیسی عظیم شان ہے۔ ''اَلْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ'' کا کیسا نزاکت و لطافت آفریں منظر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک کافر کو پچھاڑ کر اس کی چھاتی پر بیٹھتے ہیں اور ذوالفقار حیدر کرارؓ سے جذبہ جہاد کا خون ٹپکنے ہی والا ہے کہ معاً کافر چہرہ اقدس پر تھوکنے کی ناکام کوشش کرتا ہے شمشیر براں فوراً نیام میں چلی جاتی ہے۔ کافر حیران و ششدر ہو کر کہتا ہے ''جنابِ عالی وقار میدان تیغ بازی کے یہ تقاضے تو نہیں'' ارشاد ہوتا ہے ''میری یہ تلوار رضائے الٰہی کے لئے اٹھی تھی تیری اس حرکت نے نفسانی غصے کو بھڑکایا میں فوراً سنبھلا کہ خلوص نیت میں فرق آیا چاہتا ہے۔ اور تلوار نیام میں کر لی۔ کافر اسلام کے اس ضبطِ نفس کے جوش اور ہوش کے ایمان افروز کمال کی نزاکت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔ ''لَا'' کی تلوار نے ایسی کاٹ کی کہ زبان ''اِلَّا اللّٰه'' پر جاری ہو کر توحید و رسالت کی مُقِر ہوئی۔

صحبتِ شیخ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اکثر متوسلین کو کئی کئی دن اپنے پاس ٹھہراتے۔ بعض کو تو مہینوں آپؒ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملتا۔ کچھ ملازم حضرات باقاعدہ چھٹی لے کر صحبتِ پاک سے مستفیض ہوتے۔ کچھ ایسے متوسلین بھی

تھے۔ جو طویل رخصت پر جب آتے۔ تو مع اہل وعیال آپؒ کے قرب وجوار میں مکان کرائے پر لے کر قیام کرتے۔ صبح تڑکے ہی میاں بیوی حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ بیوی اندرونِ خانہ لنگر شریف کے کام کاج میں اور میاں مردانہ میں حضورؒ کے معمولات میں سارا سارا دن مشغول رہتے۔ بعد از نماز عشاء جب اجازت ہوتی۔ اپنی رہائش پر چلے جاتے۔ رخصت ختم ہونے تک اِس معمول میں کبھی فرق نہ آتا۔

صحبتِ شیخ طالب کی خواہشاتِ نفسانی (امارگی) کی اصلاح کیلئے احسن اور اقرب ترین ذریعہ ہے کیونکہ حضوری میں سالک کے تمام افعال (اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا جملہ حرکات وسکنات) مرضیات شیخ کے تابع ہوتے ہیں۔

مولانا رومؒ نے فرمایا۔

نفس نتواں گشت اِلّا ذات پیر
دامنِ آں نفس گش را سخت گیر

ملاقات

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ مبارک تھا کہ موقعہ اور گفتگو کے آداب کا بڑا خیال رکھتے۔ اگر کوئی عقیدت مند کہیں باہر بازار وغیرہ میں ملتا اور آدابِ شیخ کے پیشِ نظر نیاز مندی کا اظہار کرنا چاہتا تو آپؒ منع فرما دیتے۔ ایک دفعہ ایک متوسل مسمّی یتیم علی صاحب کو شیشیانوالہ دروازہ گجرات میں شرفِ ملاقات کا موقعہ ملا۔ بھائی مذکور مصافحہ کے ساتھ دست بوسی کے لئے جھکے تو آپؒ نے ''اوہوں۔ باہر نہیں'' کہہ کر روک دیا۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ بیٹھک میں تشریف فرما تھے ایک متوسل سے مخاطب ہو کر فرمایا'' آپ نے جمعہ کہاں پڑھا تھا'' اس نے عرض کیا حضور ''سادے چک'' (شہر گجرات کا ایک نواحی گاؤں) آپؒ نے فرمایا جمعہ کون پڑھاتا ہے۔ وہ کہنے لگا ''حضور! کبھی کوئی کبھی کوئی مولوی شولوی پڑھا دیتے ہیں۔ آپؒ نے (تنبیہاً) فرمایا تین دفعہ کہو مولوی صاحب! مولوی صاحب!! مولوی صاحب!!! دوسری دفعہ پھر آپؒ نے فرمایا پھر کہو مولوی صاحب، چنانچہ اس طرح کئی بار کہلوایا اور فرمایا ایسے کہنا چاہیے۔ مولوی صاحب کہنا چاہیے۔

شرفِ ملاقات

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ملاقات کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہ کر رکھا تھا۔ بلکہ سکول کے اوقات کے علاوہ جب کوئی حاضر ہوتا تو شرفِ ملاقات سے سرفراز ہوتا۔ لِلّٰہیت کے جذبہ سے جو جس وقت بھی آئے اس کے لئے چوبیس گھنٹے دروازہ کھلا رہتا۔ بعض لوگ رات کے ایک بجے پہنچے ہیں۔ حضورؒ اسی وقت ملے ہیں۔ بلکہ بیماری کے دوران بھی حضورؒ نے زائرین سے ملاقات کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ خصوصاً جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد بھی حاضرین کو زیارت و ملاقات کی سعادت حاصل ہوتی۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ جونہی کوئی محبّ فی اللہ حاضر ہوا ہے۔ حضورؒ نے اسی وقت سہارے سے بدقّت باہر تشریف لا کر زائر کو شرفِ ملاقات سے نوازا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا زائر دروازہ سے اندر داخل ہوا ہی ہے اسی لمحہ حضورؒ نے درویش کو اشارۃً فرمایا دیکھو کون ہے۔ اور بتانے پر اسی وقت طلب فرمالیا۔

آدابِ جمیلہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس دور و نزدیک سے آنے جانے والوں کا اکثر تانتا بندھا رہتا۔ بعض لوگ رات دیر سے بھی پہنچتے تو انہیں تازہ کھانا عطا ہوتا۔ ابتدائی دور میں تو تقریباً چوبیس گھنٹے رات دن زائرین کے لئے ملاقات کے دروازے کھلے رہتے تھے۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے محبین میں سے ایک میاں بیوی موضع ہرچوکے تحصیل چونیاں کے رہنے والے اکثر حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور مہینوں قیام کرتے۔ سفر لمبا ہونے کی وجہ سے ایک دفعہ رات دیر سے پہنچے۔ درویش نے دروازہ کھولا۔ اور وہاں باہر مردانہ (بیٹھک) ہی میں دونوں میاں بیوی رک گئے۔ بہن جی نے اتنی رات گئے اندر زنان خانہ میں جانا مناسب نہ سمجھا اور بیٹھک کے ایک کونے میں ایک طرف اپنے خاوند کے قریب ہی بیٹھ گئیں اور خیال کیا کہ باقی رات ادھر ہی بیٹھ کر گذار لیتی ہوں۔ اور جونہی صبح ہوگی اندر چلی جاؤں گی بہن جی کو ابھی بیٹھے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ اندر سے حضرت صاحبؒ تشریف لے آئے۔ دونوں میاں بیوی نے سلام عرض کیا۔ بہن جی سے حضورؒ نے

پوچھا ''ملاّ! (خواتین کو حضورؒ اس لفظ سے خطاب فرماتے) تو ادھر کیوں بیٹھی ہوئی ہے''۔ بہن جی نے عرض کیا۔ ''حضور! کافی رات ہوگئی تھی اس لئے میں نے خیال کیا کہ ادھر ہی ایک کونے میں باقی رات گذار لیتی ہوں اور صبح حاضرِ خدمت ہو جاؤں گی'' آپؒ نے فرمایا ''ملاّ! تیرا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے'' چنانچہ بہن جی کو حضورؒ نے اندر زنان خانہ میں بھیج دیا اور انہیں اسی وقت کھانا کھلایا۔

ایک دفعہ حضورؒ نے خوش وقتی میں انہی بہن جی سے پوچھا تیرا پہلا نام کیا تھا بہن جی نے عرض کیا حضور! جیونی ''اس پر بہن جی حیران ہوئیں کہ یہ کس نے حضورؒ کو بتایا کہ میرا پہلے نام کچھ اور تھا'' پھر حضورؒ نے پوچھا تیرا جمیلہ نام کس نے رکھا تھا بہن جی نے عرض کیا حضور میں ایک زنانہ سکول میں کام کرتی تھی۔ اس سکول کی عیسائی ہیڈ مسٹریس نے میرا یہ نام رکھا ہے حضورؒ نے فرمایا یہ نام بہت اچھا ہے اور ساتھ ہی دعا فرمائی کہ اللہ اسے مسلمان کرے۔ بہن جی کا کہنا ہے کہ اس دعا کے تھوڑا عرصہ بعد میں نے اس عیسائی ہیڈ مسٹریس کو خواب میں دیکھا کہ اسلامی لباس پہنے ہوئے مصلیٰ پر بیٹھی ہوئی ہے۔

سیرت میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ ادھر حضور ﷺ نے دعا فرمائی ادھر اس شخص کا دل ایمان کے لئے وا ہوگیا۔ جیسے حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کا ایمان لانا۔

شیخ فعال است بے آلت چوں رب
بامریداں بے گفتہ دادہ سبق

ابدی تعلق

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک متوسل اور محبؒ سفری کارندے تھے۔ دوران سفر آتے جاتے اکثر گجرات زیارت کے لئے رکتے۔ اپنا سفری بستر ہمراہ رکھتے۔ گاڑی اگر رات دیر سے پہنچتی، درِ اقدس پر حاضر ہوتے۔ دروازے سے کان لگاتے۔ اگر آہٹ پاتے تو آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹاتے۔ اگر دروازہ کھلتا تو اندر داخل ہوتے ورنہ دروازے کی سیڑھی پر ہی دہلیز کے ساتھ بستر بچھا کر لیٹ جاتے۔ اکثر اتفاق ایسا ہوتا کہ آنعزیز ابھی بستر بچھا کر لیٹے ہی ہوتے کہ اندر سے حضورؒ تشریف لے آتے۔ آپؒ دروازہ کھولتے وہ صاحب فوراً اٹھ کھڑے ہوتے۔ سلام عرض کرتے۔ سامان لے کر اندر آتے۔

ضرورت کے مطابق تواضع سے نوازا جاتا۔ حضورؒ خیرو عافیت دریافت فرماتے۔ آرام کرنے کے لئے کہہ کر اندر تشریف لے آتے۔ ع۔

اپنے بندوں سے جو غافل ہو وہ آقا ہی کیا

زمانۂ علالت میں ایک دفعہ فرمایا اب ہمارے پاس لوگ کم آتے ہیں۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ خود بیمار رہتے ہیں اپنا کچھ نہیں کر سکتے انہوں نے ہمارا کیا کرنا ہے؟۔ اسی بات کو ایک دفعہ یوں دھرایا۔ ''کاکڑے پتے جھڑ گئے نیں۔'' مطلب یہ کہ وہ لوگ جن کی ملاقات محض دنیاوی غرض وغایت پر مبنی تھی اب انہیں ملنے کی توفیق نہیں رہی۔ کیونکہ پائیدار اور ابدی تعلق صرف اور صرف للّٰہیت کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا[1]

''ذکر خیر میں ہے'' ''ایک روز حضرت صاحب علیہ الرحمتہ (حضور شاہ صاحب انبالویؒ) کے زانو مبارک میں درد ہوا۔ فرمایا کہ اِس جگہ کوئی دوا لگاؤ۔ پھر فرمایا'' کہ فقیروں کو مرض سلب کرنے کی قوت تو بہت ہوتی ہے۔ مگر رضا وتسلیم کے خلاف ہے۔'' خاصان خدا کے بشری تقاضے (صحت و بیماری) ہماری عقل وفہم سے بالاتر ہے۔

آدابِ ملاقات

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے اکثر تلامذہ اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ ان میں زیادہ تر افواج میں ملازم تھے۔ اور محکمانہ ماحول کے تحت انسان خود بینی اور خودنمائی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ زمانۂ تدریس کی آپؒ کی شفقتوں کو کسی حال میں بھی بھول نہ سکے۔

افسرانِ افواج اور خصوصاً سول حکام عقیدت مندوں کو ہدایت ہوتی کہ رات کے وقت عامیانہ انداز میں ملاقات کیلئے آئیں۔ دن کے وقت ایسے اشخاص کا آنا ناپسند فرماتے۔ کہ یہ شہرت کا سبب ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے۔ مخصوص عہدوں پر فائز حضرات کو حکم ہوتا۔ کہ کسی رہائش گاہ یا ریسٹ ہاؤس میں قیام کریں اور اپنی آمد کی اطلاع کریں۔ ہم خود ہی آ کر ملاقات کریں گے۔ ایک بریگیڈیئر نوشیرواں تھے۔ جن سے اکثر ایسے ہی ملاقات ہوتی امراء کی ملاقات کے اوقات بھی مخصوص ہوتے۔ کیونکہ مبتدی طالب کیلئے امراء کی صحبت زہرِ ہلاہل ہے۔

---

[1] الاحقاف۔ ۱۳۔ ترجمہ:۔ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔

فیضانِ صحبت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ایک دفعہ سرہند شریف کے سالانہ عرس شریف کی تقریب سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں پھلواڑہ ریلوے سٹیشن پڑتا تھا۔ یہاں پولیس کا ٹریننگ سنٹر (تربیت گاہ) تھا۔ جہاں تھانہ داری کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔ اتفاق یہ کہ اس دن نو آموز تھانے داروں کو فارغ کیا گیا تھا۔ اور وہ اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔ افسرانہ وردی اور تھانیداری کے زعم میں خوب جوش وخروش میں تھے اور سبھی نے اسی گاڑی میں سوار ہونا تھا۔ گاڑی جب اس سٹیشن پر پہنچی۔ تو ''ہُم ہُما'' کر گاڑی کی طرف لپکے۔ حضورؒ کے ڈبے میں بھی انہوں نے بہت ہجوم کیا مستقبل میں افسری کا زعم اور جوانی کا عالم کہاں کسی کو خاطر میں لاتا ہے۔ مسافروں سے خوب دھکم پیل ہو رہی تھی۔ یہ نوجوان حضرت صاحبؒ کے بالمقابل ہوئے۔ اور جونہی چہرہ اقدس پر نظر پڑی۔ تو فوراً دم بخود ہو گئے۔ اور دوسرے مسافروں سے نشستیں چھیننے کے لئے جو بے ہنگم پن اختیار کر رکھا تھا۔ اس سے سنبھل گئے اور حضورؒ کے قدموں میں دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ ان کے دوسرے ساتھی جو ساتھ والے ڈبے میں سوار تھے نے انہیں آواز دی کہ جگہ مل گئی؟ انہوں نے جواب دیا جگہ مل گئی ہے اور بہت ہی اچھی جگہ ملی ہے۔ ایسی اچھی جگہ زندگی میں پہلے کبھی ملی ہی نہیں۔ اور آئندہ بھی شاید ہی ملے[1]۔ ساتھیوں نے جب یہ سنا تو اگلے سٹیشن پر جب گاڑی رکی تو سبھی یکے بعد دیگرے آپؒ کے کمرے میں آتے گئے اور نیچے فرش پر بیٹھتے گئے۔ حضورؒ نے انہیں احساسِ ذمہ داری اور حسنِ عمل کی تلقین فرمائی۔ حضورؒ کی گفتگو اور اندازِ تکلم ایسا پر کشش اور پر تاثیر تھا کہ سبھی یہ باور کئے بغیر نہ رہ سکے کہ ہماری تمام تر تربیت کا ماحصل حضورؒ کی یہ صحبت اور نصائح ہیں۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی [2]

---

[1] حضرت مجددالف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔ وبہ وجدانِ خود دریافتہ اید۔ کہ یک ساعتِ ایں صحبت بہ از اربعیناتِ مجاہدہ است۔ ترجمہ:۔ ''اور تم نے اپنے وجدان سے معلوم کرلیا ہے کہ اس کی صحبت کی ایک ساعت ریاضت کے بہت سے چلوں سے بہتر ہے (مکتوب ۴۷ جلد دوم)

[2] اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

قرآن

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ مبارک تھا کہ جب بھی کوئی نیا شخص مرد یا عورت (بچہ یا نوجوان) آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ نام پتہ پوچھنے کے بعد پہلا استفسار یہ ہوتا نماز پڑھتے ہو؟ قرآنِ حکیم پڑھا ہوا ہے؟ اگر پڑھا ہوتا تو اس کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اگر اس دولت سے محروم ہوتا تو اسے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے۔

ایک دفعہ حضورؒ موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ تشریف فرما تھے۔ عزیزوں میں سے ایک لڑکا حاضرِ خدمت ہوا آپؒ نے قرآن حکیم کے بارے میں پوچھا تو صحتِ قرأت میں کمزوری پائی۔ چند آیات پڑھا کر دعا فرمائی اور اپنے ایک محب مولوی عبداللطیف صاحب سے فرمایا اسے قرآن حکیم پڑھائیں۔ چنانچہ حضورؒ کی دعا و برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس عزیز کو صحتِ قرأت میں کافی حد تک دسترس حاصل ہوئی۔ اس موقعہ پر حضورؒ کی خدمت میں ایک خاتون حاضر ہوئی۔ آپؒ نے پوچھا ''قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہو؟ اس نے عرض کیا ''حضور! کرتی ہوں اس کی حوصلہ افزائی کے لئے آپؒ نے قرآن پاک کے متعلق چند ایک سوال بھی کئے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ قرآن حکیم کے سیپاروں کے نام بالترتیب آتے ہیں؟ عزیزہ نے تمام سیپاروں کے نام ترتیب وار سنائے۔ اس پر حضورؒ بہت خوش ہوئے۔ اسی عزیزہ نے ایک دفعہ بذریعہ خط حضورؒ سے کسی مدرسہ میں مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے اجازت چاہی۔ حضورؒ نے فرمایا ''حضرت زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کس مدرسہ میں پڑھیں۔ ان کی درسگاہ کاشانہ نبوت ﷺ تھی۔ حضورؒ بچیوں کا آزادانہ باہر آنا جانا ناپسند فرماتے۔ عورت کو چادر اور چار دیواری کے اندر ہی رہ کر زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونا چاہیئے۔ ارشاد ربانی ہے۔'' (ا) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ ص النور-۳۱- ترجمہ:- (اور مسلمان عورتوں کو حکم دو۔ کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں۔ مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں)۔

(ب) يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا

تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۚ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی الاحزاب ۔۳۲،۳۳

ترجمہ:۔(اے نبی ﷺ کی بیبیوں تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔اگر اللہ سے ڈرو۔تو بات میں نرمی نہ کرو۔کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ہاں اچھی بات کرو۔اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔اور بے پردہ نہ رہو۔جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔)

اے نبی ﷺ کی بیبیوں تم دنیا کی عورتوں میں سے کسی کی طرح نہیں ہو۔ پرہیز گاری (کا نشان) یہ ہے۔کہ (کسی غیر محرم کے ساتھ) نرمی سے بات نہ کرو۔ورنہ جن کے دل بیمار ہیں وہ طمع کریں گے۔اور بات نیکی کی اور سیدھی سادی کرو۔اور اپنے گھروں میں رہو۔اور زمانہ جہالت کے ہار سنگار نہ کرو۔ خطاب تو حضور پاک ﷺ کی ازواج مطہرات سے ہے۔لیکن ان کی اتباع میں ان کی ساری خادماؤں یعنی اُمت کی عورتوں کیلئے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔اسی سورۃ میں ایک اور مقام پر فرمایا۔

(ج) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ (الاحزاب ۔۵۹۔ترجمہ:۔ اے نبی ﷺ اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو۔کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ منہ پر ڈالے رہیں۔)

اے نبی ﷺ اپنی بیبیوں اپنی بیٹیوں کو اور تمام مومنوں کی عورتوں کو فرمادو۔ کہ اپنی بڑی چادریں نزدیک کرلیا کریں۔(اپنے آپ کو ڈھانپ لیا کریں) اس سے ان کی پہچان ہوگی یعنی پردہ مسلمان عورت کی علامت ہے۔

رزقِ کریم

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک متوسل سرگودھا کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔معاشی مجبوری کے پیش نظر بیرون ملک جانا پڑا۔لیکن وہیں بھی ایک عرصہ تک بیکار ہی رہے۔ایک دن مایوسی کے عالم میں ایک پارک میں جانکلے حضور کو یاد کیا اور ایک تنہائی کی جگہ پر بیٹھ کر قرآن حکیم کی تلاوت کرتے رہے اور آنسو بہاتے رہے۔اسی دوران میں ایک متمول مسلمان میاں بیوی کا ادھر سے گزر ہوا۔رکے اور قرآن حکیم کی اس رقت آمیز تلاوت کو دیر تک سنتے رہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے اس ارادتمند نے جب سر اٹھایا تو پوچھنے لگے آپ کون صاحب ہیں۔اس بھائی نے اپنی بے بسی کے تمام کوائف گوش گزار کیے یہ

سن کر ان میں ہمدردی کا ایسا جذبہ بیدار ہوا کہ مکمل کفالت کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ سکونت کیلئے جگہ دی۔ ملازمت مہیا کی۔ حتیٰ کہ اس بھائی نے بہنوں کی شادی کرنی تھی تمام ساز و سامان اور ضروریات کے متکفل ہوئے۔ اور شادی کے موقع پر خود بھی سرگودھا آئے۔ قرآن حکیم کا یہ ارشاد کتنا برحق ہے۔

وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط[1]

خدمت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس ایک دفعہ دو ہم نام بہنیں عائشہ بی بی نامی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضورؒ نے فرمایا ''عائشہ بی بی! یہ لو پگڑی اور دھو لاؤ'' ان میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر پگڑی لی اور دھونے کے لئے چلی گئی اتنے میں دوسری کے دل میں خیال آیا کہ میں نے کیوں نہ پکڑی اور حضورؒ کی پگڑی دھونے کی سعادت کیوں نہ حاصل کی؟ حضورؒ نے سرہانے کے نیچے سے ایک اور دھلی ہوئی پگڑی نکالی اور فرمایا یہ لو تم بھی دھو لو' اللہ کے بندوں کی خدمت کا موقعہ حاصل ہونا ایک بہت بڑا انعام الٰہی ہے۔

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

''عوارف المعارف میں ہے''

''خادم جو ان حضرات کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے۔ جو اللہ کی طاعت و بندگی میں مصروف ہیں۔ تو وہ بھی ان کے ثواب میں شریک ہو گیا۔ اہل قرب کی خدمت اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی ہے۔''

درویش روزمرہ کے کام کاج طالب سے ذاتی اغراض کے لئے نہیں لیتا۔ بلکہ اس سے تعلیم و تربیت مقصود ہوتی ہے فقراء کی خدمت خادم کی قبولیت کا بہانہ بنتی ہے۔ جیسے حضرت امیر خسروؒ ایک سفر پر تھے کسی دیہاتی نے مہمان نوازی کے طور پر اپنے خیمہ میں ٹھہرایا۔ اتفاق یہ کہ اس دیہاتی کی بیوی کو زچگی کی تکلیف تھی۔ وہ پریشان ہو کر آپؒ کی خدمت میں آیا۔ اور معاملہ عرض کیا۔

---

[1] الطلاق ۔۳۔ ترجمہ:۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

آپؒ نے کاغذ کے ایک پرزے پر لکھ کر دیا۔ ''مارا جا شد و خر مارا جا شد زن دہقان زا بد یا نہ زا بد''
(ہمیں بھی جگہ مل گئی اور ہمارے گدھے کو بھی مل گئی دہقان کی بیوی جنے یا نہ جنے) اور کہا اسے بیوی کے گلے میں جا کر باندھ دو۔ تعویذ کا باندھنا ہی تھا کہ فوراً بچہ کی پیدائش ہوئی۔ مطلب یہ تھا کہ اے اللہ پاک اس نے تو ہمیں تیرا بندہ سمجھ کر سہولت مہیا کی اب اس کی مشکل حل کرنا تیرا کام ہے۔ یہ ایک دعائیہ انداز تھا۔

خواہشات نفس

حضورؒ کے پاس ایک صاحبزادہ صاحب تشریف لائے ہوئے تھے اپنی کسی مجلس میں اُنہوں نے بیان فرمایا۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی   اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

اُن کی یہ بات حضورؒ تک پہنچی آپؒ نے فرمایا ''تمنا کب دل سے رخصت ہوئی ہے ابھی تو موجود ہے۔ ''اب تو آجا'' یہ بھی تو ایک تمنا ہی ہے یعنی دل کو خواہشات ماسواء اللہ سے پاک کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔''

شرک کا شائبہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے شاگردوں میں سے ایک بھائی ممتاز صاحب تھے۔ ایک دفعہ ان کے ہاتھ میں ایک کاپی تھی۔ جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ اتفاق سے ان پر آپؒ کی نظر پڑی تو ناراضگی سے فرمایا ''یہ بت پرستی کب سے شروع کی ہے؟'' انہوں نے فوراً کاپی سے تصویروں والا کاغذ اتار دیا۔ غور طلب معاملہ ہے کہ حضورؒ کو ایسی چیزیں جن سے شرک کا شائبہ تک بھی ہو کتنی نفرت تھی۔ گھر میں کوئی ایسی چیز رکھنے سے سختی سے منع فرماتے جس پر کسی قسم کی تصویر وغیرہ ہو ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لئے اخبار پڑھتے۔ مگر نہایت ہی مختصر وقت کے لئے۔ خرید کر نہیں، کسی متوسل کی دکان سے منگوا کر۔ اور فوراً واپس بھیج دیتے۔ جس صفحہ پر زیادہ تصاویر ہوتیں اسے ڈھانپ کر رکھتے۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ'' [1]

---

[1] ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا۔ تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

آدابِ سفر

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جہاں طالب کے باطن پر ہمیشہ متوجہ رہتے۔ اسی طرح ظاہری امور کی بھی نگہداشت فرماتے۔ اگر طالب سفر پر ہوتا۔ تو ملاقات پر سفر کی تفصیلات دریافت فرماتے۔ جس مرحلہ میں کوئی کمزوری محسوس کرتے ساتھ ساتھ اصلاح بھی فرماتے۔ ہمسفر ہونے کی صورت میں آدابِ سفر سے آگاہ فرماتے۔

ایک دفعہ ریل کے سفر کے دوران آدابِ شیخ کے پیشِ نظر درویش آپؒ کے ساتھ بیٹھنے سے ہچکچایا اور دوسری نشست پر جانے لگا حضورؒ نے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھایا اور فرمایا ''تیری بجائے کوئی اور (انجان) شخص بیٹھے اور مجھے جگہ بنانے کیلئے ''کہنیاں مارے'' تو یہ کیسا ادب؟'' اسی طرح ایک دفعہ حضورؒ کے ایک صاحبزادہ صاحب سفر سے جب رات دیر سے پہنچے۔ کھانے کے بارے میں جب ان سے آپؒ نے پوچھا تو کہنے لگے ابا جی! گاڑی دیر سے آرہی تھی۔ تو میں نے خیال کیا کہ بی بی جیؒ (والدہ صاحبہ) سارا دن کام کاج میں مصروف رہتی ہیں تھکی ہوئی ہوں گی اور رات بھی کافی گزر چکی ہے اس وقت آرام کررہی ہوں گی۔ اِن کا آرام مقدم ہے۔ اس خیال سے جب گاڑی وزیرآباد رُکی تو پلیٹ فارم سے چپاتی اور کوئی سالن (پکوڑے) وغیرہ لے کر ضرورت پوری کرلی۔ حضورؒ نے فرمایا ''ماواں پتراں نوں روٹی پکا کے دیندیاں نئیں تھکدیاں''

معاملہ اگرچہ انفرادی نوعیت کا تھا مگر حضورؒ نے اسے عمومی انداز میں بیان فرمایا۔ ایسی مائیں جو جذبہ لِلّٰہیت کے تحت اولاد کی پرورش کرتی ہیں اور اپنے ہر قسم کے آرام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اولاد کے حقوق اور تربیت میں شب و روز مصروف رہتی ہیں حقیقت میں وہی مائیں کہلانے کی حقدار ہیں۔ اور حدیث شریف کے اس مضمون کی مصداق ہیں۔ ''اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِکُمْ''[1]

ایک دفعہ حضورؒ نے ارشاد فرمایا ''جانتے ہو؟ اولادیں کیوں بے ادب اور گستاخ ہوتی ہیں؟ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ والدین اپنی اولادوں کی پرورش اس غرض سے کرتے ہیں کہ کل کو یہ ہماری ڈنگوری (سہارا) بنے گیں۔ خدا کو چھوڑ کر جب غیر خدا کو سہارا ''ڈنگوری'' سمجھا جاتا ہے تو اولادیں کیوں نہ بے ادب اور گستاخ

---

[1] ترجمہ:۔ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

ہوں؟ اولاد کی پرورش اور تربیت صرف اور صرف اس غرض سے ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق ہم پر عائد کئے ہیں اور ہمیں ان کی ادائیگی بہ احسن طریق انجام دینی چاہئے۔

''ایک موقع پر حضور پاک ﷺ نے فرمایا باپ کا اپنے بچہ کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔ ایک دفعہ یہ فرمایا کہ کوئی باپ اپنے بچے کو اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کو اچھی تعلیم دے''

طریقہ تعلیم (''درویش جال پھینکتا ہے'')

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ رُشد وہدایت نہایت موثر ہوتا۔ عموماً زبان سے کم ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اظہار کرنا پڑتا۔ طالب حضورؒ کے انداز ہی سے سمجھ جاتا کہ حضور اس بات کو پسند کرتے ہیں اور اسے ناپسند۔ آپؒ کی مجلس میں عام علماء کی طرح کم ہی سننے میں آیا ہے کہ نمازیں پڑھو، روزے رکھو، بلکہ حضورؒ کے عمل میں اتنی تاثیر ہوتی کہ آپؒ کو وضو کرتے اور نمازیں پڑھتے دیکھ کر دل چاہتا کہ ہر وقت نماز ہی پڑھتے رہیں۔ اس ضمن میں ایک دفعہ فرمایا ''لوگ بھٹکتے پھرتے ہیں راہ راست سے آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے خود کو صراطِ مستقیم پر سمجھتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے اجیسے کوئی جنگل جھاڑیوں یا ''واہنوں'' (ہل چلا کھیت) میں جا رہا ہو اور پگڈنڈی سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے خود کو صاف راستہ پر چلنے والا سمجھے اور پگڈنڈی پر چلنے والا شخص خواہ اسے کتنا ہی کہے کہ تو بھٹکا پھرتا ہے وہ اس کی بات کو اہمیت نہیں دے گا۔ درویش کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہولے گا اور اپنا رخ آہستہ آہستہ پگڈنڈی (سیدھا راستہ) کی طرف کرتا جائے گا۔ اور بھٹکے ہوئے شخص کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ مجھے کدھر لے جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ جب پگڈنڈی (راہ راست) پر پہنچے گا تو اس کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ کہ میں تو بھٹکا پھرتا تھا۔ سیدھا راستہ تو یہ ہے۔ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۲ اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۳ کے یہی معنی ہیں۔ انعام یافتہ لوگ ہی صراط مستقیم دکھا سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ''درویش جال پھینکتا ہے'' جہاں مچھلی کے علاوہ دیگر غیر مطلوبہ آبی جانور

---

۱ کَالَّذِی اسْتَہْوَتْہُ...... ھُوَ الْہُدٰی ترجمہ: اس کی طرح جسے شیطان نے زمین میں راہ بھلا دی۔ حیران ہے اس کے رفیق اسے راہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آ۔ تم فرماؤ کہ اللہ ہی کی ہدایت، ہدایت ہے (سورہ الانعام ۷۱)

۲ ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ۳ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔

بھی پھنستے ہیں۔ ہدایت کے متمنی ہدایت پاتے ہیں نااہل بھی بالکل محروم نہیں رہتے جیسے عطار کی دکان پر آنے والا اگر کچھ نہ خریدے خوشبو سے محظوظ تو ضرور ہوگا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

"ذکرِ خیر" میں نقل ہے" کہ ایک روز حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ چلے جاتے تھے۔ بازار میں ایک بہت خوبصورت طوائف یعنی کنچنی بیٹھی تھی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ ظاہر میں تو بڑی جمال والی اور خوبصورت ہے اور اس کے باطن کو غضب کی سیاہی نے تباہ کر رکھا ہے۔ اس بات کے دیکھتے ہی آپ نے عرض کیا خداوندا یہ تیری ایسی اچھی خوبصورت صنعت ہو کر پھر بھی آگ میں جلے گی تو بھی بڑا بے نیاز ہے۔ بعدازاں اس کو کچھ روپے بھیجے کہ ہم رات کو تیرے ہاں آئیں گے۔ وہ بہت خوش ہوئی کہ ایسے شیخ میرے ہاں تشریف لاتے ہیں اور تیار ہوگئی۔ رات کو بعد فراغت نمازِ عشاء آپ اس طوائف کے ہاں تشریف لے گئے اور مصلّے پر بیٹھ کر تسبیح و تہلیل میں مشغول ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد اس طوائف نے آکر عرض کیا حضور میں حاضر ہوں۔ میرے واسطے کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے جو کام ہم کہتے ہیں وہ کر۔ اس نے کہا فرمایئے میں آپ کی لونڈی ہوں آپ نے اپنے پاس سے ایک کرتہ، تہ بند اور ٹوپی اس کو دے کر فرمایا کہ لے یہ ہمارا کرتہ اور تہ بند پہن لے اور سر پر ہماری ٹوپی پہن کر ہمارے برابر دائیں جانب کھڑی ہوجا اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ کھڑی ہوگئی تو آپ سجدہ میں جا کر دعا کرنے لگے کہ خداوندا مجھ مسکین بندے سے اتنا ہی ہو سکتا تھا کہ اس کی ظاہری شکل تیرے پاک بندوں کی سی بنا کر تیری بارگاہ میں مَیں نے اسے لا کھڑا کیا اب اس کا باطن بھی اپنے پاک بندوں کا سا بنانا تیرے اختیار ہے۔ دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا۔ اس پر فیضان وارد ہوا اور اس کے بال بال میں ذکر الٰہی جاری ہوگیا۔ اور مشاہدہ الٰہی میں بیہوش ہو کر مستغرق ہوگئی۔ چونکہ اس کی ظاہری صورت انہوں نے خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سچے اور پاک بندوں کی سی بنائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس خلوص کی وجہ سے اپنی رحمت نازل فرما کر اس کا باطن بھی اپنے مقبول بندوں کا سا بنا دیا۔ اسی واسطے فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ [1]"

---

[1] یعنی جو شخص مشابہت سچی قوم صالحین کی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ باطن کو بھی اس کا صالحین جیسا بنا دیتا ہے۔

اندازِ تربیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ قیام پاکستان سے پہلے اندرون شاہ دولی دروازہ سکونت پذیر تھے۔ایک چھوٹا سا مکان جس کی مختصری بیٹھک کا دروازہ گلی میں کھلتا تھا۔ایک دن حضورؒ کے پاس ذکر وفکر کی محفل جمی ہوئی تھی ایک مسلمان شخص ہندوانہ میل ملاپ کے زیر اثر حالتِ نشہ میں بیٹھک کا دروازہ کھلا پا کر اندر گھس آیا حضورؒ کے ایک ارادتمند نے رازدارانہ انداز میں کہا حضور! ''اس نے پی ہوئی ہے'' مطلب یہ تھا کہ اجازت ہو تا کہ ہم اسے دھکے مار کر باہر نکال دیں۔مگر حضورؒ نے فرمایا ''تم سبھی لوگ قریبی مسجد میں ٹھہرو اور ایک درویش میرے پاس رہے'' سبھی مسجد میں چلے گئے حضورؒ نے درویش سے فرمایا ''ٹھنڈا پانی اور کوئی نشہ توڑ چیز اچار وغیرہ لاؤ'' درویش لے کر آیا۔پانی پلایا اور اچار کھلایا۔تھوڑی دیر میں نشہ کی غنودگی کم ہوئی۔تو پھر اسے بغل میں لے کر ارشاد فرمایا ''یہ جو کچھ تو نے استعمال کیا ہے اس سے دماغ معطل،اعصاب کمزور اور معدہ کی قوتِ ہاضمہ ماند پڑ جاتی ہے'' یعنی شراب کے بارے میں آپؒ نے وہ کچھ بتایا جو طبی اور عقلی تقاضوں کے مطابق تھا اور جسے عام آدمی آسانی سے سمجھ سکے۔حلال وحرام کا ذکر نہیں کیا۔بھلا حرام اور حلال کو کوئی کیا سمجھے گا جب تک ''حقائق الاشیاء'' سامنے نہ آئیں کہ حرام خون اور پیپ ہے۔

حضور رحمتہ اللہ علیہ کے اس احسن طریق سے سمجھانے سے اس مدہوش شخص کو ہوش آیا۔ہمیشہ کے لئے توبہ کی اور یہ توبۃ النصوحا اس کی دین و دنیا کا توشہ بنی۔پنج وقتہ نماز کی توفیق حاصل ہوئی اور حضورؒ کی صحبت نے وہ رنگ چڑھایا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے کئی بار زیارت سے مشرف فرمایا۔بھلا اس سے بڑھ کر کونسی نعمتِ عظمیٰ ہوگی۔

درویش کا طریقہ تعلیم عام وعظ و نصیحت کی محافل سے مختلف ہے وہاں ''واہ'' نہیں ''آہ'' ہے۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جان پر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

حضورؒ کی تربیت کا دوسرا پہلو یہ بھی ہوتا کہ اگر کسی طالب پر برادری اور

ماحول کے پیش نظر نخوت اور تکبر کے اثرات ہوتے تو جلالی انداز میں فرماتے ''جٹ تیس سال داوی ملن والا ہووے مینوں ایدا اعتبار نہیں'' اکثر لوگوں میں دیرینہ مرید ہونے کی وجہ سے بھی نخوت اور بڑائی کے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو طالب کیلئے سراسر زہر ہلاہل ہے۔ حضورؒ کا یہ جملہ ایسا تازیانہ ہے جو طالب کو ہمیشہ ہر لمحہ چوکنا رکھتا ہے اور صراط مستقیم سے بھٹکنے نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے ''بھریا اوہدا جانیئے جیہدا توڑ چڑھے'' حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے تربیتی پہلو ایسے منفرد ہیں جن کی مثال خال خال ملتی ہے۔ اپنی ذات کی طرف راغب کرنا مقصود نہیں اور نہ ہی مرید سے دنیاوی منفعت مطلوب، بلکہ مریدی سے محض لِلّٰہیت کی تربیت ہے۔ ایک دفعہ فرمایا ''پیری و مریدی سے اپنی پوجا مقصود نہیں''

احتیاط فی الدعا

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ارادتمندوں میں گجرات شہر کے نواحی گاؤں ''بھَو وَکل'' کے اکثر لوگ شامل سلسلہ ہیں۔ ان میں ایک گھرانے کے ایک فرد کا نام نورالٰہی تھا۔ حضورؒ اکثر ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔ اس شخص کی والدہ اور دیگر افراد خانہ بھی حضورؒ سے گہری ارادت رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ان کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ان کے گھر سے ملحقہ ایک قطعۂ زمین تھا جو نہ جانے مالکان کس مجبوری کی وجہ سے آباد نہ کر سکے۔ نورالٰہی کی والدہ نے حضورؒ سے عرض کیا ''حضور دعا فرمائیں کہ یہ قطعہ زمین ہمیں مل جائے'' حضورؒ کا طریقہ مبارک تھا کہ یونہی دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھا دیتے۔ جب تک طالب دعا کے تمام شرعی، اخلاقی اور معاشرتی پہلو پیش نظر نہ ہوتے۔ حضورؒ کا چونکہ اکثر یہاں آنا جانا ہوتا اس لئے یہاں کے لوگوں کے باہمی حالات سے آگاہ تھے۔ ارشاد فرمایا ''نورالٰہی دی ماں! اے گل دل نہیں لگی۔'' ملنے والے (مرید) سے تعلقات خواہ کتنے ہی گہرے کیوں نہ ہوں حضورؒ نے خلافِ اُصول کبھی بھی حمایت نہیں کی بلکہ تنبیہاً فرماتے ''لوگ دعا کو کھیل سمجھتے ہیں، دعا کرتے وقت ہڈیاں چور، چور ہو جاتی ہیں''

انسان حرص و ہوا کا بندہ ہے۔ بعض اوقات خواہشات کے پردے اس پر اتنے دبیز ہو جاتے ہیں کہ یہ مآل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ لیکن درویش کے

پیشِ نظر دعا خواہ کی حقیقی منفعت ہوتی ہے۔وہ طالب کی نفسانی خواہشات کی تسکین کا سبب نہیں بنتا۔ بلکہ اس کے ظاہری امور کو باطن پر منتج کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ مومن کی دنیاوی زندگی بھی حقیقت میں دین ہے۔

طریقت وشریعت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسلین میں ایک حکیم صاحب گجرات کے رہنے والے ہیں۔حضورؒ کی خدمت میں آنے سے پہلے فقراء طبقہ سے لگاؤ رکھتے تھے۔اس لئے لباس بھی اسی گروہ کی مشابہت کا اختیار کر رکھا تھا۔حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ معاشرہ میں نشانہ بننے اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔ایک دفعہ کسی عزیز بزرگ نے آپؒ کے ایک پوتے کے سر پر درویشانہ طرز کی ٹوپی پہنا دی جسے آپؒ نے ناپسند کیا اور ٹوپی اتروادی۔

اے صوفی گر تیرے دل میں نورِ صفا ہوتا
توسب میں ملا رہتا اور سب سے جدا ہوتا

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے حکیم صاحب کو چند ہی ملاقاتوں میں سلسلہ عالیہ میں داخل فرمالیا اور فقر کے حقیقی رنگ (صبغۃ اللہ۔البقرۃ۔۱۳۔ترجمہ۔اللہ کا رنگ) سے آشنا کیا۔اور حضورؒ کی صحبتوں نے یہ بات ذہن نشین کرادی کہ ظاہر کو شریعت مطہرہ سے اور باطن کو نورِ معرفت سے ہمکنار کرنا ہی فقر ہے۔چنانچہ آپؒ فرمایا کرتے "ڈھکی رجھے تے کوئی نہ بجھے" یعنی ہنڈیا جب تک پک رہی ہو تو اس کے اوپر ڈھکنا ہونا چاہیے۔تاکہ کسی کو یہ پتا ہی نہ چل سکے کہ اس کے اندر کیا ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے بیعت کے تھوڑا عرصہ ہی بعد حکیم صاحب نے ایک دن عرض کیا حضور مجھے کوئی تعویذ عطا فرمائیں۔جو مریضوں کی صحت یابی میں ممد ہو۔حضورؒ نے سر درد کا تعویذ درویش سے لکھوا کر عطا کیا اور حکیم صاحب کو رخصت کیا۔بعد میں فرمایا "کوہ نہ ٹری بابا تریہائی" درویش سے حصولِ نعمت کو "ہتھیلی پر سرسوں جمانے" کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔حالانکہ ایک استقامت سو کرامت۔

تربیت حقوق

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک مرید بابا احمد دست و دہن کی زندگی بسر کرتے تھے۔اور ایک دوسرے متوسل جو طبابت کرتے تھے نے عرض کیا

حضور مجھے ادویات کوٹنے میں دقت ہوتی ہے۔ اگر کوئی معاون مل جائے تو میں اس کی کچھ خدمت کر دیا کرونگا۔ حضورؒ نے بابا احمد کو فرمایا احمد! ''حکیم صاحب کے مطب پر جایا کرو اور ادویات کوٹا کرو۔'' بابا احمد مطب پر جاتے رہے اور دوائیں کوٹتے رہے کچھ دنوں بعد حکیم صاحب آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؒ نے پوچھا ''شاہ صاحب! بابا احمد کیسا کام کرتا ہے؟'' حکیم صاحب نے عرض کیا ''حضور کام تو بہت اچھا کرتا ہے۔ لیکن اس کی بات کی سمجھ نہیں آتی۔'' آپؒ نے فرمایا ''بابا احمد کو آپ دیتے کیا ہیں؟'' شاہ صاحب نے کہا ''حضور! آٹھ آنے روزانہ'' آپؒ نے فرمایا ''بابا احمد کی بات کی سمجھ آٹھ آنے میں نہیں آ سکتی۔'' حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا یہ سمجھانے کا انداز تھا کہ حکیم صاحب آپ مزدوری پوری نہیں دیتے۔ کسی کی مجبوری کا استحصال نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ آجر کو چاہیے کہ ماجور کے حقوق کا پوری طرح خیال رکھے۔

حفظِ مراتب

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاحبزادہ سیّد محمد رفیق احمد صاحب ضیاءؒ جہلم میں محکمہ فوڈ گرین میں ملازم تھے۔ ان دنوں آپؒ کے ایک شاگرد اور متوسل آغا مظہر علی خاں صاحب بھی جہلم ہی میں ایس۔ پی۔ کے عہدہ پر فائز تھے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ پدری ذمہ داریوں (حقوقِ اولاد) کے پیش نظر صاحبزادہ صاحب کی خیر و عافیت کے سلسلہ میں وہاں گئے ہوئے تھے اتفاقاً ایک دن صاحبزادہ صاحب کی سرِ راہ آغا صاحب سے ملاقات ہوئی حضورؒ کے بارے میں پوچھا تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ابا جی حضورؒ آجکل یہاں ہی ہیں آغا صاحب آپؒ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور عرض کیا ''حضور! میرے ہاں بھی قدم رنجہ فرمائیں۔ حضورؒ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ آغا صاحب کی والدہ (مائی شاہ سلطان صاحبہ) حضورؒ کی عقیدتمند تھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں دفتر اور رہائش (ایس پی ہاؤس) ملحقہ تھے۔ فوراً بیٹے کو بلا بھیجا۔ آغا صاحب اپنے دفتری لباس (وردی) ہی میں حاضر ہوئے۔ بیوی بچوں کو بلایا اور سبھی نے باری باری حضورؒ کو سلام عرض کیا اتنے میں نوکر چائے لے کر آیا۔ برتن میز پر ترتیب دیئے اور چلا گیا آغا صاحب نے چائے نوش

فرمانے کے لئے عرض کیا۔ حضورؒ نے فرمایا ''یہ چائے کس نے بنائی ہے؟'' عرض کیا ''حضور! نوکر نے'' آپؒ نے فرمایا ''نوکر کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے؟'' حضورؒ کی گفتگو کے اس انداز کو آغا صاحب بھانپ گئے اور خاموش رہے۔ حضورؒ نے آغا صاحب کی بیوی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''یہ کون ہے'' آغا صاحب نے عرض کیا ''حضور! یہ میری بیوی ہے'' آپؒ نے مائی صاحبہ (آغا صاحب کی والدہ) اور آغا صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ''کیا آپ لوگوں کے تعلق کی بناء پر کچھ میرا بھی اس پر حق ہے؟'' کیا نوکر میرے مزاج کو سمجھتا ہے کہ اس مہمان کی میزبانی کے کیا تقاضے ہیں؟ اگر نوکر کے ہاتھ کی تیار کی ہوئی چائے ہی میں نے پینی تھی تو شہر میں ہوٹل کم ہیں؟ یہ سن کر چائے والے برتن اٹھوا دیئے گئے۔ آغا مظہر علی خاں صاحب نے وردی اتاری اور دونوں میاں بیوی چائے تیار کرنے میں مصروف ہو گئے

ان دنوں لکڑی کا ایندھن ہوتا تھا۔ آگ جلانے میں ناتجربہ کاری کی بنا پر سخت دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اپنی کوتاہی پر اس قدر نادم تھے کہ آگ جلانے یا برتن دھونے میں بھی کسی نوکر کا سہارا تک نہ لیا۔ اگرچہ دھوئیں کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دونوں میاں بیوی چائے والے برتن اٹھا اٹھا کر آپؒ کے سامنے میز پر لگا رہے تھے اور آنکھوں میں ندامت کے آنسو ڈھلک رہے تھے عجز و انکساری کا یہ منظر بوڑھی والدہ کی ممتا کو جھنجھوڑتا ہے اور یہ سبھی کچھ درویش کے رحم و کرم کا سبب بنتا ہے۔

موتی سمجھ کر شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے

اس عہدے (ایس۔پی) اور اس طرز معاشرت کے طبقہ کی تعلیم و تربیت کا کیسا عمدہ اور سادہ انداز ہے باطنی نوازشات کا اندازہ لگانا تو ہمارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ان چند گھڑیوں کے قیام نے مرشد و مسترشد کے آداب و حقوق کو ایسا واضح کیا کہ آغا مظہر علی خاں صاحب زندگی بھر اس ملاقات کو نہ بھول سکے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

نمائش اور ریا

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ مبارک تھا کہ نمائش اور ریا کو سخت ناپسند فرماتے۔ بلکہ ایسا لباس یا انداز جس سے صوفیانہ طرز کا پہلو نمایاں ہو۔ اس کی حوصلہ افزائی نہ فرماتے۔ چہ جائیکہ دنیاوی تفاخر ہو۔

گرمی کا موسم تھا ایک متوسل ململ کی قمیض پہنے ہوئے حاضر خدمت ہوا۔ معمول کے مطابق سامنے والی جیب میں نوٹ تھے۔ جو ململ کے باریک پن کی وجہ سے نمایاں طور پر نظر آتے تھے۔ حضورؒ کی جیب پر نظر پڑی فرمایا ''کیوں کسی کو گناہ کی دعوت دیتے ہو۔ ان پیسوں کو دوسروں کی نظر سے چھپا کر رکھو۔ تاکہ کسی کو مانگنے یا چرانے کی رغبت نہ ہو۔'' اسی طرح جب کوئی ایسا زائر آتا جس کے پاس سفری ضرورت سے زائد رقم ہوتی۔ تو حضورؒ کا ارشاد ہوتا ''سفری ضرورت یا کرایہ وغیرہ کے لئے پیسے الگ رکھو۔ اور دوران سفر کسی کے سامنے ساری رقم میں سے کرایہ یا کسی ضرورت کے لئے پیسے نکال کر دینا مناسب نہیں۔ اس طرح دوسروں کی نظر حرص آلود ہوتی ہے۔

لذات نفسانی ہی فقر کے راستہ میں سب سے بڑا روڑا ہیں۔ یہ دشوار گذار مرحلہ طے ہو جائے تو سلوک کی منزل آسان ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے کہا فلاں صاحب نے ختم دلایا ہے یہ سن کر حضورؒ نے فرمایا ''لذتِ کام و دہن کے بہانے ہیں''، یعنی ہر قسم کی خواہشات سے بالاتر ہو کر ختم شریف دلانا ہر ایک کا حصہ نہیں۔ ایک گیارھویں شریف کے پر تکلف اہتمام پر فرمایا ''اے گجراتیئے نے (خواہشات نفسانی کے دلدادہ) اینانوں نفس پروری دا سبق دینا اے؟''۔

تعلیم حقوق

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ایک دفعہ کراچی تشریف لے گئے۔ ان دنوں آپؒ کے ایک محبّ مرید خان عبداللطیف خان صاحب کراچی چھاؤنی محکمہ ریلوے میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ ان کے ہاں قیام فرمایا سمندر کے کنارے ایک بزرگوار کے مزار پر بھی تشریف لے گئے۔ حضورؒ کے ایک عزیز عبدالرحمٰن صاحب کراچی ریلوے اسٹیشن پر ملازم تھے۔ ان کی خیریت و عافیت سے آگاہی کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ ان صاحب کا کہنا ہے کہ اگرچہ مجھ سے ملاقات میں اکثر کوتاہی

ہی ہوتی رہی۔ مگر آپؒ نے حقوقِ قرابتداری کی خوب پاسداری فرمائی۔

اسی قیام کے دوران کراچی کے اکثر متوسلین بھی حاضری سے مشرف ہوئے۔ جب آپؒ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو ارادتمند الوداع کہنے کے لئے ریلوے اسٹیشن پر حاضر ہوئے۔ باری باری سبھی نے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ ان میں ایک صاحب بہت دیرینہ اور گہری عقیدت رکھنے والے تھے مگر گھریلو حالات کے پیشِ نظر ان کے والد صاحب سے اچھے تعلقات نہ تھے۔ جب انہوں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپؒ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا ''پہلے اپنے والد صاحب سے معاملات درست کریں پھر مجھ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔'' حضورؒ سے ارادت کے تعلقات مضبوط ہونے کی بناء پر انہیں ہرگز یہ توقع نہ تھی۔ سخت پریشان ہوئے فوراً والد صاحب کو راضی کیا اور حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؒ کی خوشنودی حاصل کی۔

غور طلب بات ہے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے اپنے ہی تعلقات کو ترجیح نہیں دی بلکہ مرید کی ہمہ پہلو تربیت کو پیشِ نظر رکھا —— معاشرتی معاملات کی خوش اسلوبی اور شریعت مطہرہ کی بالادستی کو ہی مریدی کا مقصود سمجھا۔ ایک موقعہ پر فرمایا ''اپنی پوجا مقصود نہیں'' کسی کو حلقۂ ارادت میں داخل کرنے سے مطلوب اپنی خاطر و مدارات نہیں۔ بلکہ بندہ کا خالق سے ربط مضبوط کرنا مقصود ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا[1]

تعلیم و تادیب

بعض بچوں کی والدہ یا کسی بڑے نے اگر بالوں میں کنگھی کرتے وقت مانگ ٹیڑھی نکالی ہوتی تو حضورؒ سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بالوں کو الجھا دیتے اور فرماتے ''کہ بچے کی تربیت کے پیشِ نظر لباس کا انداز اسلامی ہونا چاہیے''۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک شخص اپنے نوجوان بیٹے کو لے کر حاضر ہوا۔ کہ حضور یہ میرا کہا نہیں مانتا۔ آپؒ نے مصلحت کے پیشِ نظر بچے کو گھڑی کا وقت دیکھنے کے لئے مسجد میں بھیج دیا۔ اور اسکے باپ سے فرمایا آج سے پہلے کبھی اسے میرے پاس لائے ہو۔ اب جب کہ کہا نہیں مانتا تو لے کر آ گئے ہو۔ اگر تو شروع سے لاتا رہتا اور اسے بتاتا کہ میرا ان سے کیا تعلق

[1] تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی۔

ہے تو میں اسے سمجھاتا کہ باپ کے کیا حقوق ہیں۔ تو یقیناً بیٹا فرمانبردار ہوتا۔ اتنے میں لڑکا واپس آ گیا۔ حضورؒ نے پیار اور محبت کی چند اخلاقی باتیں سمجھائیں۔ اور فرمایا ’’ہفتہ میں ایک دو بار ضرور آیا کرو۔ ظاہر ہے تربیت کیلئے باپ بیٹا کو باہمی حقوق کی تعلیم و تادیب کا کیسا نفسیاتی انداز ہے۔ صحبت اور حاضری ضروری ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادہ صاحب کی عظمت کے بارے میں سبھی جانتے ہیں جن کے متعلق حضور سیدویؒ نے فرمایا ’’مولوی صاحب اینوں کجھ نئیں کہنا اے ساڈا پتر (بیٹا) اے‘‘ (نسبتِ باطنی کا اظہار) ان کی عمر تقریباً پانچ چھ برس کی ہوگی حسب معمول حجام حجامت بنانے آیا۔ ان دنوں اعزاء واقرباء کے بچے بھی آئے ہوئے تھے اور یہ دور انگریزی ماحول سے بہت متاثر تھا۔ عوام الناس تک سر کے بال انگریزی فیشن کے مطابق بنواتے۔ ان بچوں نے حجام کو اسی طرز پر سر کے بال بنانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کر دیا۔ صاحبزادہ صاحب نہانے کیلئے جب غسل خانہ میں گئے اور سر کو چھوا۔ تو بالوں کو پیچھے سے کٹا ہوا پایا۔ سخت شرمندگی ہوئی۔ کپڑے تبدیل کئے اور سر پر مضبوطی سے رومال باندھ لیا۔ تاکہ یہ صورت کوئی دیکھنے نہ پائے

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اپنے معمول کے مطابق اسی دن گجرات سے مجیٹھ پہنچے۔ صاحبزادہ صاحب بچوں کی عادت کے مطابق بھاگ کر اپنے والد صاحب کے سلام کے لئے آگے بڑھے۔ سلام کیا۔ حضورؒ نے خلافِ معمول سر پر رومال بندھا ہوا دیکھا۔ رومال کو چھوا اور تھوڑا سا سرکایا۔ سلام کا جواب نہ دیا۔ بلکہ فرمایا ’’ایہہ کی؟‘‘ پھر تنبیہ کے انداز میں فرمایا ’’اگر میرے طریقے تے چلو گے تے میرے او، ورنہ میرا تہاڈا کوئی تعلق نئیں۔‘‘ صاحبزادہ صاحب کا کہنا ہے کہ یہ جملہ سن کر میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، کانپنے لگا، رنگ فق ہو گیا۔ مگر حضورؒ نے پھر بھی کسی قسم کا التفات نہ فرمایا۔ وہیں سے بھاگا اور سیدھا حجام کے گھر پہنچا۔ حجام اور اس کے اہلِ خانہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے ایک دوسرے کو کہنے لگے چارپائی بچھاؤ۔ صاحبزادہ صاحبؒ آئے ہیں۔ میں نے حجام سے کہا ’’بھائی جی ان باتوں کو چھوڑیئے اور جلدی سے مشین سے سر کے بال برابر کیجئے۔‘‘ اسلامی طرز کے مطابق جب حجامت درست کروا کر گھر آئے۔ تب حضورؒ نے سلام کا جواب بھی دیا اور

شفقتِ پدری کا بھی اظہار فرمایا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے یہ صاحبزادہ صاحب فرزند اول ہیں ایک عرصہ کے بعد پہلی ملاقات، سفر سے آتے ہی اور گھر میں قدم رکھتے ہی ایسی نوعمری میں بھلا بچہ اس تنبیہ "میرے طریقے تے چلو گے تے میرے ہو ورنہ...." کو کہاں تک سمجھ سکتا ہے مگر شریعت و طریقت کے دامن پر دھبہ نہیں آنے دیا۔ سنتِ ابراھیمیؑ کے پروردہ کے لئے "اَنِّیْ اَذْبَحُكَ" (الصٰفٰت۔۱۰۲۔ترجمہ:۔ میں تجھے ذبح کرتا ہوں) کے معنی سمجھنے میں، عمر صحبت یا کوئی بشری تقاضے حائل نہیں ہوتے۔ یہ فیضانِ نظر ہے، جو آدابِ فرزندی کا ادراک عطا کرتا ہے۔[1]

بقول اقبال ؎

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادہ صاحب گوجرانوالہ میں مقیم تھے۔ حضور اکثر ان کی خیر و عافیت کے سلسلے میں ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے۔ ایک دفعہ آپؒ کے ایک پوتے بھی گجرات سے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ وہ گاڑی میں بیٹھے رہے حضور صاحبزادہ صاحب کے ہاں پہنچے اور ان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ صاحب کو پیار سے اٹھا کر اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے بھائی نے برادرانہ جذبہ کے تحت اس بھائی کو آواز دی کہ میرے پاس آجاؤ حضور نے اپنے زانو پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "یہ جگہ اچھی یا وہ؟" اس پوتے نے عرض کیا "باباجی! یہ جگہ سب سے اچھی ہے" اس پر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ بہت مسرور ہوئے کہ بیٹا اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ کا مظہر ہے۔

اگرچہ طفلانہ تقاضے ایسی صورت میں (ہمجولی پن اور نئی چیزیں (گاڑی وغیرہ)) اپنی طرف راغب کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔

خدمت اور تربیت

ایک وقت تھا حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے کافی تعداد میں جانور رکھے ہوئے تھے۔ جن کا خرچ اور ذمہ داری خاصی تھی۔ کسی نے کہا "حضور اس خرچ

---

[1] یہ واقعہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ ذی شان نے ایک عرس شریف کے موقعہ پر بغیر کسی کی ہچکچاہٹ کے سرِ منبر بیان کیا۔ متوسل کو چاہیے خود کا محاسبہ کرے۔

اور محنت کے مقابلہ میں دودھ بہت کم حاصل ہوتا ہے انہیں بیچ کر زیادہ دودھ والی چند بھینسیں کیوں نہ رکھ لی جائیں۔ یہ سن کر حضورؒ نے فرمایا "یہ جانور محض دودھ کے لئے نہیں رکھے گئے بلکہ درویشوں کی تربیت کے لئے اور مخلوق خدا کی خدمت کے لئے ہیں۔

شخصیت اور مرکزیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاحبزادہ صاحب کلاں کی طفولیت کا زمانہ تھا۔ کہ ایک دفعہ آپؒ کے آبائی گاؤں جعفر کوٹ سے دو محبّ (بھائی تاج دین، بھائی فیض احمد صاحبان) مجیٹھہ ضلع امرتسر پہنچے۔ ان دنوں حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ وہاں موجود نہ تھے۔ کچھ روز قیام کے بعد جب رخصت ہونے لگے۔ تو دونوں نے صاحبزادہ صاحبؒ کو ایک ایک روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا۔ (اس زمانہ میں ایک روپیہ خاصی رقم سمجھی جاتی تھی) صاحبزادہ صاحبؒ نے وہ پیسے اپنی والدہ صاحبہ (حضرت بی بی جیؒ) کی خدمت میں پیش کئے تو حضرت بی بی جیؒ نے فرمایا "یہ پیسے اپنے بے بے جیؒ (حضرت صاحبؒ کی ہمشیرہ صاحبہ جو گھر میں بڑی تھیں) کی خدمت میں پیش کر دو۔ صاحبزادہ صاحبؒ ان کے پاس گئے اور وہ رقم پیش کر دی۔ حضرت بے بے جیؒ نے وہ پیسے پکڑے بغیر ہی فرمایا "ان کا یہ نذرانہ انہیں واپس دے دو۔" اور کہو جب میرے ابا جیؒ (حضرت صاحبؒ) ملیں گے۔ تو یہ نذرانہ ان کی خدمت میں پیش کرنا۔ چنانچہ وہ رقم محبین کو واپس کر دی گئی۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی تربیت کے اثرات عملاً کیسے نمایاں ہیں بیٹے کی توجہ کا مرکز والدہ ہے اور بیوی کی توجہ کا مرکز صاحب خانہ بزرگ (آپؒ کی ہمشیرہ صاحبہ) اور ہمشیرہ صاحبہ اپنے بھائی (حضورؒ) کو ہی اپنے تمام معاملات میں رہبر و راہنما سمجھتی ہیں۔ چنانچہ آپؒ کی شخصیت کی مرکزیت کے بارے میں ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب سیدویؒ نے فرمایا "کہ حضرت صاحبؒ کی جدھر نظر پھر جائے جمیل (حضورؒ کے سب سے چھوٹے پوتے) سے لے کر میاں جی (گھر میں عمر کے لحاظ سے سب سے بڑے) تک کا رخ ادھر ہی ہو جاتا ہے۔"

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

تعلیمِ ادب بہ تمثیل

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا دورِ تخلیہ شروع ہوا تو ایک خادم کو شب و روز ہمہ وقت ساتھ رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایسی صورت میں آنا جانا، کھانا پینا، بیٹھنا اُٹھنا، سونا جاگنا ان گنت معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں ادب کے تقاضوں کو نبھانا انتہائی مشکل ہوتا ہے پھر بشری کمزوریاں، تھکاوٹ، اکتاہٹ، نقصِ صحت، مزاج کی ناموزونیت، سردی، گرمی، بھوک پیاس یہ سب چیزیں ایک ہی ڈگر پر سرگرم خدمت رہنے میں حائل ہوتی ہیں۔ حضورؒ سے عرض کیا ''حضور! ایسا قرب کہیں گستاخی اور بے ادبی کا موجب تو نہیں؟'' حضورؒ نے مثالی انداز میں سمجھایا ''کہ جو شخص خانہ کعبہ کے باہر ہے۔ وہ خانہ کعبہ کی سمت کو ملحوظ رکھے گا۔ مشرق کی طرف کھڑے ہونے والے آدمی کا چہرہ مغرب کی جانب ہوگا۔ اور خانہ کعبہ کے مغرب کی طرف کھڑے ہونے والے کا رخ مشرق کی جانب ہوگا۔'' علیٰ ہذا القیاس — فرمایا ''بھلا یہ بتایئے جو شخص خانہ کعبہ کے اندر ہوگا وہ اپنا چہرہ کس طرف کرے۔ اور پشت کس طرف؟ خانہ کعبہ کا اندرون ہر سمت خانہ کعبہ ہے۔ وہاں آگے (چہرے) پیچھے (پشت) دائیں بائیں کا کوئی تعین نہیں۔ جس طرف چاہیں رُخ کریں۔ ادب میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔''

هٰذَا السِّرُّ مِنْ غَوَامِضِ الْاَسْرَارِ الْاِلٰهِيَّةِ خَصَّ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ بِبَرَكَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا۔[۱]

تہذیبِ معاشرت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ابتدائی شاگردوں میں سے ایک ملک محمد رفیع صاحب ایڈووکیٹ تھے۔ جنہیں حضورؒ کی ذاتی خدمت کا بھی موقعہ ملا۔ ایک دفعہ حضورؒ کو شدید بخار ہوا حکیم نے تجویز کیا کہ طریقہ علاج ''امالہ'' یعنی پاؤں ''چسے'' جائیں اور یہ عمل ساری رات لگاتار رہنا چاہیے۔ ملک صاحب کی والدہ صاحبہ بھی آپؒ سے گہری عقیدت رکھتی تھیں۔

---

[۱] ترجمہ:۔ یہ حکمت اور راز، دقیق اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات اتمہا و اکملہا کی برکت سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ساتھ مخصوص فرمالیتا ہے۔

تیمارداری کیلئے حاضر ہوئیں تو حضورؒ نے حکیم کے طریقہ علاج کا بھی ذکر کیا کہنے لگیں میں آپؒ کے شاگرد محمد رفیع کو بھی لے کر حاضر ہوتی ہوں۔ چنانچہ جلد ہی ماں بیٹا آپؒ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ والدہ صاحبہ نے بیٹے کو تاکیداً کہا کہ بیٹا میرے حقوق کی ادائیگی اِسی صورت میں ممکن ہے کہ حکیم کی تجویز کے مطابق تو شب بھر حضورؒ کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے۔ ورنہ میں اپنے حقوق معاف نہیں کروں گی۔ چنانچہ ملک محمد رفیع صاحب نے جس تندہی سے اس مجوزہ خدمت کو سرانجام دیا حضرت صاحبؒ اکثر اس کا ذکر فرمایا کرتے اور سراہتے۔

ملک محمد رفیع صاحب ایڈووکیٹ کے بیٹے ملک افتخار صاحب بھی زمیندارا ہائی سکول گجرات میں حضورؒ کے شاگرد رہے ہیں۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ تقریباً ۳ میل کا فاصلہ پیدل جایا کرتے اور راستے میں ہر جگہ کے مقررہ وقت کے مطابق طالب علم بھی ساتھ ساتھ شامل ہوتے جاتے۔ ملک صاحب کا گھر چونکہ سرِراہ ہی تھا لہٰذا ان کے بیٹے کو بھی اکثر ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوتی۔ راستے میں حضورؒ موقعہ کے مطابق پند ونصائح بھی فرماتے جاتے۔

ایک روز کا واقعہ ہے جبکہ موسم خوشگوار تھا حضورؒ اور آپؒ کے ہم کاب شاگرد جب موضع ''نہمدہ'' موڑ پر پہنچے۔ ایک انجان سائیکل سوار نے پیچھے سے آپؒ کو سلام کر کے ایک بند لفافہ پیش کرتے ہوئے کہا جناب آپؒ سکول تشریف لے جارہے ہیں یہ لفافہ فلاں شخص کو دے دیجئے۔ حضورؒ نے معذرت چاہی تو وہ سائیکل پر سیدھا نکل گیا ملک افتخار صاحب نے کم عمری اور اس روز کے اسباق میں ذہنی انہماک کی وجہ سے کوئی خاص توجہ نہ دی۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے اپنے اس شاگرد سے استفسار فرمایا ''افتخار تم نے یہ نوٹ کیا کہ یہ شخص شہر سے یہاں تک سائیکل پر آیا۔ جبکہ سکول مشکل سے چند فرلانگ پر ہوگا۔ اس نے لفافہ خود لے جاکر دینے کی بجائے مجھے کہا کہ مکتوب الیہ کو دیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس لفافہ میں کوئی ایسی بات بھی ہو جو مخاطب کو اچھی نہ لگے اس لئے میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ پڑھنے والے کا دھیان لے جانے والے کی جانب بھی جائے گا۔ کہ عین ممکن ہے کہ ملفوفہ دہندہ بھی تحریر کنندہ کا حامی ہو۔ بلکہ شاید اس غیر مناسب تحریر میں شریک بھی۔ فرمایا ''اگر ایسا کوئی کہے تو ضرور معذرت کر لینا چاہیے۔''

چھٹی کے بعد جب ملک افتخار صاحب گھر آئے تو یہ واقعہ اپنے والد ملک محمد رفیع صاحب کے گوش گزار کیا ملک صاحب نے کہا کہ حضورؒ نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔

کچھ عرصہ بعد ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک وکیل نے ایک چٹھی جس میں دشنام طرازی تھی ایک کچہری کے شخص کو دی کہ یہ فلاں شخص تک پہنچا دیں۔ مکتوب الیہ نے کھول کر پڑھی تو کہا ان میں چٹھی دہندہ کی کارستانی بھی لگتی ہے۔ اور اسے گالیاں دیں اور برا بھلا بھی کہا ''کہ یہ شیطان صفت آدمی ہے'' اس پر دوران تعلیم حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا وہ سائیکل سوار کا رقعہ دینے اور آپؒ کا انکار کرنے والا واقعہ یاد آ گیا کہ حضورؒ کی کیسی دانشمندی تھی۔

''اِتَّقُوْ بِفِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ[1]''

دور اندیشی اور موقعہ شناسی کی کیسی عمدہ مثال ہے۔

گیارھویں شریف

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ مبارک تھا کہ علاج معالجہ کے سلسلے میں اکثر دیگر حضرات سے استفادہ کیلئے کہتے۔ اگر چہ در پردہ آپؒ کی توجہ مبارک ہی کارگر ہوتی۔ اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ آپؒ شہرت سے احتراز کرتے کیونکہ شہرت میں آفت ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیاوی لذات کے حریص اس قدر ہجوم کرتے ہیں کہ توجہ الی اللہ متاثر ہوتی ہے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک شاگرد سے مخاطب ہو کر فرمایا ''فاضل! صبح سے شام تک تو یہ جو لوگوں کا آنا جانا دیکھ رہا ہے۔ کیا سمجھتا ہے کہ سب خدا کی خاطر آئے ہیں؟ ان میں کوئی ایک ہو گا جو صرف جذبہ للّٰہیت لیکر آیا ہو'' پھر مزید فرمایا ''لوگ دنیا لین اوندے نے اسی دین جھولی پانے آں''

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ گیارھویں شریف کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس تقریب کے سلسلے میں اپنے چھوٹے چھوٹے پوتوں اور پوتیوں کو پیسے دیتے۔ اور کچھ دیر بعد فرماتے ''میری مُتّی (پیار سے حضورؒ ایسے فرمایا کرتے) غوث پاکؓ کے حضور کیا نذرانہ پیش کرے گی؟'' سبھی اپنے اپنے پیسے حضور باباجیؒ (حضور قبلہ عالم قدس سرہ)

---

[1] ترجمہ:۔ مومن کی عقلمندی (فراست) سے ڈرو بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ یہ ایک کارِ خیر کی ترغیب اور اور غوث پاکؓ سے محبت کی تربیت کا انداز تھا۔

ایصال ثواب

ایک گیارھویں شریف کے موقع پر حضرت صاجزادہ صاحب کلاںؒ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک عقیدتمند آئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد گیارھویں شریف کا نذرانہ پیش کیا حضورؒ نے دعا فرمائی اور رخصت کیا۔ تھوڑی دیر میں ایک سفید پوش آئے سلام مسنونہ کے بعد حضورؒ نے خیر و عافیت دریافت فرمائی گفتگو سے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کسی مجبوری کی وجہ سے آئے ہیں۔ حضورؒ نے تسلی و تشفی کے بعد وہ پہلے عقیدتمند والی رقم (گیارھویں شریف کا نذرانہ) عطا فرما کر دعا فرمائی اور رخصت کیا اس پر حضرت صاجزادہ صاحبؒ نے عرض کیا "اباجی! یہ رقم تو غوث پاکؓ کا نذرانہ ختم گیارھویں شریف میں شامل کرنے کے لئے تھا آپؒ نے ایک ضرورتمند کی حاجت روائی فرمادی۔ (یہ استفسار محض معاملے کی وضاحت کے لئے تھا) حضورؒ نے فرمایا "گیارھویں شریف کے ختم کا ثواب اشیاء یا کھانے پر ختم پڑھنے ہی سے ایصال نہیں ہوتا۔ بلکہ اس نیت سے کسی مستحق کی ضرورت پوری کرنے سے بھی ہوجاتا ہے" قرآن پاک میں آتا ہے۔ "لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ ط"[1] پھر فرمایا "میں تے غوث پاکؓ نے پچھ ونڈیا تے نئیں، میری جیب میں جو کچھ ہے وہ سب آپؓ ہی کا ہے"

جوٹھی چیز پر دعا نہیں ہوتی

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ مبارک ہوتا کہ جو چیز از قسم طعام وغیرہ ایصالِ ثواب کے لئے لائی جاتی۔ ختم شریف سے پیشتر اس میں سے استعمال پر سخت پابندی ہوتی حتیٰ کہ جو کھانا اس مقصد کے لئے تیار کیا جاتا اس کا نمک تک چکھنے کی بھی اجازت نہ ہوتی۔

ایک دفعہ ایک شخص برفی کا ڈبہ لایا راستے میں بھوک لگی یا طبیعت للچائی ایک دو ٹکڑیاں نکالیں اور کھا گیا۔ ڈبہ حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا کافی دیر تک

---

[1] الحج ۲۲۔ ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون۔ ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔

پڑا رہا۔ لیکن آپؒ نے نہ ہی تو اندر بھیجا اور نہ دعا کہی۔ لانے والے صاحب انتظار میں رہے۔ آخر عرض کیا ''حضور یہ مٹھائی کا ڈبہ ہے۔ اس پر دعا فرمائیں'' حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ مسکرائے اور فرمایا ''جوٹھی چیز پر دعا نہیں ہوتی'' یہ سن کر وہ شخص سخت نادم ہوا۔ حضورؒ نے وہ برفی حاضرین میں تقسیم کروادی۔ اسی طرح ایک شخص گوجرانوالہ سے کھیر لے کر آیا۔ وزیر آباد پہنچا تو بھوک نے ستایا۔ مجبور ہو کر دیگچہ سے تھوڑی سی کھیر نکالی اور کھا گیا۔ جب حضورؒ کے پاس گجرات پہنچا۔ کھیر آپؒ کی خدمت میں پیش کی آپؒ نے دعا کئے بغیر ہی تھالی اور چمچہ منگوایا۔ کھیر تھالی میں ڈلوائی اور فرمایا کھالو۔ تھوڑی دیر بعد پھر کھیر تھالی میں ڈلوائی اور اسے کھلادی۔ اسی طرح تھوڑے تھوڑے وقفہ پر سارے کا سارا دیگچہ اسے کھلا دیا۔ پھر برتن دے کر رخصت کیا۔ جب گھر پہنچا اسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ جاتے ہی بیوی سے کہنے لگا ''جلدی کھانا لاؤ'' بیوی نے کہا ''حضرت صاحب کے ہاں سے کچھ نہیں کھایا تھا؟ وزیر آباد کھیر کا کھانا اور حضرت صاحبؒ کا کھیر کھلانا بھی کچھ بیان کیا کہ سارا دیگچہ میں نے ہی کھایا ہے۔ بیوی بھی حضورؒ کی تربیت یافتہ تھی۔ کہنے لگی۔ ''یہ تیری حرص کا نتیجہ ہے حرص کو سیری نہیں ہوتی''

حضور قبلہ عالم کے ہدیہ قبول کرنے یا اسے لوٹا دینے سے مقصود اس طالب کی تعلیم و تربیت ہوتی اگر کوئی شخص ہدایا بھیجتا مگر خود کم حاضر ہوتا تو فرماتے ''بندہ پہلے چیز بعد میں'' وہ ہدیہ جو آدابِ للٰہیت کے تابع نہ ہوتا یا جس کے قبول کرنے میں جذبہ للٰہیت کی تربیت کا پہلو مفقود ہوتا اسے اپنے اہل خانہ کے استعمال میں نہ لاکر اور اسے لوٹا کر یا ادھر ادھر تقسیم کر کے طالب کو سمجھانا مقصود ہوتا کہ یہ محض ایک مادی چیز ہے اس سے جسم پروری تو ہو سکتی ہے مگر استفادہ باطنی سے مبرا ہے۔

عزیمت

حضور قبلہ عالم ایک دفعہ چند محبین کے پاس بیٹھے ہوئے دوران ارشادات اپنی پگڑی مبارک کو بار بار تھوڑا سا اٹھا کر سر کو کھجلاتے۔ سر مبارک چونکہ اصلع (صاف) تھا۔ اس لئے کھجلانے کے نشانات بھی نظر آتے تھے۔ ایک درویش نے عرض کیا ''حضور! میں دیکھوں تو کلہ مبارک میں کھجلاہٹ کی وجہ کیا ہے۔ آپ نے پگڑی

درویش کے ہاتھ میں دی۔ درویش نے جب دیکھا تو کلّے کی سلوٹوں میں ایک کھٹمل کا دانہ تھا۔ اس نے نکال کر ایک طرف کیا۔ اور کہا "حضور! یہ کھٹمل تھا" آپؒ نے فرمایا یہ چیزیں درویش کی پہرہ دار ہوتی ہیں" مطلب یہ کہ سالک کو ہوشیار رکھتی ہیں۔ اور ذکر خدا سے غافل نہیں ہونے دیتیں۔ خدا کا بندہ تخلیق خداوندی میں "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج [1] پر کیسا یقین رکھتا ہے۔

بددعا ــــ خستِ طبع

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسلین سے قصاب خانوادہ سے تعلق رکھنے والے ایک حافظ اللہ دتہ صاحب گجرات کے رہنے والے تھے۔ ان کے خاندان کے تقریباً تمام افرادِ آپؒ کے عقیدتمند تھے۔ خصوصاً والدہ اور بہن تو آپؒ سے گہری ارادت رکھتی تھیں۔ حافظ صاحب کی شادی کی صورت نہیں بنتی تھی۔ والدہ آپؒ کی خدمت میں اکثر عرض کرتی رہتیں۔ ایک دن حسبِ معمول حافظ صاحب کی شادی کے بارے میں عرض کر رہی تھیں۔ ایک اور درویش بھی پاس بیٹھا تھا۔ جب حضورؒ اندر تشریف لے گئے۔ تو درویش مذکور نے والدہ حافظ صاحب سے کہا۔ "کہ میری شادی بھی نہیں ہوئی اس (حافظ صاحب) کی بھی نہیں ہوگی۔" درویش چونکہ حضورؒ کی خدمت پر مامور تھا اس کے منہ سے یہ بات سن کر حافظ صاحب کی والدہ بہت پریشان ہوئیں۔ دوبارہ جب حضورؒ کی خدمت میں عرض کرنے کا موقع ملا۔ تو درویش کا یہ جملہ دہراتے ہوئے سخت مایوسی کے عالم میں رو پڑیں۔ درویش کی اس کجی (بددعا) پر حضورؒ کی طبیعت میں جلال آگیا۔ لیکن زبان مبارک سے کچھ نہ فرمایا۔ اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہوگا۔ کہ حافظ صاحب کی شادی کی صورت نکل آئی۔ حافظ صاحب کی شادی ہوئی۔ والدہ دونوں بہو بیٹا کو لے کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضورؒ بہت خوش ہوئے۔ اور مائی صاحبہ سے مخاطب ہو کر درویش کے وہ ناموزوں کلمات ("میری شادی وی نہیں ہوئی...") کے حوالہ سے فرمایا "اج گیاں دے منہ وچ کھہ پئی اے" حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اس بات کو سخت ناپسند فرماتے کہ کسی کے بھی حق میں ایسے کلمات کہے جائیں۔ جو بددعائیہ ہوں۔ بلکہ ایسے

---

[1] آلِ عمران ۔ ۱۹۱ ۔ ترجمہ: اے رب ہمارے تو نے یہ بیکار نہ بنایا۔

الفاظ جن میں ثقالت اور دوسرے کی تحقیر کا پہلو ہو سننا گوارا نہ فرماتے۔

ایک دفعہ حضورؒ نے حافظ صاحب سے کراچی کے ایک سفر کے ضمن میں پوچھا ”حافظ! گاڑی کے کس درجہ میں سفر کیا تھا“ حافظ صاحب نے عرض کیا ”حضور! تیسرے درجہ (تھرڈ کلاس) میں سوار ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی کھسیانے ہو کر خستِ طبع پر پردہ ڈالتے ہوئے اور درویشانہ انکساری کا اظہار کرتے ہوئے کہا ”حضور! اس درجہ میں نفس کی مرمت خوب ہوتی ہے“ حضورؒ نے فرمایا اوئے! پیسے خرچ کرنے سے نفس کی مرمت زیادہ ہوتی ہے“ مطلب یہ کہ نفس خست اور بچت کی ترغیب دیتا ہے۔ اصل میں نفسانی خواہشات کی مخالفت کرنا ہی نفس کی مرمت ہے۔ نا کہ نفسانی خواہشات کی حمایت میں اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا۔

انمول ہدیہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ راولپنڈی رہتے تھے۔ ظاہراً بھی اللہ پاک نے انہیں بہت نوازا تھا۔ مختلف اقسام کے جواہرات جمع کرنا ان کا مشغلہ تھا۔ حضورؒ سے جب بھی ملاقات ہوتی باطنی فیوضات سے استفادہ کرتے۔ ایک دفعہ ہمارے حضورؒ نے اس قدر نوازشات فرمائیں کہ خوش ہو کر اپنی جواہرات والی صندوقچی لے آئے اور عرض کرنے لگے ”کہ حضور! یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرمائیے۔ صندوقچی کھول کر ایک ایک ہیرے کی تفصیلات عرض کیں۔ کہ یہ فلاں ملک سے حاصل کیا یہ فلاں سے، جب قیمت کے بارے میں ذکر ہوا تو وہ لاکھوں کی مالیت کے تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ان کی اس پیشکش کو سراہا اور فرمایا ”میں آپ کے اس جذبہ کی قدر کرتا ہوں یہ قیمتی تحفے آپ کو اور آپ کی اولاد کو اللہ پاک مبارک کرے، میرے لئے یہ باہمی تعلق لِلّٰہ انمول ہدیہ ہے۔ اور یہ ایسا تحفہ ہے جسے دوام حاصل ہے“ حضورؒ کی اس درویشانہ بے نیازی نے ان بزرگوں کی طبیعت سے دنیاوی رنگ و بو کو ایسا صاف کیا کہ دل حُبِ الٰہی سے کلیتہً سرشار ہو گیا اور ذکر الٰہی میں دوام حاصل ہوا۔

دعا۔ اور۔ قبولیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے برادر خورد حاجی حمید اللہ صاحبؒ محکمہ تعلیم میں مصروفیت رکھتے تھے۔ اجنالہ ضلع امرتسر میں ایک عرصہ سے تعینات تھے۔ آبائی گھر

جعفر کوٹ قریب ہونے کی وجہ سے رہن سہن میں کئی سہولتیں حاصل تھیں۔ خاندانی وجاہت کے اثرات بھی اتنے گہرے تھے۔ کہ لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے۔ ان کا تبادلہ کہیں دور علاقہ میں ہوگیا۔ سخت پریشان ہوئے۔ انہی دنوں حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اور آپؒ کے پیر بھائی حضرت جرنیل صاحب مجیٹھہؒ تشریف لائے۔ حضورؒ کے بھائی حاجی صاحب نے حضرت جرنیل صاحبؒ سے عرض کیا۔ حضور دعا فرمائیں کہ میرا تبادلہ واپس اجنالہ ہی میں ہوجائے۔ جرنیل صاحبؒ نے فرمایا دعا تو کرتا ہوں۔ مگر اس کا ہدیہ ایک سو روپیہ ہے (اس زمانہ میں سو روپیہ آج کے کئی ہزار کے برابر ہے)۔ یہ سن کر حاجی صاحب خاموش ہوگئے ۔ حضرت جرنیل صاحب نے پھر بات کو دھرایا۔ کہ اگر اتنی رقم تیرے پاس نہیں تو اپنے بھائی صاحب (حضور قبلہ عالم) سے لے لو۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے اپنی جیب سے بٹوا نکالا۔ تو حاجی صاحب نے بھی فوراً جیب میں جو رقم موجود تھی نکال کر رکھ دی۔ ہمارے حضور نے مطلوبہ رقم پوری کی اور حضرت جرنیل صاحبؒ کے سامنے رکھ دی۔ حضرت جرنیل صاحبؒ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا۔ ''اے اللہ پاک تیرے اس بندے نے مجھے تیرا بندہ سمجھ کر میری مان لی۔ اب تو میری مان لے'' نتیجہ یہ کہ اگلے دن جب حاجی صاحب سکول پہنچے تو اجنالہ واپسی تبادلہ کے احکام آئے ہوئے تھے۔

تعلیم وتربیت کیلئے بعض اوقات یہ طریقہ بھی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ مطالبہ خود غرضی کی بنا پر ہے یا للّٰہیت کی۔ ایک جنگ کے موقع پر حضور پاک ﷺ نے خود کہہ کر ہدایا وصول کئے۔ ظاہر ہے ان ہدایا کی بارگاہ رب العزت میں قبولیت میں کوئی کلام نہیں۔ بلکہ قبولیت کا ایسا درجہ کسی اور ذریعہ سے حاصل ہونا ہی ناممکن ہے۔

خوفِ خدا

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کسی کام میں مصروف تھے کہ اچانک آپؒ کے ہاتھ پر چوٹ آگئی۔ ایک محبہ فی اللہ پاس کھڑی تھیں۔ یہ دیکھ کر حیران ہوئیں۔ کہ باوجود زخم آنے کے خون نہیں بہا۔ حضورؒ نے پوچھا حیران کیوں ہو۔ عرض کیا ''حضور کافی گہرا زخم آیا۔ لیکن خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہا۔ حضورؒ مسکرائے اور ارشاد فرمایا

''خوف خدا نے جسم کا خون خشک کر دیا ہے'' صدیق اکبرؓ پر خوف خدا کا ایسا غلبہ ہوتا۔ فرماتے ''کاش میں چڑیا ہوتا اور قیامت کو مجھ سے حساب نہ لیا جاتا''۔

شکایت - حکایت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ گجرات میں تدریسی مصروفیت کے دوران میں ایک کرائے کے مکان کی دوسری منزل میں رہا کرتے تھے۔ ایک دن لوہے کے جنگلے پر کھڑے تھے کہ اچانک جنگلہ کھل کر نیچے جا گرا۔ حضورؒ بھی ساتھ ہی نیچے آرہے، آپؒ کے ایک شاگرد پاس کھڑے تھے۔ جونہی حضرت صاحبؒ کو گرتے دیکھا۔ فوراً چھلانگ لگا دی۔ تاکہ جلدی سے آپؒ کو گرنے سے تھام لیں۔ لیکن اللہ پاک کی شان آپؒ بالکل سیدھے کے سیدھے ہی کھڑے رہے اور کسی سہارا کی ضرورت نہ پڑی حضورؒ کا جوانی کا عالم تھا اس لئے کوئی خاص محسوس نہ کیا۔ مگر بڑھاپے میں اکثر کمر درد رہتی۔ گزشتہ شدائد و آلام کا جب ذکر آتا۔ تو بایں الفاظ دھراتے ''جوانی دیاں سٹاں جاگ پیاں نیں گلہ کا انداز ناپسند تھا۔ ایک دفعہ کسی نے کہا حضور نزلے کی شکایت ہے؟ فرمایا اس بارگاہ میں شکایت کی کہاں گنجائش ہے۔ البتہ یہ ایک حکایت ہے۔''

تَوَکُّلُ عَلَی اللّٰہِ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک صاحب سلسلہ بزرگ حاضر ہوئے ان دنوں کافی تعداد میں درویش آستانہ عالیہ پر شب و روز حاضر رہتے تھے۔ ان پیر صاحب کو بھی چند دن قیام کا موقع ملا یہ دیکھ کر کہ کوئی درویش بھی دن کو کام کاج کے لئے نہیں جاتا۔ کہنے لگے ''یہ لوگ (درویش) کھاتے کہاں سے ہیں؟'' یہ بات حضورؒ تک پہنچی، فرمانے لگے یہ بات درویش کو زیبا نہیں اچھے پیر صاحب ہیں کہ ابھی تک رازق کی بھی پہچان نہیں''

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے انتیس (۲۹) سال تدریسی شعبہ میں مصروفیت اختیار فرمائی ایک موقعہ پر فرمایا ''اساں انتیس (۲۹) سال متعلقین دے ایمان دی حفاظت دی خاطر معاشی مصروفیت اختیار کیتی اے، تاکہ اے ناں کہن، اے کھاندے کتھوں نیں'' درویش کی نگاہ ہمیشہ مُسبب پر رہتی ہے اس کے عطا کردہ اسباب کو اسی کی دین سمجھتا ہے۔

آفتِ مرید در آزارِ پیر

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک متوسل جٹ خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس طبقے کا مزاج قدرے شدت اور بڑائی پسند ہوتا ہے۔ ان صاحب کی تربیت کے تقاضوں کے پیش نظر ایک دفعہ فرمایا ''جٹ تیہہ (۳۰) سال داوی ملن والا ہووے تے مینوں اوہدا اعتبار نئیں'' حضورؒ کا یہ ارشاد ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ایسا تازیانہ اٹھا جوان کے مزاج کی درشتی اور نفس کی سرکشی کی ایسی اصلاح کرتا رہا کہ لوگ انہیں جٹ کی بجائے درویش کہہ کر پکارنے لگے۔ اسی طرح ایک جٹ مرید کے بارے میں فرمایا ''ایس جٹ نے مینوں راہے پاد تا اے'' اس ارشاد پر غور کیا جائے تو اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ رشد و ہدایت ایک کٹھن راستہ ہے جس سے عہدہ برآ ہونا اور اس کی ذمہ داریوں کو نبھانا ہر ایک کا حصہ نہیں۔

حضور پیر سید جماعت علی شاہ صاحب ثانیؒ کی ایک مریدہ مائی جٹ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اور حضورؒ کے آستانہ کے قریب ہی اس کا گاؤں تھا اس لئے تقریباً روزانہ ہی حاضری اور لنگر کے کاموں میں حصہ لینے کا موقع ملتا۔ فصل اور دیگر مواقع پر جنس یا نقدی کی صورت میں نذرانہ بھی پیش کرتی رہتی۔ اسی معمول پر ایک عرصہ گزر گیا اسی دوران اس نے اپنے بیٹے کی شادی کی۔ شادی کو کچھ عرصہ گزرا ہی تھا کہ بہو ناراض ہو کر میکے گھر بیٹھ گئی۔ لینے جاتے مگر نہ آتی۔ مائی مریدہ دعا کے لئے عرض کرتی رہی۔ اور تھوڑے عرصہ بعد دھراتی رہتی مگر مدعا بر نہ آیا۔ انہیں دنوں حضور ثانی صاحبؒ کا مع چند احباب مائی مذکورہ کے ڈیرے سے گزر ہوا مائی گھریلو حالات سے سخت پریشان تھی۔ حضور ثانی صاحبؒ کو سلام کے بعد تشریف فرما ہونے کے لئے عرض کیا اور آپؒ کے ہمرکاب درویشوں سے کہا۔ کہ بھائیو! آپ لوگ ذرا ادھر فاصلے پر بیٹھ جائیں۔ میں نے حضرت صاحبؒ سے علیحدگی میں ایک بات کرنی ہے۔'' موقع پا کر مائی نے عرض کیا حضور! آپؒ جانتے ہیں کہ میں کتنے عرصہ سے آپؒ کی مرید ہوں۔ اور کس قدر میں نے آپؒ کی خدمت کی ہے لنگر کے کام کرتی رہی ہوں نذرانہ پیش کرتی رہی

---

[۱] حضرت مجددؒ صاحب فرماتے ہیں:۔ باید کہ حسناتِ خود را متہم دارد و قبائح خفیہ حسنات را در نظر آرد تا خود را و اعمال خود را قاصر داند بلکہ شایانِ لعن و طرد یابد۔

ترجمہ:۔ لہٰذا اپنی نیکیوں کو متہم قرار دے۔ اور نیکیوں کو پوشیدہ برائیوں کو اپنی نظر میں لائے تا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو قاصر جانے۔ بلکہ لعن طعن اور رد ہونے کے لائق سمجھے۔

ہوں غرض یہ کہ جس طور بھی ہو سکا میں نے خدمت میں کمی نہیں چھوڑی۔اب مجھے ایک معمولی سا کام آڑے آیا ہے کئی بار عرض کر چکی ہوں آپؒ نے میرا وہ کام ہی نہیں کیا غرض دنیاوی اغراض نے ایسا مبہوت کیا کہ مائی ایسی سٹ پٹائی کہ آدابِ مریدی کی قطعاً ہوش نہ رہی۔

حضور ثانی صاحبؒ نے تمام گفتگو کو بڑے تحمل اور بردباری سے سنا اور فرمایا "مائی جتنا عرصہ تو نے ہماری خدمت کی اگر معاوضہ لیتی تو کیا ہوتا؟ یہ جو جنس اور نقدی تو پیش کرتی رہی ہے اس کا کیا حساب ہے مائی کو بدبختی اور شیطان نے ایسا بہکایا کہ سالہا سال کے لِلّٰہیت کے تعلقات "اَبیٰ وَاسۡتَکۡبَرَ" کی زد میں آ گئے۔اور بڑی بے باکی سے کہہ دیا کہ یہ کچھ میرا حساب ہے۔حضرت ثانی صاحبؒ نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔اور مطلوبہ رقم مائی کے حوالے کی۔اور فرمایا "مائی تیرا حساب صاف ہوا۔اب تیرا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔میں نے تجھے اپنے سلسلہ سے خارج کیا" اتنے میں گھر سے ایک بچہ آیا اور اس نے کہا "اماں وہ (تمہاری بہو) آ گئی ہے"۔حضور ثانی صاحبؒ نے فرمایا "لو تمہارا یہ مطالبہ بھی پورا ہوا" "بھریا اوہدا جانئیے جدا توڑ چڑھے" ایک کا مقبول سب کا مقبول، ایک کا مردود سب کا مردود۔جو درویش کی نگاہ سے گرا پھر بھلا اٹھ کا نہ کہاں العیاذ باللّٰہ۔

اے دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جائیگا جوں اشک پھر زمیں سے اٹھایا نہ جائیگا

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔"آفت مرید در آزارِ پیر است۔ہر زلتے کہ بعد آں باشد تدارک آں ممکن است امّا آزار پیر را ہیچ چیز تدارک نمی تواں نمود آزارِ پیر بیخ شقاوت است مر مرید را"[۱] عِیَاذًا بِاللّٰہِ سُبۡحَانَہٗ مِنۡ ذٰلِکَ۔

توجہ کا مرکز

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک محبّ مرید میاں عزیز الدین صاحب سلائی مشین اور سائیکل سازی کا کام کرتے تھے ایک زمانہ تھا۔جبکہ لوہے کے کاروبار میں ان کا کارخانہ پاکستان میں پانچویں درجہ پر تھا۔اور لاہور شہر کے گنتی کے چند شرفاء میں شمار ہوتے تھے۔

میاں عزیز الدین صاحب نے اپنی اولاد میں سے ایک کی شادی کی۔کاروباری

---

[۱] ترجمہ:۔"مرید کی سب سے بڑی آفت پیر کو آزار دینے میں ہے۔ہر لغزش جو اس کے بعد ہو۔اس کا تدارک کر لینا ممکن ہے۔لیکن آزارِ پیر کا تدارک کسی چیز سے بھی ممکن نہیں آزارِ پیر مرید کے لئے شقاوت اور بدبختی کی جڑ ہے۔اس سے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی پناہ"۔

تعلقات کی بنیاد پر دعوت ولیمہ میں ایک کثیر تعداد میں لوگوں کو مدعو کیا۔ ظاہر ہے ایسے اجتماع کے لئے شُرب وطعام کا انتظام بھی وسیع پیمانہ پر ہوتا ہے۔ باوجود اس قدر مدعوئین کی مصروفیت کے میاں صاحب کی توجہ کا مرکز حضورؒ ہی کی ذات تھی۔ اپنی نگرانی میں برتن احتیاط سے صاف کروائے مختلف اقسام کے کھانے پکوائے اور دیگیں ایک گاڑی پر لاد کر ایک معزز عزیز کو ہمراہ کر کے گجرات شریف آپؒ کی خدمت میں یہ کہہ کر روانہ کیا کہ جب حضورؒ دعا فرمادیں تو ٹیلیفون پر اطلاع دینا۔ کھانا گجرات شریف پہنچا حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپؒ نے دعا فرمائی اور ٹیلیفون پر لاہور اطلاع دی گئی تب جا کر مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع ہوا۔ حُبِ شیخ کا یہی تقاضا ہے کہ مرید اپنے ہر کام میں اولیت اپنے پیر کو دے اور فنافی الشیخ کا مقام پائے۔

پیر نگر نوں جا کے نبی ﷺ نگر نوں جا
نبی ﷺ نگر وچ بیٹھ کے درشن یار دا پا

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے دامن سے جب جہانگیر وابستہ ہوئے تو حُبِ شیخ کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ محل سرا دہلی میں اس وقت تک دستر خوان نہیں بچھتے تھے جب تک سرہند شریف سے لنگر کا تبرک نہیں پہنچتا تھا۔

اصلاحِ حرص وہوا

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جہاں تک سالک کی تربیت کا تعلق ہے تعلیم وتربیت کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہنے دیتے۔ حرص وہوا طالب کی راہ میں سب سے بڑا روڑا ہیں۔ اگر ان پر قابو پالیا جائے تو منزل سامنے واضح ہے کھانا ایک بشری ضرورت ہے لذت کا طالب ہونا خواہش نفسانی ہے خواہشاتِ نفسانی کا مارنا یا ترک کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کی اصلاح اور اسے حُکمِ ربیّ کے تابع کرنا مطلوب ہے جیسا کہ حضور غوث پاکؒ کے پاس ایک بڑھیا اپنے بیٹے کو چھوڑ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب آئی تو بیٹے کو دال روٹی یا سادہ سا کھانا کھاتے دیکھا اور جب غوث پاکؒ کی خدمت میں پہنچی تو حضورؒ کو مرغے کا گوشت کھاتے دیکھا دل میں رنج پیدا ہوا اور اظہار کئے بغیر نہ رہ سکی۔ عرض کیا ”خود مرغا کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو دال ملتی

ہے" آپؒ کے پاس مرغی کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں ان پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا "قم باذن اللہ"[1] ہڈیاں زندہ مرغی میں تبدیل ہوگئیں اور فرمایا "مائی جب آپ کے بیٹے میں یہ صلاحیت پیدا ہوجائے گی تو اسے بھی مرغی کھلائیں گے"

تعویذ

ایک دفعہ حضورؒ نے کسی شخص کے لئے درویش کو فرمایا۔ اسے فلاں تعویذ لکھ دو۔ درویش حضورؒ کی بیاض سے وہ تعویذ تلاش کرتا رہا۔ دیر ہونے کی وجہ سے فرمایا۔ قلم اور کاغذ لاؤ۔ آپؒ نے کاغذ پر "لَا یَضُرُّ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ"[2] تحریر کیا اور فرمایا لو تعویذ بن گیا۔ پھر فرمایا۔ آدمی خود تعویذ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ حضورؒ اندرونِ خانہ تشریف فرما تھے۔ باہر کوئی شخص دم کروانے کے لئے حاضر ہوا درویش نے آکر عرض کیا۔ حضورؒ نے درویش پر پھونک لگائی اور فرمایا جاؤ تم اسے جا کر پھونک لگا دو۔

اندازِ تبلیغ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس ایک محبہ فی اللہ حاضر ہوئیں۔ حضورؒ نے خیر وعافیت دریافت فرمائی تو کہنے لگیں حضور! کھاتی بہت ہوں" یعنی خورد ونوش کی طرف طبیعت زیادہ راغب ہے۔ یہ ضرب المثل مشہور ہے۔" "ذب کے واہ تے رج کے کھا" اس کہاوت کا تعلق عموماً زمیندار طبقہ سے ہے کہ انسان کھیت میں جتنا زیادہ ہل چلائے گا اتنی ہی زیادہ فصل (برداشت) حاصل کریگا۔ معنوی لحاظ سے اس کا تعلق ہر کاروباری شعبہ سے بھی ہے۔ کہ جتنی محنت کرو گے اتنا ہی زیادہ فائدہ اٹھاؤ گے۔ اور اہل عرب اپنی زبان میں یوں کہتے ہیں "مَن جَدَّ وَجَدَ" (جس نے کوشش کی پالیا) اور قرآن حکیم میں ہے "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی"[3] حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے المحبہ فی اللہ کی یہ بات سن کر فرمایا "رج کے کھاہ تے دب کے واہ" خوب سیر ہوکر کھایا کرو۔ اور خوب (بہت زیادہ) اللہ اللہ کیا کرو۔ جس کی عملی وضاحت

---

[1] ترجمہ:۔ کھڑے ہوجاؤ اللہ کے حکم سے۔
[2] ترجمہ:۔ نہیں نقصان پہنچاسکتی کوئی شے زمین اور نہ آسمان میں۔
[3] النجم۔ ۳۹۔ ترجمہ:۔ اور یہ کہ آدمی نہ پائیگا مگر اپنی کوشش۔

حضورؒ کے ایک پیر بھائی حضرت جرنیل صاحبؒ یوں کیا کرتے کہ اچھے اچھے قسم ہائے قسم کے مرغن کھانے تناول فرمایا کرتے۔ پھر رات کے وقت اپنے گاؤں (رادور شریف) سے ملحقہ نہر میں کھڑے ہوکر اللہ اللہ کیا کرتے۔ جب پانی کی ٹھنڈک اور آبی جانوروں کے پنڈلیوں کا گوشت نوچنے سے تکلیف ہوتی۔ تو اپنے نفس کیطرف مخاطب ہوکر فرماتے ''دیکھ! جو تو نے مانگا وہی کچھ میں نے تجھے دیا۔ تو نے پلاؤ مانگا میں نے تجھے پلاؤ کھلایا اسی طرح جو کچھ زردہ، مرغ، مچھلی وغیرہ کی تو نے خواہش کی وہی کچھ میں نے تجھے مہیا کیا۔ اب کیوں بھاگتا ہے۔ جس اللہ نے اتنی نعمتیں عطا کیں۔ اب اس کا شکر تو ادا کر۔ اور ذکر میں مشغول ہو جاتے اور ساری ساری رات اسی طرح گزارتے۔ ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ''

تشکر

شیخ محمد عالم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ عرض کیا ''حضور! میں اللہ پاک کا کیسے شکر ادا کروں کہ مجھے اِس نے آپؒ کی صحبت عطا کی ہے۔ آپؒ نے فرمایا شیخ جی! نفل پڑھیں۔ خدا کا شکر ادا کرلیں''۔ میں نے اُسی وقت نفل شکرانہ ادا کئے۔ چنانچہ دیکھنے میں آیا ہے کہ شیخ صاحب زندگی بھر یہ نفل ادا کرتے رہے۔

وعظ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جمعتہ المبارک کو اکثر وعظ فرمایا کرتے۔ گیارھویں شریف کے ماہانہ ختم پر حاضرین کے ماحضر تناول کرنے کے فوراً بعد حضورؒ مصلیٰ پر تشریف لاتے۔ دعا فرماتے۔ اور اپنے مواعظ حسنہ سے مستفیض فرماتے۔ حضورؒ فرمایا کرتے۔ جیسے شرب وطعام جسمانی ضرورت ہے۔ اسی طرح درویش کا وعظ بھی روحانی غذا ہے۔ جو سامعین کو حسبِ اہلیت عطا کیا جاتا ہے۔ وعظ دین کی پند ونصائح کی باتیں ہیں۔ حضورؒ وعظ کو تقریر کہنے سے منع فرماتے۔ حضورؒ کے مواعظ کی مجالس جمعہ کے علاوہ میلاد شریف، شب قدر، شب برات اور دیگر اعراس شریف کی محافلِ سے متعلق ہوتیں حضور کا روئے سخن بعض اوقات چند لوگوں کی تعلیم وتربیت پر ہوتا۔ اور ایسے لوگ بھی اچھی طرح سمجھتے کہ حضورؒ کے ارشادات صرف ہمارے لئے ہیں۔ مگر اس میں خصوصیت یہ ہوتی کہ آپؒ کے

اندازِ بیان میں عمومیت کا رنگ بھی ہوتا جس سے دیگر سامعین اپنے آپ کو لاتعلق نہ سمجھتے۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا ''میرا وعظ بعض اوقات صرف ایک شخص کیلئے ہوتا ہے ـــــ حضورؒ کے اس ارشاد کی توضیح وتشریح سے عقلِ انسانی تو قاصر ہے۔ البتہ حضرت حسن بصریؒ کی مجالس مواعظ کے رابطہ سے اتنا ضرور اخذ کیا جاسکتا ہے۔ کہ اللہ پاک کے بندوں کی گفتگو نعمتِ باطنیہ سے متجلی ہوتی ہے۔ اور اس بارِ امانت کا ہر شخص متحمل نہیں ہوسکتا۔

حضرت حسن بصریؒ مجلسِ وعظ میں تشریف لاتے۔ اگرچہ لوگوں کا جم غفیر ہوتا۔ مگر آپؒ خاموش بیٹھے رہتے۔ جب تک حضرت رابعہ بصریؒ اپنے محصورہ میں نہ پہنچتیں۔ لوگ عرض کرتے حضور اتنا مجمع ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی آپؒ ایک عورت کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ آپؒ ارشاد فرماتے ''جو شربت ہاتھیوں کے لئے تیار کیا گیا ہو۔ بھلا اسے چیونٹیاں کیسے ہضم کرسکتی ہیں۔

''وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَبِعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَتَہ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا''[1]

ارادت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک دفعہ ایک شخص حاضر ہوا۔ حضورؒ نے حسب معمول خیر وعافیت دریافت فرماتے ہوئے پوچھا ''کہاں رشتۂ ارادت ہے'' اس شخص نے عرض کیا ''حضور علی پور شریف۔ حضرت حافظ صاحب سے'' آپؒ نے پوچھا ''وہاں حاضری کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟'' حافظ صاحبؒ کے متوسل نے عرض کیا حضور حیات ظاہری میں حاضر ہوا کرتا تھا جب سے آپ کا وصال ہوا پھر کیا جانا تھا'' اس پر حضورؒ کی طبیعت میں جوش آیا اور فرمایا کیا سمجھتے ہو کہ رشتہ نسبت حیات دنیاوی کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے؟ یہ ایک ابدی اور روحانی تعلق ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتا ''فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً''[2] حیاتِ طیبہ ابدی

---

[1] ترجمہ:۔ پورا معاملہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے حوالے ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضور اکرم ﷺ کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کرے۔ اور مکمل وکامل ترین درود وسلام ہو آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر۔

[2] ترجمہ:۔ ہم اسے پاکیزہ زندگی عطا کرتے ہیں۔

ہے اور نقص سے پاک ہے ابھی جاؤ اور حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحبؒ کے ہاں حاضری دے کر پھر میرے پاس آنا۔

غیرتِ ارادت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس اطرافِ پشاور سے کسی بزرگوار کے صاحب مجاز ایک صوفی صاحب حاضر ہوا کرتے تھے۔ بار بار آنے کی وجہ سے سلسلہ حبیبیہ کے اکثر متوسلین سے متعارف تھے اور بعض حضرات سے راہ ورسم یہاں تک متجاوز ہوئے کہ اُن کے مرشد ومسترشد کے تعلقات میں بھی دخل اندازی شروع کر دی۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ارادتمندوں کا عزت واحترام کرنا صوفی صاحب کیلئے حجابِ اکبر ثابت ہوا۔ آپؒ کے ہاں آنے کی بجائے اُن کے ہاں جانا شروع کر دیا۔ ایاز مقام خود بہ شناس کو چھوڑ کر ''مقام محمود'' پر متمکن ہونے کی کوشش کرنے لگے۔

ایک دفعہ حضورؒ کے ایک متوسل کے پاس راولپنڈی جا نکلے۔ وہ صاحب خاطر ومدارت سے پیش آئے۔ چند دن قیام کیا اور اُن کے حسنِ تواضع کو حُسن عقیدت سمجھا اور کہنے لگے ''حضرت صاحبؒ (حضور قبلہ عالم قدس سرہ) نے آپ کی تربیت میرے حوالے کر دی ہے'' یہ سنتے ہی حضورؒ کے اِس ارادتمند کے تن بدن میں گویا آگ لگ گئی۔ ضبط تو کیا مگر جلدی سے صوفی صاحب کو رخصت کر کے تنہائی میں تضرع وزاری کی اور دل کی ''بھڑاس'' نکالی۔ حضورؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور صوفی صاحب کا جملہ ''آپ کی تربیت حضرت صاحبؒ نے میرے حوالے کر دی ہے'' تحریر کیا اور عرض کیا ''حضور! سارے سلسلہ عالیہ میں مَیں ہی ایسا ''بھارو'' (بوجھ) تھا کہ اِن صاحب کے حوالے کیا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا تربیت یافتہ بھلا ایسی دیدہ دلیری کو کیسے گوارا کر سکتا تھا۔ جس کا مسلک ہو۔

خواجہء من نگہدار آبروئے گدائے خویش ؎
آنکہ بہ بزم دیگراں پر نکند پیالہ را

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے خط ملتے ہی جواباً تحریر فرمایا ''تیری تو تیری میں نے آج تک کسی کی بھی تربیت کسی کے حوالے نہیں کی اور نہ ہی آئندہ ایسا ارادہ

ہے'' بھائی صاحب موصوف کے پاس حضورؒ کا نوازش نامہ پہنچا۔ جان میں جان آئی صاحبِ نسبت کی نسبت میں رخنہ اندازی ماہیءِ بے آب کے مترادف ہے۔

شفقت

ایک نوجوان نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ کہ ہم چند آدمی بھنگ گھوٹ رہے تھے۔ اتنے میں کچھ فاصلہ پر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو آتے دیکھا۔ ہم اپنا ڈنڈا کونڈا پسِ پشت رکھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ ایک بھنگڑ نے نعرہ حیدری لگایا اور پھر کہا پیر و مرشد کی خیر۔ حضور قطب الاقطاب تبسم کناں ہمارے نزدیک کھڑے ہو گئے۔ اور بڑی حلیم الطبعی سے فرمایا۔ میں ہی نہیں کہتا کہ بھنگ بری چیز ہے بلکہ تمام اطباء یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ بری چیز ہے جسم کو ناکارہ (معذور) اور دینی و دنیاوی کاموں سے غافل کر دینے والی نامراد چیز ہے۔ پھر اپنی واسکٹ میں ہاتھ ڈالا اور ایک روپیہ نکال کر فرمایا لو بادام ڈال لینا۔ اس شفقت کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میں نے بھنگ پینے سے توبہ کر لی۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

للّٰہیت کے تقاضے

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک متوسل بیان کرتے ہیں ''ایک دفعہ میں حضورؒ کی حاضری کیلئے حاضر ہوا تو کچھ لوگ آپؒ کی ملاقات کیلئے پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ہم کافی دیر سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن آپؒ تشریف نہیں لا رہے۔ مجھے بھی اپنی دکان پر جانا تھا۔ بار بار دل میں خیال آتا کہ دکان کا وقت ہو گیا ہے پھر آ جاؤں گا۔ لیکن اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کافی دیر بعد وہ آدمی جو مجھ سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے بغیر ملاقات کئے اُٹھ کر چلے گئے۔ دورانِ گفتگو معلوم ہوا کہ وہ کڑیانوالہ کی جانب سے آئے ہوئے تھے جونہی انہوں نے باہر والے دروازے سے قدم باہر رکھا تو حضرت صاحبؒ اندر سے تشریف لے آئے اور بغیر کسی سیاق و سباق کے آپؒ نے ارشاد فرمایا '' آتے کسی اور کام سے ہیں اور کہتے ہیں چلو درویش سے بھی ملاقات کرتے چلیں یعنی آپؒ کا اشارہ اس طرف تھا کہ جب بھی ملاقات کے لئے آؤ سیدھے اسی نیت سے آؤ''۔ چنانچہ اردگرد کے دیہات کے لوگوں (مرد و زن) سے حضورؒ فرمایا کرتے '' کہ جب بھی

محض للٰہیت کی ملاقات کے لئے آنا ہو سیدھے آوَ۔ اور سیدھے واپس جاوَ"۔ ناں کہ شہر کسی کام (خرید و فروخت) کیلئے آئے اور کہا "چلو لگے ہاتھ" درویش سے ملاقات کرتے چلیں۔

ایک متوسل کے نام خط

وعلیکم السلام والاکرام۔ خیریت نامہ آیا۔

۱۔ شروع صفحہ پر ۷۸۶ لکھ لیا کریں پوری بسم اللہ شریف سے بے ادبی کا اندیشہ نمایاں ہے۔

۲۔ آیات شریفہ حتی الوسع نہیں لکھنی چاہئیں ترجمہ کافی ہے۔

۳۔ معمے کے ذریعہ حصولِ انعام جوا کی ایک قسم ہے اور منع ہے فرنگیت کا سٹہ سمجھئے۔

۴۔ سرمہ لگانے سے کسی دن میں منع نہیں کیا گیا اور نہ خاص دن مخصوص ہیں رات کو سوتے وقت البتہ مسنون ہے۔

۵۔ طریق تہجد

اول دو رکعتیں پڑھیں تحیۃ الوضو۔ پھر دو، دو رکعت کر کے پڑھیں۔ ہر ایک رکعت میں سورۂ قل شریف ایک ایک دفعہ بڑھاتے جاویں۔ پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد ایک دفعہ دوسری میں دو دفعہ تیسری میں تین دفعہ علیٰ ھذالقیاس تعداد رکعت کم ازکم دو رکعت زیادہ سے زیادہ ۱۲ رکعت اجازت ہے جتنی چاہیں پڑھ لیں۔ صبح صادق کے پون گھنٹہ پہلے یا آدھ گھنٹہ اٹھنا کافی ہے بعد میں سجدہ میں دعا کریں اور ایک تسبیح

"اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ"

والسلام

دعا گو

محبوبی

پہچان

منظور حسین میرا (مولوی فیض احمد صاحب کا) شاگرد تھا جو پانچویں جماعت میں پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضور گاؤں میں تشریف لائے میں نے اسے سیّد سمجھ کر سلسلہ میں داخل کروا دیا۔ پانچویں جماعت پاس کرنے کے بعد وہ اپنے

گاؤں راٹیور کلاں تحصیل امرتسر میں چلا گیا۔ وہ ایک یتیم، حسین اور ہونہار بچہ تھا۔ کسی نے رحم کھا کر اسے امرتسر میں پوسٹ مین (ڈاکیا) لگوا دیا۔ اس کی شادی بھی ہوگئی اور قریباً بارہ پندرہ سال کے بعد وہ جعفر کوٹ میرے کنویں پر آیا اتفاق سے حضرت صاحب قبلہ عالم قدس سرہٗ گاؤں تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے اسے کہا کہ حضرت صاحبؒ کی زیارت کرنی چاہیے۔ اس نے جواب دیا کہ زیارت سے کیا فائدہ ہوگا ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضرت صاحبؒ ہمارے کنویں کی طرف تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نے کہا اب کہاں بھاگے گا وہ کہنے لگا بھاگنے کی ضرورت کیا ہے۔ آپ میرا اتا پتہ نہ بتائیں۔ اگر حضرت صاحبؒ نے اب مجھے پہچان لیا تو قیامت کو بھی پہچان لیں گے۔ مجھے انہوں نے لڑکپن میں دیکھا ہوا ہے جب حضرت صاحبؒ پاس پہنچے تو پہلے میں ملا اور بعد میں وہ۔ جب اس نے مصافحہ کیا تو آپؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ ''منظور کا بچہ کہاں سے آ گیا'' منظور حسین متحیر ہو کر شرمندہ ہو گیا۔

گفتہءِ او

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ابتداء میں سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والوں میں سیّد فضل شاہ صاحب موضع معین الدین پور نزد شہر گجرات کے رہنے والے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں سلوک کی وہ منازل طے کیں کہ صاحبِ اجازت کا منصب پایا۔ اگرچہ زندگی ظاہری کا ۳۶ سالہ قلیل عرصہ پایا مگر حضورؒ کی محبت میں وارفتگی نے حیاتِ ابدی عطا کی۔ کہتے ہیں جب اس دنیا کے آخری مرحلہ کے موقعہ پر حضرت صاحبؒ تشریف لے گئے اور مجبوراً ان کے قدموں کی طرف سے گزرنا پڑا۔ تو شاہ صاحب نے اپنی ٹانگیں سکیڑ لیں۔ آپؒ جلدی سے دوسری طرف ہوئے اور ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا ''میں سمجھتا ہوں تو زندہ ہے مگر شریعت کی پاسداری ضروری ہے''۔

اس دور میں ان بزرگوں کے خاندان کے بعض لوگوں نے شیعیت اختیار کر لی۔ اور اس میں غلو کی حد تک پہنچے۔ ایک دن اتفاق ایسا ہوا۔ کہ شاہ صاحب مسجد میں داخل ہو رہے تھے اور ان کے خاندان کا ایک شخص لوٹا ڈھونڈ رہا تھا شاہ صاحب کو دیکھ کر ضد کی بنا پر حضور صدیق اکبر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کے کلمات کہنے شروع کئے۔ فضل شاہ صاحب نے سمجھایا کہ حضور پاک ﷺ کی آل اور اصحاب کے ساتھ محبت ہی خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہے لیکن اس کج عقیدہ نے شدت اختیار کی۔ اس پر شاہ صاحب سے رہا نہ گیا اور غصہ میں کہہ دیا ''تو اندھا ہو جائے'' یہ کہنا ہی تھا کہ اس شخص کی بینائی جاتی رہی۔ لوٹے کو ٹٹولنا چھوڑا اور شور مچانا شروع کر دیا کہ میں اندھا ہو گیا'' اردگرد کے لوگ اکٹھے ہو گئے پوچھا ہوا کیا تو وہ نابینا کہنے لگا کہ فضل شاہ صاحب کے یہ کہنے پر ''تو اندھا ہو جائے'' بینائی فوراً جاتی رہی کہ میں لوٹا بھی نہ پکڑ سکا۔ سبھی نے یک زبان ہو کر کہا ''تو پھر اس کا علاج ڈاکٹروں حکیموں کے پاس نہیں اس کا علاج فضل شاہ صاحب ہی کے پاس ہے۔ فضل شاہ صاحب کی منت سماجت کی گئی تو کہنے لگے اس کا علاج صرف میرے حضرت صاحبؒ کے پاس ہے چنانچہ شاہ صاحب اپنے اس برادری کے معذور شخص کو لے کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تمام سرگذشت آپؒ کی خدمت میں عرض کی گئی حضورؒ نے فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گستاخی کی معافی بھی آپؓ کے ہاں ہی سے ممکن ہے۔ یا صدیق! یا صدیق!! یا صدیق!!! کا ورد کرتا رہے۔ پوری بینائی تو نہیں البتہ ''راہ کھیڑا نظر اون لگ پئے گا'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جنہیں دلیں غیظ صحابہ حیف تنہاں ایمانے
اومصداق یغیظ بِھِم دے پاویں کسے زمانے

رہ ورسمِ منزل

بندہ (بھائی میاں خان صاحب) نے اپنی مفلسی کی وجہ سے کئی کاروبار کئے۔ دوکانداری کی، کئی جگہ ملازمت بھی کی۔ لیکن تنگدستی بڑھتی گئی۔ ایک دن بندہ بڑا مجبور ہو کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں یہ خیال لے کر حاضر ہوا۔ کہ حضور بندہ کو کوئی کام فرمائیں جو بندہ کے لئے مفید ہو اس وقت حضورؒ کی خدمت میں چند آدمی اور بھی تھے اور رات کے آٹھ نو بجے کا وقت تھا میں نے زبان سے کچھ عرض نہ کیا تو حضور انورؒ نے میرے دل کے خیال کا جواب ایک حکایت کے ذریعہ یوں بیان فرمایا۔

''بخارا شریف کے علاقہ کا ایک آدمی نہایت غریب اور نادار ایک ولی اللہ کے پاس گیا۔ عرض کی حضرت میرے لئے دعا فرمادیں۔ کہ میری غریبی دور ہو جائے۔ اور کوئی کاروبار بھی ارشاد فرمادیں جو میں کروں۔ اس ولی اللہ نے فرمایا۔ جو کام تیرا باپ کرتا تھا وہی کام تو بھی کیا کر اس نے عرض کیا کہ حضور باپ میرا تو چوری کیا کرتا تھا۔ ولی اللہ نے فرمایا تو بھی چوری کیا کر۔ وہ آدمی چوری کے فن سے واقف نہ تھا۔ اس ولی اللہ کے ارشاد کے مطابق جب عشاء کا وقت ہوا اٹھ کر گھر سے نکلا۔ کوئی گھر تلاش کروں جہاں چوری کر سکوں۔ وہ شخص بخارا شریف کا رہنے والا تھا۔ رات کو بازار میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ مگر لوگ بازار میں جاگتے نظر آئے۔ وہ آدمی پھر پھرا کر تھک گیا۔ اور اس نے نیت کی آج کہیں چوری کا تو موقع ملتا نہیں۔ آج بہاؤالدین نقشبندؒ کے روضہ مبارک کا ''اُچھاڑ'' (چادر) چوری کرتا ہوں۔ اس نیت سے وہ روضہ شریف کے اندر گیا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہیں۔ اس نے کہا۔ اب یہیں ٹھہرتا ہوں۔ جب یہ لوگ چلے جائیں گے تو میں اچھاڑ (غلاف) چوری کرلوں گا۔ وہ ایک کونے میں بیٹھ گیا اور بیٹھے بیٹھے سو گیا۔ لوگ تلاوت سے فارغ ہو کر بارہ بجے کے قریب چلے گئے۔ روشنیاں بجھاتے گئے۔ جب رات کے دو بجے تو ایک ابدال روضہ شریف پر حاضر ہوا۔ اس نے سلام عرض کیا۔ اور عرض کیا ''حضور فلاں علاقہ کے ابدال کا وصال ہو گیا ہے اس کی جگہ کسی کو مقرر کرنا ہے۔ روضہ اطہر سے آواز آئی یہاں کونے میں ایک آدمی بیٹھا ہے اس کو ان کی جگہ مقرر کردو۔ ابدال نے حکم کے مطابق اس شخص کو کونے سے جگایا اور کہا اپنے پاؤں میرے پاؤں پر رکھ اور آنکھیں بند کرلو۔ اس نے حکم کی تعمیل میں اپنے پاؤں ابدال کے پاؤں پر رکھے اور آنکھیں بند کرلیں۔ تو ابدال نے اس شخص کو دور دراز علاقے میں مقرر جگہ پر آنکھ جھپکنے میں پہنچادیا۔

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زرہ و رسم منزلہا

اس پر بندے نے سمجھا کہ میری طرف اشارہ ہے کہ تیرا باپ کھیتی باڑی کرتا تھا تو بھی کھیتی باڑی کیا کر۔ اس کے بعد میں نے کھیتی باڑی شروع کردی اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا فرمائی۔

مقصود و مطلوب للٰہیت

بھلوال ضلع سرگودھا میں ایک صاحب عملیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے برادر خورد گھر میں کسی سفلی مرض میں مبتلا تھے ان دنوں حضورؒ کے بڑے صاحبزادہ صاحبؒ ملکوال میں بہ سلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ حضورؒ کے بھائی حاجی صاحب نے صاحبزادہ صاحبؒ کو خط لکھا کہ بھلوال کے اس صاحب کے بارے میں پتہ کریں۔ کہ کیسے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا اور اجازت چاہی۔ حضورؒ نے اجازت فرمائی۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ بھلوال ان ماہر عملیات کے ڈیرے پر پہنچے وہاں لوگوں کا ہجوم تھا لوگوں کے اس جمگھٹے میں آخر میں جگہ پا کر بیٹھنے لگے تو ماہر عملیات نے بلند آواز سے کہا صاحبزادہ صاحبؒ آگے آجایئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا میں نے سنی ان سنی کی مگر قریب کے لوگوں نے کہا ''آپؒ کو بلایا جارہا ہے'' میں نے کہا ''صاحبزادہ صاحب کوئی اور ہوں گے میں تو یہاں محکمہ زراعت میں ملازم ہوں۔ میں ابھی پوری طرح بیٹھنے نہیں پایا تھا کہ ان صاحب نے پھر آواز دی ''شاہ صاحب گجرات والے آگے آجائیں'' میں نے پھر کہا ''آپؒ کو مغالطہ لگا ہے میں گجرات والے ولایت شاہ صاحبؒ کے ہاں سے نہیں آیا'' زائرین سے ان ماہر عملیات نے ملاقات کو معطل کر رکھا تھا اور ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے بہت بے قرار ہوں چنانچہ تیسری بار انہوں نے پھر آواز دی ''کیا آپ حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحبؒ گجرات والوں کے صاحبزادے نہیں؟'' ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا ''کہ اب میرے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی میں ان کے پاس گیا تو یہ صاحب گول مٹول عام لوگوں سے تقریباً چھ انچ اونچے ''تھڑے'' پر بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور پہلے ہی سے ایک کرسی منگوا رکھی تھی اس پر بیٹھنے کو کہا میں نے نیچے ہی ان کے پاس بیٹھنے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ بضد رہے کہ کرسی پر ہی بٹھانا ہے۔ اپنے پاس کرسی پر بٹھایا اور مجھ سے اجازت لے کر دوسرے زائرین کی طرف متوجہ ہوئے۔ جلدی سے حاضرین کو فارغ کیا اور مجھ سے خیر و عافیت پوچھنے کے بعد کہنے لگے ''کیسے

آئے؟ میں نے کہا ''پہلے یہ بتایئے آپ کو میرے بارے میں یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں کہ میں گجرات کی فلاں ہستی سے تعلق رکھتا ہوں'' وہ ماہر عملیات کہنے لگے'' کہ میرے پاس مؤکلات ہیں جو مقتدر شخصیات یا ان سے قریبی تعلق رکھنے والوں کے بارے میں پہلے ہی بتا دیتے ہیں آپ جب گھر سے یہاں کا ارادہ لے کر چلے تھے میرے مؤکلوں نے مجھے اسی وقت آگاہ کر دیا تھا اور میں اسی وقت سے آپ کے انتظار میں ہوں میرے پاس اگرچہ کوئی برابر ہو کر بیٹھنے کی جرأت نہیں کرتا مگر دیکھئے میں نے آپ کے لئے پہلے ہی سے کرسی منگوا رکھی ہے''

حضرت صاجبزادہ صاحبؒ نے فرمایا ''پھر ماہر عملیات ایک بیاض لے کر آئے اور کہنے لگے'' میری زندگی کی قیمتی ترین متاع یہی ہے اور اس سے بہتر میرے پاس کوئی نذرانہ نہیں۔ اسے قبول فرمایئے ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاجبزادہ صاحبؒ ذوی الاکرامؒ نے فرمایا کہ آپ کا یہ ہدیہ قابل قدر ہے خدا اسے آپ اور آپ کی اولاد کو مبارک کرے یہ سنتے ہی وہ سفلیات کا آقا جوش میں آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے اردگرد عملیات سیکھنے والے شاگردوں کے سر پر ایک ایک ''دوہتڑ'' مار کر اور ہماری طرف اشارہ کر کے کہنے لگا ''اے ہویا ناں شیر دا بچہ'' میں سب کچھ دیتا ہوں مگر اس سے بے نیاز ہے ''تسی اک اک تویتڑی (تعویذ) واسطے چالی چالی ورہے ہو گئے نے پیے گھیسیاں کر دیئو''

حضرت صاجبزادہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس شخص کی ملاقات سے حضرت اباجیؒ (حضور قبلہ عالم قدس سرہ) نے مجھے مشاہدۃً سمجھا دیا کہ للٰہیت ہی مقصود و مطلوب ہے عملیات کی کوئی حیثیت نہیں۔

رضائے حق منوط بر رضائے شیخ

موضع معین الدین پور کی ایک سیّدہ بہن جی تھیں۔ جو اکثر حاضر خدمت ہوتی رہتیں۔ اور حضورؒ ہمیشہ ہی ان سے خوش اسلوبی اور شفقت سے پیش آتے۔ ایک دن حاضر ہوئیں تو سخت پریشان تھیں۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے نام لے کر فرمایا ''ملا'' (خواتین کو اکثر اس لفظ سے مخاطب فرماتے) تو کیوں پریشان ہے حال پوچھنے پر بلبلا کر رو پڑیں۔ حضورؒ نے پوچھا ''آخر ہوا کیا؟ کہنے لگیں حضور آج رات خواب میں آپؒ کی زیارت ہوئی اور آپؒ

مجھ سے سخت ناراض ہوئے ہیں معلوم نہیں مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے" حضورؒ نے فرمایا" ہم تجھے ناراض نہیں ہوئے بلکہ تیرے ساتھ کچھ اور تھا" جسے ناراض ہوئے ہیں" حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے بہن جی کی تسلی و تشفی فرمائی تب جا کر ان کی جان میں جان آئی۔ حقیقت یہی ہے کہ مرید مخلص کے لئے شیخ کی ناراضی سخت جانکاہ ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ سے پوچھئے۔ کہ جنگ تبوک کے موقعہ پر ان پہ کیا گزری۔ حضرت مجددالف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ "مگر نمیدانند کہ رضائے حق جلّ وعلاؔ منوط بر رضائے شیخ است وسخطِ اوتعالیٰ مربوط بسخطِ او۔[۱]

عطا اور ادا

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ بچوں سے بہت پیار فرمایا کرتے۔ اگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان مبارک میں پڑ جاتی تو آپؒ مضطرب ہوتے۔ اور فوراً بچے کو بہلانے پر زور دیتے۔ معصوم بچوں کو جب آپؒ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو بچہ بڑے غور سے آپؒ کی طرف دیکھتا اور لپکتا جیسے دیرینہ آشنا ہو اور آپؒ سے کھیلنے کی کوشش کرتا۔ حضورؒ ہاتھ کی چٹکی سے اس کی معصومانہ حرکات کا جواب دیتے۔ بعض اوقات بچوں کو اٹھا بھی لیتے۔ اگرچہ گرد سے لتھڑے ہی کیوں نہ ہوتے۔ بچے کی والدہ یا متعلقین کے ذریعے بچے کو ہدیۃً پیسے بھی عطا فرماتے۔

عیدین، شبِ برات، شبِ قدر، معراج النبی ﷺ اور میلاد شریف کے مواقع پر خصوصاً اپنے پوتوں کو پیسے اور دیگر تحائف بھی عطا فرماتے۔ ایک عید کے موقعہ پر اپنے پوتوں کو روپے تقسیم فرما رہے تھے کہ آپؒ کے بڑے صاحبزادہ صاحب بھی پاس آ بیٹھے۔ جب حضرت صاحبؒ بھی بچوں کو عیدی دے چکے تو صاحبزادہ صاحب سے مسکرا کر یوں مخاطب ہوئے۔ "تو نے بھی عیدی لینی ہے؟" حضرت صاحبزادہ صاحب والا اکرام نے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ حضورؒ نے ایک چھوٹا سکہ (موری والا پیسہ) جیب سے نکالا اور ان کے ہاتھ پر رکھا۔ صاحبزادہ صاحب نے اسے بوسہ دیا۔ اور اپنے سر پر رکھ لیا۔

---

[۱] ترجمہ:۔ شاید نہیں جانتے کہ حق جلّ وعلا کی رضا شیخ کی رضا پر منحصر ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس (شیخ پاک) کی ناراضگی سے متعلق ہے۔

حضورؒ کی بچپن کے زمانہ میں شفقت اور محبت کی یاد سے آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ حضورؒ بھی ان کی اس ادا سے بہت مسرور ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضورؒ کی اس عطا سے مجھے وہ زمانہ یاد آگیا جب میں اباجی (حضورؒ) سے ایک روپیہ مانگا کرتا تھا۔ اور مطالبہ کی زیادتی پر آپؒ جواباً فرماتے۔ ''اوں ہوں'' (نہیں)

میں عرض کرتا ''اٹھنی'' آپؒ فرماتے ''اوں ہوں'' میں عرض کرتا ''چونی'' آپؒ فرماتے ''اوں ہوں'' میں عرض کرتا ''دونی'' آپؒ میرے ہاتھ پر ''دونی'' رکھتے اس پر میں بہت خوش ہوتا۔ آپؒ بھی محظوظ ہوتے اور مسکراتے۔

نزاکت ولطافت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے وطنی مرید بھائی تاج دین صاحب جب کبھی اپنے گاؤں رسیانہ ضلع فیصل آباد سے آپؒ کے پاس گجرات شریف آتے تو پہلے لاہور بھائی عزیز الدین صاحب کو مل کر آتے اور حضور بھی آتے بھائی صاحب کی خیر وعافیت کا پوچھتے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ بھائی تاج دین صاحب بھائی صاحب کو لاہور مل کر نہ آئے۔ بلکہ سیدھے ہی گجرات پہنچے۔ حضور نے آتے ہی سلام مسنونہ کے بعد پوچھا تاج دین! بھائی کا کیا حال تھا چونکہ مل کر نہیں آئے تھے۔ اور نہ ہی نفی میں جواب دینا گوارا تھا۔ خاموش رہے اور موقع پا کر سیدھے لاہور پہنچے اور بھائی عزیز الدین صاحب کو ملے خیر وعافیت دریافت کی اور واپسی کا راستہ لیا۔ گجرات شریف حاضر خدمت ہوئے۔ ملاقات ہوتے ہی کل کے استفسار کا جواب عرض کیا کہ حضورؒ بھائی صاحب خیر وعافیت سے تھے اور سلام عرض کرتے تھے۔ مرید تربیت یافتہ کسی صورت میں بھی گوارا نہیں کرتا کہ شیخِ پاک کے کسی استفسار کا جواب لفظ ''نہیں'' (ناں) سے عرض کرے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی جیؒ کی یہ عادت مبارک تھی کہ اگر کبھی اتفاقاً لنگر استعمال ہو چکا ہوتا تو فرمایا کرتی، لنگر ''مست'' ہے۔ فقراء کے ہاں کردار تو کردار گفتار کی نزاکت و لطافت کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

جذبۂ لِلّٰہیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کالی چائے کا استعمال ناپسند فرماتے۔ حضور سیدویؒ کی خدمت میں حاضری کے وقت بھی اگر حاضرین میں چائے تقسیم ہو رہی ہوتی تو جب آپؒ کی باری آتی حضور سیدویؒ خود ہی فرما دیتے۔ کہ مولوی صاحب چائے نہیں پیتے'' گجرات کے علماء میں سے ایک قاری احمد حسین صاحب بڑے مشہور مقرر تھے سلسلہ خالقیہ سے روحانی نسبت رکھتے تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس اکثر حاضر ہوتے رہتے۔ ہندوستانی علاقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے چائے کا استعمال کثرت سے کرتے۔

ایک دفعہ گھر میں چولہے پر قہوہ رکھا ہوا تھا۔ حضور باورچی خانہ میں تشریف لائے پوچھا کیا ہے عرض کیا گیا قہوہ، اس پر حضور نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ دیگچی انڈیل دی گئی۔ اتفاق یہ کہ حضورؒ جب باہر مردانہ میں تشریف لے گئے تو آگے قاری احمد حسین صاحب بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سلام مسنونہ کے بعد حضور اندر تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے حضرت بی بی جیؒ (اہلیہ محترمہؒ) کو فرمایا ''اچھا بناؤ چائے چنانچہ بلا تامل چائے تیار کر کے باہر بھیج دی گئی''

حضرت بی بی جیؒ عمر کے تقاضے اور روزمرہ کے کام کاج سے تھکاوٹ کی وجہ سے چائے کا استعمال فرماتی تھیں۔ شوق سے نہیں بلکہ اس جذبہ سے تاکہ لنگر کا کام زیادہ سے زیادہ کر سکیں۔ ایک دن صبح افرادِ خانہ میں سے کسی ایک نے حضور قبلہ عالم کی خدمت میں عرض کیا ''حضور آج رات مجھے حضور انبالویؒ کی زیارت ہوئی ہے آپؒ نے فرمایا ہے ''تیری بی بی جیؒ سبھی کو چائے پلاتی ہیں اور ہمیں نہیں پلاتیں'' حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے حضرت بی بی جیؒ کو بلوایا اور خواب والا واقعہ سنا کر فرمایا ''تیری چائے قبول ہو گئی ہے'' اس دن جمعہ تھا۔ حضورؒ نے سبز چائے کی ایک دیگ پکوائی۔ رس بسکٹ منگوائے۔ اور نماز جمعہ کے بعد حضور شاہ انبالویؒ کے روحِ مبارک کو اس ضیافت کا ایصال ثواب کیا اور حاضرین میں چائے تقسیم فرمائی۔ خلوصِ نیت سے اور محض لِلّٰہیت کیلئے جو عمل کیا جاتا ہے وہ عنداللہ ماجور ہے۔

تربیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے معالجین کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن

نتائج خاطر خواہ حاصل نہ ہوئے ایک دفعہ صاحبزادہ صاحب کلاںؒ بتقاضہ بشری عرض کیا ''اباجی اتنے حکیم آئے اور علاج معالجہ میں سر چوٹی کا زور لگایا۔ قیمتی سے قیمتی اور نایاب قسم کی ادویات تیار کروائیں۔ لیکن صحت کیلئے چنداں سود مند نہ ہوئیں اس پر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ''حکیماں واسطے کوئی ہور یونیورسٹی ہووے گی'' ارشاد اگرچہ نہایت مختصر ہے مگر ہے بڑا پر مغز۔

پہلی بات تو یہ ہے اللہ پاک حکیم مطلق ہے اس کے بغیر کسی طبیب کی تشخیص و تجویز بے اثر ہے۔ درویش جو سراسر رضائے الٰہی کے تابع ہے اس کی بشری ضروریات بھی اسی کے حکم کی منتظر ہیں اسباب کا استعمال تو سنت کی ادائیگی ہے۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کی ایک دفعہ طبیعت مبارک ناساز ہوئی۔ صاحبزادگان رحمہم اللہ تعالیٰ نے دوائی کیلئے عرض کیا چنانچہ منقیٰ کے چند دانے طاق عدد میں منگوائے گئے۔ حضرت مجددؒ الف ثانیؒ نے انہیں کچھ دیر کیلئے اپنے تکیہ کے نیچے رکھ چھوڑا۔ پھر ایک دانہ لے کر نوش فرمایا تو شفائے کاملہ عاجلہ عطا ہوئی۔ بقیہ منقیٰ باقی مریضوں کو عطا کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ انہیں فوراً شفا حاصل ہوئی۔ صاحبزادگان نے عرض کیا حضور! منقیٰ کو تکیہ کے نیچے رکھنے میں کیا حکمت تھی۔ حضرت مجددؒ الف ثانیؒ نے ارشاد فرمایا ''یہ دوا بارگاہ رب العزت (حکیمِ مطلق) میں عرض پرداز رہی ہے کہ اللہ پاک مجھ میں شفاء کی تاثیر عطا فرما اور تیرا بندہ مجھے استعمال کرے۔ اور انہیں شفاء حاصل ہو۔ اللہ پاک نے منقیٰ کی دعا کو قبول فرمایا تب ہم نے اس کو استعمال کیا۔

درویش ہر حال میں مخلوق خدا کی دینی و دنیاوی بہبود کا خواہاں ہے۔ حضورؒ نے فرمایا ''لوگ دنیا لین آوندے نیں تے اسی دین جھولی پانے آں'' فرمایا تعویذ دینے کا سلسلہ محض اس لئے ہے تاکہ لوگ اسی بہانے آئیں اور دین کی کوئی نہ کوئی بات ان کے کانوں تک پہنچے حضورؒ کا طریقہ مبارک تھا کہ تعویذ دینے کے بعد حسب استطاعت سائل سے فرماتے اتنے پیسوں کا تیل مسجد میں ڈالنے کے بعد تعویذ استعمال کرنا اس میں حکمت یہ تھی ''اے اللہ پاک تیری دی ہوئی توفیق کے مطابق میں نے اسے تیرے گھر پہنچا دیا اب عبادت کی توفیق بخشنا تیرا کام ہے۔

اب حضورؒ کے ارشاد ''حکیماں واسطے کوئی ہور یونیورسٹی ہووے گی'' پر غور کیجئے کہ درویش کو اپنی تکلیف کا فکر نہیں بلکہ اطباء جو کہ معاشرہ میں ایک بلند مقام

رکھتے ہیں اور روحانی تعلیم و تربیت کیلئے کسی درویش کے ہاں جانے کی کم ہی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ درویش کی علالتِ جسمانی ہی رابطے کا سبب بنتی ہے۔

گجرات کے ایک حکیم صاحب تھے جن کے ضلعی عدالتی حکام سے بڑے اچھے مراسم تھے عدالت سے متعلقہ کام کاج کے لئے جو بھی کہتا تانگہ پر بیٹھ کر اس کے ساتھ سفارش کیلئے چل پڑتے۔ علاج معالجہ کے سلسلے میں ان کو حضرت صاحب سے بھی ملاقات کے مواقع آئے۔ چند ملاقاتوں کے بعد جب آپؒ نے محسوس کیا۔ کہ اب حکیم صاحب کا مزاج کوئی پند و نصائح کی بات سننے کا متحمل ہے۔ تو فرمایا حکیم صاحب! جن لوگوں کے ساتھ آپ سفارش کے لئے جاتے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ حکیم صاحب کے لئے یہ ایک لمحۂ فکریہ تھا۔ کہنے لگے "میں ان لوگوں کے بارے میں حق پر ہونے کے متعلق کچھ نہیں جانتا" حضورؒ نے فرمایا "حکیم صاحب جھوٹے اور ظالم کی گواہی پر کل بارگاہِ رب العزت میں کیا جواب دو گے" حضورؒ کے ان الفاظ پر حکیم صاحب چونکے اور عرض کیا حضور! میں آج سے توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی کی سفارش نہیں کروں گا" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا جسمانی علاج ان کے روحانی علاج کا باعث بنا

؏ رحمت حق بہانہ می جوئید بہانے جوئید

آہستہ آہستہ یہ رابطہ مضبوط ہوتا جاتا ہے اور وہی طبیب جو بحیثیت طبیب آیا تھا کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں مریض (روحانی طور پر) ہوں اور حضورؒ میرے طبیب ہیں چنانچہ ایک حکیم صاحب جب آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپؒ کی نبض مبارک پر ہاتھ رکھتے اور کافی دیر تک آپ کا بازو مبارک پکڑے رکھتے۔ کسی نے پوچھا حکیم صاحب! آپ اتنی دیر تک کیوں نبض پکڑے رکھتے ہیں۔ حکیم صاحب نے جواب دیا میں مرض کی تشخیص کے لئے نبض نہیں پکڑے رکھتا۔ بلکہ جونہی میں نبض پر ہاتھ رکھتا ہوں میری رگ رگ میں اللہ اللہ کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ سرورِ ذکر دیر تک قائم رہے۔ غوث پاکؒ کا ایک یہودی طبیب حضورؒ کا قارورہ دیکھتے ہی ایمان کی دولت سے سرفراز ہوا۔ مقصود یہ کہ عجز و انکساری اور بے بسی۔ جو بشریت کا طرہ امتیاز ہے جب انسان اس کا اعتراف کر لیتا ہے تو یہی انسانیت کی معراج ہے اور یہ دولت درویش کے

آستانے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

کیمیا پیدا کُن از مشتِ گلے　　بوسہ زن بر آستانِ کاملے

اسی لئے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے فرمایا "حکیماں واسطے کوئی ہور یونیورسٹی ہوئے گی" "ذکر خیر" میں ہے کہ ارشاد: "ایک روز حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے زانو مبارک میں درد ہوا فرمایا کہ اس جگہ کوئی دوا لگاؤ۔ پھر فرمایا کہ فقیروں کو مرض سلب کرنے کی قوت تو بہت ہوئی ہے مگر رضا و تسلیم کے خلاف ہے"۔

حُسنِ نیّت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ایک واقعہ سنایا کہ مغلیہ خاندان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر اور ان کی بیگم کی کسی بات پر شکر رنجی ہوئی۔ بیگم نے بادشاہ کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن بادشاہ کسی طور بھی خوش نہ ہوا۔ آخر بیگم نے اپنے پیر و مرشد حضرت ملا جیونؒ کے ہاں عرض پیش کی۔ جس پر حضرت ملا صاحبؒ نے ایک تعویذ لکھ کر دیا جس کے اثر سے بادشاہ اور بیگم کی باہمی شکر رنجی دور ہو گئی۔ بادشاہ حیران تھا کہ صلح و آشتی کی مزید بات چیت بھی نہیں ہوئی تو دل کی یہ کدورت کیسے جاتی رہی۔ آخر بیگم سے پوچھا یہ کیا راز ہے۔ بیگم ہنسی اور راز یوں افشاء کیا کہ میں حضرت جیون صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئی تھی اور انہوں نے یہ تعویذ دیا جو آپ کے سرہانے کے نیچے پڑا ہوا ہے۔ بادشاہ نے تعویذ لیا اور کھول کر دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔

بادشاہ اور اسکی بیگم لڑ پڑے　　ملاں جیون بیچارہ کی کرے

اس پر بادشاہ ہنس پڑا اور باہمی ملاطفت اور مضبوط ہوگئی۔

حضورؒ نے فرمایا "اللہ کے بندے کا کلام خواہ کیسا ہی سادہ کیوں نہ ہو حُسنِ نیت اثر کئے بغیر نہیں رہتا"

طبقاتی مطالعہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک مرید خاص بھائی تاج دین صاحب قیام پاکستان کے بعد گجرات شریف حاضر ہوئے۔ ایک صبح سیر کے لئے باہر نکلے اور ذرا دیر سے واپس آئے۔ حضورؒ نے پوچھا "تاج دین کدھر گئے تھے۔ عرض کیا"، حضور! ذرا چلنے پھرنے کیلئے باہر بازار کی طرف نکل گیا تھا۔ واپس آ رہا تھا

کہ راستے میں پیر بھائی شیخ صاحب نے دیکھ لیا۔ بہت خوش ہوئے خیر و عافیت پوچھی اور کہا آپ بڑے عرصہ کے بعد آئے ہیں تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ جائیں۔ سخت سردی تھی چائے منگوائی پھر حضورؒ نے پوچھا یہ بغل میں کیا دبا رکھا ہے۔ اس پر بھائی تاج دین صاحب مسکرائے اور ایک کمبل نکال کر سامنے کیا اور عرض کیا ''حضور! زمیندارانہ مزاج کے مطابق میں نے چادر اوڑھ رکھی ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ صاحب کو خیال آیا کہ اتنی سردی میں اتنا ''پتلا'' کپڑا آپ نے کیوں لے رکھا ہے۔ یہ کہہ کر دوکان سے ایک کمبل لے آئے اور کہا یہ پہنو میں نے ''بتھیرا'' کہا کہ مجھے ضرورت نہیں اور نہ ہی کمبل کے لئے زائد رقم لے کر آیا ہوں'' کہنے لگے پیسوں کی کوئی بات نہیں پیسے پھر آجائیں گے۔ انہوں نے اتنا اصرار کیا کہ مجھے کمبل لینا ہی پڑا۔ اس پر حضورؒ مسکرائے اور فرمایا ''شیخ دا اسلام فیر خالی تے نہ گیا'' یعنی جذبہ ہمدردی کے ساتھ ساتھ کاروباری مہارت جو شیخ طبقہ کو حاصل ہے وہ کسی اور کو کم ہی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؒ کا طبقاتی مطالعہ کتنا گہرا تھا۔ اس طرح کسی نے آپؒ سے پوچھا آپ کا کاروبار کیا ہے؟ حضورؒ نے فرمایا ''آدم گری'' انسانیت سازی یعنی ہم انسان بناتے ہیں۔

حُسنِ تربیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک سکول کے شاگرد سیّد فرزند حسین شاہ صاحب جو بعد میں سلسلہ عالیہ میں بھی داخل ہوئے۔ موضع معین الدین پور کے رہنے والے تھے۔ ایک دن سکول میں گھر کا کام کر کے نہ لائے۔ حضورؒ نے جماعت کے طلباء کو ارشاد فرمایا ''جو لڑکے گھر کا کام کر کے لائے ہیں ہاتھ کھڑا کریں'' شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے سب سے اونچا ہاتھ کھڑا کیا اور زور زور سے ہلانے لگا۔ حضورؒ نے ساری کلاس کا جائزہ لیا اور پھر میرے پاس آ کر فرمایا

ع۔ عیب ذاتی کو چھپائے گا نہ وصف عارضی

بظاہر یہ سکول کی تعلیم ہے لیکن حقیقتاً یہ تربیتِ باطنی ہے۔ کہ ظاہر اور باطن میں ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ اسی لئے فقر کا دوسرا نام ''تہذیب الاخلاق'' ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے ''میرے شاگرداں نوں نرا شاگرد

ای نہ سمجھو'' مطلب یہ کہ ''میں ان کی ظاہری تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی باطنی اصلاح اور تربیت بھی کرتا ہوں۔

محسن

ایک دفعہ گھر میں ایک عزیزہ بیمار تھی۔آپؒ کی ہمشیرہ صاحبہ نے کہا ''مولوی صاحب! (ایک درویش کی طرف اشارہ کر کے) اسے بھیجو تا کہ فضل شاہ موضع کھیپڑانوالہ جو زمیندارا کالج کے قریب ہے سے تعویذ لائے۔'' حضورؒ نے درویش سے فرمایا ''جاؤ تعویذ لے کر آؤ'' درویش نہ ہی تو فضل شاہ صاحب کو جانتا تھا اور نہ ہی اس موضع کے راستہ سے آگاہ تھا۔آخر پوچھتے پچھاتے وہاں پہنچا وہاں لوگوں کا کافی ہجوم تھا کچھ دیر انتظار کے بعد شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ شاہ صاحب نے آنے کا مقصد پوچھا۔ حضورؒ کی عزیزہ کی تکلیف کی تفصیلات بیان کیں۔شاہ صاحب نے پوچھا ''آپ آئے کہاں سے ہیں'' پتا بتایا تو کہنے لگے محلہ مسلم آباد میں (حضرت صاحب کا نام لے کر) رہتے ہیں۔بتایا کہ ہاں آپؒ کے گھر سے آیا ہوں اور آپؒ ہی نے بھیجا ہے یہ سن کر حیرانی سے کہنے لگے ''آپؒ تو میرے محسن ہیں'' میں تعویذ کیا دوں ''الٹے بانس بریلی کو'' پھر اپنا واقعہ یوں بیان کرنا شروع کیا۔میں چھوٹا ہی تھا کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا والد صاحب، صاحب سلسلہ تھے اور ہر وقت لوگوں کا ان کے گرد ہجوم رہتا تھا۔اب ایسی تبدیلی آئی کہ مجھے کوئی پوچھنے ہی والا نہ تھا۔سخت پریشان ہوا۔(غالباً فضل شاہ صاحب حضورؒ کے شاگرد تھے) حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپؒ نے میری تسلی و تشفی فرمائی اور چند تعویذات مرحمت فرمائے۔اور ارشاد فرمایا کوئی ضرورت مند آئے تو اسے دے دیا کرو۔اور ساتھ ہی فرمایا کہ اپنے ساتھ کسی عالم کو ضرور رکھنا پھر شاہ صاحب نے درویش سے کہا یہ جو لوگوں کا آپ ہجوم دیکھ رہے ہیں۔حضورؒ ہی کی نظر کرم ہے۔درویش نے جو مزید تعویذ کا مطالبہ کیا تو کہنے لگے آپ مجھے شرمندہ نہ کریں۔حضور کو میرا سلام عرض کرنا اور کہنا

ع۔ یہ سب تمہارا کرم ہے آقا!

درویش جب واپس حاضر ہوا تو حضورؒ نے فرمایا ''سناؤ؟ تعویذ لے

آئے''۔ درویش نے جب شاہ صاحب سے ملاقات کا یہ واقعہ عرض کیا تو حضورؒ نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''بہن سنیا ای اے کی کہندا اے'' فکر نہ کرو اللہ پاک صحت عاجلہ عطا فرمائیں گے۔'' چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد مریضہ کو اس مرض سے شفاء حاصل ہوئی۔

جو احسان کرے اس کے گن گاؤنا
سدا اپنے محسن کو پہچاننا

جادۂ صد سالہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک دفعہ ایک بہت امیر زمیندار حاضر ہوئے اس وقت آپؒ بیٹھک سے ملحقہ صحن میں چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ اور وہ زمیندار صاحب آپؒ کے پاؤں دبا رہے تھے۔ اسی دوران بھینس نے گزرتے ہوئے آپؒ کے قریب گوبر کر دیا۔ یہ صاحب لطافت و نظافت کے لحاظ سے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے انہوں نے کبھی اپنے ہاتھ سے کوئی کام کیا ہی نہیں لیکن اس موقع پر جلدی سے اٹھے اور بلا تامل اپنے دونوں ہاتھوں پر گوبر کو لیا اور ایک طرف پھینک دیا۔ چونکہ جلدی میں آستینیں نہ چڑھا سکے تھے۔ اس لئے وہ بھی گوبر سے لتھڑ گئیں۔ حضور قبلہ عالم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خادم کو بلایا اور جلدی سے صابن کے ساتھ ان کی آستینیں اور ہاتھ اچھی طرح دھلوائے۔ پھر اس نازک مزاج بھائی سے فرمایا'' آپ نے ایسا کیوں کیا ابھی گوبر اٹھانے والی آتی اور گوبر اٹھا لیتی'' اس محبّ فی اللہ نے عرض کیا حضور تازہ گوبر کی ''ھمک'' ہوتی ہے میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ آپ تک پہنچے بھائی کی اس بات پر حضورؒ بہت خوش ہوئے اور اندر جا کر فرمایا اس بندۂ خدا نے سالوں کا سفر چند لمحوں میں طے کر لیا۔ ع

ع جادۂ صد سالہ طے شود بہ آہے گاہے

یہ صاحب جب کبھی آتے تو آتے ہی صاف تہبند پہن لیتے اور اگر ملاقات سردیوں میں کوٹھے پر ہوتی تو حضورؒ کے قدموں میں دھول پر ہی بیٹھ جاتے اور جاتے ہوئے لباس تبدیل کرنے پر اس گرد و غبار کو بڑی احتیاط سے چادر میں لپیٹ کر بیگ میں رکھ لیتے۔

اللہ کے بندوں کے قدموں سے مس کیے ہوئے گرد و غبار کی عظمت کسی

اہل دل سے ہی پوچھیئے۔ حضرت صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ صاحب ایک دفعہ بچپن میں باہر کھڑکی میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت صاحب اندر تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب آئے صاحبزادہ صاحب نے پوچھا ''بھائی جی کیسے آئے''۔ کہنے لگے ''بیمار ہوں حضرت صاحب سے دعا کیلیئے آیا ہوں'' صاحبزادہ صاحب نے فرمایا ''بھائی جی! جب ابا جی (حضرت صاحبؒ) باہر تشریف لائیں تو خیال رکھنا جہاں آپؒ کا قدم مبارک آئے وہاں سے چٹکی سی مٹی لیکر چاٹ لینا۔ ان شاء اللہ آپ کو صحت ہوگی''۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں ''البتہ اس زمان ومکان کی معتبر دنیا کے مرکز میں ایک ریگستان ہے، جو مسلم کو جذب کرسکتا ہے اور اس کی قوت ذوقی اور فطرتی نہیں بلکہ مستعار ہے ایک کفِ پا سے، جس نے اس ریگستان کے چمکتے ذروں کو کبھی پامال کیا تھا''

ارادت اور وضاحت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے ارادت رکھنے والے خانوادوں میں سے ایک آہنگر خانوادہ موضع مانگٹ تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کا رہنے والا تھا۔ یہاں کے ایک صاحب ماسٹر احمد دین نامی حضورؒ کے سکول (زمیندار ہائی سکول) میں کام کرتے تھے۔ حضورؒ کے حسن اخلاق، معاملہ اور کارکردگی سے ایسے متاثر ہوئے کہ جذبہ لِلٰہیت نے کروٹ لی۔ آپؒ کے دستِ حق پرست کو ہی فقط رہبری و رہنمائی کا وسیلہ سمجھا۔ ان کا گاؤں چونکہ آپؒ کے پیر خانہ سیدا شریف کے راستے میں پڑتا تھا۔ عرض کی ''حضور! ہمارے ہاں بھی قدم رنجہ فرمائیں''۔ پیر خانہ کی حاضریوں کے دوران حضورؒ کبھی کبھار موضع مانگٹ رُکتے۔ ماسٹر صاحب کی ہمسائیگی میں یہ لوہار خاندان بستا تھا۔ لہٰذا یہ لوگ بھی حضورؒ کی صحبت اور مجالس سے مشرف ہوتے رہتے۔ اور چند ملاقاتوں میں ہی اس خاندان کے سربراہ بابا کرم دین صاحب اور ان کے بڑے بیٹے مولوی محمد دین صاحب بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور ہوتے ہوتے سارا کنبہ ہی اس نعمت سے فیضیاب ہوا حتیٰ کہ ان کے قبیلہ کے اردگرد کے گاؤں کے دیگر افراد بھی سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اب تو سیدا شریف حاضری کے موقعہ پر اکثر آپؒ کے اہل خانہ آپؒ کے پیر بھائی جرنیل صاحب عبداللہؒ صاحب ٹبی

والے اور متوسلین کی خاصی تعداد آپ کی ہمرکابی میں مانگٹ تشریف فرما ہوتے۔ بابا کرم دین صاحب کھانا تیار کرواتے جس میں گوشت، چاول، میٹھے گڑ والے چاول اور آپ کے لئے انڈا تیار کروایا جاتا۔ آپ فرماتے اتنا تکلف کیا ہے۔ مینوں پچھیا جے؟ دال ماش یا دال مونگی پکا لیتے'' (حضور کے پیش نظر میزبان کی سہولت ہوتی) کھانے سے فارغ ہو کر نماز عشاء حضور کی اقتداء میں ادا ہوتی پھر وہیں وعظ اور نعت خوانی سے حاضرین محظوظ ہوتے۔

کلمہ شریف بالجہر اور درود شریف کی چاشنی کا عجب ہی سماں ہوتا۔ دعائے خیر سے محبین ارام کیلئے رُخصت ہوتے۔ چند ایک میزبان حضرات کو اپنے پاس آرام کرنے کا موقع دیا جاتا۔ نماز تہجد کے وقت حضور کسی ایک ساتھی کو اُٹھاتے۔ نوافل اور اس وقت کے اوراد سے فارغ ہو کر آرام فرماتے۔ پھر نماز کی تیاری کر کے نماز فجر ادا فرما کر وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ نماز اشراق اور چاشت سے فارغ ہو کر متوسلین کی حاجات سنتے اور دعا فرماتے۔ بہن جی سید بی بی (والدہ بھائی محمد دین صاحب) کے بارے میں فرماتے ''سید بی بی زندہ ہی جنت دیکھ لے گی'' پھر پیدل یا تانگوں پر آستانہ محبوبیہ کی جانب سبک خرام ہوتے۔

ایک دفعہ دوران سفر سید اشریف بھائی فتح محمد صاحب نے عرض کی ''حضور! میں بہت گنہگار ہوں''۔[1] آپ سن کر کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا ''فتح محمد! جو آدمی مال، گھوڑا، بھینس، گائے وغیرہ لیتا ہے جہاں جانور کی خوبیوں کا ... کرتا ہے وہاں کچھ بُری عادتیں بھی اسی کے ساتھ خریدتا ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی تربیت کے کچھ ایسے دوررس اثرات تھے کہ اگر آپ گھر میں بڑے کو کسی بات پر تنبیہ فرماتے تو چھوٹے (صاحبزادگان) کانپ اُٹھتے کہ شاید ہماری کسی کوتاہی پر بڑوں کو کہا جا رہا ہے۔

تصور

مکتوب بنام محمد انور ولد فضل احمد بھٹی دفتر بھلوال منڈی سرگودھا (حال جلالپور جٹاں) گجرات

---

[1] لفظ گنہگار سننا حضور پسند نہ فرماتے۔ فرمایا کرتے ''اپنے گناہ پر مجھے کیوں گواہ بناتے ہو''

''عزیزم سلمہ وعلیکم السلام والکرام خیریت نامہ آیا فکر نہ کریں اللہ اللہ کرتے جائیں جب اللہ تعالیٰ کو مقصود ہوا ''تصور'' ہو جائے گا۔ تصور رکھنا مقصود بالذات نہیں۔ مقصود بالذات رضائے الٰہی ہے۔ اللہ اللہ کرتے جائیں اور اللہ تعالیٰ خیریت میں رکھے۔

والسلام

دعا گو''

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے فرمایا جب ہم تدریسی تعلیم کے سلسلہ میں لاہور کالج میں زیر تربیت تھے ایک دن شاہ عالم مارکیٹ کے ایک عیسائی گرجا کے قریب سے گزرے تو ہمارے کان میں پادری کی آواز پڑی جو ایک اجتماع کو خطاب کر رہا تھا اندر جا کر دیکھا تو اس جلسہ میں عیسائیوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے ہندو مسلم اور سکھ افراد بھی شامل تھے اور پادری کا روئے سخن اپنے مذہب کی اہمیت اور عیسائیت کی دیگر مذاہب پر فوقیت کی طرف تھا جس سے اسلام کی تذلیل کا پہلو نمایاں تھا ہم نے سوچا کہ اللہ پاک فرماتا ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ[1] تمام ادیان پر اسلام کو برتری حاصل ہے۔

پادری سے روائتی اجازت کے بعد ہم حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے ''اے لوگو! میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی جائے لیکن پادری صاحب نے جن حقائق کو مسخ کر کے بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب کا علمی ماٰخذ تحریف شدہ عیسائیت کی کتب (بائیبل) ہیں۔ حالانکہ جس منصب پر یہ فائز ہیں ان کی اپنے قدیم مذہبی علوم پر بھی نظر ہونی چاہیے۔ ہمارا قرآن مصدق و ناسخ کل ادیان ہے۔ خانوادہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آنے والے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آخر الزمان نبی ﷺ کی یوں خوش خبری دی ہے۔ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ[2] اس نوید مسیحا علیہ السلام کی تائید و تصدیق دیگر کتب سماوی خصوصاً بائیبل سے بھی ملتی ہے جسے قدیم علوم سے باخبر عیسائی علماء اچھی طرح جانتے ہیں

---

[1] الفتح۔۲۸۔ ترجمہ:۔ تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

[2] الصف۔۶: ترجمہ:۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ﷺ ہے۔

جس پر ام الکتاب قرآن حکیم شاہد ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ ؎۱

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے فرمایا میری اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ مسلمان جو پادری کے دلائل کی رو میں بہہ رہے تھے چونکے کہ ہم کدھر بھٹکے جا رہے تھے اور توبہ کی۔ کہ آئندہ ایسے اجتماعات سے اجتناب کریں گے۔

قیام پاکستان سے پہلے اکثر ایسا ہوتا کہ ہر مذہب کے لوگ معاشرتی زندگی کے باہمی میل جول کی وجہ سے ایک دوسرے کی مذہبی مجالس میں بھی شریک ہوتے۔ نتیجتاً عقائد اور اعمال بھی متاثر ہوتے۔ جس میں زیادہ تر مذہبِ حقہ اسلام ہی کے بھولے بھالے عوام زد میں آتے۔

حضورؒ نے فرمایا ''شہر کے اس مرکزی عیسائی ادارہ میں ہماری اس جراَتِ ایمانی نے مسلمانوں کی حمیتِ اسلامی کو جھنجھوڑا اور یہ بات اس علاقہ میں عام ہو گئی کہ عیسائی مشنری کا مقصود عیسائیت کا پرچار نہیں بلکہ اپنے روباہی نظریات سے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا ہے۔

''ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی تَقْلِیْدِ اَنْبِیَآئِہٖ وَمُتَابَعَتِہٖ اَوْلِیَآئِہٖ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ'' ؎۲

تبلیغ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ایک دفعہ گجرات سے براستہ سیالکوٹ، نارووال مجیٹھہ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں گاڑی پسرور ریلوے سٹیشن پر رُکی۔ اتفاق سے وہاں گاڑیوں کا کراس تھا۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ''جب ہم نے کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا تو پلیٹ فارم سے باہر ریلوے کے سایہ دار میدان میں دو باراتیں، ایک مسلمانوں کی اور ایک ہندوؤں کی گاڑی کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں اور ایک پادری انہیں عیسائیت کی ترغیب دے رہا تھا۔ مذہبی کتابچے بھی اس نے ان لوگوں میں تقسیم کر رکھے تھے۔ یہ دیکھ کر ہم سے رہا نہ گیا۔ گاڑی سے اتر کر اس مجمع میں پہنچے موجودہ عیسائیت کی تعلیم سے آگاہ

؎۱ ال عمران ترجمہ: ۔ تصدیق کرے اُس کی جو اس سے پہلی، میں (اگلی کتابوں کی تصدیق فرمائی)

؎۲ ترجمہ: ۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہمیں اپنے انبیاء کی تقلید اور اپنے اولیاء کی پیروی پر اپنے حبیب علیہ الصلوٰت والتسلیمات کی طفیل ثابت قدم رکھے۔

کیا۔تمام کتابچوں کو اکٹھا کر کے پادری کے حوالہ کیا اور بتایا کہ یہ تعلیم اسلام کے بھی منافی ہے اور ہندومت سے بھی متصادم ہے۔لوگ عیسائیت کا یہ تجزیہ اور دوسرے مذاہب سے تقابل سن کر پادری پر سخت برہم ہوئے اب تو پادری دم دبا کر بھاگ نکلا اتنے میں گاڑی کی روانگی کا سگنل ہوا اور ہم اپنی نشست پر آ بیٹھے اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے اتنے مسلمان لوگوں کو گمراہ ہونے سے بچایا اور ہندوؤں کو بھی اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کا موقع دیا۔"

للّٰہیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ۱۹۳۷ء میں موضع جعفر کوٹ تشریف لے گئے۔ نماز ظہر کے بعد کچھ دیر مسجد میں نمازیوں سے گفتگو کی۔پھر حضرت بابا بوہڑ شاہ صاحبؒ کے دربار پر تشریف لائے آپؒ کے ساتھ کافی لوگ تھے فاتحہ پڑھی پھر بھائی تاج دین سے فرمایا تاج دین! چل اج تیرے کھوہ ول چلیے" کنوئیں پر جاتے ہوئے راستہ میں رکے اور اپنی کھونڈی مبارک زمین میں گاڑ دی اور کھڑے ہو کر فرمایا "تاج دین! آج یہ زمین مسکرا رہی ہے کیونکہ کچھ دیر بعد یہاں بہت رونق ہوگی۔اور یہاں پر ذکر اذکار ہوگا" (زمین کے جس ٹکڑے پر اللہ کا ذکر ہو زمین کے دوسرے ٹکڑے اسے مبارک دیتے ہیں) یہ بات کہہ کر آپؒ کنوئیں پر تشریف لے گئے۔اور چند دن قیام کے بعد واپس گجرات تشریف لے آئے۔

بعد ازاں نمبر دار تاج دین صاحب نے آپؒ کی "کھونڈی" کے نشان کے اردگرد ایک ایکڑ جگہ پر چار دیواری بنائی۔شمال کی جانب ایک بیٹھک اور چند کمرے تعمیر کرائے۔اور جنوب کی طرف گھریلو رہائش کیلئے کمرے بنائے۔تقریباً چھ ماہ بعد حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ دوبارہ جعفر کوٹ تشریف لے گئے۔اور صاحبزادہ محمد یوسف صاحب کی شادی کا پروگرام ترتیب دیا اس نئی حویلی میں آپؒ نے قیام فرمایا اور یہاں ہی شادی مبارک انجام پائی۔آپؒ نے اپنے تمام دور و نزدیک کے مریدین اور برادری کو شادی میں شرکت کی دعوت دی۔

جب شادی کا دن آیا اور برات تیار ہو چکی اور دولہا کو "سلامی" پیش

کرنے کا موقعہ آیا تو سبھی عزیز واقارب اپنی اپنی لین دین کی کتابیں (پوتھیاں) لے کر آ جمع ہوئے۔ حضورؒ نے فرمایا ''پہلے یہ بتایئے میرے ذمہ آپ کا کچھ دینا تو نہیں'' سبھی نے عرض کیا ''حضور آپؒ کا یہ پہلا کام ہے اب تک آپؒ دیتے ہی آرہے ہیں۔ لینے کا موقعہ تو اب آیا ہے'' حضورؒ نے فرمایا ''نیوندرا بھاجی'' ہندوانہ رسوم ہیں مومن جو کچھ کرتا ہے رضائے الٰہی اس کا مقصود ہے۔ میں نے آج تک جس کسی کو جو کچھ دیا ہے ہدیۃً دیا ہے۔ لہٰذا اس کا حساب اس (پوتھی) سے خارج ہے۔ یہ خوشی کا موقعہ ہے۔ میں کسی کی دل شکنی نہیں کرتا مگر جو کچھ دیا جائے بطور ہدیہ اور تحفہ ہو۔

چنانچہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاحبزادہ کلاںؒ کی شادی پر ''نیوندرا بھاجی'' جو حقیقتاً قرض کی بدترین صورت تھی سے تمام برادری نے توبہ کی اور آپؒ کے خاندان سے یہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جاتی رہی۔ حضورؒ کی یہ عادت مبارک تھی کہ خوشی کے موقع پر بھی تعلیم و تربیت کے مواقع کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑی برات بسوں پر آپؒ کی قیادت میں موضع سیدا شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں رونق افروز ہوئی۔ اور ایک رات یہاں قیام کرنے کے بعد جعفر کوٹ پہنچی۔ اگلے دن آپؒ نے ایک بہت بڑی دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں جعفر کوٹ اور اردگرد کے دیہات کے تمام مسلمان سنتِ نبویہؐ سے محفوظ ہوئے۔ دعوتِ ولیمہ میں زردہ، پلاؤ، گوشت روٹی کا وافر انتظام تھا۔ حضورؒ نے شادی کے مہمانوں کو تقریباً پندرہ دن تک ٹھہرایا۔ خوب رشد وہدایت اور شرب وطعام سے ضیافت ہوتی رہی۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے شادی کے معاملات سے فارغ ہو کر بھائی نمبردار تاج دین صاحب کو فرمایا ''اپنی رہائش یہاں لے آؤ۔ اور یہاں بھیڑوں کا فارم بناؤ۔'' چنانچہ ایک بہت بڑا برآمدہ بنایا گیا جس میں پانچ صد بھیڑیں رکھی گئیں۔ حضورؒ جب بھی جعفر کوٹ تشریف لے جاتے۔ مہمانوں کی ضرورت کے مطابق جانور ذبح کر لئے جاتے۔ یہ تمام انتظامات رضائے الٰہی

اور حُبِّ نبی ﷺ کے جذبہ سے کئے گئے۔

والسّلام علیٰ من تبع الھدیٰ

تعلیم وتربیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ گھر کے افراد خانہ کی ہر طرح سے نگرانی فرمایا کرتے۔ لباس خوراک اور عادات واطوار پر کڑی نظر رکھتے۔ ان باتوں میں معمولی کوتاہی کو بھی درخور اعتناء خیال نہ کرتے۔ ایک دفعہ گھر میں ضرورتاً ایک بزرگ خاتون نے ذرا معمول سے کھلے پائچوں والی شلوار پہنی۔ فوراً تنگ پائچوں والی شلوار تبدیل کرنے کو فرمایا" اسی طرح آپؒ کی ایک کم سن پوتی نے جدید طرز کا برقعہ سلوانے پر اصرار کیا۔ آپؒ نے تربیت اور پیار کے تقاضوں کے پیش نظر سمجھانے کا یہ طریقہ اختیار فرمایا" اگر بابا جی دی پوتی بننا اے تے پھر سیدھا برقعہ (ٹوپی والا) پہننا ہوگا۔" اسی طرح غذا کے بارے میں بھی ہر فرد کی صحت کے پیش نظر شرب وطعام کا خیال رہتا۔ ایک دفعہ آپؒ کے ایک پوتے نے خربوزہ کھانا چاہا۔ جو اس وقت ان کے لئے مناسب نہیں تھا۔ آپؒ نے فرمایا" حکیم سے پوچھتے ہیں کھانے کے کتنے وقفہ کے بعد خربوزہ کھانا چاہیے۔ اس حکمت سے مناسب وقفہ کیلئے خربوزہ کھانے سے روکے رکھا۔ گھر میں جو کھانا پکتا۔ اس میں بھی خیال رکھا جاتا کہ افرادِ خانہ کی صحت اور طبعی ضرورت کے مطابق ہو۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا اگر کھانے پینے والی ایسی چیز جو کسی ایک فرد کی صحت کے پیشِ نظر حکیم نے بطور پرہیز منع کی ہوتی۔ حضورؒ گھر میں لانے سے منع فرمادیتے۔ بشری تقاضوں کے ساتھ ساتھ حضورؒ فرداً فرداً ہر شخص کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا بھی لمحہ بہ لمحہ خیال رکھتے۔ چھوٹے بچوں کو گلی میں عام بچوں سے میل جول پر پابندی تھی۔ بلکہ جو زائر مرد یا خواتین آتیں ان سے بھی میل ملاپ میں احتیاط کی جاتی۔ حضورؒ کے ایک صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں" کہ ہمیں حضرت بی بی جیؒ (والدہ صاحبہ) نے فرمایا ہوا تھا کہ جب کوئی عورت میرے پاس آئے تو آپ نے فوراً میرے پاس سے چلے جانا ہے۔ چنانچہ ہم ایسا ہی کرتے کہ جب کوئی عورت ایک دروازے سے داخل ہوتی تو ہم دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے۔" گھر میں جو چیز بطور ہدیہ آتی۔ اس کا استعمال بھی حضورؒ کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں

تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کلاںؒ فرمایا کرتے "کہ حضور اباجیؒ کے پاس متوسلین جو ہدایا لاتے۔ ہمیں کبھی بھی یہ خیال نہیں گزرتا تھا کہ یہ ہمارے لئے ہیں۔ بلکہ حضورؒ جب کسی اور حاجتمند کو ایسی چیز عطا فرماتے ہمیں بہت خوشی ہوتی۔"

بلا اجازت استعمال پر توبیخ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ موسم گرما کی تعطیلات میں اپنے وطن مجیٹھ تشریف لے جاتے۔ مگر گجرات میں اپنے گھر کو تالا لگا کر نہ جاتے۔ بلکہ کسی ملنے والے کی نگرانی میں کھلا چھوڑ جاتے۔ طعام وقیام کے انتظام بھی اسی طرح بدستور رہتے۔ تاکہ بیرون شہر سے آنے والے متوسلین کو خورد ونوش اور شب بسری کی سہولتیں میسّر رہیں۔ تعطیلات کے اختتام پر جب آپؒ کو تشریف لانا ہوتا تو بذریعہ خط یہاں کے منتظم درویشوں کو آگاہ کر دیا جاتا کہ ہم فلاں تاریخ کو فلاں گاڑی پر آرہے ہیں تاکہ گھر کی صفائی اور سامان وغیرہ کو ترتیب دے دیا جائے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ایک دفعہ حسب معمول اپنی آمد کی اطلاع کی۔ ان دنوں بھائی میاں خان صاحب اور ایک اور درویش کو گھر کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ انہوں نے کمروں کی صفائی اور دیگر اشیاء کو ترتیب دی۔ ایک کمرے کے کونے میں مٹی کے گھڑے پڑے ہوئے تھے۔ جب انہیں صاف کرنے لگے تو ایک گھڑے میں کچھ مٹھائی پڑی ہوئی ملی۔ ان صاحبان کی طبیعت للچائی اور مٹھائی کھا گئے۔ خیر! گھر کے سارے سامان کو درست کیا اور گاڑی کے وقت کے مطابق سٹیشن پر پہنچے۔ گاڑی آئی۔ حضورؒ اُترے ان دونوں کو ساتھ لیا اور گھر تشریف لائے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی عادت مبارک تھی کہ گھر کی ایک ایک چیز افراد خانہ اور متوسلین کے رہن سہن پر نگاہ رکھتے۔ کسی کجی یا نقص کی صورت میں ساتھ ساتھ آگاہ اور ضرورتاً تنبیہ بھی فرماتے رہتے۔ تاکہ درویش کی ہمہ پہلو تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رہے۔ حضورؒ نے آتے ہی جب ہر چیز پر نظر ڈالی تو گھڑوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "او میاں! اس گھڑے میں مٹھائی تھی؟" بھائی میاں خان صاحب نے عرض کیا "حضور! وہ خراب ہو گئی تھی اور اسے "اُلّی" (پھپھوندی) لگ گئی تھی" اور دبی زبان سے کہا اس لئے

ہم نے کھالی‘‘ اس پر حضورؒ کی طبیعت برہم ہوئی اور ارشاد فرمایا’’ اچھا کان پکڑ لو‘‘ دونوں نے کھڑے کھڑے کان پکڑ لئے۔ حضورؒ نے فرمایا’’ اس طرح نہیں ایسے جیسے سکول کے لڑکے پکڑتے ہیں‘‘ چنانچہ دونوں درویشوں نے جھک کر ٹانگوں کے نیچے سے ہاتھ نکال کر کان پکڑ لئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کھڑا ہونے کو کہا اور فرمایا’’ بلا اجازت کسی چیز کا استعمال درست نہیں۔‘‘ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا۔ ترجمہ:۔ جس کسی نے اچھے طریقے کی بنیاد رکھدی تو اُسے خود اِس کا ثواب بھی ملے گا اور اِن لوگوں کے برابر بھی ثواب ملے گا جو اس طریقے پر عمل کریں گے۔

حضرت مجددؒ الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ مدارِ این طریق بر دو اصل است استقامت بر شریعت بحدیکہ بر ترک ادنائے آداب آن راضی نباید شد و رسوخ و ثبات بر محبت و اخلاص شیخ طریقت بر نہجیکہ اصلا بروے مجال اعتراض نماند بلکہ جمیع حرکات و سکنات او زیبا و محبوب در نظر مرید در آید عیاذاً باللہِ سُبْحَانَہٗ در امرے از امور کہ باین دو اصل متعلق است خللے واقع شود و اگر بعنایت اللہ سُبْحَانَہٗ این دو اصل مستقیم است سعادتِ دنیا و آخرت نقد است۔

اِس طریق (نقشبندیہ) کا دارو مدار دو اصلوں پر ہے۔ ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک پر بھی راضی نہ ہوں۔ دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں۔ بلکہ اس کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب دکھائی دیں۔ خدا محفوظ رکھے کہ ان امور میں سے جو دو اصولوں کے متعلق ہیں کسی امر میں خلل واقع نہ ہو۔ اور اگر اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصل درست ہو گئے۔ تو دنیا و آخرت کی سعادت نقد وقت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ جَعَلَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْ مَعَالِی الْھِمَمِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ[۱]

[۱] اللہ تعالیٰ بلند ہمت لوگوں ہی کو دوست رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ سبحانہ ہمیں سید البشر علیہ وآلہ الصلوٰت والتسلیمات کے طفیل بلند ہمت لوگوں میں سے بنائے۔

ادبِ کلامِ پاک

مفتی احمد یار خانصاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر نعیمی چھپوائی اور اس کا پہلا پرنٹ خراب ہو گیا۔ پریس مالکان نے بازار میں ردی کے طور پر بیچ دیا حضورؒ نے بازار سے کوئی چیز منگوائی تو وہ اس کاغذ کی پڑیا میں آگئی۔ پڑیا پر جب آپؒ کی نظر پڑی تو قرآن حکیم کی تفسیر کے الفاظ تھے۔ سودا لانے والے کو بلایا اور پوچھا "کہاں سے اور کس دکان سے یہ پڑیا لائے ہو" درویش نے عرض کیا کہ فلاں دوکان سے لایا ہوں اور ایسے کاغذ وہاں کافی مقدار میں تھے۔ حضورؒ نے فرمایا "فوراً جاؤ اور ایسے تمام کاغذ خرید کر لے آؤ۔ اگر بازار میں ایسے کاغذ کسی اور دوکان پر نظر پڑیں تو وہ بھی خرید لاؤ" درویش گیا اور بازار میں جس جس دکان سے تفسیر کے کاغذ ملے خرید لایا۔ حضورؒ نے فرمایا اب ان کاغذوں کو دریائے چناب پر لے جاؤ۔ اور ایسی جگہ جہاں کسی جانور یا انسان کے پاؤں آنے کا احتمال نہ ہو محفوظ کر دو۔ یہ بھی خیال رہے کہ پانی کا بہاؤ بھی ادھر ممکن ہو تا کہ گل کر یہ زمین میں جذب ہو جائیں" کلام پاک سے محبت اور ادب کا یہ جذبہ درویش کا ہی حصہ ہے"

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قدرِ عالم

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے مفتی احمد یار خاں نعیمی صاحبؒ کے ساتھ بڑے دیرینہ اور گہرے روابط تھے باہمی ملاقاتوں کا تسلسل جاری رہتا۔ مسائل کی تحقیق کیلئے حضورؒ اکثر لوگوں کو بھیجتے رہتے۔ اور گاہے گاہے خود بھی تشریف لے جاتے۔ آپؒ کی تشریف آوری پر مفتی صاحبؒ بہت خوش ہوتے اور کہتے "حضورؒ آپ کا آنا باعثِ برکت ہے اگر کسی خاص مسئلہ کے سلسلہ میں تشریف لائے ہیں تو مجھے ہی بلا لیا ہوتا" حضورؒ فرماتے مفتی صاحب آپؒ مسندِ شریعت پر متمکن ہیں جس کی پاسداری درویش کے لئے لازمی ہے"۔

ایک دفعہ مسجد کی انتظامیہ نے مفتی صاحبؒ سے ناقدر شناسی کا رویہ اختیار کیا۔ جس پر آپؒ نے انتظامیہ کے افراد کو بلایا اور تنبیہہ کی "یاد رکھو مفتی صاحبؒ کے لئے مسجدیں بہت مگر گجرات شہر کو ایسا عالم نہیں ملے گا۔ اگر مفتی صاحبؒ یہاں

سے چلے گئے تو شہریوں کی اس سے اور زیادہ بدقسمتی کیا ہوگی'' اس پر مسجد کی انتظامیہ کو ندامت ہوئی اور مفتی صاحبؒ کی قدرومنزلت میں اضافہ ہوا۔

ایک روز مفتی صاحبؒ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تصنیف کردہ کتاب ''جاء الحق'' پیش کی آپؒ اندر تشریف لے گئے۔ جب دوبارہ باہر آئے تو آپؒ کے ہاتھ میں کتاب ''ذکر خیر'' تھی مفتی صاحبؒ کو عطا کی۔ اتفاق سے اس وقت قاری احمد حسین صاحبؒ بھی موجود تھے۔ قاری صاحبؒ مفتی صاحبؒ سے یوں مخاطب ہوئے'' مفتی صاحب دیکھا۔

اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے
یاں سودا نقد بہ نقدی ہے

مفتی صاحبؒ بہت محظوظ ہوئے۔ پھر حضرت صاحب قدس سرہ نے مناسب خاطر و مدارت سے دونوں حضرات کو رخصت کیا۔

بوسہ زن

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک مرید میاں بیوی کئی مہینے آپؒ کے پاس گجرات میں ٹھہرے اسکی بیوی گھر کے اندر کام کاج میں مصروف رہتی۔ اور خاوند باہر کی ضروریات میں مصروف رہتا۔ اسی دوران میں حضور کو اپنے عزیزوں کے ہاں جانا پڑا اور وہاں ہفتہ عشرہ قیام کیا۔ انہی دنوں بھائی صاحب کو گھر سے خط موصول ہوا کہ تمہاری والدہ بہت بیمار ہیں۔ جلدی گھر پہنچو۔ بھائی صاحب سخت پریشان ہوئے۔ کہ کیا کیا جائے۔ ایک طرف والدہ بیمار ہے دوسری طرف حضرت صاحب یہاں موجود نہیں۔ بلا اجازت جانا کسی صورت میں مناسب نہیں حضرت صاحب جب اس سفر سے واپس تشریف لائے۔ تو آتے ہی گھر سے آیا ہوا خط آپؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؒ خط ہاتھ میں لئے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لائے تو چہرۂ اقدس پر رنگِ جلال تھا۔ آتے ہی فرمانے لگے ''حکیم! گھر کیوں نہیں گئے۔ تمہاری والدہ اتنی بیمار ہے اور تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ والدین کی اطاعت گزاری تمہاری ذمہ داری ہے۔ میں کسی

صورت میں والدین کی خدمت میں کوتاہی گوارا نہیں کرتا۔ فوراً تیار ہو جاؤ اور صبح سویرے پہلی گاڑی پر گھر پہنچ جاؤ'' کئی مہینے سے رہ رہے تھے۔ رات تیاری میں گذری کپڑے دھوئے سنبھالے وغیرہ وغیرہ نماز فجر کے بعد گٹھڑی اٹھائی اور حضورؒ کی خدمت میں اجازت کیلئے حاضر ہوئے۔ تو حضورؒ نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ اپنے وظائف میں مشغول رہے۔ جب اوراد و وظائف سے فارغ ہوئے تو بڑی محبت اور شفقت سے فرمایا فکر نہ کرو تمہاری والدہ بالکل ٹھیک اور صحت سے ہے۔ یہ خط اس قسم کا صرف تمہیں بلانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ ناشتہ کریں آرام سے ٹھہریں۔ ان شاءَ اللّٰہ آپ کو جلدی بھیج دیں گے۔ حضرت صاحبؒ کی بعض متوسلین سے کچھ ایسی اُنسیت تھی۔ یا سلوک کے کچھ ایسے مراحل ہوتے کہ انہیں جانے کی اجازت فرماتے فرماتے کئی کئی دن لگ جاتے۔ شام کو تیاری کا حکم ملا۔ گٹھڑیاں باندھی گئیں۔ صبح ارشاد ہوتا ہے کل بھیجیں گے۔ گٹھڑی پھر کھل جاتی۔ جن کی رخصت ایسے ہوتی یہ چند ہی خوش قسمت گھرانے تھے۔ ویسے تو حضرت صاحبؒ کو وقت کی پابندی اور گھریلوں معاملات کو استوار رکھنے کی بڑی پاسداری ہوتی۔ چند دنوں کے بعد حضرت صاحبؒ نے دونوں میاں بیوی کو اپنے گھر بھیج دیا۔ جب اپنے گھر پہنچے تو والدہ بالکل خیریت سے تھیں جن لوگوں نے انہیں زیادہ طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا تھا ان کے متعلق حضرت صاحبؒ نے فرمایا ''یہ ایسے سیدھے ہوں گے کہ انہیں تمہارے طریقت کے تعلق پر رشک ہوگا'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضرت صاحبؒ انکے گاؤں ''ہرچوکی'' تشریف لے گئے تو سب سے پہلے سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے والے یہی افراد تھے اور پیر خانہ سے تعلقات میں ان دونوں میاں بیوی کو اپنا پیش رو سمجھتے۔

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

اخفائے حال

حضور قبلہ عالم قدس سرہ پر خفیؔ، خفیؔ، خفیؔ، کا ایسا فیضان وارد رہتا کہ آپؒ

اپنے ظاہری کمالات کو بھی پردہ اخفاء میں رکھتے۔[1] حضورؒ کا ایک عزیز ایک عیسائی کالج (Christian College) میں داخل ہوا ادارہ کے دستور کے مطابق ایک اضافی مضمون بائیبل اختیار کرنا پڑا۔ جس کی تعلیم کالج کے پرنسپل ڈی للی سکاٹ (D.Lillie Scott) خود دیتے تھے۔ اور مقدس کتاب ہونے کی وجہ سے کلاس روم کی بجائے کالج کے گرجا (Church) میں مذہبی روائتی اہتمام سے اسباق کا آغاز کرتے۔ ان دنوں خادم اکثر ہفتہ وار تعطیل پر گجرات حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ کم عمری یا کم ظرفی یعنی ''تھوتھا چنا باجے گھنا'' کے مصداق بائیبل کے خواندہ واقعات حضورؒ کو سناتا۔ چنانچہ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا اور حضورؒ بھی بڑی دلچسپی سے ایسے سنتے جیسے یہ باتیں آپؒ نے پہلے کبھی سنی ہی نہیں۔ ایک دفعہ ایک واقعہ بیان کیا تو آپؒ نے فرمایا یہ واقعہ تحریف شدہ ہے۔ ایسے نہیں بلکہ ایسے ہے۔ درویش نے عرض کیا حضور آپؒ نے بائیبل پڑھی ہوئی ہے؟ مسکرا کر فرمایا ''میں نے بائیبل کے امتحان میں گولڈ میڈل حاصل کیا ہے۔''

یہ وہ دور تھا جبکہ ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی تھی۔ عامتہ الناس تک انگریزیت کے نظریات سے متاثر تھے۔ سرکاری ملازمین اور امراء کا طبقہ تو مکمل طور پر عیسائیت کی لپیٹ میں تھا۔ ایسے دور میں دین کے تحفظ اور تبلیغِ اسلام کے لئے ضروری تھا کہ عالمِ دین اور ہادیٔ برحق، تقابلِ ادیان اور خصوصاً مذہبِ نصرانیت سے کما حقہ آگاہ ہو۔ نظریہ ضرورت اور علمی پسِ منظر (بائیبل میں گولڈ میڈل) کے پیشِ نظر حضور سیدویؒ نے فرمایا ''مولوی صاحب تفسیرات میں زیادہ تر تفسیر حقانی مصنفہ مولانا عبدالحق حقانیؒ کو زیر مطالعہ رکھیں'' چنانچہ تفسیر ہذا حضورؒ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے ''بائیبل کے علوم سے ہم نے بہت کام لیا ہے کئی عیسائی احبار (پادریوں) کو مسلمان کیا ہے۔

اندازِ تربیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ طالب کو محض تعلیم و تربیت کے لئے اپنے پاس ٹھہراتے، اور ٹھہرانے کا انداز ایسا دل آویز اور محبت انگیز ہوتا کہ طالب کو اپنی

---

[1] اخفائے حال پر تیرے قربان یا حبیبؒ ۔۔۔ یہ نقشبندیت کا ہے فیضان یا حبیب

رائے پیش کرنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہتی۔ روزمرہ کے کاموں ہی میں سلوک کی انتہائی منازل طے کروادیتے۔

ہاں! ذکر تھا ٹھہرانے کے انداز کا، حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک عزیز مولانا نصیر الدین صاحب آئے ہوئے تھے۔ کچھ دن قیام کے بعد حضورؒ سے اجازت طلب کی۔ اتفاق یہ کہ اس دن منگل تھا حضور مسکرائے اور فرمایا ''مولوی صاحب بقول زنان آج منگل ہے'' اسی طرح یہی مولوی صاحب ایک دفعہ حضورؒ کے پاس چند دن مقیم رہے ایک روز حضورؒ نے کسی نماز کے وقت فرمایا ''مولوی صاحب نماز پڑھائیں'' مولوی صاحب چونکہ آجکل جانے کا ارادہ رکھتے تھے عرض کرنے لگے ''حضور! میں تو مسافر ہوں'' آپؒ نے فرمایا ''مولوی صاحب پندرہ دن کی نیت کرلیں'' یعنی مقیم کا مقام پالیں۔ یہ ایک ٹھہرانے کا انداز تھا۔ یہ ٹھہرانا صرف لِلّٰہیت کی خاطر تھا۔ ان طریقوں سے نہ جانے آپؒ سلوک کے کون کون سے مقام طے کروادیتے تھے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

ذکر

ایک دفعہ بھائی تاج دین صاحب کے ایک پیر بھائی جو زیادہ وقت تسبیح گردانی میں گزارتے تھے نے کہا ''تاج دین تو زیادہ وقت دنیا کے کام کاج ہی میں صرف کرتا ہے کبھی بیٹھ کر وردووظائف نہیں کرتا۔ تو حضورؒ کا کیسا مرید ہے؟ یہ بات پیر بھائی نے کچھ اس انداز میں کہی۔ کہ بھائی تاج صاحب کو ایسا شدید احساس ہوا کہ جیسے وہ آپؒ کے حلقۂ ارادت ہی سے خارج ہوں۔ سخت پریشان ہوئے۔ آئندہ اتوار حضورؒ نے مجیٹھ آنا تھا۔ دیہی مصروفیات کو ''چھوڑ چھاڑ'' کر سیدھے مجیٹھ پہنچے۔ زائرین کی آمد اور گھریلو ذمہ داریوں کی وجہ سے حضورؒ سے اپنا حالِ زار کہنے کا موقعہ نہ ملا۔ آخر جب حضورؒ واپس گجرات کے لئے آنے لگے تو بھائی تاج دین صاحب بھی ساتھ ہو لیئے۔ چلتے چلتے جب ریلوے اسٹیشن کے ملحقہ کھلے میدان میں پہنچے تو بھائی صاحب اپنا حالِ دل زبان پر لائے ہی تھے کہ ادھر گاڑی کی آمد کا سگنل ہوگیا۔ اب ''نے پائے رفتن نے جائے ماندن'' لمحہ بھر کے لئے عجیب تذبذب کا شکار رہے۔ اتنے میں حضورؒ نے فرمایا ''تاج دین یہاں

سائے میں چادر بچھا دو" حضورؒ جونہی چادر پر بیٹھے اُدھر سگنل اُوپر اُٹھ گیا۔ حضورؒ نے تفصیل سے بھائی تاج صاحب کی دل برداشتگی کی داستان سنی اور فرمایا تاج دین تیرا وہ وظیفہ ہے جو تسبیح پڑھنے والے نہیں کر سکتے۔ تو جب عدالت میں مظلوم کی حمایت میں کھڑا ہوتا ہے فقط اللہ کی رضا جوئی کے لئے۔ کیا یہ کوئی چھوٹا وظیفہ ہے۔ اسی لئے کسی بزرگ نے ارشاد فرمایا اگر پیر دنیا کے کام لے کر خوش ہو تو مرید کے لئے یہی دین ہے۔ جو کام رضائے الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کے تابع ہو وہ سراسر دین ہے اور مستوجب اجر ہے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

چنانچہ بھائی تاج دین صاحب نے حضورؒ کے اس ارشاد کو بڑے ہی احسن طریق سے نبھایا، شام کے بعد گھر گھر جاتے اور ان کے نان ونفقہ کے بارے میں پوچھتے کسی کے لیئے پکی پکائی روٹیاں لے جاتے اور کسی کیلیئے دانے یا آٹا اُٹھائے ہوئے یوں سنتِ فاروقی ادا کرتے۔ درویش کھا کر نہیں بلکہ کھلا کر خوش ہوتا ہے مخلوقِ خدا کی دلجوئی بھی تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں "وہوشمندے باشد کہ بشکر این نعمت اقدام فرماید۔ وخدمتگاریٔ عیال صاحب خود را سعادت خود داند۔"

ایضاً۔ "ہر عملے کہ بروفقِ شریعتِ غرّا کردہ آید داخلِ ذکرست اگرچہ بیع وشریٰ بود پس در جمیع حرکات وسکنات مراعاتِ احکام شرعیہ باید نمود تا آنہا ہمہ ذکر گردد چہ ذکر عبارت از طردِ غفلت ست وچوں مراعاتِ اوامر ونواہی در جمیع افعال نمودہ آید از غفلتِ امر وناہی آنہا نجاتے میسّر شد ودوامِ ذکرِ او تعالیٰ حاصل گشت۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی تَقْلِیْدِ اَنْبِیَآئِهٖ وَ مُتَابَعَةِ اَوْلِیَآئِهٖ بِحُرْمَةِ حَبِیْبِهٖ عَلَیْهِ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی مُتَابِعِیْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَ التَّسْلِیْمَاتُ [1]

---

[1] "ترجمہ:۔ اور وہ شخص بہت ہی ہوشمند ہے جو اس نعمت کا شکر ادا کرے اور اپنے مالک کے عیال کی خدمت گذاری کو اپنی سعادت جانے۔ ایضاً جو عمل شریعت غرّا کے موافق کیا جائے۔ ذکر ہی میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید وفروخت ہو پس تمام حرکات وسکون میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی چاہیے۔ تاکہ سب کچھ ذکر ہو جائے۔ کیونکہ ذکر سے مراد ہے کہ غفلت دور ہو جائے جب تمام افعال میں اوامر ونواہی کو مدنظر رکھا جائے تو اس صورت میں بھی امر وناہی کی غفلت دور ہو جاتی ہے۔ اور دوام ذکر الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء کی تقلید اور اپنے اولیاء کی پیروی پر اپنے حبیب علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی متابعھم الصلوات والتسلیمات کی عظمت وحرمت کے طفیل ثابت قدم رکھے۔"

رُشد و ہدایت

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ۝ (الاعراف۔۱۸۱)

ترجمہ:۔اور ہمارے بنائے ہوئے لوگوں میں سے ایک ایسا گروہ ہے جو حق بتاتا ہے اور اس پر انصاف کرتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ

آنچہ بر ما فقیران لازم است دوام ذُل است و افتقار و انکسار و تضرع و التجا واداءِ وظائفِ عبودیت و محافظت حدود شرعیہ و متابعت سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ و تصحیح نیات در تحصیل خیرات و تخلیص بواطن و تسلیم ظواہر و رویتِ عیوب و مشاہدہ استیلاءِ ذنوب و خوفِ انتقامِ علام الغیوب و قلیل پنداشتن حسناتِ خود را اگرچہ بسیار باشد و کثیر انگاشتن سیئاتِ خود را اگرچہ اندک باشد و ترسان و لرزان بودن از شہرت و قبولِ خلق قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْهِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ و متہم داشتن افعال و نیاتِ خود را اگرچہ مثل فلقِ صبح باشد و عدم اعتنا باحوال و مواجید خود اگرچہ صحیح و مطابق باشد و اعتماد نباید کرد و مستحسن نباید پنداشت مجردِ تائیدِ دین و تقویت ملت را و ترویج شریعت و دعوتِ خلق را بحق جل و علا چہ این قسم تائید گاہ ہست کہ از کافر و فاجر ہم آید قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ: لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ مرید یکہ بطلب آید و ارادہ مشغولی نماید آن را در رنگِ بر و شیر باید دانست و باید ترسید کہ مبادا از ین راہ خرابی او خواہند و استدراجِ او نمایند و اگر فرضاً در قدوم مرید در خود فرحے و سرورے یابند آن را کفر و شرک دانند و تدارکِ آن بہ ندامت و استغفار چندان نمایند کہ اثرے از ان سرور نماند بلکہ بجائے آن فرح حزن و خوف نشیند و نیک تاکید نمایند کہ طمعے در مال مرید و توقعے در منافع دنیوی او پیدا نشود کہ مانعِ رشدِ مرید است و باعثِ خرابی پیر چہ آنجا ہمہ دینِ خالص میطلبند اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ شرک را در ان حضرت بہ ہیچ وجہ گنجایش نیست و بدانند کہ ہر ظلمتے و

کدورتے کہ بردل طاری گردد ازالہ آن بتوبہ و استغفار و ندامت و التجا باسہل وجوہ میسر است مگر ظلمتے و کدورتے کہ از راہ محبت دنیای دنی بردل طاری شود کہ منغص میگرداند و متنجس میسازد دور ازالہ آن تعسُّر تام است و تعذُّر بر کمال صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ حُبُّ الدُّنْیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ عَنْ مَحَبَّۃِ الدُّنْیَا وَ مَحَبَّۃِ اَبْنَائِہَا وَ اَرْبَابِہَا وَ الاِخْتِلَاطِ بِہِمْ وَ الْمُصَاحَبَۃِ مَعَہُمْ فَاِنَّہَا سَمٌّ قَاتِلٌ وَ مَرَضٌ ھَالِكٌ وَ بَلَاءٌ عَظِیْمٌ وَدَاءٌ عَمِیْمٌ اخوی ارشدی شیخ حمید باحسن وجوہ مُتَرَدِّدِ آن حدود اند استماعِ سخنانِ نو و تازہ را از یشان غنیمت دانند و الباقی عند التلاقی (مکتوب ۱۷۱)

ترجمہ:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ ۔ جو کچھ ہم فقیروں پر لازم ہے (وہ یہ ہے کہ) ——(۱) ہمیشہ فقر کی حالت میں انکساری، گریہ و زاری اور التجا و عاجزی کے ساتھ رہنا ——(۲) اور وظائف عبودیت کی ادائیگی ——(۳) حدودِ شرعیہ کی محافظت ——(۴) اور نبی کریم علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی روشن سنت کی متابعت ——(۵) تصحیح نیت (یعنی نیک کام انجام دیتے وقت رضائے الٰہی کی نیت رکھنا) ——(۶) اپنے باطن میں اخلاص اور اپنے ظاہر کو اطاعت میں مشغول رکھنا ——(۷) اپنے عیبوں پر نظر رکھنا ——(۸) اپنے گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کر کے حق تعالیٰ علام الغیوب کی باز پُرس سے خائف رہنا ——(۹) اپنی نیکیوں کو کم سمجھنا اگرچہ زیادہ ہوں ——(۱۰) اپنے گناہوں کا زیادہ خیال کرنا اگرچہ تھوڑے ہوں ——(۱۱) مخلوق میں اپنے مقبول ہونے کی شہرت سے لرزاں و ترساں رہنا، جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: بِحَسْبِ امْرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ (یعنی آدمی کی بُرائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ لوگ دین اور دنیا میں (شہرت کی بنا پر) اس کی طرف اُنگلیاں اُٹھائیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) ——(۱۲) اپنے افعال و نیتوں کو ناقص سمجھنا اگرچہ وہ روز روشن کی طرح واضح ہوں ——(۱۳) اپنے احوال و مواجید پر عدم توجہ کرنا اگرچہ وہ درست اور مطابق (شریعت) ہی کیوں نہ

ہوں ــــــ (۱۴) صرف دین کی تائید اور ملت کی تقویت اور ترویج شریعت اور مخلوق کو حق جل وعلا کی طرف دعوت دینا (وغیرہ) ان پر کچھ اعتماد نہ کریں اور ان کو مستحسن نہ سمجھیں جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت واضح نہ ہو جائے، کیونکہ اس طرح کی تائید کبھی کافر اور فاسق و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (بیشک اللہ تعالیٰ (کبھی) اس دین کی تائید فاسق فاجر آدمی سے بھی کرا دیتا ہے) ــــــ (۱۵) اگر کوئی مرید طلب کے ساتھ آئے اور مشغول رہنے کا ارادہ ظاہر کرے اس کو شیرِ ببر کی طرح سمجھنا چاہئے، اور اس سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے (پیر کے لئے) خرابی مطلوب ہو، اور یہ امر اس کے لئے استدراج نہ ہو جائے ــــــ اور اگر بالفرض کسی مرید کا آنا خوشی اور سرور کا باعث ہو تو اس کو کفر و شرک کی طرح بُرا جانیں اور اس کا تدارک استغفار و ندامت کے ذریعے اس حد تک کریں کہ فرحت و خوشی کا اثر بالکل زائل ہو جائے بلکہ خوشی کی بجائے غم اور خوف دل میں بیٹھ جائے ــــــ (۱۶) اور (اپنے خلفاء کو) اس کی تاکید کریں کہ مرید کے مال میں طمع اور دنیاوی منافع کی توقع ہرگز نہ رکھیں کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت میں رکاوٹ اور پیر کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ وہاں (یعنی حق تعالیٰ کے ہاں) خالص دین کا مطالبہ ہے۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط (سورۂ زمر ۳۹ آیت ۳) (آگاہ رہو کہ خالص دین اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)۔ اس پاک جناب میں شرکت کی کسی طرح بھی کوئی گنجائش نہیں ہے ــــــ (۱۷) اور جاننا چاہئے کہ ہر قسم کی ظلمت و کدورت (میل وکچیل) جو دل پر طاری ہو جائے اس کا ازالہ توبہ و استغفار اور شرمندگی اور التجا کے ذریعے آسانی سے کیا جا سکتا ہے لیکن جو ظلمت و کدورت کمینی دنیا کی محبت کے راستے سے دل پر طاری ہو جاتی ہے وہ دل کو غلیظ اور ناپاک کر دیتی ہے۔ اس کے دُور کرنے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحیح فرمایا: حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو آپ کو دنیا کی محبت اور دنیاداروں کی محبت اور ان کے میل جول سے نجات دے کیونکہ یہ محبت زہرِ قاتل ہے اور ہلاک کرنے والا مرض ہے اور عظیم ترین بلا ہے اور پھیلنے والی بیماری ہے ــــــ اخوی ارشدی شیخ حمید خوشی کے ساتھ آپ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں ان کی نئی تازی باتوں کو غور سے سنیں اور ان (کی صحبت) کو غنیمت جانیں، باقی بوقتِ ملاقات۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

(الف) زیرا کہ طریق افادہ و استفادہ مبنی بر مناسبت طرفین است ابتداءً طالب رابواسطۂ کمالِ دناءت وخساست مناسبتی بجنابِ اقدس عزّ سلطانہ نیست برزخی ذی جہتین درکاراست وآن شیخ کاملِ مکمل است

ترجمہ:۔ کیونکہ فائدہ پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا دونوں طرف کی مناسبت پر موقوف ہے اور ابتدا میں طالبِ طریقت کو اپنی نہایت پستی وکمینگی کے باعث حق تعالیٰ عز سلطانہ کی پاک بارگاہ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی اس لئے دونوں طرف (یعنی خالق ومخلوق کے درمیان تعلق والا ایک واسطہ (برزخ) ہونا ضروری ہے اور وہ شیخ کامل ومکمل ہے۔

(ب) مدارِ طریقِ این بزرگواران قَدَّسَ اللّٰہُ تعالیٰ اِسْرَارَھُمْ برصحبت است وبگفت وشنودی کاری نمی کشاید بلکہ سستی درطلب پیدامی آرد احتمال دارد کہ بعد از چندگاہ بجانب دہلی وآگرہ سیری واقع شود اگر جریدہ خودرا رسانند و مشافہۃً چیزی اخذ نمودہ بسُرعت بازگردند گنجایش دارد (مکتوب ۶۱)

ترجمہ:۔ان بزرگواروں قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کے طریق کا دارومدار (پیر کی) صحبت پر ہے اور (صرف) کہنے سننے سے کوئی کام نہیں بنتا بلکہ طالب میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اُمید ہے کہ کچھ دنوں کے بعد دہلی وآگرہ کی طرف ہمارا سفر واقع ہو جائے اگر آپ (وہاں) تنہا تشریف لائیں اور آمنے سامنے کچھ حاصل کر کے جلدی واپس چلے جائیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔

''دومرتبہ شما قدم رنجہ نمودہ آمدہ اید وزود برخاستہ رفتید فرصتِ آن نشدہ کہ بعضی از حقوق صحبت اداکردہ شود مقصود از ملاقات افادہ است یا استفادہ وچون مجلس ازین ہردو خالی باشد از اعتداد خارج است پیش این طائفہ خالی شدہ باید آمد تا مملو بازگردد واظہار افلاس خود باید نمود تا ایشان رابرُوے شفقت آید وراہِ افاضہ بکشاید سیر آمدن وسیر رفتن مزہ ندارد امتلا راجز علت یار نیست واستغنا راجز

طغیان کارنہ۔ حضرت خواجہ نقشبد قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہ فرمودہ اند اول نیاز خستہ بعد ازان توجہِ خاطر شکستہ۔ پس توجہ را نیاز شرط آمد۔"[۱] (مکتوب ۱۵۷)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کو جب آپ کے متوسلین اور دیگر محبین خطوط لکھتے تو بڑے بڑے القابات قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، سراج الواصلین، ولی حقانی، غوث صمدانی، شمسِ عرفانی، محبوب سبحانی، سعید ازل، نائب رسول، کوہ استقامت، حبیب الرحمٰن، وغیرہ سے مخاطب کرتے۔ حضور جب لفافہ کھولتے تو مرقومہ کا یہ حصہ بغیر پڑھے ہی الٹا کر کے نفسِ مضمون پڑھنا شروع کر دیتے۔ ایک دفعہ ایک عزیز نے عرض کیا حضور اوپر والی عبارت تو آپؒ نے پڑھی ہی نہیں اور الٹا کر دیا ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "وہ خطاب تو میرے حضور سیدوی قدس سرہٗ العزیز کی طرف ہے"۔

خلافت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے دامن سے وابستہ ہونے والے علماء میں سے ایک صاحب حاضرِ خدمت ہوئے سلامِ مسنونہ اور ضروری تواضع کے بعد حضورؒ نے تقریبِ ملاقات کا مقصد دریافت فرمایا۔ تو کہنے لگے حضور اللہ پاک نے مجھے کئی کمالات (صلاحیتوں) سے نوازا ہے مثلاً فنِ کتابت میں خاصی مہارت حاصل ہے۔ فنِ طبابت میں مریضوں کا ہر وقت میرے گرد ہجوم

---

[۱] ترجمہ:۔ "آپ ہمارے ہاں دو مرتبہ تشریف لائے اور جلدی ہی واپس چلے گئے۔ اتنی فرصت نہ ملی کہ صحبت کے بعض حقوق ادا کیے جاتے۔ ملاقات کا مقصود فائدہ پہنچانا یا فائدہ حاصل کرنا ہے اور چونکہ ملاقات ان دونوں (حالتوں) سے خالی رہی اس لئے یہ (ملاقات) کسی شمار میں نہیں ہے ——— اس گروہ (اہل اللہ) کے پاس (دل و دماغ کو) خالی کر کے آنا چاہیے تاکہ بھرا ہوا واپس جائے اور اپنی غربت (بے عملی) کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ وہ اس پر شفقت (وہمدردی) کریں اور فیض رسانی کا راستہ کھل جائے۔ سیراب آنا اور سیراب جانا (جیسا آیا ویسا گیا) مزہ کی بات نہیں۔ پر شکمی مرض کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور لاپروائی سوائے سرکشی کی وجہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا ہے "پہلے نیاز مندی اور خستہ دلی درکار ہے اس کے بعد دلِ شکستہ پر اہل دل کی توجہ مبذول ہوگی۔ پس توجہ حاصل کرنے کیلئے (طالب کی) نیاز مندی وعاجزی شرط ہے۔

رہتا ہے۔ اور فنِ خطابت میں اپنے حلقہ میں میرا ایک نمایاں مقام ہے۔ گویا کہ عوام کو اپنے گرد اکٹھا کرنے کی ہر طرح کی اہلیت رکھتا ہوں۔ اگر کمی ہے تو صرف خلافت (نیابت) کی۔ اگر اس نعمت سے مجھے نوازا جائے تو لاتعداد لوگوں کی ہدایت کا سبب بن سکتا ہوں حضورؒ نے فرمایا ''خلافت تو مل سکتی ہے مگر اس کے لئے ایک شرط ہے۔'' آپؒ کے اس ارشاد سے طالبِ خلافت بہت خوش ہوئے کہ کام بنا چاہتا ہے۔ ''فوراً عرض کیا حضور! وہ شرط کیا ہے؟ میں پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

حضورؒ نے فرمایا ''خلافت ـــــ خواہشاتِ ذاتیہ نفسانیہ کے ترک کا نام ہے۔ اللہ کا نام محض رضائے الٰہیہ کی طلب کیلئے بتایا جاتا ہے۔ لوگوں کا اکٹھا کرنا مقصود نہیں اگر آپ خلافت کے متمنی ہیں تو وہ خطابت جو داد و دہش، تسکینِ نفس اور دیگر لوگوں میں قبولیت اور برتری کی خواہش مند ہے اسے چھوڑنا پڑیگا'' یہ سنتے ہی حضرت علامہ دم بخود ہوگئے اور ایک لمبی اور گہری سوچ و بچار کے بعد عرض کرنے لگے ''حضور! منبر گزینی بڑی مشکل ہے یہ ایک ایسا نشہ ہے۔

؏ چھٹتی نہیں یہ کافر منہ سے لگی ہوئی

حضورؒ نے فرمایا ''میری خلافت اُستریاں دی مالا اے'' (میری خلافت اُستروں کی مالا ہے)

''اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ؁ ۱''

یہ نفس پروری اور دست بوسی کا ہتھکنڈا نہیں۔ خلافت ـــــ طالب خدا کا ایک مقام اور منصب ہے۔ جب سالک تائید الٰہیہ سے اس منزل کو پالیتا ہے۔ تو مرشد پاک مسترشد کو اس مرتبہ کی بشارت عطا فرماتے ہیں۔

---

۱ العنکبوت ۔۲۔ ترجمہ:۔ کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

ذکر خیر میں ہے "ایک اور شخص نے سوال کیا کہ حضرت مجھ کو فلاں بزرگ نے فلاں وظیفہ پڑھنے کے واسطے فرمایا تھا اور کہا تھا کہ اگر تم پڑھو گے تو تمہیں تمہارے پیر اپنی خلافت عنایت فرمائیں گے۔ اور تم خلیفہ ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر آپ" کچھ متوجہ نہ ہوئے۔ بہت دیر کے بعد توجہ فرمائی اور فرمایا" کہ اس خیال سے وظیفہ پڑھنا شرک ہے کیونکہ اس میں اپنی ہی خواہش ہے۔ اگر خلیفہ ہو گیا تو کیا ہوا کوئی قطعیت تو اس پر جنتی ہونے کی نہیں وارد ہوتی۔ درویشی تو اس کا نام ہے کہ ہر فعل اور قول اور حرکت اور سکون رضائے الٰہی میں رکھے۔ اور دل میں یہ تصور اور مقصود ٹھہرائے کہ اس حیات میں مقصود میرا خدائے تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ جس طور بھی مولا راضی ہو۔ پھر خواہ جہادِ نفس سے، خواہ شبِ بیداری سے، خواہ نوافل صوم وصلوٰۃ سے، خصائلِ رذیلہ زائل اور عاداتِ حمیدہ کو حاصل کرنے سے۔

مگر علت غائی اس سے یہی ہونی چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس خیال سے جب انسان عبادت کرتا ہے تو اسکی حالت قرب الی اللہ کے لائق ہو جاتی ہے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے عنایتِ الٰہی متوجہ ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اول آسمان کے ملائکہ کو فرماتا ہے۔ کہ یہ میرا بندہ ہے میں نے اس کو قبول کر لیا ہے تم بھی اسے قبول کرو۔ حسبِ ارشاد وہ ملائکہ قبول کر لیتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے دوسرے آسمان کے ملائکہ کو کہ فلاں بندہ قبول کر لیا خدا تعالیٰ اور اول آسمان کے ملائکہ نے، تم بھی قبول کرو۔ وہ بھی قبول کر لیتے ہیں۔ پھر تیسرے آسمان کے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے۔ کہ قبول کر لیا اس کو اللہ تعالیٰ اور ملائکہ نے اول آسمان اور دوسرے آسمان کے۔ تم بھی قبول کرو چنانچہ وہ بھی قبول کر لیتے ہیں۔ پھر چوتھے آسمان کے ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس کو قبول کر لو۔ حسبِ ارشاد وہ بھی قبول کر لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ پانچویں چھٹے ساتویں آسمانوں تک اسی طرح قبولیت ہوتی آتی ہے پھر آواز دی جاتی ہے زمین میں کہ اے بندو! قبول کر لو اس بندے کو کہ قبول کر لیا ہے اس کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے۔ اور اول اور دوسرے اور تیسرے اور چوتھے اور پانچویں اور چھٹے اور ساتویں آسمان کے ملائکہ نے۔ چنانچہ حسبِ ارشاد وہ بھی قبول کر لیتے ہیں پھر آواز دی جاتی ہے تمام حیوانات اور حجر اور شجر کو کہ قبول کر لو اس بندے کو کہ قبول کر لیا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام مخلوقات نے پھر وہ بندہ قبول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اور جمیع مخلوقات اس کو قبول فرما لیتے ہیں۔ یہ قبولیت جس کے

حصول کا مایہ رضائے الٰہی ہے۔ یہ اگر بتمامہ حاصل ہو جائے تب تو خلیفہ خدا تعالیٰ کا کہلاتا ہے۔ اور اگر کچھ قدرے حسب لیاقت جس قدر کہ مادہ رکھتا ہو انسان مرضیات الٰہی میں کوشش کرے۔ اس قدر اس پر مقبولیت وارد ہوتی ہے اور اگر اس کا شمہ حاصل ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر خلافت کا لفظ استعمال ہو جاتا ہے مگر وہ بات حاصل جب ہی ہوتی ہے کہ اپنی رضا کو ترک کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مضبوط پکڑ لے۔ اور اپنے تمام حرکات وسکنات وارادات واقوال وافعال موافق رضائے الٰہی کے رکھے۔ اور امید لقائے الٰہی کی دل میں جمائے۔ یہ تو انسان کا حق ہے اور اگر اس کو کسب ٹھہرائے کہ لوگ میرے مرید ہوں اور میں فلاں کا خلیفہ کہلاؤں اس میں اپنی رضا ہے اور وہ شرک ہے۔ ”اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ مِنْ مِّثْلِ هٰذَا الشِّرْكِ“[۱]

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: فکرِ کارِ خود باید کرد تا ایمان بسلامت ببرد اجازت نامہ ومریدان بکار نخواہند آمد در ضمنِ کارِ خود اگر شخصے بطلبِ صادق بیاید آن را تعلیمِ طریقت بکنند نہ آنکہ تعلیم طریقت را اصل کار بگیرند و معاملہ خود را تابع آن سازند آن خود سراسر ضرر و خُسران است

ترجمہ:۔ اپنے کام کی فکر خود کرنی چاہئے تاکہ (دنیا سے) ایمان سلامت لے جائیں —— اجازت نامہ اور مرید کام نہیں آئیں گے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب کے ساتھ آئے تو اس کو طریقت کی تعلیم دیدی جائے، نہ یہ کہ تعلیم طریقت کو اپنا اصل کام (پیشہ) سمجھ لیں اور اپنا معاملہ اس کے تابع کر دیں کہ یہ سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

ارشادِ ربانی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۝[۲]

صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ کے حاشیہ میں اِس آیت مبارکہ کے

---

[۱] ہم اللہ سبحانہ کی پناہ چاہتے ہیں اس جیسے شرک سے۔

[۲] مریم۔ ۹۶: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کر دے گا۔

بارے میں لکھتے ہیں۔ ''یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں اُن کی محبت ڈال دے گا''۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام اِس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اِس کو محبوب رکھیں اور آسمان والے اِس کو محبوب رکھتے ہیں پھر زمین میں اِس کی مقبولیت عام کر دی جاتی ہے'' مسئلہ اِس سے معلوم ہوا مومنین صالحین اولیاء کاملین کی مقبولیتِ عامہ اُن کی محبوبیت کی دلیل ہے جیسا کہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ ، حضور غوثِ اعظمؒ ، حضرت امام ربانی مجدّ دالف ثانیؒ وَ دیگر اولیاء عظام رَحِمَھُم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔

عطائے نیابت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے دورِ تخلیہ کے دوران میں حضرت صاحبزادہ سیّد محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے ایک کاروبار کے سلسلہ میں کچھ فرنیچر بنوایا۔ جس میں سربراہِ کاروبار کے لئے ایک مخصوص طرز کی پرشکوہ نشست (کرسی) تیار کروائی تھی۔ جب یہ سامان تیار ہو کر گھر آیا تو وہ بڑی کرسی حضرت صاحبزادہ سیّد محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ اِس وقت فرزندِ اکبر حضرت صاحبزادہ سیّدؒ محمد یوسف صاحبؒ بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ حضرت صاحب کو اِس پر تشریف فرما ہونے کے لئے عرض کیا گیا تو آپ نے صاحبزادہ صاحب کلاں کا بازو پکڑ کر اُنہیں کرسی پر بٹھا دیا۔ آنجناب نے '' الامر فوق َ الادب'' کے تحت ایک لمحہ کے لئے کرسی پر ترچھا سا ہو کر سہارا لیا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح صاحبزادہ حضرت سیّد محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کو کرسی نشین کیا مگر دونوں حضرات نے کمالِ ادب کا مظاہرہ کیا۔ کتاب ''میرے حضورؒ میں اِس واقعہ کی وضاحت ''صاحب السجادہ'' کے ضمن میں آ چکی ہے

''صاحب السجادہ'' کی عظمت و کرامت کی توثیق کے لئے درج ذیل واقعہ حرفِ آخر ہے۔ انہیں دورِ تخلیہ کے ایّام میں ایک دِن حضرت فرزندِ اکبر

حضرت صاحبزادہ سید محمد یوسف صاحبؒ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ اور نیاز مندی کی اجازت چاہی۔ حضورؒ نے حاضری کی اجازت کا اِشارہ فرمایا۔ اُن صاحب کو حضورؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اُس شخص نے اجمالاً اپنے حالات وواقعات عرض کئے جن سے ترشح ہوتا تھا کہ طالب مولا ہے۔ پھر نہایت عجز وانکساری سے معروض ہوا کہ حضورؒ مجھے اِس سلسلۃ الذہب میں منسلک فرمالیں

عشق کرم دا قطرۂ ازلی ئیں میں دے وس نا ہیں
اِکناں لبھدیاں ہتھ نہ آوے ہکناں دے وچ راہیں

یہ وہ دور تھا جب حضورؒ گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اُس شخص کے ہاتھ پکڑے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے ہاتھوں میں اِس طرح دے دیئے جیسے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔[۱] پھر صاحبزادہ صاحب کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب تو ادباً خاموش رہے۔ درویش جو پیچھے حضرت صاحب کو سہارا دیئے ہوئے تھا، نے کلمات بیعت جو اِس موقعہ پر حضرات خواجگان کا طریقہ ہے دہرائے۔ طالب مذکور کو کہلوائے اور مسنونہ وظائف بتائے۔ پھر حضرت صاحب نے دُعا فرمائی۔

اسی طرح چند روز کے بعد اسی نوعیت کے ایک اور طالب حاضرِ خدمت ہوئے حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے حضرت صاحبزادہ سید محمد مسعود احمد مدظلہ العالی سے اِسی طریق پر اِن سے بیعت کروایا۔ تفویضِ نعمتِ نیابت کا سلسلہ عالیہ حبیبیہ میں اپنی نوعیت کا یہ منفرد واقعہ ہے۔

---

[۱] حضرت صاحبزادہ صاحب کے لئے یہ صورتحال باطنی طور پر عجب ہی تذبذب کا پیش خیمہ تھی۔ نا معلوم اِس واقعہ پر کن کن خیالات نے آ گھیرا۔ جن کی عکاسی کا چہرۂ اقدس آئینہ دار تھا۔ ماضی، حال اور مستقبل آنکھوں کے سامنے گھوم گئے۔ حضور کا اِرشاد ''میری خلافت اُستریاں دی مالا اے'' نے خوب جھنجھوڑا۔ اِس کے علاوہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو خلافت کے متمنی لوگوں سے سخت نفرت تھی، کہا کرتے۔ جس طالب کیلئے اطمینانِ تام قلب کا باعث شیخ کی ذات نہیں۔ خلافت کی خواہش اُسے کیسے تسکین دے سکتی ہے۔ بلکہ یہ (خواہش) خواہشاتِ نفسانی کے قبیل سے ہے۔ بہر حال چاہنا مذموم ہے۔ عطا ممدوح ہے۔ جیسا کہ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے حضور سیدوی قدس سرہ العزیز کو تفویضِ منصب نیابت کے موقع پر عرض کیا۔ حضور! ..... سائل نالوں مسئول بہتر جاندا اے۔

جنیدِ زماں

"حضرت مولانا محمد عالم آسی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت نے مولوی صاحب کی زندگی میں کچھ ایسے لازوال اثرات چھوڑے کہ دیگر تمام علوم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود تصوف کی چاشنی کچھ اس طرح تھی کہ آپ سلف الصالحین کے کردار کی ایک چلتی پھرتی تصویر نظر آتے تھے۔ آپؒ نے دینِ حق اور احیائے شریعت اسلامیہ کی کچھ اس طرح پشت پناہی کی کہ اپنے وقت کے جنید و شبلی نظر آنے لگے۔ طریقت میں آپؒ کا توسل حضرت خواجہ صاحب سیدوی علیہ الرحمۃ سے ہے آپؒ کو بیعت کرنے کے قلیل عرصہ بعد ہی کلاہ خلافت پہنا کر اجازت وارشاد سے سرفراز فرمادیا۔" (پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین قلعداری)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ دورانِ تعلیم سکول ہی میں کلیسائی وفاق کے امتحانات میں شامل ہوئے۔ امتحان سے کامیاب ہوئے۔ اور گولڈ میڈل حاصل کیا" تقابل ادیان میں باوجود تبحر علمی کے حضورؒ اپنی صلاحیت کا اظہار بہت کم ہونے دیتے۔ کبھی کسی مجلس میں آپؒ کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا گیا" کہ میں یہ کچھ پڑھا ہوا ہوں...." بلکہ حق بات آپؒ فرما دیتے۔ مگر اپنی بات کے ثبوت میں حوالہ جات کا سہارا نہ لیتے اور نہ ہی دلائل کی ضرورت ہوتی۔ حق الیقین کے ایسے مقام پر آپؒ فائز تھے۔ کہ سننے والا آپؒ کی بات کے مقابلہ میں کسی دوسرے کی بات ہی سننا گوارا نہیں کرتا تھا۔

فرزندی ہرچہ گوئد......

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے زمیندارہ ہائی سکول میں ایک مولوی صاحب شریک کار تھے۔ دینی موضوعات پر کبھی کبھار آپؒ سے گفتگو بھی ہوتی۔ ایک موقع پر حضرت امام ربانی مجددالف ثانیؓ کے مکتوبات شریف میں سے ایک مکتوب پر بات چل نکلی۔ حضورؒ نے مکتوب شریف کے معانی پر روشنی ڈالی۔ تو مولوی صاحب موصوف نے اس سے اختلاف رائے کیا درویش حق کو حق کے لئے بیان کرتا ہے۔ بحث و تمحیث یا اپنی علمی برتری مقصود نہیں ہوتی اور نہ ہی علمی توجیہات میں الجھتا ہے۔ حق الیقین کی ایسی دولت حاصل ہوتی ہے کہ بلا تکلف حق زبانِ گوہر بار پر جاری رہتا ہے۔

مولوی صاحب حضورؒ سے رخصت ہو کر گھر گئے نماز عشاء کے بعد آنکھ لگی تو حضور امام ربانی مجددؒ الف ثانیؒ کی خواب میں زیارت ہوئی حضورؒ نے زیرِ بحث مکتوب کا حوالہ دیتے ہوئے تنبیہاً فرمایا ''فرزندی ہر چہ گوئد درست است و او راز ما نسبتِ صحیحہ رسیدہ است'' [۱]

اہل حال شخصیت صرف کتاب خواں ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ براہ راست صاحب کتاب کے معارف اور حقائق سے فیضیاب ہوتی ہے۔ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا حضرت مجددؒ الف ثانیؒ سے کیسا منفرد رابطہ ہے کہ فرزندی... کے تعلق سے خطاب فرمایا۔ خواب سے بیدار ہوئے تو حیرانی اور پشیمانی سے مبہوت تھے۔ خدا خدا کر کے رات گزری تو صبح تڑکے ہی حاضرِ خدمت ہوئے آتے ہی مودبانہ سلام عرض کیا کہاں گذشتہ رات کی عالمانہ اور گستاخانہ گفتگو اور کہاں یہ عقیدت و لجاجت کا انداز؟ حیران کن صورت حال تھی حضورؒ ایک شریک کار ہونے کی حیثیت سے تواضع فرما رہے تھے اور مولوی صاحب عجز و انکساری میں ڈوبے جا رہے تھے۔ حضورؒ نے اپنی حسبِ عادت آنے کا مقصد دریافت فرمایا۔ تو کہنے لگے۔ آپؒ کو یاد ہو گا کل جو میں نے حضور امام ربانی مجددؒ الف ثانیؒ کے ایک مکتوب کے بارے میں اپنی علمی کم ظرفی اور کجی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس پر سخت نادم ہوں میں نہیں جانتا تھا کہ کسی کلام کے صحتِ ادراک کیلئے صاحبِ کلام سے روحانی رابطہ بھی ضروری ہے۔

بے عنایاتِ حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق [۲]

عرض کیا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی رات کو زیارت ہوئی۔ حضورؒ نے آپؒ کے بارے میں حقائق سے ایسی پردہ کشائی فرمائی۔ کہ میں حیران و ششدر رہ گیا۔ آج تک تو یہی سمجھتا رہا کہ آپؒ محض ہمارے شریک کار ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر خاص فضل ہے۔ کہ آپؒ جیسی ہستی ہم میں موجود ہے

---

[۱] ترجمہ:۔ میرا فرزند جو کچھ کہتا ہے درست ہے اُسے مجھ سے نسبتِ صحیحہ پہنچی ہے۔
[۲] حق (اللہ تعالیٰ) اور خاصاں حق کی عنایات کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اُس کا ورق (نوشتہ، دفتر) محض سیاہی (بے معنی) ہے۔

جن کا علم علمِ لدُنی ہے اور علمی اسرار منکشف ہیں۔ا اب مجھے معلوم ہوا کہ کسی کلام کے معانی قواعد وضوابط (اصول گرائمر) کے علاوہ کچھ اور بھی ہوتے ہیں۔جن کے اسرار صاحبِ کلام سے باطنی روابط کے بغیر ممکن نہیں۔ (جیسے حروف مقطعات ــــ زبان دانی کے تمام اُصول (قواعد) اِن کے معانی (اسرار) سمجھنے سے عاجز ہیں۔ جب تک فضلِ ربانی نہ ہو) حضور مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا ہے ''فرزندی ہر چہ گوئد درست است و راز ما نسبت صحیحہ رسیدہ است'' آپؒ نے مکتوب شریف کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا وہ حضور مجدد الف ثانیؒ کا باطنی فیضان تھا جو ہمارے علمِ ظواہر کی دسترس سے بالاتر ہے۔ وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ۲

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ ۳
وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ؕ ۴ خیر کثیر (علم الحقائق) عطائے حکمت پر منحصر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ ''شرافتِ علم باندازۂ شرف و رتبۂ معلوم است معلوم ہر چند شریف تر۔ علمِ آں عالی تر پس علمِ باطن کہ صوفیہ باں ممتاز ند۔ اشرف باشد از علمِ ظاہر کہ نصیب علمائے ظواہر ست عقل را دراں موطن مجال نیست طورِ نبوت وراءِ طورِ عقلِ نظر است۔'' ۵

ادراکِ نسبت

اولیاءُاللہ کی صحبت کس قدر پُر اثر، اور دلوں کو تقویت دیتی ہے۔ خواص کا کیا کہنا عوام بھی اس آفتاب کی تمازت سے توانائی حاصل کرتے ہیں۔

---

۱ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ ''و نفعیکہ از طریق صوفیا بعلم و عمل میرسد آنست کہ علومِ کلامیہ استدلالیہ کشفی می گردند۔ ترجمہ:۔ اور طریق صوفیہ سے علم و عمل میں جو نفع حاصل ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جاتے ہیں۔ ۲ اور ہم نے اُسے اپنی طرف سے علم لدنی عطا کیا۔

۳ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

۴ اور جسے حکمت دی گئی بیشک اسے خیر کثیر عطا کی گئی۔

۵ ترجمہ:۔ علم کی فضیلت، معلوم کے شرف اور رتبہ کے اندازہ کے مطابق ہوتی ہے۔ معلوم جس قدر اشرف ہوگا اس کا علم بھی اسی قدر بلند تر ہوگا۔ لہٰذا علمِ باطن جس کے ساتھ حضراتِ صوفیہ امتیاز رکھتے ہیں۔ علم ظاہر سے افضل ہوگا۔ جو علمائے ظواہر کا حصہ ہے کیونکہ اِس مقام میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے نبوت کا انداز عقلِ نظری کے انداز سے بالکل الگ چیز ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے اوائل کے ایک محبؒ بیان کرتے ہیں۔ ”کہ حضورؒ کو نسبتِ باطنی کی پرکھ اور ادراک بدرجہ اتم حاصل تھا۔ آپؒ کو نسبت اسی طرح محسوس ہوتی تھی جس طرح ہمیں ظاہری برسات۔ یعنی تیز بارش آہستہ بارش اور پھر پھوہار جیسی، حضورؒ کو نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ تمام نسبتوں کا مکمل ادراک اور پہچان تھی۔ آپؒ اپنے سالک مولوی اکبر علی مجددی صاحب سے پوچھا کرتے تھے اکبر علی! دیکھی تم نے اس نسبت کی شان، کیسا لطف ہے اس نسبت کا۔ آپؒ یہ سوال اُس وقت اپنے طالب سے کرتے تھے جب اس نسبت کا ورود شروع ہوتا۔ ایک بار سرہند شریف میں جب انتہائی لطیف نسبت وارد ہو رہی تھی تو آپؒ نے فرمایا دیکھا اکبر! کتنی لطیف نسبت ہے؟ حضورؒ کے اس متوسل مولوی اکبر علی صاحب کا کہنا ہے کہ میں حیدر آباد سندھ میں تھا اور میں نے حضرت داتا علی ہجویریؒ کی کتاب کشف المحجوب کا مطالعہ شروع کیا۔ اور کتاب پڑھتے پڑھتے ہی مجھ پر حضور داتا گنج بخشؒ کی نسبت کا غلبہ ہو گیا یہ نسبت خاص داتا صاحبؒ والی محسوس ہونے لگی مجھے اس قدر محبت ہو گئی کہ میں نے ارادہ کیا کہ حضور داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری دوں گا۔ چھٹی لی اور لاہور پہنچا تو سیدھا داتا صاحبؒ کے مزار پر حاضری کیلئے روانہ ہوا جب انار کلی پہنچا تو اس قسم کی بارش شروع ہو گئی جس طرح ساون کے موسم میں ہوتی ہے۔ روحانی اور باطنی بارش ایسی شروع ہوئی جس کا اثر میرے جسم پر اس قدر شدید تھا کہ میرا سانس نیچے کا نیچے اور اوپر کا اوپر ـــــ اسی حالت میں جب دربار شریف پہنچا۔ تو یہی حالت میرے اوپر وہاں طاری رہی۔ ایک رات رہ کر جب میں گجرات شریف اپنے مرشدِ پاک حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس پہنچا تو مجھے ملتے ہی فرمایا بچو! داتا صاحبؒ کی نسبت کہاں سے لے آئے ”میں نے عرض کیا کہ حضور کل دن اور گذشتہ رات میں نے لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے ہاں گزارے ہیں آپؒ بہت خوش ہوئے آپؒ پر بھی وہی نسبت وارد ہونا شروع ہو گئی میں جتنے دن گجرات رہا آپؒ اور مجھ پر اسی نسبت کا غلبہ رہا۔“

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جونہی کسی (اکابر) بزرگوار کی طرف متوجہ ہوتے فوراً اس بزرگوار کی نسبت کا ورود شروع ہو جاتا۔ بلکہ جب بھی کسی بزرگوار کا ذکر

فرماتے۔ اس بزرگوار کی نسبت حلّہ بن کر آپؒ پر چھا جاتی۔ اور قریب بیٹھے ہوئے مسترشدین ایک خاص کیف محسوس کرتے۔ حضورؒ کی موجودگی میں ختم ہائے خواجگان چہار سلاسل پڑھتے ہوئے حاضرین نے اکثر محسوس کیا کہ تمام بیٹھک میں خوشبو پھیل جاتی اور ہر ختم شریف پڑھنے پر خوشبو کی نوعیت مختلف ہوتی۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ حضورؒ دعا فرماتے اور حاضرین پر استغراق وارد ہوتا اور دعائیہ ہاتھ بوجھل ہو کر نیچے ہو جاتے۔ اور مراقبہ کی حالت ہو جاتی حضورؒ نے ایک مسترشد کو فرمایا کہ جب کسی مزار پر حاضری دو اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاؤ جونہی دیکھو ہاتھ بوجھل ہو رہے ہیں تو حالت مراقبہ میں چلے جاؤ۔ ''کُلُّ ذٰلِکَ بِصَدَقَةِ حَبِیْبِ اللّٰهِ وَ بَرَکَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوٰاتُ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّسْلِیْمَاتُ اَکْمَلُهَا'' ؎[1]

بر کریماں

ایک پیرزادہ صاحب ضلع جہلم کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ حالات کی نامساعدت کی وجہ سے معمولی تعلیم حاصل کر کے ملازمت اختیار کر لی۔ ایک عرصہ تک دفتری زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک دفعہ لمبی رخصت پر گھر آئے۔ آباؤ اجداد کی کتابوں کا ذخیرہ پڑا ہوا تھا اسے ٹٹولنے لگے۔ تو کچھ بزرگوں کے ملفوظات ہاتھ آئے۔ جس میں ایک وظیفہ (سورہ مزمل باموکل) نظروں سے گزرا جس کے چلّہ کی ترکیب دے رکھی تھی۔ اور ساتھ ہی اس کے بیشمار فوائد کا بھی ذکر تھا۔ سوچنے لگے گھر میں دین و دنیا کا اتنا بڑا خزانہ اور میں ملازمت کے چند ٹکوں پر بک رہا ہوں۔ یہ احساس اتنا غالب ہوا کہ نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور وظیفہ پڑھنے کی ترکیب کے مطابق آبادی سے دور دریائے جہلم کے کنارے پر جا ڈیرا لگایا۔ اور رات کے وقت پانی میں کھڑے ہو کر ورد جاری کر دیا۔ میل ملاپ سے پرہیز، کھانے پینے کے سخت کڑے ضوابط، گویا ایک ایسا اعتکاف تھا کہ ہر بوالہوس اس کے قریب پھٹکنے کی بھی

---

[1] ترجمہ:۔ ''یہ سب کچھ اللہ کے حبیبؐ کے صدقے اور اللہ کے رسول کی برکت سے ہے آپؐ پر اور آپ کی آل پر فاضل تر رحمتیں اور کامل تر سلامتیاں نازل ہوں۔''

ہمت نہیں رکھتا تھا۔ آبی جانوروں نے پنڈلیوں کا گوشت نوچ کھایا۔ مگر وہ مردِ مجاہد اپنی ہٹ پر قائم رہا۔ چلّہ کو جوں توں کر کے پورا کیا۔ مگر متوقع نتائج برآمد نہ ہوئے۔ سوائے اس کے کہ ایک رہنما سوچ نے جنم لیا۔ کہ کسی مردِ حق نما کی اجازت کے بغیر چلہ کشی بے سود ہے۔

ع۔ یک نظر تبریزی بہترا کند بر چلّہ ہا

اسی خیال کی رہنمائی میں پیرزادہ صاحب پاکپتن شریف حاضر ہوئے۔ کہ اس درگاہ عالیہ پر اللہ کے بندے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ شاید—— میرا بھی مدعا حاصل ہو۔ تقریباً سال بھر یہاں قیام کیا تو حضور بابا فریدالدین شکر گنجؒ کی زیارت ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا "صاجزادے داتا صاحبؒ حاضری دو" پاکپتن شریف سے رختِ سفر باندھا اور حضور داتا گنج بخشؒ کے دربار پر آ ڈیرے جمائے۔ صاجزادہ صاحب مطلوبہ مردِ حق کی چھان بین کرتے رہے۔ مگر ماحصل سے تہی دست رہے اسی دھن میں یہاں بھی تقریباً ایک سال گزر گیا۔ مایوسی نے آ دبایا تو "لَاتَقْنَطُوْا" نے ہاتھ تھاما۔ حضور داتا گنج بخشؒ کی زیارت ہوئی آپؒ نے فرمایا "گجرات ہمارے مولوی صاحب کے پاس جاؤ" خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ایک عرصہ سے سرگرداں رہا۔ رب کریم کے فضل عظیم سے آخر گوہر مقصود ہاتھ آیا "وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا"[1]

حضور داتا گنج بخشؒ کے روضہ اقدس پر نیاز مندانہ سلام عرض کیا اور گجرات شہر آوارد ہوئے۔ اب سوچنے لگے گجرات تو میں پہنچ گیا اب "ہمارے مولوی صاحب" کے پاس کیسے جاؤں۔ سوچ و بچار کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ جوہری سے جوہر ملتا ہے۔ سیدھے حضرت شاہدولہ صاحبؒ حاضر ہوئے سلام عرض کیا "مولوی صاحب" کہہ کر کئی ایک سے استفسار کیا جواب یہی ملتا کہ یہاں کئی مولوی صاحب ہیں نامعلوم آپ کن مولوی صاحب کے بارے میں پوچھتے ہیں اسی طرح دو تین روز گزر گئے۔ مگر جواب باصواب حاصل نہ ہوا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک دیرینہ آشنا درویش سائیں رحمت علی صاحب

---

[1] العنکبوت۔ ۶۹۔ ترجمہ:۔ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

جوایک عرصہ سے حضور شاہدولہ صاحبؒ سقہ بانی پر مامور تھے، سے پیرزادہ صاحب کی ملاقات ہوئی باتوں باتوں میں ایک دوسرے کو ہم مشرب پایا سائیں رحمت علی کہنے لگے "بھائی! جن مولوی صاحب کے آپ متلاشی ہیں انہیں عام لوگ نہیں جانتے۔ میں خود آپ کو اس ہستی پاک کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ پیرزادہ صاحب سائیں صاحب کی بلائیں لینے لگے کہ اللہ کا شکر ہے کئی سالوں کے سفر کے بعد اب نشان منزل نظر آیا چاہتا ہے۔ جیسے روزہ دار افطار کے قریب کی گھڑیاں گن گن کر گزارتا ہے اسی طرح آں عزیز کی بیقراری اور اضطراب اپنے جوبن پر تھا۔

سائیں رحمت علی صاحب پیرزادہ صاحب کو ساتھ لیکر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے سردی کا موسم تھا۔ حضورؒ بیٹھک کی چھت پر دھوپ میں تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے اوپر ہی طلب فرمالیا۔ سلام مسنونہ کے بعد خیر و عافیت پوچھی۔ صاجبزادہ صاحب نے ابتدا سے انتہا تک تمام حالات و واقعات عرض کیے۔ والد صاحب کے زمانہ کی خوش وقتی، یتیمی کی کسمپرسی، ملازمت کی مجبوری، یا درفتگاں کی بیقراری اور کئی سال کے ریاضت و مجاہدہ کی کٹھالی سبھی کچھ کہہ گزرے۔ یہ کہانی اتنی دل گداز تھی کہ سننے والے آبدیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ پیرزادہ صاحب نے اپنی پنڈلیاں بھی دکھائیں۔ کہ حضورؒ دیکھئے آبی جانوروں نے میری پنڈلیوں کا گوشت بھی نوچ کھایا ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے یہ سارے واقعات بڑی توجہ سے سنے اور فرمایا "اب تم کیا چاہتے ہو" پیرزادہ صاحب نے عرض کیا کہ حضورؒ وہی عمل جو میرے باپ دادا کے ملفوظات میں ہے۔ اس کے چلّہ کی اجازت چاہتا ہوں "حضورؒ نے فرمایا "اللہ اللہ کرتے رہو چلّہ کشی کی کیا ضرورت ہے" اللہ پاک ڈیرے کی رونق کو بحال فرمائے گا" صاجبزادہ صاحب نے یہ سن کر عجب ہی عجز و نیاز کا مظاہرہ کیا۔ کبھی گھٹنوں کو بوسہ دیتے۔ کبھی پاؤں پر گرتے، کبھی جوڑے مبارک اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر رکھتے۔ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور بار بار یہی عرض کیے جاتے حضورؒ یہ سالوں کی تڑپ سینے سے نہیں نکلتی "حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ پیرزادہ کی اس قدر بے کلی دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "اچھا سمجھیں گے بچوں والی ضد ہی سہی"

؎ بر کریماں کار ہا دشوار نیست

حضورؒ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ صاحبزادہ صاحب پر ایک وجدان ساطاری ہوا۔ اور دیر تک سر دھنتے رہے۔ پھر دست بستہ اس طرح کھڑے ہوئے جیسے سرتاپا شکر گزاری اور احسان مندی کا ایک مجسمہ ہو۔ حضورؒ نے تسلی اور دلاسا دیا اور فرمایا ''اب ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں جس راہِ سلوک پر آپ گامزن ہیں اس کی پیچیدگیوں سے گھبرانا نہیں ۔خود بخود رہنمائی ہوتی رہے گی۔ پیرزادہ صاحب نے عرض کیا ''حضور میری ایک اور التجا ہے کہ مجھے خضر علیہ السلام کی زیارت ہو'' آپؒ نے فرمایا ''اچھا! ملاقات پر ہمارا بھی سلام کہنا'' اس کے بعد حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے پیرزادہ صاحب کو خاطر و مدارت سے رخصت کیا۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

فَسُبۡحَانَ مَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلۡ لِلۡخَلۡقِ اِلَیۡهِ سَبِیۡلاً اِلَّا بِالۡعِجۡزِ عَنۡ مَعۡرِفَتِهٖ[۱]

تبلیغِ اسلام

ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ریل گاڑی کے سفر کو ترجیح دیتے تھے انگلیسی دورِ حکومت میں انگریز نے یہاں کے غریب عوام کو مغلوب رکھنے کے لئے مختلف پالیسیاں وضع کر رکھی تھیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی کہ عوام کو سفری سہولتیں کم سے کم دی جائیں۔ اسی اصول کے پیشِ نظر عوامی درجے (تھرڈ کلاس) کے ڈبے بہت کم لگائے جاتے۔ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جس درجہ میں سہولت سے سفر اور اپنے دینی مشاغل نماز، ذکر اللہ وغیرہ باسانی ادا کر سکیں اسی درجہ کا ٹکٹ خریدتے.

ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ گاڑیوں میں بہت زیادہ ہجوم ہوتا تھا۔ آپؒ نے سیکنڈ کلاس (آج کل کا فرسٹ کلاس) کا ٹکٹ خریدا۔ ریل گاڑی کے ڈبے میں داخل ہوئے۔ تو سامنے والی لمبی نشست پر ایک انگریز جوڑا (صاحب اور میم) بیٹھا ہوا تھا۔ آپؒ کھڑکی کے ساتھ والی بڑی نشست پر تشریف فرما ہوئے۔ ان کے علاوہ اس ڈبہ میں کوئی اور مسافر نہ تھا۔ آپؒ کا سادہ دیسی لباس دیکھ کر انگریز

---

۱ ترجمہ:۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کیلئے اپنے تک رسائی کا سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں رکھا کہ وہ خدا کی معرفت سے اپنے عجز کا اعتراف کرے۔

عورت نے اپنے خاوند سے اپنی زبان (انگریزی) میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص غلطی سے اس ڈبے میں سوار ہو گیا ہے۔ صاحب نے جواب دیا کوئی بات نہیں اگلے سٹاپ وزیر آباد پہنچ کر گارڈ سے کہہ کر اتروا دیں گے۔ آپؒ نے فرمایا ''یہ سن کر ہم نے ٹکٹ کا تھوڑا سا سرا جیب سے باہر نکالا'' وہ ٹکٹ کی رنگت سے پہچان گئے کہ یہ ٹکٹ اسی درجہ کا ہے۔ بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا ''O! he is ticket holder'' اب ان کے پاس اتروانے کا کوئی جواز تو تھا نہیں۔ اور وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ ہمارے یہ ہم سفر صاحب ہماری زبان انگریزی بھی جانتے ہیں۔ یہ انگریز جوڑا اپنے مذہبی امور (مشنری کام) پر مامور تھا اور اعلیٰ درجے کے پادری تھے اب انہیں یہ سوجھی کہ مذہبی ہتھ کنڈوں سے اپنے ساتھی مسافر کو تنگ کیا جائے۔ چنانچہ اپنے اوپر والی سیٹ پر پڑے ہوئے اٹیچی کیس سے بائیبل نکالی اور ان مقامات سے جہاں حضور پاک ﷺ کی شان میں تحریف شدہ آیات میں گستاخی کا پہلو ہے۔ پڑھنی شروع کیں۔ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ فرماتے ہیں'' کہ منہ تو ہم نے کھڑکی کی طرف رکھا مگر ان کی آپس کی یہ گفتگو غور سے سنتے رہے۔ گوجرانوالہ تک انہوں نے یہ بے ادبی کا اندازِ گفتگو جاری رکھا گاڑی جب گوجرانوالہ سے روانہ ہوئی تو بائبل اٹیچی کیس پر رکھدی۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ اب ہم یوں مخاطب ہوئے۔ ?May I see this book (کیا میں یہ کتاب دیکھ سکتا ہوں) اس پادری نے جواب دیا why not (کیوں نہیں) کتاب لی اور ابتداء سے آخر تک ان آیات کو ایک ایک کر کے پڑھتے گئے۔ اور ان پر تبصرہ کرتے گئے کہ یہ آیت فلاں سنہ میں ایسے تھی فلاں میں ایسے اور اصل یہ ہے جس سے حضور پاک ﷺ کی عظمت اظہر من الشّمس ہے۔ واضح رہے کہ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ایم۔ اے۔ او ہائی سکول میں دورانِ تعلیم بائبل کا امتحان پاس کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ بھلا ایسے عالم سے کتاب کا کونسا گوشہ پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ ایک ایک آیت کا ایسا تجزیہ کیا کہ پادری انگشت بدنداں رہ گیا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ فرماتے ہیں'' پھر ہم نے پادری سے پوچھا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام کا لباس کیسا تھا'' پادری اس کا جواب دینے سے قاصر رہا۔ پھر آپؒ نے فرمایا یہ جو لباس آپ نے پہن رکھا ہے کیا سیدنا

کو دل میں کچھ ایسا راسخ کیا کہ اسلام کا شجر طیبہ پھوٹ پڑا اور حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر دین محمدی ﷺ کا اقرار کیا "تَصدِیق بالقَلب" کا مرحلہ تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا "اِقرار باللِّسَان" کی منزل بھی حاصل ہوئی۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ان دونوں بھائیوں کو اپنے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کا ڈپٹی کمشنر گجرات سے سرٹیفکیٹ بھی دلوایا۔ اور ان کے اسلامی نام رکھے (بڑے بھائی انڈین آرمی میں بحیثیت ایم۔ بی بی۔ ایس ڈاکٹر کرنل کے عہدے پر فائز تھے۔ اور ان کے حضورؒ کو خطوط بھی آتے رہے۔)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے مجیٹھ میں ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ ایک دفعہ یہ دونوں نو مسلم حضورؒ کے پاس حاضر تھے۔ وضو کے لئے پانی باہر سے لانا پڑتا تھا۔ دونوں بھائی امیرانہ وضع قطع کے، سر پر پانی سے بھرے ہوئے گھڑے اٹھائے ہوئے آرہے تھے کہ گھر کے قریب ایک ہندو کی دکان پر جو انہیں کے دادا کی تنظیم کا اس قصبہ کا سیکرٹری تھا۔ حضورؒ کے بہنوئی حضرت میاں جی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہندو دوکان دار ان لڑکوں کو دیکھ کر حیران ہوا اور میاں جی سے پوچھا "یہ لڑکے کون ہیں" میاں جی نے اپنے مزاج کی بے تکلفی اور جذبہ ایمانی کے جوش میں آکر بتایا کہ یہ لاہور کے رہنے والے ایک بڑے ہندو خاندان کے بچے ہیں اور مولوی صاحب (حضورؒ) کے ہاتھ پر انہوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ سنتے ہی ہندو تنظیم کا سیکرٹری جل بھن کر کوئلہ ہو گیا۔ لیکن زبان "رام رام اور بغل میں چھری" کے تحت تحسین کے کلمات کہہ کر مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت میاں جی نے بتایا کہ شام کی گاڑی سے یہ دونوں لاہور چلے جاتے ہیں۔ ہندو کینہ پرور اسی انتظار میں رہا کہ یہ نوجوان کب حضرت صاحبؒ سے رخصت ہوتے ہیں چنانچہ پچھلی گاڑی کے وقت جب یہ نو مسلم سٹیشن کی طرف جانے لگے تو یہ خبیث بھی دبے پاؤں ان کے پیچھے ہولیا حتیٰ کہ لاہور اسٹیشن سے جب میو روڈ پر واقع اپنے بنگلا میں داخل ہوئے تو یہ ہندو سیکرٹری بھی تعاقب میں تھا۔ یہ بنگلا ہندو مذہبی تنظیم (آریہ سماج) کے صدر کا تھا اسی تنظیم کا سیکرٹری دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا کہ جب ہمارا اپنا گھر ہی جل اٹھا تو اس تنظیم نے دوسروں کو مذہبی تحفظ کیا دینا ہے۔ خیر! یہ دونوں بھائی گھر کے اندر چلے گئے تو مجیٹھ کا یہ ہندو سیکرٹری ان لڑکوں کے دادا اور اپنی تنظیم کے صدر سے ملا اور اس کے پوتوں کے

اسلام قبول کرنے کی ساری داستان گوش گزار کی اور واپسی کی راہ لی۔ دادا تو سنتے ہی پوتوں پر ٹوٹ پڑا۔ اور گھر میں کہرام مچ گیا۔ بھی کا سکون خاک ہو کر رہ گیا جب مار پٹائی کے نتائج مثبت ثابت نہ ہوئے تو بچوں کو سہلایا بہلایا گیا۔ سچ ہے جب ایمان دل میں گھر کر جاتا ہے تو شیطان کے تمام مکر و فریب ریگ رواں ثابت ہوتے ہیں۔ اپنی اس ناکامی پر ابلیس نے ایک اور لبادہ اوڑھا۔ تایا لال چند چونکہ سفلی عملیات کا ماہر تھا دادا نے دونوں پوتوں کو رات کے وقت ایک کمرے میں بند کیا۔ اور ان کے تایا کی وساطت سے غیر مرئی بدروحوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ جو انہیں کسی صورت بھی چین نہ لینے دیتی تھیں۔ کبھی تھپیڑے لگا کر اس دیوار کے ساتھ کبھی اس دیوار کے ساتھ رات بھر دھکیلتی رہتیں۔ اسی طرح کئی رات دن قوت لا یموت پر گزارے۔ حوائج ضروریہ پر پابندی، راتوں کی بے خوابی اور دھکا پیل مگر اللہ کے بندے کا عطا کردہ ایمان۔ "اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ"
(ابراہیم آیت:۔ ۲۴۔ ترجمہ:۔ جسکی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں) میں کسی صورت میں ذرہ بھر جنبش نہ آئی اور دل "احد، احد" کی آواز پر دھڑکتا رہا۔ کالج سے کئی دن کی غیر حاضری پر نذیر شاہ صاحب متفکر ہوئے۔ اور اپنے ان ہم جماعت طالب علموں کی خیریت سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے ان کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ جونہی دروازے پر رُکے تو نو مسلم برادران نے کھڑکی سے جھانکا اور اپنے ہم جماعت کو پہچان کر کھڑکی کی طرف اشارہ سے بلایا۔ اور اپنے دادا کے جبر و تشدد کی داستانِ خونچکاں کا زبان حال سے اظہار کیا۔ شاہ صاحب یہ دیکھ کر سخت بے چین ہوئے اور سیدھے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان بھائیوں کی بے بسی اور کسمپرسی کا حال عرض کیا حضورؒ نے ایک تعویذ دیا اور فرمایا "نذیر شاہ! کسی طریق سے یہ تعویذ ان تک پہنچا دو" نذیر شاہ صاحب واپس لاہور ان کی رہائش گاہ پر پہنچے اور موقعہ پا کر تعویذ نو مسلم برادران تک پہنچا دیا۔ رات ہوئی تو بدروحوں کا تسلط جاتا رہا اور وہ دھکا پیل کی آوازیں بھی نابود ہو گئیں۔ دونوں بھائی رات بھر آرام کی نیند سوئے صبح ہوئی تو دادا ساتھ والے کمرے میں پریشان بیٹھا ہوا سوچ و بچار میں غرق تھا کہ آج رات عملیات کے اثرات کو کیا ہوا۔ حاضرات کو طلب کیا اور پوچھا "آج رات تجھے کیا ہوا؟ کہ تمہارا کوئی عمل ظاہر نہیں ہوا" ان بدروحوں نے بتایا "ان لڑکوں کے گرو نے منتر بھیجا ہے جس کے سامنے ہم بے بس ہیں اور یہ

ایک ایسی روحانی قوت ہے جس کا مقابلہ کوئی سفلی طاقت نہیں کر سکتی'' دادا کو جب اس مکر میں بھی ناکامی ہوئی تو ہندو تنظیم کے معروف گرو پنڈتوں سے مشورہ کیا جنہوں نے خوب سوچ و بچار کے بعد مشورہ دیا کہ ان نوجوانوں کی ایسی لڑکیوں سے شادی کرنی چاہیے جو ہندومت کی تعلیمات سے خوب واقف ہوں۔ گھریلو زندگی کی گرفت ہی انہیں واپس پہلے مذہب پر لوٹا سکتی ہے۔ چنانچہ مذہبی بنیاد پر رشتوں کی تلاش کی گئی۔ موزوں رشتے ملنے پر شادی کا پہلا مرحلہ (منگنی) طے ہوا تو یہ نومسلم برادران حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ''حضورؒ ہمیں برادری اور مذہبی تنظیمیں ازدواجی زندگی میں جکڑ کر مذہب اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتی ہیں'' حضورؒ نے ارشاد فرمایا ''ہم دعا کرتے ہیں کہ جس اللہ پاک نے حضور پاک ﷺ کے صدقے میں پہلے ثابت قدم رکھا اس آزمائش میں بھی ثابت قدم رکھے۔ لیکن یہ یاد رکھیے کہ جب ان اپنی اپنی متعلقہ منگیتروں سے سامنا ہو تو صاف کہہ دینا ''میں مسلمان ہوں'' اور بشری تقاضوں سے پرہیز کرنا''۔

ہندوانہ رسوم کے مطابق دونوں بھائیوں کے ازدواجی تعلقات قائم کیے گئے۔ جب لڑکے اور لڑکی دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو لڑکے نے صاف صاف کہہ دیا کہ ''میں مسلمان ہوں'' اگرچہ لڑکی مذہبی معاملات میں بڑی شاطر تھی۔ مگر اسلام کی حقانیت ایسی غالب آئی کہ بے اختیار اس کے منہ سے نکلا ''اگر آپ مسلمان ہیں تو میں بھی مسلمان ہوں'' اس پر نومسلم نوجوان نے کہا ''پھر آپ میرے ساتھ میرے ہادی حضرت صاحبؒ کے پاس چلیں اور آپؒ کے سامنے اس بات کا اقرار کریں'' لڑکی اس بات پر متفق ہوئی اور دونوں اگلے دن حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضورؒ کے دست حق پرست پر توحید و رسالت کا اقرار کیا اور دولت ایمان سے مالا مال ہوئی۔ پھر حضورؒ نے اسلامی طریق کے مطابق دونوں کا نکاح پڑھا۔ اس طرح دوسرے بھائی کو بھی اس آزمائش میں سرخروئی حاصل ہوئی۔ اب گھر میں انہیں ایسی قوت حاصل ہو چکی تھی کہ باطل کو سرنگوں ہونا پڑا۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

دونوں بھائیوں نے قرآن حکیم بھی حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے پڑھا۔

روزانہ رات کو خیبر میل پر گجرات حاضر ہوتے عشاء کی نماز آپؒ کے ساتھ ادا کرتے پھر قرآن حکیم آپؒ سے پڑھتے اور صبح پھر خیبر میل پر ہی لاہور پہنچتے۔ اس طرح متواتر دو سال آنا جانا رہا اور قرآن حکیم کی قرأت مکمل کی۔

بلالی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰانَالِھٰذَاوَمَا کُنَّالِنَھْتَدِیَ لَوْلَاَنْ ھَدٰنَااللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط ۱

ایک دفعہ حضورؒ نے اپنے ایک پوتے سے فرمایا "باہر نکلو گے تے بابے نوں دیکھو گے" مطلب یہ کہ جب آپ لوگوں کا معاشرتی معاملات میں دوسرے لوگوں سے واسطہ پڑے گا۔ تو پھر اپنے دادا جان حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے کمالات کی عظمت آپ پر عیاں ہوگی۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے ایک دفعہ فرمایا "تساں میرا بڑھاپا ویکھیا اے۔ جدوں میری جوانی دا عالم سی دل چاہندا سی درخت سامنے آوے اس نوں وی کلمہ پڑھادیاں" ۲

وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک مدرس مرید گوجرانوالہ کے قریب ایک گاؤں میں تعلیمی مشاغل میں مصروف تھے۔ حضورؒ اکثر ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپؒ کی تشریف آوری پر گاؤں کے ہر مذہب کے لوگ ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ آپؒ کے گرد جمع ہو جاتے آپؒ انہیں اللہ کی وحدانیت، رسالت کی ضرورت اور اسلام میں ہر شعبہ میں اعتدال پسندی اور بزرگان دین کے طرز عمل سے آگاہ فرماتے۔ آپؒ کی شیریں کلامی اور انداز بیان سے سبھی لوگ بہت متاثر ہوتے یہاں تک کہ ایک سکھ خانوادہ کے ایک فرد نے آپؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے اس نومسلم کو ہدایت فرمائی کہ ابھی اپنے

---

۱ ترجمہ:۔ اسی اللہ کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور اگر خدا ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے بیشک ہمارے پروردگار کے تمام رسول حق بات لیکر آچکے ہیں۔

۲ اقد سیہ:۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت سے اس فقیر کو اتنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ اگر ایک خشک لکڑی پر توجہ دوں۔ تو ایک عالم اس سے منور ہو جائے گا۔ لیکن اس آخر زمانے میں اس طرح کی توجہ کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے"۔

اسلام کا اظہار نہ کرنا۔ ظاہری معاملات کو پہلے کی طرح نبھاتے جاؤ۔ وقت اسی طرح گذرتا رہا۔ مگر ایک دن کھیت کو پانی لگا رکھا تھا کنواں چل رہا تھا۔ عصر کا وقت تھا آخری ''کیارہ'' سیراب ہو رہا تھا۔ نومسلم بھائی نے اپنے خفیہ طریقہ کے مطابق کھیت کے کنارے پر نمازِ عصر شروع کی۔ زمیندارانہ دستور کے مطابق اس نومسلم کا غیر مسلم بھائی یہ دیکھنے کے لئے آنکلا کہ ''کیارہ'' کا کتنا حصہ خشک ہے۔ جو کنواں بند کرنے کے بعد خود بخود کھال (آڈ) کے بقیہ پانی سے سیراب ہو جائے گا۔ کیا دیکھتا ہے کہ برادر نماز میں مشغول ہے دیکھتے ہی تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کہ یہ ہمارے گھر میں کیا ہوا۔ ضروری کام کاج سے فراغت پا کر سیدھا گھر گیا۔ اور تمام اہل خانہ کو ان بدلتے ہوئے مذہبی حالات سے آگاہ کیا۔ سبھی سٹ پٹا اٹھے۔ اور سوچنے لگے کہ کس طریق سے اسے دوبارہ اپنے سابقہ مذہب پر لایا جائے۔ سمجھایا بجھایا۔ ڈرایا دھمکایا جائے ''سادو، گرو'' کو بلایا جائے۔ ٹونا ٹچر کیا جائے۔ غرضیکہ اسلام دشمنی نے انہیں کفر کے گرداب میں ایسا جکڑا کہ ''بتھیرے'' ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر سوائے ظلمت کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔ آخر شیطان نے وہی کچھ سوجھایا جو دارلندوہ میں ابوجہل اور شیخ نجدی نے قرار پایا تھا۔

سکھ برادری نے سوچا اگر اس نومسلم کو کچھ کہا گیا تو نا معلوم کوئی نیا فتنہ ہی سر اٹھائے، بانس پر ہاتھ ڈالو بانسری خود خاموش ہو جائے گی۔ اور یہ تمام منصوبہ نہایت ہی رازداری سے انجام پانا چاہیے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ سکھ برادری کے چیدہ چیدہ افراد حضورؒ کے مدرس مرید کے پاس آئے۔ اور نہایت ہی عقیدت اور لجاجت سے التجا کی کہ ہم آپؒ کے پیر و مرشد سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ اور ان کی زیارت کے متمنی ہیں۔ آپ انہیں بلائیں اور ہمیں حضورؒ کی آمد سے آگاہ کریں۔ تاکہ ہم سب سکھ بھائی ان کی صحبت سے فیضیاب ہوں۔ اور کسی کو ''چھتا'' نہ رہے۔ حضورؒ کے یہ معلم مرید انکے باطنی خبث اور مکاری کو نہ پا سکے۔ بلکہ خوش ہوئے، ہو سکتا ہے ان میں کچھ اور لوگ دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔

بصد فرحت و مسرت حضورؒ کو خط لکھا۔ کہ نومسلم بھائی کی سکھ برادری حضورؒ کی ملاقات کی خواہاں ہے آپؒ اپنی تشریف آوری سے آگاہ فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ زیارت سے مستفیض ہوں۔ حضورؒ نے جواباً اپنی آمد کی تاریخ سے آگاہ فرمایا۔ معلم مولوی صاحب نے حضورؒ کا خط ملتے ہی نومسلم بھائی کی تمام

برادری کو آگاہ کیا۔

تاریخ مقررہ پر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ بذریعہ ریل گوجرانوالہ پہنچے آگے گاؤں تک پیدل راستہ تھا اور راستے میں سکھوں کے چند ڈیرے پڑتے تھے۔ وہاں انہوں نے اسلام دشمن سکھ نوجوانوں سے کہا تیغ برہنہ لیکر کھوہ کے "چنے" کے پیچھے چھپے رہو۔ جونہی پیر صاحب کو دیکھو حملہ کردو۔ ایک سے بچ نکلیں تو دوسرا، اگر دوسرے سے بھی بچ نکلیں تو تیسرا، کچھ بھی ہو وار خالی نہ جائے"

"وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ" (پارہ۔۳: آل عمران ۵۴)

ترجمہ:۔ اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے گوجرانوالہ سٹیشن سے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ فضا کی سنگینی کو بھانپ گئے۔

نطقِ آب و نطقِ باد و نطقِ گِل
ہست محسوس حواسِ اہلِ دل

دین محمدی ﷺ کی ترویج کیلئے قدم اٹھا تھا۔ پھر بھلا کیوں رکے۔

ع۔ اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

چلتے چلتے سکھوں کے ایک ڈیرے سے گزر ہوا۔ "کھوہ" کے جب قریب پہنچے تو معاً "چنے" کی آڑ سے ایک سکھ نوجوان شمشیر برہنہ لئے سامنے ہوا۔ چہرہ اقدس پر نظر کا پڑنا ہی تھا کہ ہیبت وجلالت الٰہی سے کانپ اٹھا۔ جسم پر ایسا لرزا طاری ہوا کہ تلوار ہاتھ سے گر پڑی۔ لرزہ براندام ہاتھ جوڑ کر مہاراج! مہاراج!! کے لہجہ میں معذرت خواہ ہوا۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے ڈیرے والے بھی عظمت وجلالت اسلام دیکھ کر دم بخود ہو گئے۔ اس کینہ پروری کے بعد اب قریب آنے کی گنجائش کہاں رہ گئی تھی۔ نومسلم بھائی کو بھی اب کچھ سخت سست کہنے کی ہمت نہ رہی۔

ع۔ دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ مدرس مرید کے ہاں پہنچے۔ کچھ دیر قیام کے بعد واپس تشریف لائے۔ مسلم بھائی اب اعلانیہ ارکان اسلام ادا کرتا۔ اور شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی بسر کرتا رہا۔ اب کسی کو جرأت نہ رہی کہ اس کے مذہبی معاملات میں دخل دے۔

افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

وقت گزرتا رہا۔ آخر اس نومسلم بھائی نے جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ سکھ برادری نے اسلام دشمنی کا کھلم کھلا مظاہرہ کرنے کا تہیہ کیا۔ اردگرد کے غیر مسلموں کو بھی دعوت دی۔ اور اس مسلم کے جسد اطہر کو جلانے کے بڑھ چڑھ کے انتظامات کئے۔ بھلا جہاں ابرہیمی رنگن ہو وہاں آگ کا کیا کام ''یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا'' (پارہ ۱۷، الانبیاء ۶۹)
ترجمہ:۔ اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

صبح اٹھ کر دیکھا تو جسدِ خوئے تکبیر بالکل محفوظ تھا۔ آگ اس کا بال تک بیکا نہ کر سکی اگلی رات آتشِ کینہ کو اور بھڑکایا مگر بے سود۔ تیسری رات بھی کفر اسلام دشمنی کی آگ میں جلتا رہا۔ مگر اسلام کی سلامتی کو ذرا آنچ نہ آئی۔ اس رات حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اپنے اس مدرس مرید کو خواب میں ملے اور ارشاد فرمایا ''تجھے نہیں معلوم تیرے اس بھائی کے ساتھ اس کی غیر مسلم برادری کیا کر رہی ہے اٹھو اور موقع پا کر چند صاحب ایمان لوگوں کو ساتھ لیکر اس جسدِ مردِ فنافی اللہ کو شریعت محمدیہ صاحبہ الصلوٰت کے مطابق محفوظ کرو'' چنانچہ حضورؒ کے اس غلام نے تمام انتظامات بہ احسن طریق انجام دیئے۔ اور اگلے دن صبح وہ خاکِ مومن مرجع خلائق تھی۔

ع۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

''پارو'' تے'' اورار''

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ہر مہینے ایک دو بار اہل وعیال اور عزیز واقارب کی ذمہ داریوں کے سلسلہ میں گجرات سے مجیٹھ تشریف لے جاتے آپؒ کی تشریف آوری پر مسلم اور غیر مسلم افراد کے علاوہ ایک ہندو سال خوردہ عورت ''پارو'' نامی بڑی باقاعدگی سے حاضر ہوتی اور حضورؒ کی ربانی گفتگو سے محظوظ ہوتی۔ ایک دفعہ حضورؒ کی آمد پر یہ عورت حاضر ہوئی۔ اپنے ہندوانہ طرز پر سلام کیا۔ تھوڑی دیر ہی بیٹھی تھی کہ آپؒ نے پوچھا ''تو کون ہے؟ حالانکہ اس سے پیشتر بارہا حاضر ہو چکی تھی اور اس سے آپؒ اچھی طرح متعارف بھی تھے عرض کرنے لگی ''حضور پارو'' کچھ توقف کے بعد آپؒ نے پھر فرمایا ''تو کون ہے'' اس نے سمجھا شاید آپؒ نے سنا نہیں ذرا بلند آواز سے کہا ''حضور پارو'' آپؒ خاموش

رہے اور کچھ دیر بعد تیسری بار فرمایا ''تو کون ہے؟'' اس ہندو عورت نے اُور بلند آواز سے جواب دیا ''حضور پارو'' اب کے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ایک پرکیف انداز میں ارشاد فرمایا ''پارو—— تے فیر اورار نال کی کم؟'' یہ فرمانا ہی تھا کہ دل توحید ورسالت کی تصدیق اور زبانِ اقرار پر موجزن ہوئی،[۱] کلمہ طیبہ ایسا رنگ لایا کہ جسم کے رؤاں رؤاں میں اللہ، اللہ کا ذکر جاری وساری ہوگیا۔[۲] ایمان کی دولت توجہِ باطنی سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضرت خواجہ اجمیریؒ کے پیرومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے ایک برہمن زادہ کو دولتِ ایمان سے نوازا۔[۳] حضرت مجددّ الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ ''مدارِ کار برقلب است''[۴]۔

تحفظ ایمان

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک متوسل نظام الدین علاقہ امرتسر کے رہنے والے تھے۔ ایک عرصہ تک عقیدت وارادت سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن پھر ایک طویل تعطّل کے بعد حاضر ہوئے حضور نے خیر وعافیت پوچھی تو جواب نہایت غیر مودبانہ اور گستاخانہ انداز میں دینے لگے۔ حضور نے پوچھا ''اوئے تجھے کیا ہوا'' تو بڑی بے باکی سے کہہ دیا ''کہ میں مرزائی ہوگیا ہوں'' یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ مگر حضور نے ایک بڑی گہری آہ بھری (ان دنوں آپؒ کے صاحبزادہ حضرت سید محمود احمد صاحبؒ کا نوعمری میں انتقال ہوا تھا) اور فرمایا مجھے محمود کے جانے کا اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کے ایمان جانے کا ہوا ہے۔ اندازہ کیجئے اللہ والوں کے نزدیک ایمان کی قدر وقیمت کیا ہے اور شیخ پاک مرید کے ایمان کے تحفظ کا کس حد تک خیال رکھتا ہے۔ خیر! وقت گذرتا گیا اور حضور اس شخص کے ارتداد پر افسوس کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ صاحب از خود حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا ''اوئے کیہ حال ای؟'' کہنے لگا حضور اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا ''اوئے میں پچھنا اندر دا کیہ حال اے؟'' جواب دیا ''حضور! اندر دا حال

---

۱ اقرارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیقٌ م بِالْقَلْبِ ۔ ۲ حضرت مجددّ الف ثانی فرماتے ہیں۔ ''میداند کہ شفیع ترے از برائے ظلماتِ کفر وکدورتِ شرک ازیں کلمہ طیبہ دیگرے نیست۔ ترجمہ:۔ اور جانتا ہے کہ کفر کی ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو رفع کرنے کیلئے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ شفیع اور کلمہ کوئی نہیں ہے۔

۳ حضرت عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں ایک برہمن زادہ حاضر ہوا کرتا۔ آپؒ اس کے لئے بارگاہِ رب العزت میں بدولت ایمان کی دعا فرمایا کرتے۔ ایک دن جبکہ بتوجہ قلبی دعا فرمارہے تھے کہ اس برہمن زادہ کی زبان پر کلمہ شریف جاری ہوگیا۔ ۴ کام کا مدار دل پر ہے۔

ویہ اچھا ایہہ'' آپؒ نے فرمایا'' وہ کیسے؟'' عرض کرنے لگا حضور میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ ایک مرزائی مکار نے ورغلایا۔ اور شادی کے لالچ میں پھنسایا۔ اور اس دلدل میں ایسا دھنسا کہ صراط مستقیم سے دور جا پڑا۔ شادی ہوئی۔ مگر باطن کا اضطراب بڑھتا گیا۔ رات کی نیند حرام اور دن کی دلچسپیاں مفقود۔ ایسی زندگی کا ماحصل پراگندگی اور شرمندگی۔ بیوی سے کہا میں مرزائیت کو ترک کرکے اپنے سابقہ مذہب حقہ کی طرف رجوع کر رہا ہوں اس پر بیوی نے کہا کہ میں بھی توبہ کرتی ہوں۔ حضور! وہ بھی مسلمان ہوگئی ہے۔

محکم گیر

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے ایک حکیم غلام محمد صاحب موضع سدھ نزد لالہ موسیٰ کے رہنے والے تھے۔ حفظ قرآن حکیم کے علاوہ علوم دینیہ میں دیوبند سے فارغ التحصیل تھے۔ علم طب حضرت حکیم خادم علی صاحبؒ سیالکوٹی سے حاصل کیا تھا۔

طبی مہارت اور شرافت کی وجہ سے علاقہ بھر میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ابتداء میں طبیعت پر علمی تفاخر غالب تھا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے چند ملاقاتوں میں حب الٰہی نے انگڑائی لی۔ اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا پھر تو اسی در کے ہو لئے۔

سعدی بشو لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق
علمے کہ راہ بحق نہ نماید جہالت است

ایک مدت تک ہفتہ وار حاضری میں تساہل کو راہ نہ پانے دیا۔ اس دوران میں اعلیٰ قسم کی ادویات مثلاً دواءلمسک، جوارش جالینوس اور خمیرہ جات وغیرہ خود تیار کر کے پیشِ خدمت کرتے، طالب محض شیخ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایسے طریقے اختیار کرتا ہے۔ ہفتہ وار حاضری کا طریق کار یہ تھا۔ جمعرات کو پچھلے پہر حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور رات مزار حضور داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ لاہور گزارتے اور صبح وہاں سے روانہ ہو کر نماز جمعہ اپنے گاؤں موضع سدھ میں پڑھاتے۔

ایک دفعہ معمول کے مطابق حاضر خدمت ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد

کھانے سے فارغ ہو کر جب آپؒ سے اجازت طلب کی تو حضورؒ نے فرمایا ''آج رات میرے پاس ہی ٹھہرو'' چنانچہ نماز عشاء اور دیگر معمولات سے فارغ ہونے پر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے حافظ صاحب کو اپنے قریب ہی شب بسری کیلئے جگہ عطا فرمائی، ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ حضور داتا گنج بخشؒ نے زیارت سے مشرف فرمایا اور رات کے چند گھنٹے اسی حال میں گزرے اور ارشاد فرمایا ''اسی رات مولوی صاحب کول ای ہنے آں'' صبح رات خواب والا واقعہ حضورؒ کی خدمت میں عرض کیا آپؒ نے فرمایا ''یہ سب حضور داتا صاحبؒ کی نوازشات اور عنایات ہیں'' شیخ حسبِ مزاج اور حسبِ استعداد طالب کو منازلِ سلوک طے کراتا ہے۔ ایک طالب کی تربیت کے سلسلہ میں فرمایا ''دوا اساں وی ایہی دینی سی مگر لیپٹ کے'' ایک اور طالب جنہیں حضور مجددّ الف ثانیؒ سے بڑا لگاؤ تھا فرمایا ''کہیں جانے کی ضرورت نہیں مجددّ صاحبؒ یہیں ہیں! یہیں ہیں!! یہیں ہیں!!!'' اس واقعہ کے بعد حافظ صاحب نے اپنی حاضری کا معمول بدل لیا۔ جمعرات شام کو حاضر ہوتے۔ رات آپؒ کے ہاں گزارتے اور صبح نماز جمعہ اپنے گاؤں جا کر پڑھاتے۔ وَمَا نَحْنُ بِصَدْرِہٖ حُصُوْلُ حَقِيْقَةِ الرِّضَا لَا صُوْرَتَهٗ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ۔[۱] (منہاج ۵۴)

میرے خواجہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے ایک ماسٹر عبدالعزیز صاحب گجرات کے رہنے والے کوئٹہ شہر میں معلم تھے۔ ان کے ہم منصب ایک شاہ صاحب قصبہ روہتاس ضلع جہلم کے تھے۔ دونوں صاحبان کا طعام و قیام اکٹھا تھا۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب حضورؒ کے بتلائے ہوئے اوراد و وظائف بڑی باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے۔ ایک دن حسب معمول نماز کے بعد تسبیح پکڑے ہوئے وظائف میں مشغول تھے کہ شاہ صاحب روہتاس والے بھی ادھر آ نکلے اور کہا یہ کیا آپ ہر وقت تسبیح پکڑے رکھتے ہیں۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب نے جواب دیا اگر کوئی

---

[۱] ترجمہ:۔ ہم (سالکین) جس چیز کے در پے ہیں وہ حقیقت رضا کا حصول ہے۔ محض صورت کا نہیں۔ اور اللہ سبحانہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

تسبیح پکڑوائے تو پکڑنی پڑتی ہے۔ شاہ صاحب نے کہا ''ایس زمانے وچ او کیہڑا ایڈا مرد اے'' ماسٹر صاحب نے کہا ''گجرات میں میرے پیر ایسے ہی مرد ہیں'' شاہ صاحب کچھ عرصہ بعد وطن واپس آئے اور حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ کی شخصیت پر پورا اطمینان ہو جانے کے بعد بیعت کیلئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا آتے جاتے رہیں۔ مناسبتِ طبع کیلئے وقت درکار ہے۔ چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا کہ ہر شخص کو فوراً بیعت نہ فرماتے تھے۔ بعض کو کئی کئی سال بیعت نہیں فرمایا چند خوش قسمت نفوس ایسے ہوں گے جنہیں پہلی ملاقات میں بیعت فرما لیا ہو۔ شاہ صاحب ایک عرصہ تک حاضر ہوتے رہے۔ لیکن بیعت کا موقع میسر نہ آیا۔

ایک دفعہ ان کی اہلیہ بہت سخت بیمار ہوئیں۔ موت وحیات کی کشمکش میں تھیں کہ شاہ صاحب کو خواب میں زیارت ہوئی اور آپؒ نے فرمایا فوراً پہنچو۔ ایسی صورت میں بیمار کو چھوڑنا بھی مشکل تھا اور دیگر لواحقین کے طعن اس پر مستزاد۔ تعلق ابدی نے یہی فیصلہ کیا۔ کہ میرا حاضر ہونا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ بیمار اہلیہ کو دیگر لواحقین کے سپرد کر کے گجرات شریف حاضر ہوئے حضور نے اسی وقت بیعت فرمایا۔ اور ارشاد ہوا جلدی جا کر مریضہ کی خبر لو۔ شاہ صاحب واپس پہنچے تو ان کی اہلیہ چارپائی پر کافی حد تک صحت مند ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ شاہ صاحب دیکھ کر خوشی سے حیران ہوئے کہ یہ کیا کرشمہِ الٰہی ہے۔ پوچھا کیا علاج معالجہ کیا۔ تو بیوی نے بتایا رات خواب میں اس اس حلیہ کے بزرگ تشریف لائے تھے انہوں نے مجھے دم کیا اور دوائی کی ایک پڑیا کھلائی۔ میں جب بیدار ہوئی تو صحت یاب تھی۔ یہ حلیہ جو شاہ صاحب کی اہلیہ نے بتایا ہو بہو حضرت صاحبؒ ہی تھے شاہ صاحب نے کہا یہی تو میرے پیر ہیں۔ چنانچہ بیوی نے بھی آپ کی ملاقات کیلئے اصرار کیا۔ چند دن بعد شاہ صاحب بیوی کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ بیوی نے فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی برکت سے اللہ پاک نے مجھے صحت عطا فرمائی۔ شاہ صاحب کی اہلیہ بھی سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئیں۔ پھر دونوں میاں بیوی اکثر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ وَاللّٰہُ سُبحَانَہُ المُلھِمُ بِالصَّوَابِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الھُدیٰ۔[۱]

[۱] ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات دل میں ڈالنے والا ہے اور سلامتی ہو ان پر جو ہدایت کی پیروی کریں۔

کلاہِ نیابت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک صاحب مجاز، عزیز اور محقق عالم دین حضرت مولانا محمد نصیر الدین صاحب موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے ہم درس تھے۔ ملا غلام حسن صاحب موضع ساہووال ضلع سیالکوٹ سے تحصیل علم کیا تھا جو ابتداء میں علامہ اقبال کے استاد بھی رہے ہیں۔ شروع میں اپنے آبائی پیر خانہ (نتھیال شریف) کے بزرگوں سے عقیدت کا باقاعدہ تعلق رہا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے عزیز داری کی وجہ سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اور صحبت آہستہ آہستہ اثرات قائم کرتی رہی۔ حتیٰ کہ یہ نقوش ایسے گہرے ہوئے کہ ''یک در گیر و محکم گیر'' والا معاملہ ہوا۔ توجہ کا مرکز صرف اور صرف حضورؒ کی ذات تھی۔ ظاہری اور باطنی تمام مسائل کی کسوٹی آپؒ کی شخصیت ہی کو سمجھا۔

ایک دفعہ گجرات شریف قیام پاکستان سے پہلے حاضر ہوئے۔ ایک شب حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ تہجد کے نوافل کیلئے اٹھے۔ مولوی صاحب کو بھی اٹھایا۔ نوافل سے فراغت کے بعد مولوی صاحب کو اپنے سامنے دوزانو بٹھایا۔ اور سفید کپڑے کی ٹوپی سر پر پہنائی اور دست مبارک سے ماتھے کے سامنے ٹوپی پر کلمہ شریف ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' تحریر فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا ''مولوی صاحب یہ آپ کی'' ''کلاہِ نیابت'' ہے۔ یہ ٹوپی مولوی صاحب کے کتب خانہ میں موجود تھی ممکن ہے اب بھی ہو۔ پھر تو روحانی تعلق ایسا مستحکم ہوا۔ کہ ایک دفعہ سردی کے موسم میں نماز جمعہ کا اہتمام ڈھوڈہ مسجد کے صحن میں دھوپ میں کیا گیا تھا اس زمانہ میں مولوی صاحب کی ظاہری بینائی بھی نہ تھی۔ گجرات شریف سے ایک درویش عین خطبہ جمعہ کے وقت پہنچا اور مسجد کے جنوبی راستہ (کھڑکی) سے چپکے سے وہیں آگے ہی برآمدہ میں بیٹھ گیا نماز جمعہ ختم ہوئی اور بغیر کسی کو ملے باہر آگیا۔ جب تمام لوگ جا چکے تو مولوی صاحب نے اپنے ایک خاص درویش سے پوچھا ''حنیف! آج کوئی دوران خطبہ گجرات شریف سے آیا تھا'' اس نے بتایا ''جی حضورؒ! بھائی صاحب آئے تھے'' مولوی صاحب نے فرمایا ''تبھی تو اس وقت میرے

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے نور سے مسجد بھر گئی تھی“

کیوں صبا آج مشکبار ہے یوں ان کے کوچے سے ہو کے آئی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط [1]

نور کا ہالہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پیر بھائی حضرت جرنیل صاحبؒ کا اکثر آپؒ کے ہاں مجیٹھ آنا جانا رہتا۔ ایک دفعہ مجیٹھ تشریف لائے۔ گرمی کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت بی بی جیؒ (حضورؒ کی اہلیہ) سخت دھوپ اور گرمی میں کوٹھے پر تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں مہمانوں کی ایک کثیر جماعت حاضر تھی۔ اس لئے کھانا پکانے کا کافی کام تھا۔ حضرت جرنیل صاحبؒ سامنے نیچے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گرد گھر کے مہمان افراد جمع تھے۔ ان میں سے ایک خاتون آپؒ کے زیادہ قریب ہو کر بیٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ حضرت جرنیل صاحبؒ نے فرمایا ”بی بی! آگے آگے کیوں ہو رہی ہے؟“ اس خاتون نے عرض کیا ”حضور! میں نے سن رکھا ہے کہ جہاں کوئی خدا کا بندہ تشریف فرما ہو۔ اس کے گرد ایک نور کا ہالہ ہوتا ہے میں چاہتی ہوں کہ آگے ہو کر آپؒ کے نور کے ہالہ میں داخل ہو جاؤں“ یہ سن کر جرنیل صاحبؒ نے فرمایا ”بی بی! میرا نور کا ہالہ اس وقت بہن جی (اہلیہ حضور قبلہ عالمؒ) کے گرد ہے۔ اگر آپ اس میں داخل ہونا چاہتی ہو۔ تو کوٹھے پر جا کر ان کے ساتھ روٹیاں لگوائیں“ شیخ پاک (اللہ کے بندوں) کے معاملات اور لنگر کی ضروریات میں دلچسپی لینا صحبت اور حاضری ہی ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جب مع تمام افرادِ خانہ شب معراج کی تقریب پر سیدا شریف جاتے تو گھر میں پیچھے چند محبین کو چھوڑ جاتے۔ فرماتے ”آپ لوگوں کا دوہرا (دوگنا) ثواب ہے ایک تو سیدا شریف کی حاضری کے ارادہ سے آنا۔ دوسرے یہاں ٹھہر کر دوسرے بھائیوں کو سیدا شریف حاضر ہونے کا موقع مہیا کرنا۔“ ”شیخ ابو عمر الزجاجی سے منقول ہے۔ کہ میں ایک عرصہ دراز تک

---

[1] ترجمہ:۔ اسی اللہ کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور اگر خدا ہمیں ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے بیشک ہمارے پروردگار کے تمام رسول حق بات لیکر آ چکے ہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں رہا۔ اِس پوری مدت میں حضرت جنید بغدادیؒ نے نہ مجھ پر نظر ڈالی نہ دیکھا کہ میں کس قسم کی عبادت میں مشغول ہوں۔ اور نہ کبھی اُنہوں نے مجھ سے کلام کیا۔ یہاں تک کہ ایک روز خانقاہ بالکل خالی تھی۔ اِس وقت میں اُٹھا میں نے اپنے کپڑے اُتارے۔ خانقاہ کو خوب اچھی طرح صاف ستھرا کر دیا۔ ہر طرف پانی چھڑکا۔ بیت الخلاء کو بھی دھوڈالا شیخ جنیدؒ جب خانقاہ میں آئے۔ اور تمام صفائی دیکھی۔ اور میرے اوپر گرد وغبار پڑا دیکھا۔ تو میرے لئے دعا کی۔ اور مرحبا: جزاک اللہ اور ضیت علیک بھا، تین بار فرمایا۔"

ع۔ یک نظرِ تبریزی سنخرا کند بر چلہ ہا

وَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ الْمُلْهِمُ بِالصَّوَابِ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ؎۱

باطنی احوال

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے شاہجیونہ ضلع جھنگ کے علاقہ کے رہنے والے ایک بابا اللہ راضی نامی تھے۔ باوجود دور دراز علاقہ میں رہنے کے سال میں تین چار مرتبہ ضرور حاضرِ خدمت ہوتے۔ جب بھی حاضر ہوتے مٹھائی کا ایک بڑا ٹوکرا سر پر اٹھائے ہوئے آتے۔ اگر گرمی کا موسم ہوتا۔ تو کافی تعداد میں دستی پنکھے بھی لاتے۔ کسی وجہ سے اگر ملاقات میں دیر ہوجاتی۔ تو بذریعہ خط حضورؒ سے رابطہ رکھتے۔ خط کا انداز بڑا منفرد ہوتا۔ جیسے حضورؒ سے بالمشافہ (پاس بیٹھ کر) گفتگو کر رہے ہوں۔ اگر چہ اردو فقرات ٹوٹے پھوٹے ہی کیوں نہ ہوتے۔ لفافہ پر پتہ لکھنے میں ایک انوکھی بات ہوتی جس سے یہ ظاہر ہوتا۔ کہ وہ حضرت صاحبؒ کو اپنے پاس سمجھتے ہیں۔ اور ان کی عقیدت کے مطابق حضرت صاحبؒ محکمہ ڈاکخانہ جات کے تمام اہل کاروں میں متعارف ہیں۔ اس پر ضلع تحصیل شہر محلہ بلکہ حضورؒ کا نام تک نہ ہوتا۔ بلکہ پتہ صرف یہ ہوتا "میرے حضرت صاحبؒ کو ملے" چنانچہ لفافہ محکمہ ڈاک کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا گجرات پہنچتا۔ اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیش ہوتا۔ لفافہ کا پتہ دیکھ کر آپؒ مسکراتے اور فرماتے "بابا اللہ راضی کے نزدیک میرے سوا اور کوئی "حضرت صاحب ہے ہی نہیں" اس اللہ کے بندے کا پتہ لکھنے کا انداز ہی اس کے باطنی احوال کا آئینہ دار ہے۔ جیسے "ذکر محبوب" میں ہے۔" جب

؎۱ ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات دل میں ڈالنے والا ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

ڈاک آتی خادم عرض کرتا کہ خط پڑھ کر سناؤں۔ آپ (حضور سیدویؒ) فرماتے کوئی ضرورت نہیں۔ ہمیں معلوم ہو گیا۔ جواب لکھو" یہ مسترشد کا باطنی رابطہ ہے جو اسے دور سمجھنے نہیں دیتا۔ حضورؒ فرمایا کرتے" کچھ لوگ (طالب) ایسے بھی ہیں جو میری چھینک کی آواز ہزار میل (دور دراز) کے فاصلہ پر رہوتے ہوئے بھی سنتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو قریب ہو کر بھی میرے حال سے آگاہ نہیں"۔ حضرت اویس قرنیؓ کے بارے میں ہے قرن میں ہوتے ہوئے بھی حضور پاک ﷺ کے داڑھی مبارک کے سفید بالوں کی تعداد تک آگاہ تھے اگرچہ صحابیؓ نہیں تابعی ہیں۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ ۱

اندازِ تربیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک عقیدت مند اور پروردہ سائیں رحمت علی دربار شاہدولہ صاحبؒ پر سقہ بانی پر مامور تھے۔ حضورؒ کے پاس اکثر حاضر ہوتے رہتے۔ ایک دن حاضرِ خدمت ہوئے۔ ابھی بیرونی دروازہ کھول ہی رہے تھے کہ اتنے میں اندر سے حضور بھی دروازے پر آ پہنچے۔ سائیں رحمت نے سلام عرض کیا۔ حضورؒ نے خیر وعافیت پوچھی تو انگلی سے دل (نفس) کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے۔ حضور! ایہہ کتا بڑا تنگ کر دا اے۔ حضورؒ نے کھڑے کھڑے ہاتھ مبارک اُٹھایا اور انگلی اس کے دل کے مقام پر رکھ کر فرمایا۔ دُھرے! دُھرے!! دُھرے!!! پھر فرمایا اب کتا کہاں ہے۔ سائیں رحمت نے عرض کیا۔ حضور اب کتا بھاگ گیا۔

درویش مامور من اللہ کسی طریقۂ ہدایت کا پابند نہیں۔ بلکہ وہ جو کہہ دے وہی ذریعہ ہدایت اور عنایت الٰہیہ ہے۔ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ ۲ جب کسی اللہ کے بندے کی ایسی حالت ہو تو اس کی ہر ادا ہی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

---

۱ اور اللہ سبحانہ ہی دل میں صحیح بات ڈالنے والا ہے۔

۲ حدیث شریف۔ ترجمہ:۔ اور ہمیشگی کرتا ہے بندہ تقرب حاصل کرنے میں طرف میری ساتھ نوافل کے یہاں تک کہ دوست بناتا ہوں میں اس کو۔ پس جس وقت بنالیتا ہوں میں دوست اس کو تو ہوتا ہوں میں کان اس کے جن سے کہ وہ (بندہ) سنتا ہے۔ اور آنکھ اس کی جس سے کہ وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ اس کے جن سے کہ وہ کام کرتا ہے۔ اور پاؤں اس کے جن سے وہ چلتا ہے۔ اور اگر وہ سوال کرتا ہے مجھ سے کسی چیز کا تو البتہ ضرور دیتا ہوں میں اس کو۔

؏ کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

حضرت صاحبزادہ صاحب فرزندِ اول فرماتے ہیں "ایک دفعہ عرس شریف سرہند شریف کی تقریب سے ریل گاڑی پر واپس آرہا تھا۔ کہ بیٹھے بیٹھے میرا دل ذاکر ہوا اور یہ ذکر کی ایسی کیفیت تھی کہ میرا جسم بے قابو ہوتا جارہا تھا۔ اپنے جسم کو ضبط میں رکھنے کیلئے میں نشست (سیٹ) پر لیٹ گیا باوجود اتنی احتیاط کے میرا جسم پھر بھی کافی بلندی تک اُچھل اُچھل جاتا تھا۔ آخر کچھ دیر بعد آپؒ کی توجہ سے بمشکل سنبھلا۔ اِذَاذُکِرَاللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔[۱] اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی [۲]

سرورِ نسبت (چشتیہ)

"۳۳-۱۹۳۲ کا ذکر ہے۔ جب میں (میاں خاں) تمبل بازار گجرات میں دوکانداری کرتا تھا۔ حضور انور رحمتہ اللہ علیہ نے بندہ پر قدرے نسبت چشتیہ وارد فرمائی۔ آپؒ نسبت نظر مبارک یا تھوڑی سی پھونک سے عنایت فرماتے تھے۔ ہماری ہمسائیگی میں روزانہ سارنگی اور طبلے بجتے رہتے تھے۔ اور بندہ کو بڑا سرور آنے لگتا اور وجد کی کیفیت ہو جاتی۔ لیکن یہ حالت صرف دل میں ہوتی۔ جسم پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ بندہ نے اپنے دل میں خیال کیا۔ یہ کیا مصیبت ہے۔ شرعاً طبلہ اور سارنگی ناجائز ہے اور مجھے سرور آتا ہے اس سے قبل بندہ کو طبلہ اور سارنگی کی آواز بہت منحوس لگتی تھی۔ بندہ یہ خیال لے کر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا زبان سے کچھ نہ کہا۔ خاموش اور پریشان بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد حضور انورؒ بندہ سے فرمانے لگے۔ او میاں! کیسے وقت تھے کہ جب ہم جعفر کوٹ شریف ہوتے تھے اور رات کو کنوئیں چلتے تھے۔ گرمی کے موسم میں گرمی کی وجہ سے ہم چارپائی کنوئیں پر لے جاتے اور جس وقت کنوئیں کی "چوتھی" سے آواز نکلتی تو ہمیں سرور آتا تھا[۳] اس سرور میں ہم سو جاتے تھے ورنہ گرمی اور مچھر کی وجہ سے

۱۔ الانفال-۲: ترجمہ:- جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر (پھڑک) جائیں۔

۲۔ ترجمہ:- اللہ اپنے قرب کیلئے چن لیتا ہے جسے چاہے۔ اور سلامتی ہو اُس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

۳۔ کسانیکہ یزداں پرستی کنند ‌ ‌ ‌ برآوازِ دولاب مستی کنند

ترجمہ:- جو لوگ صحیح معنوں میں خدا پرست ہیں۔ وہ کنوئیں کی آواز پر بھی اللہ کی یاد میں مست ہو جاتے ہیں۔
(حضرات القدس صہ ۱۱۶)

گھر میں نیند نہیں آتی تھی اور سحری کے وقت چکی کی آواز بھی بہت مست کرنے والی ہوتی تھی۔ میری پریشانی دور ہوگئی اور خیال کیا یہ چند روز کی بات ہے حضور انورؒ نے یہ سرور عطا کیا ہے۔"

توجہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا گوجرانوالہ شہر اور قریبی گاؤں کھیالی آنا جانا اکثر رہتا تھا۔ گوجرانوالہ میں ایک بزرگ حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب سے ملاقاتیں ہوتیں اور کھیالی میں حق قرابت داری کی ادائیگی کے لئے تشریف لے جاتے۔ اسی آمد و رفت کے سلسلہ میں اگر نماز جمعہ کا اتفاق ہوتا تو مولوی بشیر حسین کی مسجد میں ادا فرماتے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب مذکور نے عرض کیا "حضور مجھے سیدویؒ توجہ دیں" حضورؒ نے تھپکی دینی شروع کی۔ ابھی چند بار تھپکی دی ہی تھی کہ مولوی صاحب پر استغراق کا اس قدر غلبہ ہوا کہ بے ہوش ہوگئے۔ حضورؒ کھیالی تشریف لے گئے۔ اور ایک لڑکے کو بھیج کر پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ کچھ کچھ ہوش آرہا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے بھائی محمد جعفر صاحب ہیں جو مجیٹھہ میں پولیس ملازم تھے اور قیام پاکستان کے بعد بھی گوجرانوالہ میں اسی محکمہ میں ملازم رہے کہتے ہیں "مجھے پتہ چلا حضورؒ کھیالی تشریف لائے ہیں میں حاضر خدمت ہوا سردی کا موسم تھا مجھے روٹی کے ساتھ ساگ عطا ہوا میں کھانا کھا رہا تھا کہ حضورؒ نے توجہ دینی شروع کی ابھی آدھی روٹی بھی نہ کھائی تھی کہ مجھے استغراق کا ایسا غلبہ ہوا کہ میں کھانا بھی پوری طرح نہ کھا سکا۔ حضورؒ نے اپنے چند مخلصین سے فرمایا "تم نے میرا بڑھاپا دیکھا ہے جوانی کے عالم میں ہمارا یہ حال تھا کہ جو چیز بھی سامنے آجائے خواہ درخت ہو، پتھر یا کوئی جانور، دل چاہتا تھا کہ اسی کو کلمہ شریف پڑھا دیں[۱]۔ "صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً"[۲]

مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنَامِ وَاٰلِهِ الْكِرَامِ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِ۔[۳]

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت سے اس فقیر کو اتنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ اگر ایک خشک لکڑی پر توجہ دوں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائے گا۔ لیکن اس آخر زمانے میں اس طرح کی توجہ کے اظہار کیلئے اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے [۲] البقرہ۔ ۱۳۸۔ ترجمہ:۔ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے۔

[۳] ترجمہ:۔ جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں وہ اسے ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ درود و سلام ہو حضرت سید الانام ﷺ پر اور آپ ﷺ کی بزرگ اولاد پر اور اصحاب عظام پر۔

اسرارِ من

حضور قبلہ قدس سرہٗ کے ایک ارادتمند حافظ محمد عالم صاحب مضافاتِ گجرات کے رہنے والے تھے۔ بی۔اے، بی۔ٹی، کرنے کے بعد شعبہ تعلیم میں ملازمت اختیار کی اور اسی سلسلہ میں حضورؒ کے ساتھ زمیندار ہائی سکول میں بطور سینئر انگلش ٹیچر بھی کام کرنے کا موقعہ ملا۔ یہ وہ دور تھا جب کہ ہندوستان میں انگریز کی حاکمیت تھی۔ ''اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ'' کے مصداق خصوصاً یہاں کے انگریزی دان طبقہ نے یورپی بود و باش اختیار کر لی تھی ماسٹر محمد عالم صاحب یہاں انگریزی کے سینئر استاد تھے۔ لباس، طور طریقے اور چہرہ بھی انگریزیت کی زد میں تھا۔ ہمارے حضورؒ بھی چونکہ انگریزی ہی کے استاد تھے۔ اس لئے اکثر ملاقات کے مواقع میسّر آتے رہتے۔ لیکن ایک عرصہ تک محض شریکِ کار سے تعارف آگے نہ بڑھا حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ مبارک تھا کہ معاشرے کے جس طبقہ میں ہوتے اپنے آپ کو اسی حیثیت ہی میں نمایاں کرتے اگر سکول میں ہیں تو استاد کی شخصیت نمایاں ہوتی۔ مسجد میں ہیں تو مولویت واضح ہوتی اور جب اپنے حجرے اور مصلیٰ پر ہوتے تو فقر کا رنگ غالب ہوتا۔

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
وز درونِ من نجست اسرارِ من

اسی طرح تعارف میں بھی جلد بازی سے کام نہ لیتے۔ بلکہ بڑا سنبھل سنبھل کر قدم رکھتے۔ عارضی اور وقتی تعلقات کی بجائے مستقل اور پائیدار روابط کو ترجیح دیتے۔ ظاہر ہے ایسے مداومت پذیر تعلقات لِلّٰہیت ہی کے ہو سکتے ہیں۔ ماسٹر محمد عالم صاحب کو بھی اسی منزل سے گزرنا پڑا۔ ایک دن سکول سے چھٹی ہوئی۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ گھر آنے لگے تو ساتھ ہو لئے اپنے گھر جانے کی بجائے حضورؒ کے آستانہ پر آ گئے۔ آپؒ کا رہنا سہنا درویشانہ تھا۔ سامنے ایک صف بچھی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ آگے چارپائی پر بستر لگا ہوا تھا۔ ماسٹر صاحب یورپی لباس پہنے ہوئے بوٹوں سمیت صف سے گزرتے ہوئے چارپائی پر جا براجمان ہوئے۔ حضورؒ نے ایک سینئر ساتھی کی حیثیت سے خاطر و مدارت کی اور رخصت کیا۔

کچھ عرصہ بعد حضورؒ نے سرھند شریف جانا تھا۔ ماسٹر صاحب کو آپؒ کے

اس سفر پر روانگی کا علم ہوا۔ تو کہنے لگے "مجھے بھی ساتھ لیتے جائیں" آپؒ نے فرمایا "چشم ما روشن دل ما شاد" ضرور چلیئے۔ ہمرکابی کا موقعہ ملا اس پر کیف سفر کے انوارات اور وہاں کے قیام اور روضہ اقدس حضور مجدّد الف ثانیؒ کی حاضری پر لِلّٰہیت کے جذبات نے سکول کے ماحول کے تمام حجابات چاق کر دیئے۔ اور درون خانہ کی جھلک نظر آئی۔ جب واپس لوٹے تو باطنی کیفیت بدل چکی تھی۔ وہ تصورات جو محض شریکِ کار سمجھنے پر مجبور کرتے تھے ان کا صفایا ہو چکا تھا۔ انگریزیت ماند پڑ گئی تھی آپؒ کو ہادی و رہنما کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز پایا اور سلسلہ عالیہ میں قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اب تو برتری (Seniority) مریدی پر دھبہ نظر آنے لگا۔ کچھ عرصہ اسی اضطرار میں گزرا۔ آخر عجز و انکساری جو اس راستے (طریقت) کا طرہ امتیاز ہے سے مجبور ہو کر اس ادارہ کو چھوڑا اور ایک دوسرے سکول میں ملازمت اختیار کر لی اور حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے محض اور محض مرشد و مسترشد کا تعلق قائم رہا۔

؎ زور و زور شہود تیرے دیاں میں دل چمکاں پیاں
تیوں تیوں میریاں سب وڈیایاں فانی ہندیاں گیاں

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی صحبتوں (مجالس) کے اثرات اتنے سرعت پذیر ہوئے کہ نورِ باطنی نے ظاہر کو بھی شریعت مطہرہ کا ایسا رنگ چڑھایا کہ یہ گمان کرنا بھی مشکل تھا کہ انگیزیت کبھی اس شخصیت کے قریب پھٹکی ہوگی۔ "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ط"[1] حضورؒ کی اجازت اور دعا و برکت سے بڑی عمر میں حفظِ قرانِ کیا اور صحتِ قرأت میں ایسی پختگی حاصل کی کہ کیا مجال اعراب اور تلفظ میں چھوٹی مد اور بڑی مد کا امتیاز نہ ہو۔ نماز تراویح میں اگر سامع ہوتے تو کم ہی کوئی حافظ مصلیٰ امامت پر کھڑے ہونے کی جرأت کرتا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰے عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا[2]

---

[1] ھود۔ ۱۱۴۔ ترجمہ:۔ نیکیاں برائیوں کو کھا جاتی ہیں۔

[2] ترجمہ:۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیری کرے اور حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کی پیری کو لازم جانے اور آپ ﷺ کی آل پر کامل ترین اور مکمل ترین درود اور سلام ہو۔

کناسی

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک شاگرد حکیم سید الطاف حسین شاہ صاحب تھے۔ جنہیں حضورؒ سے گہری عقیدت تھی ایک وقت تھا ان کی تیمارداری کے لئے آپ کئی ہفتے متواتر سیالکوٹ تشریف لے جاتے رہے۔ حضرت امام علی الحقؒ کی حاضری بھی ضروری ہوتی۔ شاہ صاحب اکثر حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دفعہ آئے اور کسی اجنبی شخص کو اپنے ساتھ لائے۔ تھوڑی دیر بیٹھے ہی تھے کہ آپؒ کے چہرے کی رنگت سیاہی مائل ہو گئی۔ شاہ صاحب چونکہ طبیب تھے یہ صورت دیکھ کر سخت گھبرائے۔ کچھ وقت کے بعد چہرہ کی رنگت پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آئی۔ یہ تبدیلیاں حکیم صاحب کے لئے ایک عجیب تذبذب کا باعث ہوئیں۔ حضورؒ نے دونوں کو دعا سے رخصت کیا۔ بحیثیت طبیب کے شاہ صاحب نے گمان کیا کہ رُخِ انور کی یہ بوقلمیاں کسی جسمانی عارضہ کی وجہ سے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب اس ساتھی کو تھوڑا سا گلی میں آگے کر کے واپس لوٹ آئے۔ حضورؒ نے پوچھا الطاف شاہ کیوں واپس آگئے ہو۔ شاہ صاحب نے جو ملاحظہ کیا تھا عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا ''حکیم صاحب چہرے پر اس سیاہی کا اترنا کسی بدنی تکلیف کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ شخص جو آپ اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اس کی معصیت کا انعکاس تھا جسے ہم نے جذب کر کے پھینکا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے جھونک گندا خون چوس لیتی ہے اور پھر دبا کر نچوڑ دیا جاتا ہے۔ درویش کے پاس جب کوئی آتا ہے تو اس پر یہ لازم ہے کہ اس کے باطن کی اصلاح کرے اور اسے محروم نہ بھیجے اسی لئے کہا جاتا ہے ''دیدارِ بزرگاں کفایتِ گناہ'' ایک دفعہ حضورؒ نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا ''لوگ دنیا لین اوندے نے اسی دین جھولی پانے آں'' اور ساتھ ہی فرمایا ''اسی کدی کسے نوں محروم نئیں گلیا''

حضرت مجددالف ثانیؓ فرماتے ہیں ''نجاساتِ معنویہ مرید را پیر است کہ بقلب وروحِ خود کناسی می نماید و تطہیرِ اشکنبۂ اومی فرمائد۔ در توجہات کہ نسبت بہ بعضے مسترشداں واقع می شود محسوس می گردد، کہ در تطہیرِ نجاساتِ باطنیہ ایشاں تلوثے بصاحبِ توجہ نیز می رود۔ وتا زمانے مکدر می دارد[1]

---

[1] ترجمہ:۔ پیر جو مرید کی نجاساتِ معنویہ کو اپنے قلب وروح سے صاف کرتا ہے۔ اُن توجہات میں جو بعضے طالبوں کی نسبت وقوع میں آتی ہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی باطنی نجاستوں کے پاک کرنے میں صاحب توجہ کو بھی کچھ آلودگی پہنچتی ہے اور کچھ دیر تک مکدر رکھتی ہے۔ (رسالہ، مبداء، معاد)

نیز حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں "فقراء کی صحبت اکسیر احمر ہے" جیسے سورج کی موجودگی میں اس کی روشنی اور تمازت بلاواسطہ مستفید کرتی ہے۔ اسی طرح درویش کی تاثیرِ صحبت حواسِ خمسہ (ظاہریہ) کے کسی واسطہ گویائی یا شنوائی وغیرہ کی محتاج نہیں۔

صحبت شاں بر ہر دلے تاثیر کرد　　　صحبت شاں خاک را اکسیر کرد

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

نورِ اولیاء اللہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع ہے اگرچہ حیاتِ ظاہریہ کا زیادہ حصہ ۲۹ سال عام آدمی (مدرس) کی حیثیت سے گزارا۔ لیکن جہاں تک نعمتِ باطنیہ کی تفویض کا تعلق ہے کسی کو محروم نہ چھوڑا۔ فرمایا میرے شاگرداں نوں نرا شاگرد ای نہ سمجھو" یعنی تعلیم ظاہری کے ساتھ ساتھ وہ تربیتِ باطنی سے بھی آراستہ ہیں۔ ایک دفعہ فرمایا "میں کدی کسے نوں محروم نہیں گھلیا" علم ظاہری حرف وصوت کا محتاج ہے۔ وقت اور ماحول کا۔ مگر علمِ باطنی اسباب سے بالاتر ہے۔ وقت اور فاصلے پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے فیضانِ فاروقی "یاساریۃ الی الجبل" کی آواز سینکڑوں میل کے فاصلے آنِ واحد میں فضاؤں کو پھاندتی ہوئی اپنے مطلوب تک پہنچتی ہے۔

محمد ﷺ مظہرِ سرِ الٰہی
محمد ﷺ کانِ نورِ لامتناہی

نور اولیاء امت کی وسعتیں بھی بے پایاں ہیں۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اپنے خلوت نشینی کے دور میں مختلف زبانوں میں گفتگو فرماتے۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی تو سمجھ آتی۔ لیکن نفسِ مضمون ہمارے فہم سے بالاتر ہوتا۔ اور انداز ایسا ہوتا۔ جیسے کہیں دور دراز علاقے کے افراد سے ہمکلام ہیں اسی ضمن میں کشمیر کے کچھ لوگ حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں فرید بابا، طاہر بابا، بدیع الدین اور کمال الدین صاحبان، یہ محبین منصب ارشاد پر بھی فائز ہوئے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی [۱]

---

[۱] ترجمہ:۔ اور تمام حکم اللہ تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے ہیں اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

تربیت حسبِ اہلیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا طریقہ تعلیم ایسا نہ تھا کہ اوراد و وظائف لکھ کر یا چھپوا کر سبھی مریدین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ یا مریدین کے کسی اجتماع میں سبھی کو مجموعی طور پر آگاہ کر دیا جائے بلکہ ہر طالب کا وظیفہ الگ الگ ہوتا۔ ایک دوسرے کے احوال سے آگاہ نہ کیا جاتا۔ اور ہر ایک کے اوراد و وظائف میں بھی فرق ہوتا۔ خواہ الفاظ کے لحاظ سے یا تعداد کے اعتبار سے۔ سالک کو ہر مقام پر شیخ پاک کی معیت کی ضرورت ہے اور ہر مقام پر وظائف کی نوعیت میں بھی فرق آتا جاتا ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے حلقہ بگوش ہونے والے لوگ مختلف طبقات سے تعلق رکھتے تھے جن کے پیشہ ورانہ مزاج سے آپؒ پوری طرح آگاہ ہوتے۔ اور ان کے طبقاتی مزاج کے مطابق آپؒ ان کی تربیت فرماتے۔ مثلاً ایک شخص لوہار خانوادہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور صبح تڑکے ہی لوہا کوٹنا شروع کرتا ہے اور رات دیر تک اپنے کام میں مصروف رہتا ہے۔ بمشکل فرض نمازوں کی فراغت میسر آتی ہے۔ ذکر و مراقبہ کے لئے فرصت حاصل نہیں ہوتی۔ عرض کرتا ہے ''حضور دل بہت چاہتا ہے کہ میں بھی دوسرے پیر بھائیوں کی طرح ذکرِ قلبی کر سکوں۔ مگر بال بچوں کی دو وقتہ روٹی مہیا کرنے سے فرصت نہیں ملتی۔'' حضورؒ نے فرمایا ''جب لوہا کوٹنے کیلئے بیٹھو پہلے وضو کرو اور ہتھوڑے کی پہلی چوٹ کو ''اللہ اللہ'' خیال کر لیا کرو۔ اس طرح تمہاری ہر چوٹ ہی ''اللہ اللہ'' متصور ہوگی۔ تمہارے لئے یہی ذکرِ قلبی ہے۔

نفحات الانس میں ہے ''ایک دن مولانا جلال الدین بلخیؒ زرکوبوں کے بازار سے گزر رہے تھے زرکوبوں کے کوبہ کی ضرب کی آواز سے ان پر حال طاری ہو گیا۔ اور گردش کرنے لگے۔ شیخ صلاح الدین کو الہام ہوا اور (ان پر بھی حال طاری ہو گیا) فوراً اپنی دکان سے کود کر باہر آئے۔ اور مولانا کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ مولانا نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور بہت توجہ اور التفات فرمایا ان کو ساتھ لئے ہوئے مولانا ظہر کی نماز سے عصر کی نماز تک سماع اور وجد کے عالم میں رہے''۔ اور یہ غزل پڑھتے رہے (جس کا مطلع ہے)

یکے گنجے پدید آمد دریں دکان زر کوبی
زہے صورت، زہے معنی، زہے خوبی، زہے خوبی

فرمایا کہ اللہ کے بندے کے ہتھوڑے کی ضرب کی آواز بھی ذکر الٰہی سے معمور ہے۔ حضورؒ نے اس لوہار مرید سے فرمایا "تمہارا لوہا کوٹنا ہی تسبیح و تہلیل ہے۔"

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

آدابِ منصب

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ۲۸ صفر المظفر کو سالانہ عرس شریف پر لازماً، اور اس کے علاوہ بھی حضرت مجددالف ثانیؒ کے روضہ اقدس پر سرہند شریف حاضر ہوتے رہتے۔ آپؒ کے بارے میں صاحب السجادہ صاحب نے چابی بردار حضرات کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ "جب بھی حضرت مولوی صاحب تشریف لائیں روضۂ اقدس کا دروازہ کھول دیا جائے"

ایک دفعہ ہمارے حضورؒ روضہ اقدس حضرت امام ربانی مجددالف ثانیؒ پر سرہند شریف حاضر ہوئے۔ دیگر حضرات کے علاوہ حضرت صاحبزادہ صاحب کلاںؒ بھی ہمراہ تھے۔ حسب معمول روضہ شریف کا دروازہ کھولا گیا۔ حضورؒ اور احباب نے سلام عرض کیا اور حضورؒ کی اقتداء میں مراقب ہوئے۔ صاحبزادہ صاحب جو آپؒ کے پہلو ہی میں تھے کے دل میں خیال آیا "کیسا اچھا ہو اگر حضرت اباجیؒ مجھے یہاں سبق (سلوک کا) دیں" اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اُٹھے اور باہر برآمدہ میں آ بیٹھے اور صاحبزادہ صاحب سے فرمایا "کرتہ اتارو حضور مجددالف ثانیؒ نے سبق دینے کا حکم فرمایا ہے۔ ورنہ یہاں سبق دینا بے ادبی ہے" اکابرین سلسلہ کے آداب اور مراتب کو ملحوظ رکھنا ہر ایک کا حصہ نہیں۔ یہ چند مخصوص حضرات ہوتے ہیں جن کے سابقین صالحین سے ایسے گہرے تعلقات اور روابط استوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحبؒ کے پاس آنے والے مشائخ میں سے ایک سلسلہ چشتیہ کے بزرگ فرمایا کرتے تھے "یہ (حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ) کوئی پہلی دوسری صدی کی مبارک روح ہے، جو ہم غریبوں کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس صدی (چودہویں صدی) میں بھیجی ہے"۔

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات ۔۔۔ تا زبزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ؎۱

؎۱ ترجمہ:۔ اور اللہ حق کو ظاہر کرتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

آدم گری

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک صاحبزادہ صاحب نے ایک دوکان کا آغاز کیا۔ شہر کے اکثر حضرات ''مبارک'' کے لئے آتے مٹھائی اور چائے سے ان کی تواضع کی جاتی۔ اسی سلسلہ میں حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمیؒ بھی تشریف لائے۔ خاطر ومدارت کے بعد جانے لگے تو انہوں نے ایک جملہ کہا جو فقر کی میراث ہے فرمایا ''مصطفیٰ (ﷺ) کی دکان گاہک خدا'' یقیناً اس ارشاد سے آنجناب کا مطلوب ومقصود بہت بلند وارفع ہے لیکن عام آدمی کی تفہیم کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ درویش کا ظاہری کاروبار بھی توحید ورسالت کی تعلیم وتربیت کی ایک روشن دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [۱] چند دن ہی یہ کاروباری مصروفیت رہی۔ ایک دن حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف سے ارشاد فرمایا ''کارِ شما ر دیگر است'' اس فرمان کے چند دن بعد ہی یہ تجارتی سلسلہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے کسی نے عرض کیا ''حضور! کوئی زرگری کرتا ہے کوئی سوداگری۔ آپ کیا کرتے ہیں؟ آپؒ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا ''ہمارا کام آدم گری ہے یعنی انسان سازی جو انبیاء علیہم السلام کا اور سب سے مشکل کام ہے'' وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُوَفِّقٌ لِلْخَيْرَاتِ [۲]

تجھے کسی نے نہیں دیکھا

ایک دفعہ مستری عبدالکریم اور دوتین آدمی حاضر خدمت تھے گفتگو ہوتی رہی۔ ان میں سے ایک آدمی بزرگانِ دین کا گستاخ معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ ایک دفعہ پیر چنن شاہ صاحبؒ آف آلومہار شریف ریل پر سوار ہوکر لاہور تشریف لے جارہے تھے۔ اسی ڈبے میں دوتین لڑکے راولپنڈی سے سوار ہوکر لاہور کالج میں داخلہ لینے کے لئے بھی جارہے

---

۱ النور۔ ۳۷۔ ترجمہ:۔ وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا نہ کوئی سودا نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد سے۔

۲ حق تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔

تھے۔ ان لڑکوں سے پیر صاحبؒ کی کچھ بات چیت ہوئی۔ پیر صاحبؒ ایک رات لاہور قیام فرما کر واپس آلومہار شریف تشریف فرما ہوئے۔ ان لڑکوں میں سے ایک لڑکا پیر صاحب کا دیوانہ ہوگیا۔ وہ کالج چھوڑ کر پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ پندرہ بیس روز حضورؒ کی خدمت میں رہا۔ حضورؒ نے اس دوران میں لڑکے کو کئی دفعہ فرمایا'' کہ جا اللہ کے بندے کالج داخل ہوجا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور میرا کالج یہی ہے۔ وہ لڑکا کسی رئیس کا بیٹا تھا اس کے ساتھی لڑکوں نے اس کے والد کو لکھا۔ کہ تمہارا بیٹا کالج میں داخل نہیں ہوا۔ وہ آلومہار شریف چلا گیا ہے۔ اس کا والد بڑے غصے میں آلومہار شریف پہنچا۔ وہ لڑکا اس وقت پیر صاحبؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کئی اور آدمی بھی بیٹھے تھے۔ اس لڑکے کے والد نے گستاخانہ انداز میں کہا'' اٹھ لڑکے ایتھوں کی لینا ایں، اے دکانداریاں نے''میں نے کئی پیر دیکھے ہیں۔ پیر صاحبؒ نے ارشاد فرمایا''تم نے کئی پیر دیکھے ہیں لیکن تجھے کسی نے نہیں دیکھا'' اتنا کہنا تھا کہ وہ شخص بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو معافی کا خواستگار ہوا اور لڑکے کو چھوڑ کر چلا گیا وہ لڑکا کامل ولی اللہ ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ السَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰے[1]

معین وناصرِ دینِ محمد ﷺ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی عادت مبارک تھی۔ سکول سے چھٹی کے بعد موسم گرما میں دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد قیلولہ فرماتے۔ پھر ظہر کی نماز (ٹھنڈی کرکے) ادا فرماتے۔ اور موسم سرما میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد باہر سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ عصر اور مغرب کی نمازیں اردگرد کے گاؤں میں جہاں بھی آ جاتیں ادا فرماتے۔ سیر کیلئے کوئی خاص سمت مقرر نہ ہوتی۔

شروع شروع میں جب آپ گجرات میں تشریف لائے۔ تو حسب معمول ایک دن موضع معین الدین پور کی طرف تشریف لے گئے۔ گاؤں سے باہر وہاں کچھ سادات بزرگوں کے مزارات ہیں ان بزرگان نے اپنے اخلاف کو یہ وصیت کی تھی کہ کسی پیر کو اس گاؤں میں نہیں آنے دینا۔ کیونکہ آج کل

---

[1] ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

قائد بامکائد بہت ہیں۔ اور قائد بے مکائد کم۔ اخلاف اس وصیت پر سختی سے پابند رہے۔ حضرت صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے گاؤں کے اندر جانے سے پہلے ان بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی۔ جب مراقب ہوئے تو ان کے جدِ اکرم بڑے خوش خوش نظر آئے۔ بلکہ عالم استغراق میں ان بزرگوں نے ہمارے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور فرمایا ہم نے اپنے اخلاف کو منع کیا ہوا تھا۔ کہ یہاں کسی پیر کو نہ آنے دینا۔ لیکن مولوی صاحب! آج سے ہم نے یہ گاؤں معین الدین پور آپؒ کے حوالہ کیا۔ حضورؒ مراقبہ سے فارغ ہوئے، دعا فرمائی۔ اور گاؤں کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو روکا تاکہ رُشد وہدایت جو ان کے بزرگوں نے ودیعت فرمائی تھی اس پر گامزن ہوا جائے۔ لوگ رک گئے مگر سادات کے موجود بزرگ جو عالم تھے۔ کہنے لگے ہم آپؒ کی بات سننے کے لئے تیار ہیں مگر پہلے ہمیں غالباً سورۃ الفاتحہ (اَلْحَمْد شریف) کی ترکیب نحوی کر کے سمجھائیں۔ چنانچہ آپؒ نے ایسے احسن طریق سے عربی قواعد کا یہ مسئلہ حل کیا کہ وہی بزرگ فرمانے لگے اب جو کچھ آپؒ فرمائیں گے ہم سننے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ آپؒ نے رشد وہدایت کی باتیں ایسی عمدگی اور موثر طریق سے بیان فرمائیں کہ وہی بزرگ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ بزرگ میرے پیر ہیں اور بیعت کے لئے اپنا ہاتھ آپؒ کی طرف بڑھایا۔ اس کے بعد دھڑا دھڑ لوگ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ حقیقتاً ان بزرگوں کے اس قول ہی کا ظہور تھا جو انہوں نے فرمایا۔ ''مولوی صاحب معین الدین پور ہم نے آپ کے حوالے کیا''

رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِیَّاکُمْ مُحَبَّۃَ ھٰذِہِ الطَّائِفَۃِ الْعَلِیَّۃِ الشَّرِیْفَۃِ[۱]

تحفظِ نعمت

قیام پاکستان کے بعد سرہند شریف روضہ اقدس کے کلید بردار وصلی شاہ صاحبؒ دربار حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ لاہور میں مقیم ہوئے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے سابقہ تعلقات کی بنا پر گجرات شریف بھی آتے رہتے۔ حضورؒ ان پر بہت نوازشات فرماتے۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس طائفہ علیہ شریفہ کی (محبت) صحبت عطا فرمائے۔

ایک دفعہ وصلی شاہ صاحب حضورؒ کے پاس گجرات حاضر ہوئے۔ چہرہ پر سخت پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ پانی اور کھانا دیا گیا۔ تو اس کی طرف بھی ہاتھ نہ بڑھاتے تھے۔ حضورؒ نے خیر و عافیت پوچھی تو یہی کہتے رہے "میں لوٹا گیا میں مارا گیا" حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے پوچھا "ہوا کیا" تو کہنے لگے "میں بالکل خالی ہوں میرے پاس کچھ نہیں رہا۔ میں لوٹا گیا میں مارا گیا" حضورؒ نے پوچھا "آخر ہوا کیا۔ وصلی شاہ صاحبؒ کہنے لگے کہ حضور مجھے کچھ علم نہیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں رہا"

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا "وصلی شاہ! تم سے بد پرہیزی ہوئی ہے بھلا یہ تو بتاؤ سمندر کی مچھلی "چھپڑی" (کم پانی) میں زندہ رہ سکتی ہے۔ "سرہند شریف سمندر، داتا صاحبؒ سمندر" حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے اس ارشاد پر وصلی شاہ صاحب کو یاد آگیا کہ واقعی وہ ایک ایسی جگہ گئے تھے وہاں کی ملاقات نے ان کے احوال میں یہ تنزل پیدا کیا اس پر وصلی شاہ صاحب نے توبہ کی "کہ آئندہ میں جگہ بہ جگہ نہیں جاؤں گا" حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے خصوصی توجہ فرمائی جس سے شاہ صاحب کے احوال بحال ہوئے۔ نسبت بحال ہونے پر وصلی شاہ صاحب کا حال دیدنی تھا چہرہ تمتما اٹھا۔ خوشی کے مارے وجدان طاری ہوگیا۔ حضورؒ کے ہاتھوں کو بوسے دیتے احسان مندی کا اظہار کرنے کے لئے کبھی گھٹنوں کو چھوتے اور کبھی پاؤں کو۔

نعمت باطنیہ جسے نعمت عظمٰی بھی کہتے ہیں کی بحالی اور رکھوالی اکابرین کا حصہ ہے سالک شیخ پاک کے رابطہ سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

یَادَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ دُلَّنِیْ بِحُرْمَةِ مَنْ جَعَلْتَهٗ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔ [1]

نورِ پاکاں

ملک افغانستان کے شہر کابل میں ایک عمر رسیدہ مائی صاحبہ رہتی تھیں جن کے چار بیٹے ملک ہندوستان میں کاروبار کے سلسلہ میں آیا جایا کرتے تھے۔ ایک

---

[1] ترجمہ:۔ اے حیرت زدوں کے رہنما، میری رہنمائی فرما ان (حضور پاک ﷺ) کے صدقہ میں جنہیں تو نے رحمۃ للعلمین علیہ وعلٰی آلہ الصلوات والتسلیمات تخلیق فرمایا ہے۔

دفعہ بیٹے گھر پر ہی تھے کہ ایک رات مائی صاحبہ کو ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حالت خواب ہی میں حضورؒ نے انہیں بیعت کیا اور اوراد و وظائف بتائے اور ساتھ ہی اپنا پتا بھی بتلایا'' کہ ملک ہندوستان میں ایک صوبہ پنجاب ہے اور پنجاب میں ضلع گجرات شہر میں زمیندار ہائی سکول میں مَیں پڑھاتا ہوں'' صبح ہوئی تو مائی صاحبہ نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلا بھیجا۔ بیٹے حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا'' اماں جی کیا بات تھی کہ آپ نے ہمیں صبح سویرے ہی بلا بھیجا والدہ نے پوچھا کہ بیٹا ملک ہندوستان میں کوئی صوبہ پنجاب بھی ہے؟۔ بیٹوں نے کہا ہاں اماں جی ہم وہاں جاتے رہتے ہیں۔ مائی صاحبہ نے پوچھا'' وہاں گجرات شہر بھی ہے'' بیٹوں نے کہا ہاں ضرور ہے'' پھر مائی صاحبہ نے کہا وہاں میرے پیشوا مولوی صاحب ہیں۔'' زمیندار ہائی سکول میں پڑھاتے ہیں۔ اور ان کا حلیہ مبارک ایسا ایسا ہے۔ درمیانہ قد سر پر پگڑی، نورانی چہرہ اقدس اور پرکشش۔ والدہ صاحبہ نے کہا'' اب جائیں تو میرے مرشد پاک کے ہاں ضرور جائیں۔ میرا سلام عرض کرنا اور میرے لئے آپؒ سے تبرک بھی ضرور لانا۔ تھوڑے عرصہ بعد چاروں بھائی ملک ہندوستان صوبہ پنجاب گجرات شہر میں وارد ہوئے۔ پوچھتے پچھاتے زمیندار ہائی سکول پہنچے۔ مولوی صاحب کہہ کر پوچھا۔ چپڑاسی آپؒ کے پاس لے گیا۔ اس وقت آپؒ اپنی تدریسی ذمہ داریوں میں مصروف تھے۔ آپ نے انہیں ایک طرف بیٹھنے کے لئے کہا۔ آپؒ کی عادت مبارک تھی کہ تعلیمی اوقات کو اپنے ذاتی یا کسی اور کام میں صرف نہیں کرتے تھے۔ اس لئے سکول کا وقت ختم ہونے پر ان کو ساتھ لے کر گھر آئے۔ ضروری تواضع سے نوازا۔ خیر و عافیت پوچھنے پر افغانی برادران نے اپنی والدہ صاحبہ والا واقعہ اور دیگر تمام کوائف عرض کئے۔ حضورؒ نے مائی صاحبہ کے لئے وظائف بتلائے۔ یہ وہی وظائف تھے جو آپؒ نے خواب میں تلقین فرمائے تھے۔ حضورؒ کے اخلاق اور باطنی جذب نے انہیں چند گھڑیوں میں اپنا گرویدہ بنا لیا۔ پھر انہوں نے بیعت کے لئے عرض کیا آپؒ نے چاروں بھائیوں کو بیعت فرمایا۔ پندرہ دن اپنے پاس رکھا اور سلوک کی وہ منازل طے کروائیں۔ کہ صاحب اجازت کا مرتبہ پایا۔ واپسی پر حضورؒ نے مائی صاحبہ کے لئے اپنا عصاء مبارک اور کچھ تبرکات بھی عطا فرمائے۔

ہمسایہ جبریلِ امیں بندۂ خاکی
ہے اسکا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ عَلٰی طَرِیْقَۃِ الْمَرْضِیَۃِ[۱]

''میری بانہہ وی پھڑی ہے؟''

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس مجیٹھہ (بھارت) میں قیام پاکستان سے پہلے ایک خادم رہا کرتا تھا جس کی ذمہ داری مویشیوں کی دیکھ بھال اور چارا وغیرہ ڈالنا تھا جانور اس سے اس طرح مانوس تھے کہ گویا وہ ان سے باتیں کرتا تھا۔ حضورؒ کی خدمت میں آنے سے پہلے ہندوانہ ماحول میں رہنے کی وجہ سے اس کے دل میں ہندو معاشرت اور رسم و رواج رچے بسے تھے۔ چنانچہ ہندومت کی تقریبات ''مَسیا'' وغیرہ میں بھی بڑے اہتمام سے شمولیت کرتا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد جب حضورؒ گجرات میں تشریف لائے۔ تو کچھ عرصہ وہ یہاں بھی آپ کے ہاں ٹھہرا۔ احساس ذمہ داری اس پر ایسا غالب تھا کہ حضورؒ اسے گھر کا تالا کہتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؒ حقوقِ عزیز داری کے سلسلہ میں کہیں گئے ہوئے تھے۔ پیچھے دوسرے درویشوں نے اسے تنگ کرنا شروع کیا'' کہ چراغ اتنا عرصہ ہوا کہ تو حضورؒ کے پاس رہ رہا ہے کتنے لوگ آئے اور تیری موجودگی میں حضورؒ سے بیعت سے مشرف ہوئے کیا حضرت صاحبؒ نے تجھے بھی بیعت کیا ہے''؟ بھائی چراغ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ البتہ ندامت اور شرمندگی ہوئی۔ اور اس سوچ میں ڈوب گئے کہ میں نے اب تک کیوں نہ حضورؒ سے اس بارے میں عرض کیا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کچھ دنوں بعد جب تشریف لائے۔ شام کا وقت تھا۔ بھائی چراغ معہ دیگر درویشوں کے بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جونہی حضورؒ نے دروازہ سے اندر قدم رکھا بھائی چراغ صاحب جلدی سے باہر آئے اور علیک سلیک کئے بغیر ہی آپؒ کے بازو کو پکڑ لیا اور کہنے لگے ''میاں جی! (بھائی چراغ شروع ہی سے حضرت صاحبؒ کو میاں جی کہہ کر بلاتا) ایہہ دسو تساں میری بانہہ وی پھڑی ہے کہ نئیں؟'' پاس رہنے والے کو یہ احساس ہے یا نہیں مگر اپنے پاس رکھنے والوں کو مکمل

---

[۱] ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

احساس ہے کہ ہم نے کس مقصد کے لئے اسے اپنے پاس رکھا ہے۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا ”چراغ اساں تیری بانہہ بڑی اُچی تھاں تے پھڑائی اے“ غور کیجئے۔ ایک عام آدمی اور ہندوانہ ماحول کے پروردہ شخص کو درویش کی صحبت نے کیسی رنگن چڑھائی۔ باقاعدہ پانچ وقت کا نمازی اور چہرہ نورِ ایمان سے روشن۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

وصل و ہجر

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ بھائی غلام رسول صاحب (سرگودھوی) چند ساتھیوں کے ہمراہ مُبیٹھ شریف حاضری کیلئے پہنچے۔ چند ایام قیام کیا۔ حضورؒ کی صحبتوں اور باطنی نوازشوں سے مالا مال ہوئے۔ پھر حضور نے سبھی کو اجازت فرمائی۔ جب گاڑی پر بھائی غلام رسول سوار ہوئے تو بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔ ساتھیوں نے ”بہتیرا“ سمجھایا بجھایا لیکن ان کے تضرع اور خشوع کی کیفیت کسی طور نہ بدلی۔ اسی حالت میں سرگودھا پہنچے۔ آخر ایک ساتھی نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے تو کہنے لگے ”پیچھے کی طرف دیکھتا ہوں“ چانن ”روشنی ہے اور آگے کی طرف دیکھتا ہوں تو اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے“ روواں نہ تو کیا کروں۔ یہ صورتِ حال گھر پہنچ کر بھی رہی۔ آخر حضورؒ کو خط کے ذریعہ اس بھائی کی یہ کیفیت عرض کی گئی حضورؒ نے بذریعہ نوازش نامہ کچھ فرمایا جس سے غلام رسول کو اس حال سے آفاقہ ہوا۔

جیہڑی رات میں خواجہ سنگ گزاری
کراں قربان اس توں عمر ساری

صدقِ مقال

یہی بھائی غلام رسول صاحب زرعی فارم سرگودھا میں ایک ادنیٰ ملازم تھے۔ ایک دفعہ گودام سے چوری ہوگئی۔ چوری کا تمام الزام انہیں پر عائد ہوا۔ محکمہ کے بڑے بڑے افسروں کی عدالت میں انہیں پیش کیا گیا۔ ایک افسر نے کہا ”غلام رسول تو نے چوری کی ہے“ بھائی غلام رسول نے کہا ”میں نے چوری نہیں کی“ افسر نے بڑے غصہ اور رعب سے کہا ”تو جھوٹ بولتا ہے“ جھوٹ کا لفظ سنتے ہی بھائی غلام رسول کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی ہو۔ قوت ایمانی جوش میں آئی۔ افسروں کی قطعاً پرواہ نہ کرتے ہوئے گرج کر کہا ”غلام رسول جھوٹ نئیں بول سکدا۔ اس دے پیر نے اس دے اندر ایمان گڈھ چھڑیا اے“ یہ سنتے ہی

عدالت پر سناٹا چھا گیا اور متعلقہ افسر نے کھسیانے ہو کر کہا ’’غلام رسول ہم نے ’’پوچھ گچھ‘‘ تو کرنی ہوتی ہے، توں سچا ایں تیرا کوئی قصور نہیں‘‘

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ [۱]

سفر سرہند شریف

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادہ صاحب سرگودھا کے علاقہ میں محکمہ زراعت میں ملازم تھے حسب معمول ایک دفعہ سرہند شریف کے سالانہ عرس پر جانے کیلئے رخصت کی درخواست دی تو ان کے ایک رفیق کار نے پوچھا ’’کہ اتنے دنوں کی چھٹی پر آپ کہاں جا رہے ہیں سرہند شریف کے بارے میں بتایا گیا تو کہنے لگے ’’میں بھی آپؒ کے ساتھ چلتا ہوں۔ چنانچہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے ہمرکابی کی اجازت لی گئی۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ اور آپؒ کا ساتھی بذریعہ ریل گجرات پہنچے اور اسی گاڑی پر ہی حضرت صاحبؒ اور آپؒ کے متوسلین نے جانا تھا۔ ریلوے سٹیشن پر ملاقات ہوئی۔ حضورؒ کے ان نورانی چہروں والے ہمسفروں کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بھانپ گئے کہ یہ سفر واقعی سیر الی اللہ ہے اور منزل کی رعنایاں آنکھوں کے سامنے گھومنے لگیں۔ ’’سفر وسیلہ ظفر‘‘ کا مفہوم ذہن نشین ہوا۔ کہیں وضو ہو رہے ہیں اور سفر میں بھی حضر کی طرح نمازیں باجماعت ادا کی جا رہی ہیں۔ سبحہ خوانی کا سلسلہ جاری ہے۔ کہیں ہمرکاب حضورؒ کے گرد پروانہ وار اداؤں میں مصروف ہیں۔ منزل پر پہنچے تو عجب سماں تھا۔ زائرین ایک عجب کیف کی حالت میں ہیں کسی کے سانس تک کی آواز نہیں آتی، چلنے پھرنے میں اس قدر احتیاط کہ کیا مجال کسی کی کہنی کسی سے ٹکرا جائے یا کسی کے پاؤں کا انگوٹھا کسی کی ایڑی سے چھو جائے۔ ہر شخص اپنے اپنے حال میں مگن ہے اور آنکھوں میں آنسو ڈھلک رہے ہیں۔ وعظ و تقریر کا کوئی سٹیج نہیں اور نہ ہی کسی کی جرأت ہے کہ دوسروں کو پند و نصائح کیلئے زبان کھول سکے۔ صرف ایک سٹیج ہے وہ بھی ختم شریف

---

[۱] المجادلہ۔۲۲۔ ترجمہ:۔ یہی لوگ لکھ دیا (ثبت کر دیا) ان کے دلوں میں ایمان۔

کے موقعہ پر ترتیلِ قرآنِ حکیم کا، جہاں قاری حفاظ حضرات باری باری قرآن پاک کی تلاوت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ کھانا ملتا ہے مقدار میں جتنا چاہیں لیں۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے کسی نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے۔ آپؒ نے فرمایا "تاکہ کام و دہن کے حریص یہاں نہ ٹھہر سکیں اور وہی ٹھہریں جو محض رضائے الٰہی کے لئے آتے ہیں۔" علامہ اقبال روضہءِ اقدس حضرت امامِ ربانی مجددؒ الف ثانیؓ پر حاضری کی یوں منظر کشی کرتے ہیں۔

حاضر ہوا میں شیخ مجددؒ کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہءِ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاجبزادہ صاحبؒ کے دفتر کے یہ ساتھی چونکہ حضرت مجددؒ الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے۔ اس لئے وہاں سے حضرت مجددؒ صاحبؒ کے سوانحی خاکہ کا ایک کتابچہ لیا۔ مطالعہ کرنے پر معلوم ہوا کہ آپؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ ہیں۔ انہیں یاد آ گیا کہ ہمارے آباؤ اجداد پہلے سکھ تھے اور انہوں نے بھی حضور خواجہ باقی باللہؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور اسی علاقہ کے رہنے والے تھے۔ تھوڑا عرصہ ہوا ہمارے کنبہ نے فیصل آباد سکونت اختیار کی ہے۔ لہٰذا اپنے پہلے اسلام قبول کرنے والے بزرگوں کی خاکِ مقدس کی زیارت تو ضرور کرنی چاہیے۔ واپسی پر اس ارادہ کے پیشِ نظر حضورؒ سے اجازت لی اور اپنے آبائی وطن کی طرف چل پڑے۔ کچھ راستہ پیدل کا تھا پوچھتے پچھاتے ایک پگڈنڈی پر چلتے گئے آگے چل کر جھاڑیوں میں دو راستے نکلتے تھے۔ اپنے گاؤں کی جانب کا اندازہ کر کے ایک راستہ اختیار

کیا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا کہ سرِ راہ ایک بزرگوار کو پایا۔ حُسن وخوبی کا پیکر جلال وجمال کا ایسا حسین امتزاج کہ "نے پائے رفتن نے جائے ماندن" جرأت تکلم کہاں، جہاں نظر کے پاؤں ڈگمگاتے ہوں خود ہی اس ہستی پاک نے ارشاد فرمایا "جس راستے تم چل رہے ہو یہ نہیں بلکہ دوسرا راستہ تمہارے گاؤں کو جاتا ہے۔ اس محسن کی لب کشائی پر حوصلہ بندھا اور پوچھا آپ کون بزگوار ہیں؟ ارشاد ہوا میں وہی ہوں جس کی سوانح آپ سرہند میں پڑھ کر آئے ہیں یہ کہا اور نظروں سے اوجھل ہو گئے آنکھوں میں آنسو ڈھلکنے لگے جہاں حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ العزیز تشریف فرما تھے۔ زمین بوس ہوا یہ جگہ چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا مگر حضورؒ کے اشارہ کو مقدم سمجھا اور گاؤں کا راستہ لیا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے صاحبزادہ صاحب کے یہ دفتری ساتھی اب انہیں "برادرِ فیضانِ مجدّ دی" کہیئے جب گاؤں پہنچے تو کسی ادھیڑ عمر شخص کو تلاش کیا اور اپنے آباؤ اجداد کے بارے میں پوچھا، وہ صاحب کہنے لگے میں اچھی طرح جانتا ہوں اور ساتھ چل دیئے۔ راستہ میں اس سلسلہ پاک سے تعلق رکھنے کی وجہ سے بزرگوں کی عظمت کے بارے میں مختلف خیالات آتے رہے۔ ایک بات ذہن میں بار بار ابھرتی رہی کاش! ہم یہاں ہوتے اس خاکِ پاک پر جھاڑو دیتے۔ دیا جلاتے اور وراثتِ جاوداں سے مستفیض ہوتے۔ اسی خیال ہی میں تھے کہ ایک کچی چوکھنڈی پر پہنچے جو ہر لحاظ سے درست تھی ایک سکھ قدموں کی طرف چار دیواری کے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ اور اپنی پگڑی اُتار کر ایک پلّو پکڑ کر باقی آگے پھینکتا پھر اپنی طرف کھینچتا اور اس عمل کو بار بار دھراتا، گویا اس خاکِ مقدس کی صفائی کر رہا تھا۔ گاؤں کے سن رسیدہ شخص نے بتایا کہ یہی وہ خزینہ ہدایت ہے جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ پیرو مرشد حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی عطا ہے نہ جانے دل پر کیا گزری۔ تاریخ عظمتِ اسلام کا وہ دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کا دور، جب فیضانِ حضراتِ نقشبندیہ مجدّدیہ عام تھا آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا، اس دور کے بارے میں حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "اس زمانے وچ ولیاں دا ہڑ وگیا اے" اب بھی ان کی عظمت کی کیسی روشن دلیل ہے کہ ایک غیر مسلم سے کیسے مؤدبانہ طریق پر خدمت لی

جارہی ہے۔ رات کے سائے چھا رہے تھے مگر دل کے چراغ روشن سے روشن تر ہوتے جارہے تھے۔ وقت کے تقاضے کے پیش نظر سلام کیا اور واپسی کا راہ لیا۔

یہ صاحب جب اپنے فرائض منصبی پر واپس پہنچے تو اپنے آبائی گاؤں کے سفر کی روئیداد حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کے گوش گزار کی۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے فرمایا "بھائی ایک بات یاد رکھیے سو گز رسہ سرے تے گنڈہ" یہ محض میرے اباجیؒ کی مصاحبت کا صدقہ ہے درویش کی صحبت اکسیر احمر ہے۔

مرد ملے تے درد گوائے او گن دے گن کردا
کامل پیر محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستانے کاملے

اَللّٰهُ يَجْتَبِىٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔[1] (منہا ۶)

نسبتِ مجددّیہ

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا سالانہ عرس شریف ۲۸ صفر المظفر بمقام سرہند شریف ہر سال بڑے تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے جہاں ہندو پاک کے کونے کونے اور دیگر ممالک سے بھی زائر کثیر تعداد میں حاضر ہوتے ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے عرس شریف کے اہتمام وانتظام میں دہلی اور بمبئی کے سیٹھ (امراء) خصوصاً بہت دلچسپی لیتے۔ ایک صاحب حضورؒ کے تعویذ مبارک کے غسل کیلئے منوں عرق گلاب پیش کرتے۔ ایک صاحب روشنی کا انتظام کرتے اور سینکڑوں کی تعداد میں گیس لاتے۔ صاحب سلسلہ حضرات اور ان کے متوسلین کیلئے کثیر تعداد میں خیمے مہیا کیے جاتے۔ مدرسہ کرنال پانی پت کے منتظم اعلیٰ حفاظ کی (ریلوے کی) پوری ایک بوگی بھیجا کرتے۔ لیکن عجب بات یہ تھی کہ خود حاضر نہ ہوتے۔ حضرت صاحبؒ سے عرض کیا گیا "حضور جب عقیدت کا یہ عالم ہے تو خود حاضر کیوں

---

[1] ترجمہ:۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کر لیتا ہے تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور تمام رسولوں کے سردار محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل پر درودوسلام ہو۔

نہ ہوتے؟'' حضورؒ نے ارشاد فرمایا ''ان صاحب نے مدرسہ کے انتظام وانصرام کیلئے جلبِ زر کا ایک عمل کیا ہوا تھا اور سرہند شریف کی عظمت وشان کا یہ عالم ہے کہ وہاں سوائے لِلّٰہیت کے کسی اور غرض کیلئے عمل کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ اگرچہ وہ عمل اپنی ذاتی غرض کی خاطر نہ بھی ہو۔ ایسے صاحبِ عمل لوگ سرہند شریف حاضر نہیں ہو سکتے کیونکہ وہاں عامل کا عمل سلب ہو جاتا ہے۔ اپنے عمل کے مفقود ہونے کے ڈر سے مدرسہ کرنال پانی پت کے منتظم اعلیٰ حاضر نہیں ہوتے تھے۔

نسبت مجدّدیہ عالیہ کا ہمارے حضورؒ پر ایسا کامل ورود تھا کہ ایسا شخص (عامل) جو بھی حاضر ہوتا سوائے بے بسی کے اسے کچھ ہاتھ نہ آتا۔ ایک دفعہ گوجرانوالہ سے ایک صاحب عبدالخالق نامی جن کے مجاہدے اور ریاضت کا یہ عالم تھا۔ کہ زندگی بھر چارپائی آرام کیلئے استعمال نہیں کی۔ حضورؒ کے جسمانی علاج کیلئے حاضر ہوئے۔ رات قیام کیلئے ان کے لوازمات ایک الگ کمرے میں فرشی بستر، مصلیٰ، لوٹا اور سر پر باندھنے کیلئے نیا پٹکا وغیرہ مہیا کیا گیا۔ کہنے لگے ''صبح اِنْ شَآءَ اللّٰہ عوارضِ بدنی کے اسباب اور ان کا علاج عرض کروں گا۔''

صبح ہوئی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام مسنونہ کے بعد دست بستہ عرض کرنے لگے ''حضور! معافی چاہتا ہوں۔ برسوں کی ریاضت کے بعد اس عمل میں پختگی حاصل ہوئی تھی اور مؤکلات پر قابو پایا تھا۔ لیکن آج میرے مؤکل ایسے غائب ہوئے کہ باوجود حاضر کرنے کی کئی بار کوشش کی ہے لیکن پتا ہی نہیں چلتا کہاں گئے۔ ایک بار صرف اتنا کہا کہ ہم ان بزرگوں کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتے۔ ان کے معاملات ہمارے بس سے باہر ہیں'' وہ صاحب کہنے لگے جبکہ حضرت صاحب کے عوارضِ جسمانی کی ''ٹوہ'' لگانا مؤکلات کے بس کا روگ نہیں ہے۔ تو بھلا آپ کے روحانی حال کو کون سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ چھ ماہ تک ان کے مؤکل باوجود انتہائی جدوجہد کے حاضر نہ ہوئے۔ نسبت مجدّدیہ کا خاصہ بھی یہی ہے ''فرمان حضرت مجدّد الف ثانیؓ'' اورا ازما نسبت صحیحہ رسیدہ است'' جہاں نسبتِ مجدّدیہ صحیحہ ہوگی وہاں عملیات کی دلدل ہرگز نہ ہوگی۔ اور جو شخص عملیات کے الجھاؤ میں ہوگا۔ سمجھ لیجئے کہ وہ نسبت نقشبندیہ مجدّدیہ سے عاری ہے۔ توکل کا مؤکل سے کیا کام'' آنجا کہ توکل است

مؤکل راچہ کار'' ارشاد باری تعالیٰ ہے:
وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط (الاعراف۔۲۹) ترجمہ:۔اور اس کی عبادت کرو نرے اس کے بندے ہوکر۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط (الزمر۔۳)
ترجمہ:۔ہاں! خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔

هٰذَا السِّرُّ مِنْ غَوَاصِ الْاَسْرَارِ الْاِلٰهِيَّةِ خَصَّ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ بِبَرَكَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا۔[1] (منہا۲۶)

یَدُ اللّٰہ..........

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک محب خاص حکیم محمد شریف صاحب جوانی کے ایام میں ایک درخت پر چڑھے اور نیچے گر پڑے۔ گرنے سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ بہت علاج معالجہ کروایا۔ لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ایک رات سخت درد سے کراہتے کراہتے آنکھ لگ گئی۔ اور خواب میں ایک بزرگ تشریف لائے انہوں نے صورتِ حال پوچھی اور ایک ''سپید'' دوائی دی اور انہیں کھانے کو کہا حکیم صاحب نے وہ دوائی کھالی۔ جب آنکھ کھلی تو پہلے کی نسبت آفاقہ تھا۔

اس خواب کے کافی عرصہ بعد ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی۔ دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی زیارت اور شفقت سے مجھے سخت تکلیف سے نجات اور سکون حاصل ہوا تھا۔ حکیم صاحب پہلے بھی کہیں بیعت تھے۔ حضورؒ سے بیعت کیلئے عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا'' آپ پہلے بھی بیعت ہیں'' اب سوچنے لگے۔ کہ آپ سے ملاقات کا تسلسل کیسے قائم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ عرض کیا'' حضور! میری بیوی کو ہی بیعت فرمالیں۔ تاکہ اس بہانہ سے حضور کی ملاقات سے فیضیاب ہوتا رہوں''۔ حضورؒ نے حکیم صاحب کی اہلیہ کو سلسلہ عالیہ میں داخل فرمالیا۔ بیوی کے سلسلہ بیعت میں آنے سے طبیعت اور بھڑکی اور طلب بیعت میں اضافہ ہوا۔ کہے بغیر نہ رہ سکے اور دوبارہ عرض کیا۔ اب حضورؒ نے فرمایا'' اچھا ہم تمہاری گاڑی کا انتظار کر رہے ہیں'' ایک دن

---

[1] ترجمہ:۔ یہ حکمت اور راز دقیق اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات و التسلیمات اتمہا و اکملہا کی برکت سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس کے ساتھ مخصوص فرمالیتے ہیں۔

ان کی موجودگی میں حضورؒ نے ایک شخص کو بیعت فرمایا۔ اور اس کے منہ میں شیرینی اپنے ہاتھ سے ڈالی۔ جیسا کہ ان حضرات کا طریق ہے۔ اس پر جوش اور بڑھا اور رقت کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آگئے۔ کاش! کہ حضور میرے منہ میں بھی اپنے ہاتھ سے شیرینی ڈالیں۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضورؒ نے فرمایا ''اچھا تو نے بھی ضرور گڑ کھانا ہے؟ تو آگے ہو'' حکیم صاحب جونہی آگے بڑھے، کیا دیکھتے ہیں کہ جن بزرگوں (پیر لال شاہ صاحب) سے پہلے بیعت تھے انہوں نے ان کا بازو خود پکڑ کر حضورؒ کے دائیں ہاتھ میں دیا۔

ع۔ عاشقان خستہ را ''نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ'' گفتہ

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کی مبارک گھڑیاں آئیں اور حضورؒ نے سلسلہ عالیہ کی نورانی سلک میں انہیں منسلک فرمایا۔

ے ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَ اٰلِہِ الْاَطْھَرِ۔[۱] (منہا ۱۵)

داد ۂ درویش

''میں بندہ (میاں خاں) ایک روز آپؒ کی چارپائی مبارک کے نیچے سویا ہوا تھا۔ سونے سے پہلے مجھے خیال آیا کہ لوگ اللہ کے بندوں کی خدمت کرتے ہیں اور دنیاوی لحاظ سے غریب ہی ہوتے ہیں۔ دنیا میں ان کو اس خدمت کا کوئی صلہ نہیں ملتا۔ اسی خیال میں بندہ کو نیند آگئی۔ خواب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی زیارت ہوئی اور حضورؒ نے یہ شعر ارشاد فرمائے۔ ے

دادہء درویش یابی جاوداں — از نظرِ درویش باشی شاہ جہاں
ہر کہ او درویش را مقبول شد — در مراتب شد ز بالا عرشیاں''

جب بندہ کی آنکھ کھلی تو حضورؒ نے فرمایا ''کیا دیکھا ہے'' بندہ نے خواب عرض کیا اور

---

[۱] ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ حقیقتِ حال کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود وسلام ہو سردارِ دو جہاں ﷺ اور آپ کی آل اطہار پر۔

شعر بھی عرض کئے حضورؒ نے فرمایا ''الحمد اللہ کہ میرے سلسلہ کی اصلاح ہر وقت حضور مجددؒ صاحب فرماتے ہیں'' وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

رحمتِ حق

مولوی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں زمانہ طالب علمی میں میں ایک رات گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات میں ٹھہرا۔ صبح سویرے اُٹھا۔ نماز پڑھی اور بازار کی طرف چل دیا۔ میں نے روٹی کھانی تھی میں نے چوک شاہدولہ صاحب میں پہنچ کر تنورکا معلوم کیا۔ چوک سے آگے بڑھا تو پتہ چلا کہ یہاں محلہ چاہ بھنڈر کے قریب ایک ماچھی کا مکان ہے وہاں سے روٹیاں ملیں گی۔ میں تنور پر پہنچا ماچھی سے روٹی مانگی۔ تو وہ مجھے کہنے لگا۔ کہ یہاں ایک اللہ کے درویش رہتے ہیں۔ اگر کھانا کھانا ہے تو وہاں چلے جاؤ۔ میں کھانا تو بھول گیا کیونکہ مجھے اللہ کے بزرگ بندے کی سخت تلاش تھی۔ آپؒ وہاں ساتھ والے مکان میں رہتے تھے۔ اُسکی سیڑھیاں لکڑی کی بنی ہوئی تھیں میں حاضر خدمت ہوا اُس وقت ایک درویش آپؒ کے پاس تھے آپؒ نے مجھے دو روپے دیئے اور درویش سے فرمایا'' اِسے دودھ پلاؤ۔ اُس نے مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا روٹی کی ضرورت پوری ہوئی آپؒ نے دعا کی اور مجھے اجازت فرمادی۔ گرسنگئ بطن یوں گرسنگئ باطن کی سیرابی کا بہانہ بنی۔

ع۔ رحمت حق بہانہ می جوید بہانمی جوید

میں خدائے بزرگ و برتر خالق کون و مکان، مالک دو جہاں کا شکر ادا نہیں کر سکتا جس نے مجھے حضور قبلہ عالم مولانا سیّد محمد حبیب اللہ صاحبؒ کے آستانہ عالیہ تک پہنچایا فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی [۱]

آگاہی

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسل حافظ نور احمد بیان کرتے ہیں'' میں ایک دفعہ گرمی کے موسم میں گجرات حاضر ہوا۔ نماز عشاء کے بعد آپؒ نے کلمہ شریف کے ورد کا حلقہ ذکر کروایا۔ چھ سات مریدین حاضر تھے۔ جن میں ایک بھائی عبدالعزیز نامی بھی

---

[۱] ترجمہ:۔ پس بیشک بڑی کامیابی حاصل کی۔ اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

دیوار کے ساتھ سے ہوئے ذکر کر رہے تھے۔ اچانک حضورؒ نے دائیں ہاتھ کی انگلی شہادت اٹھائی اور بھائی مذکور کے دل کی طرف اشارہ کر کے ضرب لگائی بھائی صاحب فوراً بیخود ہو کر دیوار کے ساتھ ٹکریں مارنے لگے۔ بندہ نے اس کا سر تھامنے کی کوشش کی مگر آپؒ نے "اوہوں" کہہ کر اشارے سے روک دیا۔ کافی دیر تک یہ بیخودی کا عالم رہا۔ پھر حضورؒ نے دم فرمایا تب جا کر ہوش آیا۔

گرمی کی وجہ سے حضورؒ نے بندہ کو گلی میں چارپائی پر سونے کو فرمایا۔ جب رات کے بارہ بجے۔ تو مسکین کو سخت پیاس نے ستایا۔ اور خواب ہی میں کہہ رہا تھا پانی دو، پانی دو، اتنے میں حضورؒ اندر سے تشریف لائے اور فرمایا "حافظ! پیاس لگی ہے؟" شرم کے مارے کچھ کہہ تو نہ سکا۔ مگر حضورؒ نے دوبارہ اندر تشریف لے جا کر اور نلکا چلا کر ایک تازہ اور ٹھنڈے پانی کا گلاس عطا فرمایا۔ بندہ اس پر سخت شرمسار اور نادم ہوا کہ رات کے اس وقت اپنی ضرورت کی وجہ سے آپ کو تکلیف دی۔ مگر حضورؒ نے فرمایا "کوئی بات نہیں پانی پیو"

ع۔ اپنے بندوں سے جو غافل ہو وہ آقا ہی کیا

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ [1]

کلامِ عارفاں

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے آبائی گاؤں جعفر کوٹ کے قریب ایک گاؤں، بکراعود تھا۔ جہاں کے اکثر لوگ غیر مقلد تھے۔ ایک دفعہ انہیں خطیب اور امام کی ضرورت پیش آئی۔ ہمسایہ گاؤں سے تعلق ہونے کی وجہ سے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے بھائی نظام الدین توکلی کو گجرات سے ان کے ہاں بطور امام بھیجا۔ توکلی صاحب انہیں نمازیں بھی پڑھاتے اور جمعہ کا وعظ اور خطبہ بھی دیتے۔ کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ اسی دوران میں حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جعفر کوٹ تشریف لے گئے اس پر توکلی صاحب بھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا "حضور جن کی دینی خدمات آپؒ نے مجھے سونپی ہیں وہاں بھی تشریف لے چلیں" آپؒ نے ان کی عرضداشت کو شرف قبولیت بخشا اور چند درویشوں کے ہمراہ موضع "بکراعود" پہنچے آپؒ کی آمد پر گاؤں کے لوگ کافی تعداد میں ملاقات کیلئے اکٹھے ہو گئے۔ باہمی

---

[1] ترجمہ:۔ درود و سلام ہو حضرت سیّد الانام ﷺ پر اور آپ ﷺ کی بزرگ اولاد پر اور اصحاب عظام پر۔

گفتگو اور آداب و اطوار سے یہ بات واضح طور پر ترشح ہوتی تھی کہ ان لوگوں کے عقائد مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق تبدیل ہو چکے ہیں۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے توکلی صاحب سے پوچھا "مولوی نظام الدین" ان کو کیا سناتے رہے ہو ان میں یہ تبدیلی آ گئی ہے" بھائی توکلی صاحب نے عرض کیا "حضور اور تو مجھے کچھ آتا نہیں میں تو صرف انہیں "سیف الملوک" سناتا رہا ہوں" حضورؒ نے ارشاد فرمایا "نظام الدین! عارف مرد کا کلام ہے اثر رکھتا ہے"

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَکْمَلُهَا۔[۱]

راہنمائی

پروفیسر محمد فرمان صاحب بیان کرتے ہیں "میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ جناب حضرت صاحبؒ اپنی مسجد میں تشریف لے جا رہے ہیں وہاں قرآن مجید کا درس ہو رہا ہے جو طالب علم قرآن مجید پڑھنے میں کوئی غلطی کرتا جناب اس کی تصحیح فرما دیتے۔ میں نے دوسرے دن شیخ کرم الٰہی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سنایا اور حقیقت حال دریافت کی فرمانے لگے خواب سچا ہے جناب کی روح مبارک کے مختلف فیضان ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والے اگر کہیں غلطی کر جائیں تو ان کی رہنمائی کی جائے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا[۲]

کارِ پاکاں

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے قیام موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ کے دوران ایک رات برسات کا موسم تھا صحن میں چارپائیاں بچھائی گئی تھیں حضورؒ کے قدموں کی طرف ایک چھوٹی سی چارپائی پر ڈاکٹر محمد عالم صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ جب رات کے تقریباً بارہ بجے تو اُن کی آنکھ کھلی اور دیکھا کہ اوس بہت پڑ رہی ہے اور

۱؎ ترجمہ:۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کی پیروی کو لازم جانے۔ آپ پر اور آپ کی آل پر مکمل ترین اور کامل ترین درود و سلام ہو۔

۲؎ ترجمہ:۔ اسی اللہ کے لئے تمام تعریفیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی۔

حضورؒ بغیر کسی چادر وغیرہ کے لیٹے ہوئے ہیں خیال آیا کہ چپکے سے میں حضورؒ پر چادر ڈال دوں جونہی چادر لیکر آپؒ پر ڈالنے کے لئے جھکے تو ان کی چیخیں نکل گئیں اور دھڑام سے زمین پر جا گرے۔ سبھی گھر والے بدحواسی کے عالم میں اٹھے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کیا ہوا؟ دیکھا تو وہ گرے پڑے تھے اُٹھایا اور پوچھا کیا ہوا؟ تو اتنا ہی بتا سکے کہ آپؒ پر چادر ڈالنے لگا تھا۔ اس پر حضورؒ کے بہنوئی حضرت میاں جی صاحب نے فرمایا ''کہ ہم رات کو کبھی ان کے قریب نہیں گئے (نہیں چھیڑا) خواہ ان پر بارش ہی کیوں نہ پڑتی رہے۔''

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

گرچہ آید در نوشتن شیر و شیر ۱

ہماری نیند اور اللہ والوں کی نیند میں بڑا فرق ہے۔ وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ ۲

تحفظِ توبہ

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا ایک مرید بیرون ملک سے حاضر خدمت ہوا۔ گرمی کے موسم میں ململ کا قمیض پہنے ہوئے تھا۔ اس لئے سامنے والی جیب میں سگریٹ کی ڈبیہ صاف نظر آتی تھی۔ آپؒ نے دیکھ کر ناراضگی سے فرمایا ''یہ کیا؟'' اس شخص نے ڈبیا جیب سے نکالی اور ''توڑ مروڑ'' کر باہر گلی میں پھینک دی۔ اور توبہ کی، آئندہ سگریٹ کا استعمال نہیں کروں گا۔

کچھ عرصہ پاکستان میں قیام کرنے کے بعد واپس متعلقہ ملک میں چلا گیا ایک دن کام سے فارغ ہو کر اپنی رہائش گاہ پر جا رہا تھا کہ راستے میں ''پنواڑی'' کی دکان آئی۔ سابقہ عادت عود کر آئی۔ خیال کیا کہ یہاں کون سا حضرت صاحبؒ دیکھ رہے ہیں۔ سگریٹ خرید ا اور بجلی کے کھمبے کی آڑ میں جونہی

---

۱ ترجمہ:۔ پاک لوگوں کے کام کو خود پر قیاس نہ کر۔ اگر چہ شیر اور شیر لکھنے میں ایک جیسے ہیں۔

۲ ترجمہ:۔ پورا معاملہ خداوند تعالیٰ سبحانہٗ کے حوالے ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے

لگانے گا۔ حضرت صاحب معاً سامنے آئے اور فرمایا'' کی مجھیا ای۔ کہ پیرا تھے کیہڑا ویکھ دااے'' اور ساتھ ہی سرزنش کی (تھپڑ لگایا) اور غائب ہو گئے اس مرید نے سگریٹ پھینکا اور دلی توبہ کی۔ اس واقعہ سے دل میں ایسی کسک پیدا ہوئی۔ کہ طبیعت ہر وقت بے قرار رہنے لگی۔ جلد ہی رخصت لی اور حضورؒ کی خدمت میں گجرات شریف حاضر ہوا۔ ملاقات پر طبیعت ایسی بے بس ہوئی کہ بچوں کی طرح بلبلا کر رونے لگا۔ حضورؒ نے پوچھا'' کیا ہوا؟'' اس نے بیرون ملک سگریٹ والا ماجرا عرض کیا۔ شیخ پاک جب توبہ کراتے ہیں تو توبہ کی حفاظت بھی فرماتے ہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا[1]

شہادت انگلی یا امرِ کن سی

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے متوسل اور ہم وطن منشی فیض احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور رحمتہ اللہ علیہ گاؤں تشریف لے گئے ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور ہماری مسجد کا موذن بھائی نواب الدین بڑا نیک آدمی ہے کنویں سے پانی مٹکوں کے ذریعے لا کر مٹن جو آٹھ مٹکوں کی ہے ہر وقت بھری رکھتا ہے۔ مگر جس دن ہم سے ناراض ہو جاتا ہے اس دن نہ اذان کہتا ہے اور نہ ہی پانی وضو کیلئے مٹن میں ڈالتا ہے اس کا علاج کر دیں تا کہ یہ ہمارے ساتھ روٹھا نہ کرے۔ اس وقت آپؒ مصلیٰ پر تھے بھائی نواب الدین کو آگے بلایا اور اس کا قمیض اٹھا کر لطیفہ قلب کا سبق دیا پھر آ کر مسجد میں حضورؒ نے نماز عصر پڑھائی۔ شام کی نماز ہو چکی تھی کہ بھائی نواب الدین دھاڑیں مار کر رونے لگا وہ لوگ جنہیں خبر نہ تھی اسے پوچھنے لگے کہ تجھے کیا ہوا لیکن بتائے کیا؟ آخر میں نے انہیں منع کیا۔ حضرت صاحبؒ دعا مانگ کر گھر کو چلے آئے اور ہم سب بھی چلے گئے۔ خدا معلوم وہ کس وقت گھر پہنچا۔ کئی دن اندر سے باہر نہ آیا۔ کئی دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ بھائی جی آپ کو کیا ہوا

---

[1] التحریم ۔۸ :ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

وہ زاروقطار رونا شروع کر دیتا اور بتاتا کچھ نہ تھا۔ میں چھوٹا تھا اور بھائی نواب الدین موذن بڑی عمر کا تھا۔ اور میرا نزدیکی چچازاد بھائی تھا اور میرے ساتھ بہت پیار کیا کرتا تھا ایک دن میں لاڈ سے اس کی گود میں بیٹھ کر گلے لگ گیا سنا تو قلب میں سے اسم ذات کی آواز آتی تھی۔ ع۔ اوہ دل توحید دے باغاں والا لہ

وَ هُوَ سُبحَانَہُ مُختَارٌ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیدُ ؎

دستِ غائبانہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ماموں زاد تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ سب سے بڑے آپؒ کے بہنوئی اور پیر بھائی بھی تھے۔ اور باقی دو بھائی اور بہنیں آپؒ کی ارادتمند تھیں۔ بڑی ماموں زاد بہن کے خاوند عقیدتاً غیر مقلد تھے۔ شادی کے بعد ایک دن حضورؒ سے عرض کیا ''بھائی جی! مینوں کتھے دے دِتا جے'' حضورؒ نے تسلی، دلاسا دیا اور فرمایا ''فکر نہ کر'' چنانچہ چند ملاقاتوں میں ان کے خاوند صاحب کے مزاج میں ایسی تبدیلی آئی کہ سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ بلکہ سارا خانوادہ ہی آپؒ کا حلقہ بگوش ہوا۔ اور ناز سے کہا کرتے تھے کہ میں حضورؒ کے ابتدائی ارادتمندوں میں سے ہوں سلسلہ عالیہ حبیبیہ میں ''خواجہ صاحب'' کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

جب منجھلے ماموں زاد بھائی صاحب نے بیعت کے لئے عرض کیا'' تو حضورؒ نے فرمایا'' یہ راستہ بڑا دشوار گزار اور کٹھن ہے۔ خصوصاً رشتہ داری کا تعلق تو اس راہ میں سخت حائل ہے۔ مگر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک آسانی فرمائے۔'' تعلق داری کی وجہ سے کئی مراحل آئے۔ جہاں ڈگمگانے کا خدشہ تھا مگر حضورؒ کے ارشاد ''اللہ پاک آسانی فرمائے'' نے سنبھالا دیا جیسا کہ حضورؒ کے ایک محب عزیز کہتے ہیں۔

میں سنبھل سنبھل کر بھٹکا اور بھٹک بھٹک کر سنبھلا
میرے ساتھ ساتھ آیا تیرا دستِ غائبانہ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الھُدٰی

؎ ترجمہ:۔ اور وہ ذات پاک مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

مجسم توکل

سندھ میں حضورؒ کے ایک صاحب اجازت مرید رہتے تھے ان کا ایک مرید حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ چند دن حضورؒ کے پاس قیام کے بعد جب واپس گیا۔ تو اس کے پیر بھائی ملاقات کیلئے آئے اور پوچھا دادا پیر کو کیسا پایا۔ اس درویش نے جواب دیا ”خدا کی قسم! توکل شاہ کو دیکھ کر آیا ہوں“

توکّل کا مظہر ہیں محبوب کا ہاتھ
پیامِ صداقت ہمارے حبیبؒ

جلالی تربیت کی ایک جھلک

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے گھر کی تمام ذمہ داریاں اپنے ہی ہاتھ میں لے رکھی تھیں۔ جانوروں کا چارہ، سبزی ترکاری، دوائی دارو یعنی ہر بڑی چیز سے لیکر ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سوئی دھاگے تک حضورؒ خود منگوا کر دیتے۔ شاید ہی کوئی آدھ گھنٹہ کا وقفہ دن میں ایسا گزرتا ہو جبکہ آپؒ سے کوئی مطالبہ نہ ہو۔ مگر حضور ان معاملات کو بڑے ہی احسن طریق سے نبھاتے۔ ایک عرصہ شب و روز ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ لیکن حضورؒ نے کبھی سودا ادھار نہیں منگوایا۔ ہمیشہ نقد سودا منگواتے اور ایک ایک چیز کا حساب لیتے۔ ایک پیسہ اگر کم و بیش ہوتا تو گرفت فرماتے۔ یہ ایک ایسا دور تھا کہ طبیعت مبارک اکثر نزلہ وغیرہ کی وجہ سے ناساز رہتی۔ جب ضعفِ بدنی زیادہ بڑھا اور جیب میں بار بار ہاتھ ڈالنا مشکل ہو گیا۔ تو ہمہ وقتی درویش کو سو روپے کی ریزگاری منگوا کر اپنی واسکٹ کی بیرونی جیب میں ڈال دی۔ اور فرمایا واسکٹ کو اپنے بازو پر لٹکا لو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب کوئی مطالبہ آتا تو حضورؒ کی اجازت کے مطابق درویش اتنی ہی رقم ضرورت مند کو دے دیتا۔ خرچ کا سلسلہ اتنا وسیع تھا کہ سو روپے کی رقم ڈیڑھ دو گھنٹوں میں صرف ہو گئی۔ جب پھر مطالبہ آیا تو درویش نے عرض کیا کہ حضور پہلے والی رقم تو صرف ہو گئی۔ اور رقم جیب میں ڈال دیں۔ اس پر نہ جانے حضورؒ کیوں سخت برہم ہوئے۔ فرمانے لگے وہ پہلے والی رقم کیوں ختم ہوئی۔ کچھ دیر تو جواب دینے کی جرات نہ ہوئی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ہوش و حواس معطل ہو گئے ہوں۔ یہ جملہ آپؒ بار بار دھراتے

رہے ''وہ پہلے والی رقم کیوں ختم ہوئی؟'' سوجھ کچھ نہیں رہا تھا کہ کیا عرض کیا جائے۔ چنانچہ عرض کیا کہ اتنے پیسے چارہ کیلئے اتنے گوشت سبزی کیلئے اور اتنے............ ابھی لفظ ''اتنے'' ہی زبان پر تھا کہ زور سے فرمانے لگے ''میں یہ نہیں پوچھتا۔ میں یہ پوچھتا ہوں وہ پہلے والی رقم ختم کیوں ہوئی؟'' درویش مبہوت وبدحواس کھڑا رہا۔ سردی کے موسم میں پسینے چھوٹ رہے ہیں۔ افراد خانہ بھی ہیبت زدہ اردگرد کھڑے ہیں۔ کسی کو جرأت نہیں کہ پوچھ سکے کہ حضور معاملہ کیا ہے۔ ایسے معلوم ہورہا تھا کہ درو دیوار کانپ رہے ہوں۔ حضورؒ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اس بات کو بڑے غصہ سے دہراتے رہے۔ ''وہ پہلے والی رقم ختم کیوں ہوئی؟'' جب کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تو درویش عرض کرتا حضورؒ اتنے پیسے چارہ کیلئے اتنے گوشت، سبزی ترکاری کیلئے اور اتنے......... لفظ ''اتنے'' پر پھر سخت گرفت ہوتی فرماتے ''میں یہ نہیں پوچھتا۔ میں یہ پوچھتا ہوں وہ پہلے والی رقم ختم کیوں ہوئی؟'' عقل ودانش کے نزدیک برأت کا ایک یہی راستہ تھا وہ بھی مفقود ہوا۔ اردگرد کے حضرات مہر بہ لب کچھ درویش کو دل ہی دل میں کوس رہے ہیں۔ کہ یہ حضرت صاحبؒ کی پریشانی کا سبب کیوں بنا۔ اور کچھ کو درویش کی بے بسی پر ترس آرہا ہے۔ گھر کے تمام کام معطل پڑے ہیں۔ درویش باہر بیٹھک میں دبکے بیٹھے ہیں۔ آخر آدھ پون گھنٹہ جلال کی بھٹی میں سے گزرنے کے بعد عجز وانکساری نے سہارا دیا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے اس بار بار دہرائے جانے والے جملہ ''وہ پہلے والی رقم ختم کیوں ہوئی'' نے رہنمائی فرمائی عرض کیا ''حضور وہ آپؒ کا ہاتھ ہے یہ میرے ہاتھ کا نقص ہے۔ جو کمی اور ختم ہونے کا سبب بنا'' یہ جملہ زبان پر آنا ہی تھا کہ حضورؒ کے رُخِ انور سے تمام جلالی اثرات جاتے رہے۔ چہرۂ اقدس بشاشت سے کھل گیا۔ درویش کو قریب بلایا اور دستِ شفقت پھیرا گویا حیاتِ جاودانی عطا کی۔ سارے گھر میں مسرت وفرحت کی لہر دوڑ گئی امور خانہ بحال ہوئے جو درویش باہر دبکے بیٹھے تھے جان میں جان آئی۔ درویش سے فرمایا اب پیسے لیتے جاؤ اور دیتے جاؤ۔

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیق

فَسُبْحَانَ مَنْ لَمْ یَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلَیْہِ سَبِیْلاً اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِہٖ [1]

تزکیہ نفس

بھائی اکبر علی مجدّ دی بیان کرتے ہیں ”آپ رحمتہ اللہ علیہ کا وجود مبارک بھی مریدوں کے لئے کرامت تھا۔ کرامت انعامات الٰہیہ میں سے ایک انعام ہوتا ہے جو انبیاء اور اولیاء کے ذریعے ظہور میں آتا ہے اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا [2] (ابراہیم۔۳۴۔) ترجمہ:۔ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو۔) ان چیزوں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ آپؒ کی صحبت بابرکت میں بندہ نے مجدّدی سلسلے میں بیعت کی تھی بلکہ آپؒ نے خود مجھے بیعت کیا تھا چودہ سال کا بچہ کیا بیعت کرے گا یہ حضورؒ کی ذرہ نوازی تھی کہ بچپن ہی میں آپؒ نے مجھے بیعت سے سرفراز فرمایا اور سلوک مجدّدی کی تکمیل کروائی۔ یہاں تک کہ آپؒ نے وصال شریف سے چندروز پہلے فرمایا کہ ”کہیں جانے کی ضرورت نہیں مجدّد صاحب رحمتہ اللہ علیہ یہیں ہیں!۔ یہیں ہیں!!۔ یہیں ہیں!!!۔ اسم ذات اور نفی اثبات میں آپ کو ہمیشہ محویت تھی وصال سے چندروز پہلے سُبْحَانَ الْمُلْکُ الْقُدُّوْسُ سُبْحَانَ الْمُلْکُ الْقُدُّوْسُ کی آواز سینے مبارک سے آتی تھی جو مکمل تزکیہ کی شاہد ہے۔

آپؒ کئی دفعہ میرے گھر موضع بھدر جولالہ موسیٰ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے تشریف لے گئے۔ مسجد میں قیام فرماتے اور جو کھانا میسّر آتا تناول فرمایا کرتے اور یہاں کے صاحب قبور بندگان کے متعلق بہت عمدہ معلومات ارشاد فرمایا کرتے اور مسجد شریف میں مختصر وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے ساری عمر مولویانہ رنگ کو پسند فرمایا اور اپنے آپ کو مولویانہ ظاہری وضع قطع ہی میں رکھا۔ ظاہری حسن آپؒ کو اللہ پاک نے ایسا عنایت فرمایا تھا کہ جس راستے سے آپؒ گزرتے تھے۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ (یوسف۔۳۱۔ ترجمہ:۔ یہ فرشتہ ہے کوئی بزرگ) کی صدا گونجتی تھی اور بعض دفعہ میں اتنا قریب رہ کر بھی حیران

---

[1] ترجمہ:۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کے لئے اپنے تک رسائی کا سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں رکھا کہ وہ خدا کی معرفت سے اپنے عجز کا اعتراف کر لے۔

ہوتا کہ واردات و فیوضات سے ایسا معلوم ہوتا کہ کئی رنگ آتے ہیں اور کئی رنگ جاتے ہیں۔ صِبْغَةَ اللّٰہِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَةً (البقرہ۔۱۳۸۔ ترجمہ:۔ ہم نے قبول کر لیا رنگ اللہ کا اور کس کا بہتر ہے اللہ کے رنگ سے) کی تصدیق آپؒ کے چہرے مبارک اور جسدِ اطہر سے ظاہر ہوتی۔

ھٰذَا السِّرُّ مِنْ غَوَامِضِ الْاَسْرَارِ الْاِلٰھِیَّةِ خَصَّ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ بِبَرَکَةِ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔ا (منھا۲۶)

دستگیری

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے فرزند اکبر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف صاحب کے ہاں ایک پیرزادہ صاحب آئے یہ صاحب دست شناسی کا بھی شوق رکھتے تھے۔ لہٰذا اپنے حسبِ شوق ہمارے صاحبزادہ صاحب موصوف کا بھی ہاتھ دیکھنے لگے بڑے غور سے ہاتھ دیکھا، مگر چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ ہمارے صاحبزادہ صاحب نے پوچھا آپ پریشان کیوں ہیں کہنے لگے ''پریشان نہ ہوں تو کیا کروں آپ کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ آپ کا ہاتھ خالی ہے'' جس قدر ان صاحب نے پریشانی کا اظہار کیا تھا اس سے کہیں زیادہ ہمارے صاحبزادہ صاحب ذیشان نے خوشی و مسرّت کا اظہار کیا۔ اس پر وہ دست شناس پیرزادہ صاحب حیران ہو کر کہنے لگے ''عجب بات ہے کہ آپ کے تہی دست ہونے پر میں پریشان ہوں اور آپ اتنے ہی خوش ہیں۔ بھلا یہ خوش ہونے والی کونسی بات ہے''

ہمارے حضورؒ کے صاحبزادہ صاحب عالی جاہ فرمانے لگے ''آپ نے میرے ہاتھ کو دیکھا ہے اس ہاتھ کو نہیں دیکھا جس ہاتھ میں یہ ہاتھ ہے۔ اس ہاتھ میں سب کچھ ہے اس ہاتھ کو خالی ہی ہونا چاہیے۔ یہ خالی ہوگا تو اس میں کچھ آئے گا''

ا ترجمہ:۔ یہ حکمت اور راز دقیق اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات اتمہا وکملہا کی برکت سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں اس کے ساتھ مخصوص فرما لیتے ہیں۔

پیری و مریدی کا یہ راز جو ان پر عیاں ہوا تو سخت نادم ہوئے اور معذرت خواہ ہوئے کہ حق مریدی یہی ہے۔ جب ''یداللہ فوق ایدیھم'' کی بشارت عظمیٰ حاصل ہو پھر بھلا کسی کو اس سے کیا غرض کہ اس کے ہاتھ میں کچھ ہے یا نہیں ہے۔

ع ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

مَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنَامِ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِہِ الْعِظَامِ ۔ ؎۱

کارِ مرداں

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے عمر بھر کے حاضر باش درویش بھائی میاں خان صاحب گجرات کے نواحی گاؤں کالرہ خاصہ کے رہنے والے تھے۔ ایک دفعہ حضورؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر تھے آپؒ نے کسی کام کے لئے کہیں بھیجا۔ وہاں ایک رملی (جوتشی، دست شناس) بھی آنکلا۔ ان دنوں بھائی صاحب معاشی پریشانی کا شکار تھے۔ کچھ لوگ اس شخص کو ہاتھ دکھانے لگے۔ بھائی میاں خان صاحب نے بھی اپنی قسمت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ جوتشی نے بڑے غور سے دیکھا اور کہا افسوس ہے کہ تمہارے ہاتھ سے جہاں دیگر پریشانیاں نمایاں ہیں وہاں سب سے بڑی پریشانی کی بات یہ ہے کہ تمہاری عمر بہت کم ہے۔ یہ سن کر بھائی دم بخود ہو گئے۔ واپس آئے تو ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار واضح تھے حضورؒ نے ارشاد فرمایا ''میاں! کیوں پریشان ہو'' عرض کی حضور! جہاں میں گیا تھا وہاں ایک رملی بھی تھا جس نے میرا ہاتھ دیکھ کر بتایا ہے کہ تمہاری عمر بہت کم ہے اس چیز نے مجھے سخت پریشان کیا ہے۔ حضورؒ نے قدرے جلال میں آکر فرمایا ''میاں! '' رملی یملی ہے'' تمہاری عمر بہت لمبی (دراز) ہے تمہیں کثیر اولاد عطا ہو گی'' چنانچہ اللہ پاک نے بھائی میاں خان صاحب کو کثیر اولاد عطا فرمائی۔ اور انہوں نے ایک لمبی عمر پائی۔

؎۱ ترجمہ:۔ جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں وہ اسے ہر گز نہیں سمجھ سکتا۔ درود و سلام ہو حضرت سیدالانام ﷺ پر اور آپ ﷺ کی بزرگ اولاد پر اور اصحاب عظام پر۔

شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی الفتح النہروی جو حضور غوثیت مآب کے قدیمی خادم تھے، بیان کرتے ہیں کہ حضور غوثِ پاک مجھے محمد طویل پکارا کرتے تھے، ایک روز میں نے عرض کیا، کہ حضور! میں تو لوگوں سے چھوٹا ہوں، آپ نے فرمایا، تو طویل العمر اور طویل الاسفار ہے، چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا، کیونکہ شیخ محمد ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال زندہ رہے اور انہوں نے اپنی سیاحت کے دوران میں عجائبات اور دور دراز کے ممالک دیکھے اور کوہ قاف تک پہنچے۔

بھائی میاں خان صاحب کی زندگی کی خصوصی اور انفرادی بات یہ تھی کہ سارا دن کھیت میں کام کرتے اور شام کو دودھ لے کر حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور رات آپؒ کے پاس گزارتے۔ درویشوں کی راتیں عام آدمی کی طرح نہیں ہوتیں۔ درویش شب زندہ دار ہوتے ہیں۔ بھائی صاحب کے لئے باوجود دن بھر کے کام کاج کی تھکاوٹ کے شب بیداری طبیعت پر بار نہ ہوتی۔ بلکہ ان راتوں کو شب قدر سمجھتے۔ ع ہر شب، شب قدر است گر قدر بدانی

خوش بختی

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے آبائی گاؤں اور ارد گرد کے دیہات کے لوگ آپؒ سے گہری ارادت وعقیدت رکھتے تھے ایک دفعہ گاؤں کے چند نوجوان ایک ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہاں ایک رملی جوتشی آنکلا۔ نوجوانوں نے باری باری اپنے ہاتھ دکھانے شروع کئے کہ ہماری قسمت کے بارے میں بتایئے کہ ہمارے آئندہ حالات کیسے ہوں گے نوجوان اپنی قسمت کے متعلق پوچھ ہی رہے تھے کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے محبّ خاص تاج دین صاحب کے والد صاحب بھی ادھر آنکلے۔ پوچھا کیا کر رہے ہو کہنے لگے یہ صاحب قسمت بتاتے ہیں انہیں ہاتھ دکھا رہے ہیں بھائی تاج دین کے والد صاحب بھی جوتا اتار کر اور اپنے نیچے رکھ کر زمیندارانہ انداز میں بیٹھ گئے اور اپنی باری پر بایاں ہاتھ دکھانے کیلئے جوتشی کی طرف بڑھایا۔ جوتشی جونہی ہاتھ دیکھنے کی طرف متوجہ ہوا تو جوتے کا ایک پاؤں دائیں ہاتھ سے چپکے سے نکالا اور دو چار ضربیں جوتشی کے سر پر چسپاں کیں۔ وہ قسمت بتانے کا دعویدار ہکا بکا رہ گیا کہ ایسا کیوں ہوا؟ بھائی تاج دین صاحب کے والد صاحب کہنے لگے "کہ تو ہماری قسمتیں بتانے آگیا ہے اپنی قسمت دیکھ کر

گھر سے نہیں نکلا تھا کہ آج مجھے جوتے پڑنے ہیں'' رلی بدحواسی میں بھاگ نکلا پھر چودھری صاحب نوجوانوں سے مخاطب ہوئے ''حضرت صاحبؒ آتے ہیں تو میں انہیں بتاؤں گا کہ یہ جوتشیوں کو ہاتھ دکھاتے ہیں اور قسمت کا پوچھتے ہیں۔ بھلا یہ تو بتاؤ حضرت صاحبؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد پھر بھی قسمت کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے اس سے اچھی قسمت کیا ہوگی کہ ہمارا ہاتھ حضرت صاحبؒ کے ہاتھ میں ہے'' اس پر بھی نوجوان سخت نادم ہوئے اور بھائی تاج دین کے والد صاحب سے معافی کے خواستگار ہوئے۔

مشفق استاد

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادہ صاحب محکمہ زراعت میں مشغولیت رکھتے تھے ایک دفعہ اپنے افسر کے ہمراہ سرکاری دورہ پر ''پبی'' (پہاڑی) کے دور افتادہ علاقہ میں گئے خیال آیا'' کہ اس علاقہ میں حضور اباجیؒ کے جاننے والے کون ہوگا'' جب میزبان چوہدری کے ہاں پہنچے تو چائے کی میز پر باہمی تعارف ہوا افسر نے چوہدری کو بتایا کہ یہ میرے ساتھی صاحب گجرات کے رہنے والا ہیں۔ اس پر میزبان چوہدری نے کہا کہ میں زمیندار ہائی سکول گجرات میں پڑھتا رہا ہوں وہاں میرے نہایت ہی مشفق اور بزرگ استاد حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب قدس سرہٗ ہیں۔ افسر نے بتایا کہ یہ صاحب انہیں کے صاحبزادے ہیں۔ میزبان کا یہ سننا ہی تھا کہ فوراً کرسی سے اٹھ کر دست بستہ کھڑا ہوگیا۔ ''حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ ''جب میرے اس خیال کا جواب اس طرح نیازمندی میں ظاہر ہوا تو میری طبیعت بھر آئی۔ میں کسی ضرورت کے بہانے سے اٹھا اور ایک آدمی کو ساتھ کر دیا گیا اور باہر ''پیوں'' کی اوٹ میں جا کر طبیعت کا ابال نکالا اور خوب سمجھا کہ۔

ع۔ نور پاکاں مشرق و مغرب گرفت

رشتۂ ارادت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے اکثر اقرباء و اعزاء آپؒ سے ارادت اور حسنِ عقیدت رکھتے۔ برادری کے وہ افراد جو اگرچہ عمر اور رشتہ میں بڑے تھے ظاہری اور باطنی تعلیم و تربیت کے لئے آپؒ کو ہی اپنا رہنما و ہادی سمجھتے۔ مثلاً

آپؒ کی ممانی صاحبہ جو موضع جگد یو خورد تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر کی رہنے والی تھیں۔ آپؒ سے عمر میں بہت بڑی تھیں۔ مگر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے شرفِ ارادت حاصل تھا۔ بڑھاپے میں دیکھنے کا اتفاق ہوا جبکہ بستر سے بے تکلف اٹھنے سے معذور تھیں۔ حضورؒ ان کی ملاقات کے لئے خود تشریف لے جاتے۔ جونہی دیکھتیں۔ آداب شیخ کے پیش نظر اٹھنے کی کوشش کرتیں مگر ضعف جسمانی کی وجہ سے واپس بستر پر جا گرتیں۔ حضرت صاحب مستعدی سے آگے بڑھتے اور اپنی کم عمری اور رشتہ کے پیش نظر جلدی سے اپنا سر مبارک جھکا لیتے۔ حضرت ممانی صاحبہ حضورؒ کی پگڑی مبارک کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر بوسے لیتیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حضور کو دیکھتے ہی ایک وجدانی سی کیفیت وارد ہوتی اور بے خودی میں اِلَّا اللّٰہ کی ضربوں سے اچھلتیں۔

موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ کے حکیم غلام مرتضیٰ صاحب تھے جن کی ایک دفعہ حضورؒ کی آمد پر محبت میں وارفتگی کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ انہی کے بھائی مولانا نصیر الدین صاحب تھے۔ جو کہ بہت بڑے عالم اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود جذبۂ حبّ الٰہی میں حضورؒ کے صاحبزدگان کو بھی ''جی حضور'' کہہ کر بلاتے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے سسرال میں آپؒ کی اولاد کے نانا صاحب بھی انتہائی عقیدت رکھتے باوجود عمر کے تفاوت کے آپؒ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے تو حضورؒ بھی عمر اور رشتہ کی پاسداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے محبت کا یہ منظر عجب دیدنی ہوتا۔

عمر کے آخری ایام میں جب ہسپتال میں بیمار تھے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ تیمارداری کے لئے وہاں پہنچے۔ ملاقات ہوئی کمرے سے سبھی حاضرین کو باہر نکال دیا اور حضور سے کہنے لگے میں چاہتا تو تھا کہ کسی اچھے طریق سے حاضر ہوں اور شرف بیعت حاصل کرتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ زندگی اتنی مہلت نہ دیگی۔ یہ کہہ کر آنکھوں میں آنسو آگئے اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے۔ حضورؒ نے بیعت فرمایا اور توجہ باطنی سے سلوک کی تکمیل کی غرضیکہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ننھال اور ددھیال کے علاوہ برادری کے اکثر افراد مرد وزن آپؒ کے سلسلہ عالیہ سے منسلک ہیں۔

نعمتِ غیر مترقبہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے متوسل سید منظور حسین شاہ صاحب گجرات شہر کے ایک قریبی گاؤں کوٹلی کوہالہ کے رہنے والے ہیں اپنا واقعہ بیعت یوں بیان کرتے ہیں۔ ''کہ میرے بڑے بھائی سید قربان حسین شاہ صاحب اسی علاقہ کے ایک گاؤں ''چھالا شریف'' کے ایک بزرگوار سے بیعت تھے وہ اپنے کسی حال میں شاہدولہ صاحبؒ حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ کے لئے وہیں قیام کرلیا ان دنوں ان کی طبیعت میں کچھ ایسی وارفتگی تھی کہ ننگے پاؤں ننگے سر اور صرف ایک تہبند زیب تن ہوتا اور پھرتے رہتے اسی دوران میں کسی وساطت سے حضور قبلہ عالم قدس سرہ تک رسائی حاصل ہوئی۔ پہلی ملاقات سے ہی مکمل دلجمعی حاصل ہوئی۔ آنے جانے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضور نے انہیں مکمل لباس پہنایا اور شریعت مطاہرہ کی پابندی سے مزین فرمایا۔

ع۔ فقیری نوں تماشہ نہیں بنایا

ایک دن میں (منظور حسین شاہ صاحب) ان کے پاس آیا تو بھائی صاحب نے کہا ''کہ مجھے گجرات میں ایک بزرگ ملے ہیں جن کی زیارت اور صحبت اس دور میں نعمتِ غیر مترقبہ ہے میں نے بھائی صاحب سے کہا'' کہ ایک دن میں فجر کی نماز پڑھ رہا تھا جب ''التحیاۃ'' کی دعا پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔'' اور فرماتے ہیں ''اپنا نام نامی لیکر ''میں حبیب اللہ'' ہوں میرے ہی پاس آپ کو آنا ہے'' اور کھانے کے لئے ایک عمدہ قسم کا پھل بھی عطا کیا دعا فرمائی اور نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ میں نے نماز مکمل کی۔ ملاقات پر بڑے بھائی سے واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا میں تجھے اپنے ساتھ لے چلتا ہوں چنانچہ دونوں بھائی حضورؒ کے درِ دولت پر پہنچے۔ بیٹھک میں ایک اور باباجی بیٹھے ہوئے تھے بھائی نے آزمائش کے طور پر کہا ''یہ ہیں وہ باباجی (حضرت صاحبؒ) میں نے کہا یہ وہ نہیں'' ان کے سر پر سفید پگڑی، سر کا درمیانی حصہ صاف اور جیب میں سیاہ دھاگے سے بندھی ہوئی گھڑی ہے۔ اتنے میں حضورؒ کے کسی پوتے نے کہا'' کہ اوپر کوٹھے پر چلے جائیں'' باباجی وہاں ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں بھائی اوپر چلے گئے حضور تشریف فرما تھے۔ دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا اور آپؒ کے گھٹنوں کو چھوا۔ حضورؒ نے فرمایا'' آ گئے

ہو بہت پیار فرمایا اور سر پر دم کیا۔" چنانچہ ہر آٹھ روز بعد دونوں بھائی حاضر ہوتے رہے میں نے بیعت کے لئے عرض کیا تو فرمانے لگے "ابھی کچھ وقت باقی ہے" ہمارا آٹھ روزہ حاضری کا معمول جاری رہا اور تقریباً ایک سال بعد آپؒ نے بیعت فرمایا۔

حضورؒ کی عنایات اس قدر شاملِ حال ہیں کہ باوجود انتہائی مجبوری کے ہم دونوں بھائیوں کو تقریباً چالیس سال کے عرصہ سے اب بھی ہفتہ وار حاضری کی توفیق حاصل ہے۔

کامل / عامل

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے متوسل بابا کرم دین صاحب موضع مانگٹ کے بڑے بیٹے مولوی محمد دین صاحب ایک دفعہ ایک شخص میاں محمد دین نامی جو ڈنگہ ضلع گجرات کا رہنے والا تھا کے پاس گئے وہ صاحب نماز عشاء کے بعد حلقہ بنا کر اپنے مریدوں کو توجہ دیا کرتے اور ایک بڑی تسبیح "کھڑ کا کھڑ کا" کر مریدوں کو حال میں لاتے میاں محمد دین صاحب نے مولوی محمد دین صاحب سے پوچھا تم بھی ہماری مجلس میں بیٹھو گے؟ چنانچہ مولوی محمد دین صاحب بھی حلقہ توجہ میں بیٹھ گئے۔ دوسرے مریدین اچھل اچھل کر میاں صاحب کے قدموں پر گرتے رہے مگر مولوی محمد دین صاحب پر کوئی اثر نہ ہوا۔

جب مجلس ختم ہوئی تو میاں صاحب نے پوچھا "مولوی محمد دین صاحب آپ چپ چاپ بیٹھے رہے کیا تمہیں کچھ پتا نہیں لگا؟ مولوی محمد دین صاحب نے کہا میاں صاحب مجھے تو کچھ اثر نہیں ہوا۔ میاں صاحب نے کہا اچھا کل کوشش کریں گے۔ دوسرے دن جب مجلس شروع ہوئی تب بھی مولوی محمد دین صاحب خاموش ہی بیٹھے رہے۔ مجلس کے اختتام پر میاں صاحب نے پوچھا۔ مولوی صاحب آج بھی آپ خاموش ہی بیٹھے رہے کیا وجہ ہے میں تو پتھر کو توجہ دوں تو وہ بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ میاں صاحب نے مزید کہا اچھا کچھ دن ہمارے پاس ٹھہرو۔ مولوی محمد دین صاحب کا کہنا ہے "کہ میں متواتر آٹھ دن میاں صاحب کے پاس ٹھہرا روزانہ مجھے توجہ دیتے رہے۔ مگر مجھے کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر میاں محمد دین صاحب ڈنگہ والا کہنے لگے۔ آپ گھر جائیں تمہارا پیر بڑا "تگڑا" ہے ہماری توجہ کا تم پر کوئی اثر نہیں

ہونے دیتا۔ بہت کامل بزرگ ہیں۔ میرا کوئی بھی چارا نہیں چلنے دیتے" مولوی محمد دین صاحب اپنے گھر چلے آئے۔ چند دن بعد حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ہاں گجرات شریف حاضر ہوئے۔ حضورؒ نے از خود استفسار فرمایا "مولوی محمد دین! میاں محمد دین ڈنگہ والا کے پاس گئے تھے؟" مولوی محمد دین صاحب نے پریشان اور دل آزردہ ہو کر عرض کیا حضور گیا تھا، آٹھ دن متواتر وہ مجھے توجہ دیتے رہے۔ لیکن مجھ پر کچھ اثر نہ ہوا آخر میاں محمد دین صاحب نے کہا "تمہارا پیر بڑا تگڑا ہے" (طاقتور ہے) ہماری کوئی پیش نہیں جاتی۔ جاؤ اپنے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو۔" حضور قبلہ عالم قدس سرہ یہ سن کر فرمانے لگے "مولوی محمد دین! اگر تو میاں محمد دین ڈنگہ والا کے پاس ایک سال بھی رہتا تب بھی کوئی اثر نہ ہوتا وہ تو ایک عامل شخص ہے۔ اچھا ہم دعا کریں گے خدا رحم فرمائے گا۔"

أَحْسَنَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ حَالَكُمْ وَ اَصْلَحَ بَالَكُمْ [1]

"اسی تیرے نال ای ساں"

بھائی اسماعیل صاحب اور ان کی اہلیہ سرگودھا اپنے گھر سے حضورؒ کی حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ جب ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو دو گاڑیاں مخالف سمت کو جانے والی (ایک جھنگ اور دوسری گجرات کیلئے) ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑی تھیں۔ بھائی صاحب نے اپنی اہلیہ کو زنانہ کمرہ میں اور خود مردانہ کمرے میں سوار ہوئے اور دونوں نے اپنا اپنا ٹکٹ محفوظ کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد انجن آیا اور گاڑی کو لے کر جھنگ کی طرف چل دیا بھائی صاحب نے جب یہ دیکھا تو چھلانگ لگا کر نیچے اتر گئے اور بیوی اسی گاڑی میں سوار رہی۔ جذبہ ملاقات اس قدر غالب تھا کہ بیوی کی بالکل پروانہ کی جلدی سے دوسری گجرات والی گاڑی میں سوار ہو گئے ادھر بیوی پریشان ہوئی تو کسی نے بتایا کہ فلاں سٹیشن پر "کراس" ہوگا آپ جلدی سے اتر کر اس میں سوار ہو جائیں۔ وہ گاڑی آپ کو گجرات لے جائے گی۔ بھائی اسماعیل صاحب گجرات شریف پہنچے تو اس وقت حضرت صاحبؒ بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ بھائی صاحب نے قدم اندر ہی رکھا تھا کہ آپؒ نے غصہ میں آکر فرمایا "سنگی نال انج کری دا اے چل اونوں نال

---

[1] ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تمہارے حال کو خوبصورت (اچھا) کرے اور تمہارے احوال کو درست کرے۔

لے کے آ'' بھائی صاحب پریشان ہو گئے انہی قدموں پر واپس لوٹے۔ رات کا وقت تھا پیر ولایت شاہ صاحبؒ کے ڈیرے کے قریب ایک تعلق والے کا گھر تھا۔ وہاں رات گذاری اور صبح ہی اٹھ کر سر گودھا کا ارادہ کیا۔ سرکلر روڈ کے چوک میں کھڑے ہو کر سٹیشن کے تانگا کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں سٹیشن کی طرف سے ایک تانگا آیا جو غور کیا تو اس میں ان کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ اشارہ سے تانگا کو روکا اور جلدی سے سوار ہو گئے۔ خوشی کی انتہا نہ رہی۔ سوچنے لگے کہ شاید مجھے سر گودھا اور کہاں کہاں جانا پڑتا۔ اللہ پاک نے میری یہ مشکل حضرت صاحبؒ کے صدقہ میں جلدی حل فرمادی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ حضورؒ کی ناراضی زیادہ دیر رہتی۔ تانگے سے اُتر کر جب ہم دونوں میاں بیوی آپؒ کے آستانہ عالیہ کی طرف جانے لگے تو میں نے کہا میری کوئی شکایت حضورؒ سے نہ کرنا۔ وہ کہنے لگی ''میرے کولوں گوڑ (جھوٹ) نئیں وجیندا'' القصہ وہ دونوں آپؒ کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ بیوی پہلے اندر داخل ہوئی اور بھائی صاحب باہر ہی دروازہ کے ساتھ دبکے کھڑے رہے۔ بھائی صاحب کی اہلیہ کے سر پر آپؒ نے ہاتھ پھیرا۔ شفقت فرمائی اور پوچھا ''اوکتھے وے؟'' عرض کی وہ ساتھ ہی ہے آپؒ نے فرمایا اسے بلاؤ چنانچہ بھائی صاحب آپؒ کے سامنے حاضر ہوئے۔ سلام عرض کیا پھر ان کی اہلیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''ملاً اسی تیرے نال ای ساں'' اس نے عرض کیا ''حضور تبھی تو میں اتنی جلدی آپؒ کے پاس حاضر ہو گئی''

گردِ راہ

میاں عزیز الدین صاحب لاہوری نے مجھ (صاحبزادہ صاحب سیدوی) سے بیان کیا کہ ایک بار حضرت صاحبؒ کے ہمراہ برائے شمولیت عرس سیدا شریف کچی سڑک پر رواں دواں جا رہے تھے اور راستے کی گرد اُڑ اُڑ کر ہم پر پڑ رہی تھی حضرت نہایت لطیف طبع اور نازک مزاج تھے میں نے عرض کیا کہ حضورؒ گرد بہت ہی اڑ رہی ہے آپؒ نے فرمایا ''عزیز! یہ گرد جس پر پڑ جائے گی وہ بے حساب بخشا جائے گا'' (ذکرِ محبوب)

مجددّ صاحب یہیں ہیں! یہیں ہیں!! یہیں ہیں!!!

شیخ کامل نے طالب صادق کو ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم

سے بھی مالا مال کر دیا۔ مولوی اکبر علی صاحب کا کہنا ہے کہ جب میں نے میٹرک کر لیا تو میری وارفتگی اور حبِ حبیب ؒ کا یہ عالم تھا کہ میں ان سے ایک لمحہ کی جدائی بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن حضور ؒ کی نظر دور اندیش نے آہستہ آہستہ دوری کے فاصلوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ دور رہ کر بھی نزدیک تھا اور وہ ارشادِ اکبر علی ''میں نے تجھ سے ابھی بڑے کام لینے ہیں'' یہ اسی دوری کے پردے میں ہی ممکن تھا۔ بھائی اکبر علی صاحب مجدّدی کہا کرتے تھے مردِ کامل کا طالب کی تربیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے جیسے مرغی اپنے بچوں کو زمین پر چونچیں مار مار کر دانہ دنکا چگنا سکھلاتی ہے اور خطرے کے وقت ایک خاص آواز نکال کر انہیں اکٹھے کر کے اپنے پروں کے نیچے چھپا لیتی ہے اور پھر جب وہ بڑے ہو کر اپنی ضروریات کے سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو انہیں چونچیں مار مار کر اپنے سے بھگاتی (دور کرتی) ہے کہ اب تم خود کفیل ہو لیکن یہ یاد رکھئے ماں، ماں ہے وہ رابطہ کسی صورت میں منقطع نہیں ہو سکتا۔ اب رابطہ اسباب کا نہیں ہے۔ بلکہ

شیخ فعال است بے آلت چوں رب
با مریداں بے گفتہ دادہ سبق

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے آخری ایام میں مولوی اکبر علی صاحب سے فرمایا ''کہیں جانے کی ضرورت نہیں مجدّد صاحب ؒ یہیں ہیں! یہیں ہیں!! یہیں ہیں!!!۔

استخارہ

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ لاہور تشریف فرما تھے۔ آپ ؒ کے ایک صاحب اجازت معہ اپنی بیوی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ خیر و عافیت کی گفتگو کے بعد عرض کرنے لگے حضور! اِس (میری بیوی) کو بیعت فرمالیں۔ مگر حضور خاموش رہے کوئی جواب نہ فرمایا، اِن صاحب نے اِس بات کو کئی بار دھرایا۔ آخر حضور نے ان کی بیوی کو کسی کام کیلئے بھیجا اور انہیں فرمایا ''اسے سلسلہ قبول نہیں کرتا''۔

اسی لئے حضرات عالیہ رحمھم اللہ کسی طالب کو بیعت کرنے سے قبل

استخارہ ا کرواتے تاکہ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کی یہ ذمہ داری مرضی الٰہیہ کے خلاف نہ ہو۔ ہمارے حضور اکثر طالبین کے سلسلہ میں توقف فرماتے اور بعض طالبین کو تو کئی کئی سال بعد بیعت فرمایا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ”زن و مرد جو بالواسطہ یا بلا واسطہ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے یا قیامت تک ہوں گے وہ سب ہمیں دکھائے گئے ہیں اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن ہمیں بتایا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک کو بیان کر دیں۔ واقعہ ہذا سلک الذہب (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) کے طالبین کی نشاندہی کی روشن دلیل ہے۔

بھائی نذیر احمد موضع ہرچوکی تحصیل چونیاں بیان کرتے ہیں پہلی دفعہ جب ہم چند افراد حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں گجرات شریف حاضر ہوئے۔ حضورؒ کی پہلی ہی ملاقات نے ایسا گرویدہ کیا کہ ہم نے بلا تامل عرض کیا کہ حضور ہمیں بیعت فرمالیں۔ اگرچہ ہم میں سے کچھ صاحبان پہلے ہی سے حضرت سید محمد اسماعیل صاحبؒ کرمانوالہ شریف بیعت تھے۔ حضورؒ نے فرمایا۔ حضرت کرمانوالہ شریف حاضری دیں۔ یہ تمام صاحبان واپس اپنے گھر ہرچوکی آگئے اور ایک ہفتہ کے بعد حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب کا آستانہ برلبِ سڑک ہے۔ وہیں ٹوٹیوں پر وضو کرنے میں مصروف تھے کہ اتنے میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک درویش کو بھیجا کہ جو لوگ ہرچوکی سے آئے ہیں انہیں بلا لاؤ۔ درویش آیا اور اُس نے آواز دی کہ ہرچوکی سے آنے والے صاحبان کو حضرت صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ چنانچہ جلدی سے ہم لوگ درویش کے ساتھ ہو لئے۔ اور حضرت محمد اسماعیل شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے مہمان نوازی کی ابتدائی گفتگو کے بعد ہم میں سے ایک شخص کا بازو پکڑ کر فرمایا ”تمہاری، ”بانہہ“ میں نے مولوی صاحب گجرات شریف والوں کے ہاتھ میں دی“۔ اور رخصت کر دیا۔ چنانچہ چند روز ہم اپنے گھر ہرچوکی ٹھہر کر گجرات شریف حاضر ہوئے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی۔ آپؒ نے اُسی وقت ہاتھ پکڑا اور سلسلہ عالیہ میں داخل فرمالیا۔

ا چوں طالبے پیش شیخے بیاید، باید کہ شیخ او را اول استخارہ فرماید، از سہ استخارہ تا ہفت استخارہ تکرار نماید
ترجمہ:۔ جب کوئی طالب کسی شیخ کے سامنے حاضر ہو تو شیخ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اس سے استخارہ کرائے۔ تین بار سے سات بار تک استخارہ کی تکرار کرائے (مبداء و معاد۔ منہا ۱۰)

۷۸۶

گجرات

محبی سلامت بعافیت باشید

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت مدام نیک مطلوب

دعائے برائے حصول مقاصد دین اور دینوی ہے

استخارہ مسنون بعد نماز عشاء و نفل۔ پہلی رکعت میں

سورۃ فاتحہ کے بعد ایک دفعہ سورہ کافرون اور دوسری رکعت

میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص ایک دفعہ نوافل کے

بعد یا رشید ارشدنی ۔ ۱۰۰ دفعہ

یا ھادی اھدنی ۔ ۱۰۰ دفعہ

یا خبیر اخبرنی ۱۰۰ دفعہ

یا علیم علمنی ۔ ۱۰۰ دفعہ

گجرات ۷۸۶

محبی سلامت بعافیت باشید

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خیریت مدام نیک مطلوب!

دُعائے برائے حصول مقاصد دین اور دینوی ہے

استخارہ مسنون بعد نمازِ عشاء و نفل۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد ایک دفعہ سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص ایک دفعہ۔

نوافل کے بعد: یَا رَشِیْدُ	اَرْشِدْنِیْ	۱۰۰ دفعہ
یَا ھَادِیْ	اِھْدِنِیْ	۱۰۰ دفعہ
یَا خَبِیْرُ	اَخْبِرْنِیْ	۱۰۰ دفعہ
یَا عَلِیْمُ	عَلِّمْنِیْ	۱۰۰ دفعہ

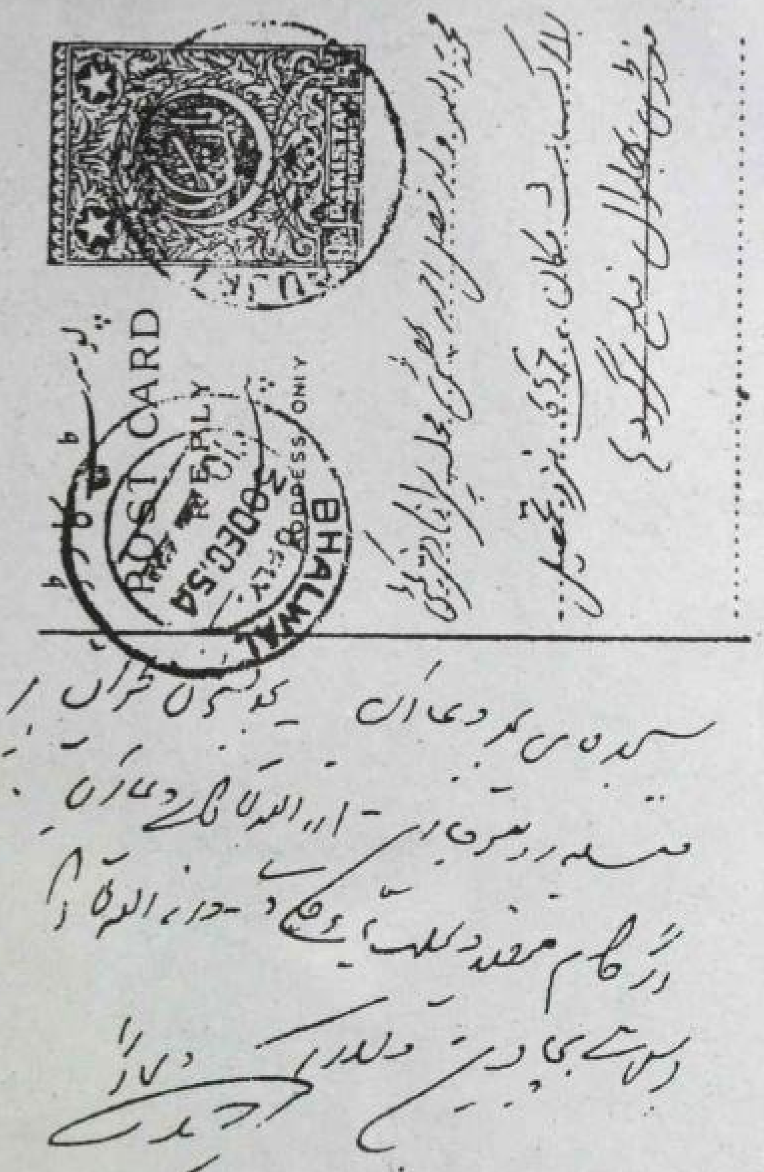

سجدہ میں پھر دُعا کریں۔ پھر مسنون طریق پر قبلہ رو ہو جاویں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں۔ اگر کام منظور و مطلوب ہو۔ ہو جاوے، ورنہ اللہ تعالیٰ اِس سے بچاویں

والسلام دُعا گو

محبوبی

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

(اتباع سنت، الحب للہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (ال عمران، ۳۱)

ترجمہ:۔ اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ جب ہی سچا ہو سکتا ہے جب آدمی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو اور حضور کی اطاعت اختیار کرے۔ (حاشیہ کنز الایمان)

اتباع رسول ﷺ

این فقیر نمازِ وتر را گاہے دراولِ شب ادامی کرد، وگاہے بآخر شب می گذاشت ۔ درشبے از شبہا نمودند کہ درصورتِ تاخیر ادائے نمازِ وتر، چوں مصلّی بخواب رود، ونیت دارد کہ در آخرِ شب وتر راادا خواہد نمود کتبۂ اعمالِ حَسنات او تمام شب حَسنات را بنام اومی نویسند، تازمانے کہ وتر راادانماید۔ پس ہر چند وتر را بتاخیر ترادانماید بہتر باشد۔ مَعَ ذٰلِکَ ایں فقیر را در تعجیل وتاخیرِ وتر غیر از متابعتِ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات ہیچ چیز منظور نیست، وہیچ فضیلت را بمتابعت عدیل نمی اندازد، وحضرتِ رسالتؐ وتر را گاہے اولِ شب ادا فرمودہ اند وگاہے آخرِ شب ۔ سعادتِ خود دراں می داند کہ درامرے از امور تشبہ بآں سرور۔

ترجمہ:۔ یہ فقیر کبھی تو نمازِ وتر شروع رات میں ادا کر لیتا تھا اور کبھی آخری رات میں ادا کرتا تھا۔ (کارکنانِ قضا وقدرؔ) نے ایک رات مجھے دکھایا کہ نمازِ وتر کو دیر سے ادا کرنے کی صورت میں، جب نمازی سو جاتا ہے اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ آخری رات میں وتر کی نماز ادا کرے گا تو اس کے نیک اعمال کو لکھنے والے فرشتے وتر کی نماز ادا کرنے کے وقت تک تمام رات نیکیاں اس کے نام پر لکھتے رہتے ہیں۔ پس جس قدر بھی ہو سکے وتر کی نماز تاخیر سے ادا کرے گا بہتر ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس فقیر کو وتر کی تعجیل اور تاخیر میں بجز سید البشر وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی پیروی کے اور کوئی چیز منظور نہیں ہے۔ اور یہ فقیر کسی کو بھی پیروی کے برابر نہیں سمجھتا۔ حضرت رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) وتر کی نماز کبھی اول شب میں ادا فرما لیا کرتے تھے اور کبھی آخر شب میں۔ یہ فقیر اپنی سعادت اسی میں سمجھتا ہے کہ کسی بات میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کا تشبہ حاصل ہو جائے۔ اگرچہ یہ تشبہ صرف صورت کے طور پر ہی ہو۔ لوگ بعض سنتوں کے سلسلہ میں شب بیداری کی نیت اور اس جیسی باتوں کو دخل دیتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوتاہ اندیشی سے تعجب ہوتا ہے۔ ہم تو ہزار شب بیداریوں کو بھی پیروی

نماید، عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلاَمُ۔ اگرچہ آں تشبہ بحسب صورت باشد۔ مردم در بعضے سنن نیت احیائے لیل و مثل آں را دخل می دہند۔ عجب می آید از کوتہ اندیشی ایشاں۔ ہزار احیائے لیالی را بہ نیم جو متابعت نخریم۔ عشرۂ اخیرۂ ماہِ رمضان را اعتکاف نشستیم، یاران را جمع کردہ گفتیم کہ غیر از متابعت نیتِ دیگر نہ کنید، کہ تبتل و انقطاع ماچہ خواہد بود، صد گرفتاری را بحصولِ یک متابعت قبول داریم، اما ہزار تبتل و انقطاع را بے توسلِ متابعت قبول نہ داریم۔

آنرا کہ در سرائے نگاریست فارغ ست
از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ کَمَالَ مُتَابَعَتِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔

(مبدء و معاد)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نصف دانہ جو کے عوض نہ خریدیں۔

ہم ماہِ رمضان کے عشرۂ اخیر کے اعتکاف کے لئے بیٹھے۔ دوستوں کو جمع کر کے ہم نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا کوئی دوسری نیت نہ کریں۔ کیونکہ ہمارا تبتل اور انقطاع (دنیا سے الگ تھلگ ہونا) کیا ہوسکتا ہے۔ ہمیں (حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی) ایک پیروی حاصل ہو جائے تو ہم سو گرفتاریاں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے وسیلے کے بغیر ہمیں ہزار تبتل اور انقطاع قبول نہیں۔

آنرا کہ در سرائے نگاریست فارغ ست
از باغ و بوستاں و تماشائے لالہ زار

ترجمہ
موجود ہو جس کے گھر میں محبوب گلعذار
حاجت نہیں ہے کچھ اسے باغ و بہار کی

اللہ سبحانہ ہمیں آپ کی کمال متابعت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر مکمل ترین اور کامل ترین درودیں اور سلام ہوں۔ (منہا۔۳۶)

تقلید واتباع کی فضیلت

حظِ وافر از طریقِ صوفیہ بلکہ از ملّتِ اسلام کسے راست کہ فطرتِ تقلید وجبلّتِ متابعت دروے بیشتر است۔ مدارِ کار اینجا بر تقلید ست، ومناط امر دریں موطن بر متابعت، تقلیدِ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات بدرجاتِ علیا می رساند، ومتابعتِ اصفیا بمعارجِ عظمیٰ می برد۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں ایں فطرت رابیشتر داشت بے توقف بسعادتِ تصدیقِ نبوت مسارعت فرمود ورئیسِ صدیقاں آمد، وابوجہل لعین چوں استعدادِ تقلید وتبعیت کمتر داشت، باں سعادت مستسعد نگشت وپیشوائے ملعونان شد۔

مرید ہر کمال را کہ می یابد از تقلیدِ پیر خود می یابد، خطائے پیر بہتر از صوابِ مرید است۔ ازیں جاست کہ ابوبکرؓ طلب سہو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام می نماید کہ "یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ سَهْوَ مُحَمَّدٍ"۔ وحضرت پیغمبرؐ در شانِ بلالؓ فرمودہ اند

صوفیہ کے طریق سے بلکہ ملتِ اسلام سے بڑا حصہ اسی شخص کیلئے ہے جس میں تقلید کی فطرت اور پیروی کی عادت سب سے زیادہ ہے۔ یہاں تو کام کا دارومدار صرف تقلید پر اور اس مقام میں معاملے کا انحصار محض پیروی پر ہے۔ انبیا علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی تقلید بلند ترین درجوں تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اصفیاء کی پیروی بڑی بڑی معراجوں تک لیجاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں چونکہ یہ فطرت سب سے زیادہ پائی جاتی تھی تو بے توقف تصدیقِ نبوت کی سعادت میں انھوں نے سبقت فرمائی اور صدّیقوں کے رئیس بنے۔ اور ابوجہل لعین چونکہ تقلید اور پیروی کی استعداد سب سے کمتر رکھتا تھا، لہذا اس سعادت سے بہرہ اندوز نہ ہوسکا اور ملعونوں کا پیشوا بنا۔

مرید جس کمال کو بھی حاصل کرتا ہے وہ اپنے پیر کی تقلید ہی سے حاصل کرتا ہے پیر کی غلطی بھی مرید کے صواب (درست) سے بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو ونسیان

کہ ''سِینُ بَلَالٍ عِنْدَ اللّٰہِ شِینٌ'' کہ بلالؓ عجمی بود در اذان ''اَسْہَدُ'' می گفت بسین مہملہ ونزد خدائے عزوجل وعلا ''اَسْہَدُ'' او ''اَشْہَدُ'' است، خطائے بلالؓ بہتر از صواب دیگراں باشد۔

ع۔ بر اَشْہَدِ تو خندہ زند اَسْہَدِ بلالؓ

از عزیزے شنیدہ ام کہ می گفت بعضے از ادعیہ کہ از مشائخ منقول است، واتفاقاً آں مشائخ در بعضے آں ادعیہ خطا کردہ اند ومحرّف خواندہ، اگر متابعانِ ایشاں آں ادعیہ را بہماں صرافت کہ مشائخ خواندہ اند بخوانند تاثیری نجشد، واگر درست کردہ بخوانند از تاثیر خالی می مانند ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی تَقْلِیْدِ اَنْبِیَآئِہٖ وَمُتَابَعَۃِ اَوْلِیَائِہٖ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی مُتَابِعِیْھِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔

(مبداء و معاد)

کی آرزو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ سَھْوَ مُحَمَّدٍ (یعنی اے کاش میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو بن جاتا) اور حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ سِیْنُ بَلَالٍ عِنْدَ اللّٰہِ شِیْنٌ (بلالؓ کا سین خدائے تعالیٰ کے نزدیک شین ہے) چونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ عجمی (حبشی) تھے، اس لئے وہ اذان میں سین مہملہ کے ساتھ اَسْہَدُ کہا کرتے تھے اور خدائے عزوجل وعلا کے نزدیک ان کا اَسْہَدُ کہنا ہی اَشْہَدُ ہی تھا لہٰذا حضرت بلالؓ کی یہ غلطی دوسروں کے صواب سے بہتر ہوگی۔

ع۔ بر اَشْہَدِ تو خندہ زند اَسْہَدِ بلالؓ

اشہد پہ تیرے ہنستا ہے اسہد بلالؓ کا

میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ بعض دعائیں جو مشائخ سے منقول ہیں اور اتفاقاً ان مشائخ نے ان میں سے بعض دعاؤں میں کوئی غلطی کردی ہے اور انہیں محرّف کر کے (بگاڑ کر) پڑھا دیا ہے تو اگر ان کے پیروکار، ان دعاؤں کو اسی تحریف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کے ساتھ ان کے

آداب نبوی ﷺ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک دفعہ قرآن حکیم کی ایک آیتِ مقدسہ کی تفسیر بیان فرما رہے تھے جس میں آداب نبوی ﷺ کا ذکر تھا۔ کہ سرکار دو عالم ﷺ کی صحبتِ پاک میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قدر ساکت وصامت ہوتے کہ پرندے آکر ان کے سروں پر بیٹھ جاتے اور انہیں کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ حضورؒ یہ بیان فرما ہی رہے تھے کہ ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور آکر آپؒ کے سرمبارک پر بیٹھ گئی آپؒ نے فرمایا "یونہی پرندے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سروں پر آکر بیٹھے رہتے۔ اس چڑیا نے ہماری بات کی تصدیق کی ہے"۔

ع۔ سنتیں جس پہ عاشق ہیں وہ عاشق تو ہے

محبت دے دعوے

مولانا عارف صاحبؒ بیان کرتے ہیں۔ "میرے استاد چودھری رحمت اللہ صاحب ساکن موضع "ددھرا" تحصیل کھاریاں سکول سے ریٹائرڈ تھے۔ لیکن تا حال داڑھی منڈاتے تھے۔ مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ ایک دن گجرات میرے پاس آئے اور کہا کہ یہاں ایک مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قدس سرہ العزیز ہیں ان کو جانتے ہو۔ میں نے کہا میرے حال پر بہت شفقت فرماتے ہیں۔ چنانچہ چودھری صاحب میرے ساتھ حاضرِ خدمت ہوئے۔ سلام عرض کیا۔ اور اپنا تعارف کروایا کہ بہت عرصہ ہوا۔ سیدا شریف جاتے ہوئے آپؒ مانو چک ٹھہرے تھے۔ وہاں میں نے آپؒ کی زیارت کی تھی اس کے بعد اپنے دینی شوق اور حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنی محبت اور اللہ والوں کے ساتھ عقیدت کا ذکر کرتے رہے۔ آپؒ سنتے رہے۔ جب بہت کچھ کہہ چکے تو آپؒ نے ایک نگاہِ کرم سے نوازا،

مشائخ نے پڑھ دیا ہے تو وہ دعائیں تاثیر بخشتی ہیں اور اگر انھیں درست کر کے پڑھتے ہیں وہ تاثیر سے خالی رہ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء کی تقلید اور اپنے اولیاء کی پیروی پر اپنے حبیب علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین علیٰ متابعیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی عظمت وحرمت کے طفیل ثابت قدم رکھے۔ (منہا۔۵۱)

اور دل موہ لینے والی مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا ”عشق و محبت دے سارے دعوے اک سُنت دی پیروی توں قربان نیں“ وہ ذرا خاموش ہو گئے وہاں سے رُخصت ہوئے تو میں نے عرض کی آپ کچھ سمجھے۔ فرمایا بہت سمجھا۔ اس کے بعد جب گجرات آئے تو چہرہ سنت سے مزین تھا۔

”قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ [1] —— کی کتنی عمدہ تفسیر ہے۔ محبت کی دلیل عمل ہے اور عمل کی اساس محبت ہے۔“

سنتِ مطہرہ

بہن عائشہ بی بی کالرہ خاصہ حضور رحمتہ اللہ علیہ کی ارادتمند تھیں۔ ان کی والدہ کو دمہ کا مرض تھا۔ ایک دن مرض شدت اختیار کر گیا۔ مائی صاحبہ بہن عائشہ بی بی کو بتائے بغیر ناگے شاہ صاحبؒ کے پاس جانے کا ارادہ کر کے گھر سے چل پڑیں۔ راستہ میں تکلیف زیادہ ہو گئی۔ بہن عائشہ بی بی پیچھے چل پڑی اور چھوریاپل (موجود فروٹ منڈی) پر مائی صاحبہ کو آملیں۔ اور مائی صاحبہ کو حضرت صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے گئیں۔ آپؒ نے پانی کا ایک گھونٹ دم کر کے دیا۔ فوراً آرام آ گیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا ”مائی تم تو گھر سے ناگے شاہ صاحبؒ کے پاس جانے کا ارادہ لے کر آئی تھی“ مائی صاحبہ نے عرض کیا ”حضور ٹھیک ہے“ آپؒ نے فرمایا ”آئندہ نہ خود جانا نہ عائشہ بی بی کو جانے دینا۔ سنتِ مطہرہ اور شرعی احکام کے تقاضوں کے پیش نظر آپؒ کو ایسا کہنا پڑا۔

احیائے سُنّت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کا طریقہ مبارک تھا کہ سنتِ نبوی علیہ التحیہ والصلواۃ والسلام کے وہ پہلو جو گردشِ دوراں کی وجہ سے ناپید ہو چکے ہوتے انہیں اجاگر کرتے۔ آپؒ کے ایک ارادتمند سکول ماسٹر گجرات شہر کے قریب ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ جب عید الاضحیٰ کا موقعہ آیا تو آپؒ نے ان سے پوچھا ”ماسٹر قربانی کا انتظام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ”حضور جانور لے رکھا

---

[1] ال عمران۔۳۱۔ ترجمہ:۔ اے محبوب تم (آپ ﷺ) فرمادو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ (میری اتباع کرو)۔

ہے۔ اگلا دن عید کا تھا آپؒ نے فرمایا ''پھر کل صبح قربانی کر کے عید ہمارے ساتھ شہر آ کر پڑھنا'' نماز عید سے پہلے قربانی کے جانور کا ذبح کرنا اگرچہ بوجوہ دیہہ ہی کیوں نہ ہو ہمارے آجکل کے دور میں اس کے جواز کا تصور تک نہیں پایا جاتا۔ لوگوں نے عام دستور کے خلاف نماز عید سے پہلے قربانی کرنے پر ''لئے دَے'' (اعتراض) کی۔ ماسٹر صاحب اگرچہ اس حکمت سے آگاہ نہیں تھے مگر یہ پورے وثوق سے جانتے تھے کہ شیخ پاک کا حکم کبھی بھی شریعت سے متصادم نہیں ہوسکتا۔ عزیز واقارب کی ملامت کو برداشت کیا اور قربانی کے جانور پر تکبیر پڑھی جب گوشت تقسیم کرنے کا موقعہ آیا تو سبھی گاؤں والوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ کہ یہ قربانی ہوئی ہی نہیں تو پھر گوشت لینے اور کھانے کا کیا جواز۔ ماسٹر صاحب نماز عید حضرت صاحبؒ کے ساتھ ادا کرنے کے لئے شہر آگئے۔ نماز سے فارغ ہو کر یہ سب معاملہ عرض کیا۔ حضورؒ نے فرمایا ''گاؤں کے چیدہ چیدہ لوگوں کو ساتھ لیکر یہ مسئلہ مفتی صاحب سے دریافت کریں'' جب یہ مسئلہ مفتی صاحبؒ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ '' گاؤں میں رہنے کی صورت میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز ہے۔ جبکہ نماز عید شہر جا کر ادا کرنی ہو'' اس عمل سے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا مقصد یہ تھا تاکہ ایسے مسئلہ سے لوگ آگاہ ہو جائیں جس پر آجکل عمل کا موقع نہ ملنے کی وجہ سے ناآشنا ہیں۔ یعنی قربانی کے اس عمل سے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا مطلوب ومقصود ''احیائے سنت'' تھا۔

مطلوب فقط سنتِ نبوی ﷺ

حضور قبلہ قدس سرہ کی ایک محبہ فی اللہ جہلم کے علاقہ کی رہنے والی ہیں اس زمانہ میں بکریوں کی ایک نئی نسل آئی۔ جو قد وقامت میں عام بکریوں سے چھوٹی تھی۔ حضورؒ کے پوتوں کی خوش وقتی کے لئے اس نسل کے بچوں کا ایک جوڑا لائیں۔ آپؒ نے ان کے ٹھہرانے کا انتظام اپنے کمرے کے دروازے کے قریب کروایا۔ موسمی ضرورت کے مطابق وہ کمرے کے اندر بھی جاسکتیں اور باہر بھی ٹھہرتیں۔ غرضیکہ بکریوں کے اس جوڑے کے انتظام بڑے اہتمام سے کئے گئے

حضورؒ ان سے بہت پیار فرماتے۔اپنے ہاتھ سے کھانے کی چیزیں، چارہ، روٹی کا ٹکڑا اور بعض اوقات مٹھائی وغیرہ انہیں کھلاتے۔اور یہ بکری کے بچے آپؒ سے اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ آپؒ کو دیکھتے ہی آپؒ کی طرف لپکتے۔اور بکریاں اپنی فطرت کے مطابق اپنے اگلے پاؤں کھڑے کر کے آپؒ کی ٹانگوں سے چمٹ جاتیں۔ظاہر ہے ایسے جانوروں کے پاؤں (کھر) اکثر پیشاب اور مینگنیوں سے لتھڑے رہتے ہیں۔آپؒ کے لباس خصوصاً تہبند پر اس پلیدی کے دھبے پڑ جاتے۔آپؒ کی ہمشیرہ صاحبہ دیکھ کر کہتیں ''مولوی صاحب! دیکھئے انہوں نے آپؒ کے کپڑے (گندے) خراب کر دیئے ہیں'' حضورؒ فرماتے! ''بہن یہ وہ جانور ہے جسے حضور پاک ﷺ نے چرایا ہے۔ان کے پیچھے چلتے رہے ہیں اور ان کی دیکھ بھال کی ہے۔'' حضورؒ کے مزاج کی نفاست و لطافت کو بھی جانتے ہیں وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿المدثر۔۴ ترجمہ:۔اور اپنے کپڑے پاک رکھو) کی نسبت آپؒ پر ہمیشہ غالب رہتی۔عام آدمی کی نگاہ معاملات پر ہوتی ہے مگر درویش کی نظر مآل پر ہوتی ہے ہر کام سے مقصود و مطلوب سنت نبوی ﷺ اور حُبِ نبی ﷺ ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا۔ [1]

اتباعِ شریعت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔درویش سے تعلق رکھنے والے تین طبقات مشکل سے ہی فیضیاب ہوتے ہیں ددھیال، ننھال اور لنگوٹیے یار۔پہلے دو طبقات ددھیال اور ننھال یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ہاتھوں میں ''پلا پوسا'' ہے یعنی اس کی پرورش ہم نے کی ہے۔تیسرا طبقہ لنگوٹیے یار بھی گمان رکھتے ہیں کہ کل یہ ہمارے ہی ساتھ کھیلا کرتا تھا آج اس میں کونسی انوکھی بات آ گئی ہے۔القصہ یہ تینوں طبقے درویش کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ رشتہ داری اور

---

[1] اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی پیروی کو لازم جانے۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر مکمل ترین اور کامل ترین درود و سلام ہو۔

تعلق داری ان کیلئے حجاب بن جاتی ہے۔اور یہ کوئی نئی بات نہیں شروع ہی سے ایسا ہوتا آرہا ہے۔تعلق ظاہری والوں نے حضرت محمد ﷺ کو محمد ابن عبداللہ کے لباس میں دیکھا اور فیضان نبوت سے محروم رہے۔اور تعلق باطنی والوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے لباس میں دیکھا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے فلاح پاگئے۔ بلکہ عالمِ انسانیت میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے ان جیسا کسی کو مقام ہی نہیں ملا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے اقرباء میں سے کسی کی شادی ہوئی۔ رشتہ داری کی بنیاد پر آپؒ کو دعوت دی گئی۔لیکن بارات کی روانگی کے وقت غیر شرعی رسومات اور باجے وغیرہ کی مکروہ حرکات نے بھی آسر دھنسایا۔سمجھانے کی کوشش کی مگر یہ تمام وعظ و نصیحت تمسخر کی لپیٹ میں آگئی۔اس لئے حضور اس تقریب میں شمولیت سے دست بردار ہوگئے۔درویش کیلئے لازمی ہے ایسی تقریبات جہاں خلاف شریعت حرکات کا امکان ہو شمولیت سے اجتناب کرے۔ورنہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔ایسی غیر شرعی تقریبات کا انعقاد کرنے والے لوگ موردِ غضب الٰہی ہوں گے۔یا شمولیت کرنے والا درویش اپنے مقام سے گر جائے گا بلکہ نسبت کے کلیتاً سلب ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

ذکر خیر میں ہے ''کہ ہم حضرت شاہ صاحبؒ کے ساتھ جالندھر کے قریب ایک گاؤں جو تمام حضورؒ کا مرید تھا گئے حضورؒ نے ان لوگوں کو انبالہ سے چلتے وقت ہی منع فرما دیا تھا کہ اس شادی میں ناچ وغیرہ نہ کرو تو ہم چلتے ہیں اور انہوں نے اقرار بھی کر لیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ کسی قسم کا تماشہ نہ کرائیں گے۔وہاں طوائف کے گانے کی آواز گوش مبارک میں آئی ۔ حضورؒ (حضور انبالویؒ) مجھ سے فرمانے لگے کہ یہ کیسی آواز ہے میں نے عرض کر دیا کہ حضور کہیں طوائف کا ناچ ہو رہا ہے۔حضورؒ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا اپنے ہاتھ کے پیڑ لگائے ہوئے ہیں۔اکھاڑنے کو دل نہیں چاہتا۔اچھا جاؤ گاؤں والوں کو بلاؤ۔وہ بلائے گئے تو سب کے سب حاضر ہوگئے۔حضورؒ نے فرمایا ''ہم ابھی جاتے ہیں تم نے ہمارے وعدہ کے خلاف عمل کیا''۔وہ بہت

منت خوشامد کرنے لگے اور تمام لوگوں نے مل کر لوٹے نمک ڈالا۔ کہ آئندہ ہرگز ایسا نہیں کریں گے اور طوائف وغیرہ تماشا کو رخصت کر دیا۔''

سالک کے لئے لازمی ہے کہ ظاہر کو شریعت مطہرہ سے آراستہ رکھے۔

بابو زاہد صاحب مجھ (بھائی اکبر علی صاحب) سے ذکر کرتے ہیں کہ وہ گجرات حاضر ہوئے ایک روز ایک آدمی ایک لڑکی کو ساتھ لئے ہوئے حضرت صاحب کے متعلق دریافت کرتا ہوا مکان پر پہنچا اس نے عرض کیا کہ لڑکی کو آسیب کی تکلیف ہے اور جن کہتا ہے کہ میں ان کا مرید ہوں وہ فرما دیں گے تو میں چلا جاؤں گا۔ آپؒ نے اس جن سے دریافت فرمایا کہ اس کا نام کیا ہے اور وہ کہاں مرید ہوا تھا اس نے عرض کیا کہ میرا نام غلام رسول ہے اور میں معین الدین پور مسجد میں بیعت ہوا تھا آپؒ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ شریعت محمدیہؐ میں نامحرم عورت کو ستانا منع ہے جا چلا جا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور لڑکی بالکل ٹھیک ہو گئی۔

غیرت شریعت

موضع کالرہ خاصہ کے امام مسجد میاں محمد عالم صاحب کے گھر ایک بزرگ مبارک شاہ صاحب جو اپنا تعلق سلسلہ چشتیہ سے بتاتے تھے وارد ہوئے۔ اور دس بارہ روز مقیم رہے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ وہ صاحب روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور زیادہ وقت قوالی سننے میں ہی گزارتے تھے۔ بہن عائشہ بی بی اس دوران حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپؒ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ہمسائے میں کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ بہن جی نے عرض کیا آئے ہوئے ہیں۔ غیر شرع ہیں روزہ نہیں رکھتے۔ قوالی دن رات کراتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا غم نہ کر اس کے بعد کالرہ میں وہ کبھی نہیں آئیں گے۔ دس بارہ برس ہو گئے پھر ان کو کالرہ آنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

شرعی احکام کی خلاف ورزی تو آپؒ کو کسی صورت میں گوارا نہیں تھی خواہ کوئی پیر کے لباس ہی میں کیوں نہ ہو اکثر اہلِ سکر کو آپؒ

حالت صحو میں لائے اور شریعت کے مطابق انہیں زندگی بسر کرنے کی اللہ پاک نے توفیق بخشی۔

پاسداریٔ شریعت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک زمیندار عقیدت مند (کرمانی صاحب) گجرات شہر محلّہ علی پور کے رہنے والے تھے۔ حضورؒ جب بھی اس علاقہ کی طرف سیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ ان سے اکثر ملاقات ہو جاتی۔ اور بعض اوقات موسم کی ہنگامی تبدیلی (بارش آندھی) کی صورت میں سر راہ ان کی رہائش گاہ (کوٹھی) پر رک بھی جاتے۔ یہ صاحب نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے اکثر حضورؒ کی مسجد ریاض المدینہ اکبر میں آیا کرتے۔ اور ملاقات سے ضرور مشرف ہوتے۔ ایک دفعہ نماز جمعہ کے لئے حضورؒ مسجد میں داخل ہو ہی رہے تھے کہ ان صاحب سے مسجد کے صحن میں ملاقات ہوئی انہوں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ حضورؒ نے دیکھا تو ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپؒ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا ''ایہہ کیہہ؟ یہ تو عورتیں پہنتی ہیں'' ان صاحب نے فوراً انگوٹھی اتارتے ہی فرش پر پھینک دی۔ حضورؒ نے فرمایا اسے اٹھالو اور گھر میں کسی خاتون کو استعمال کیلئے دے دو'' ان صاحب (کرمانی صاحب) نے عرض کیا'' حضور اب یہ یہاں اُتر چکی ہے اور میری معافی کی یہی صورت ہے کہ اسے مسجد کی ضرورت (تعمیر) میں صرف کرلیا جائے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے حضور پاک ﷺ کے حکم ''ھٰذانِ حَرَامَان علی الذکور الامتی''[۱] کے مفہوم کو کیسے مختصر اور سادہ انداز میں سمجھایا کہ اسی ہی لمحہ اللہ پاک نے عمل پیرا ہونے کی توفیق بھی عطا فرمائی۔

---

[۱] ترجمہ:۔ یہ دونوں (ریشم اور سونا) میری اُمت کے مردوں پر حرام ہیں۔

☆☆☆

يَاۤ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات۔۲)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلاّ کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاّتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو

اتباعِ سنت

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔ متابعتِ آن سرورِ عَلَیْهِ وَعَلیٰ اٰلِهٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ کہ سرمایہ سعادات دینیہ ودُنیویہ است درجات ومراتب دارد درجہ اُولےٰ مرعوامِ اہل اسلام راست از اتیان احکام شرعیہ ومتابعت سنت سنیہ بعد از تصدیقِ قلب وپیش از اطمینانِ نفس کہ بدرجۂ ولایت مَربوط است وعلماءِ ظواہر وعبّادوزہّاد کہ معاملہ شان باطمینانِ نفس نہ پیوستہ است ہمہ درین دَرَجہ متابعت شریکند ودر حصولِ صورتِ اتباع برابرند وچون نفس درین مقام از کفر انکار خود نرستہ است لاجرم این دَرَجہ مخصوص بصورتِ متابعت باشد این صورت متابعت دررنگ حقیقتِ متابعت موجب فلاح ورستگاری آخرت است ومنجی از عذاب نار است ومبشر بدخول جنت از کمال کرم انکارِ نفس رااعتبار نانمودہ بتصدیق قلب کفایت فرمودہ است ونجات را مربوط بآن تصدیق ساختہ

میتوانی کہ دہی اشکِ مراحسن قبول
ایکہ دُرساختہ قطرۂ بارانی را

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰے (اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو) —— آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے وہ کئی درجات ومراتب رکھتی ہے۔

پہلا درجہ:۔ پہلا درجہ عوام اہلِ اسلام کے لئے ہے۔ یعنی تصدیقِ قلبی کے بعد اطمینانِ نفس سے پہلے جو کہ درجۂ ولایت سے وابستہ ہے احکامِ شرعیہ کا بجالانا اور سنتِ سنیہ کی متابعت ہے۔ اور علمائے ظاہر عابد اور زاہد حضرات جن کا معاملہ ابھی اطمینانِ نفس تک نہیں پہنچا سب اسی متابعت کے درجہ میں شریک ہیں اور اتباع کی ظاہری صورت کے حاصل کرنے میں سب برابر ہیں۔ اور چونکہ اس مقام میں نفس ابھی کفر وانکار پر ہی اڑا ہوتا ہے اس لئے یہ درجہ متابعت کی صورت

درجہ دوم از متابعت اتباع اقوال واعمال اوست عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کہ بباطن تعلق دارد از تہذیب اخلاق ودفع رذائل صفات وازالہ امراضِ باطنیہ وعِلَلِ معنویہ کہ بمقامِ طریقت متعلق اند این درجہ اتباع مخصوص بارباب سلوک است کہ طریقہ صوفیہ را از شیخِ مقتدا اخذ نمودہ بوادی ومفاوز سیر اِلَی اللہ را قطع مینمایند درجہ سیوم از متابعت اتباعِ احوال واذواق ومواجید آن سرور است عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کہ بمقامِ ولایت خاصہ تعلق دارند این درجہ مخصوص بارباب ولایت است کہ مجذوب سالک باشند یا سالِک مجذوب وچون مرتبہ ولایت بانجام رسید نفس مطمئنہ گشت واز طغیان وسرکشی باز ماند واز انکار باقرار واز کفر باسلام آمد بعدازین ہرچہ در متابعت کوشد حقیقت متابعت خواہد بود اگر نماز ادا مینماید حقیقتِ متابعت بجامے آرد واگر صوم است ہمین حکم است

کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ متابعت کی یہ صورت، متابعت کی حقیقت کی طرح آخرت کی کامیابی ونجات اور خلاصی کا موجب اور دوزخ کے عذاب سے بچانے والی اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے نفس کے انکار کا اعتبار نہ کر کے تصدیقِ قلبی پر کفایت فرمائی ہے اور نجات کو اس تصدیق پر وابستہ کیا ہے۔

اے کہ جو قطرۂ بارش کو بنا دے موتی
مرے آنسو کو بھی دے سکتا ہے وہ حسن قبول

دوسرا درجہ:۔ متابعت کا دوسرا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اقوال واعمال کی متابعت ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اخلاق کا درست کرنا اور بری عادتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا ازالہ کرنا وغیرہ وغیرہ جو مقامِ طریقت سے متعلق ہیں، اور اتباع کا یہ درجہ ارباب سلوک کے ساتھ مخصوص ہے جو طریقۂ صوفیہ کو شیخِ مقتدا سے اخذ کر کے سیر الی اللہ کی وادیوں اور جنگلوں کو قطع کرتے ہیں۔

واگر زکوۃ است ہمین نمط است و علی ھذا القیاس دراتیان جمیع احکام شرعیہ حقیقتِ اتباع کائن است سوال حقیقت نماز وروزہ بچہ معنی است نماز وروزہ افعال مخصوصہ است اگر آن افعال چنانچہ فرمودہ است ادا یابد حقیقت ادا یافتہ باشد صورت چہ بود وحقیقت ورائے آن چہ باشد جواب مبتدی چون نفس امارہ دارد کہ بالذات منکر احکام سماویست اتیان احکام شرعیہ ازوے باعتبار صورتست ومنتہی راچون نفس مطمئنہ گشتہ است وبرضا ورغبت قبول احکام شرعیہ نمودہ اتیان احکام ازوے باعتبار حقیقت است مثلاً منافقِ ومسلم ہردواداءِ نماز مینمایند منافق چون انکار باطن دارد صورت نماز بجامی آرد ومسلم بواسطۂ انقیادِ باطن بہ حقیقت نماز متحلّی است پس صورت وحقیقت باعتبار انکار واقرار باطن است این درجہ یعنی درجۂ اطمینانِ نفس واتیانِ حقیقت اعمال صالحہ

تیسرا درجہ:۔ متابعت کا تیسرا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان احوال واذواق اور مواجید کی متابعت ہے جو ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان اربابِ ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہوں۔ جب مرتبۂ ولایت اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو نفس بھی مطمئنہ ہوجاتا ہے اور طغیان وسرکشی سے باز آجاتا ہے اور انکار سے اقرار میں اور کفر سے اسلام میں آجاتا ہے۔ اس کے بعد جسقدر متابعت میں کوشش کرے گا وہ متابعت کی حقیقت ہوگی۔ اگر نماز ادا کرے گا تو متابعت کی حقیقت بجالائے گا اور اگر روزہ ہوگا تو اس کا بھی یہی حال ہے، اور اگر زکوۃ ہے تو وہ بھی اسی طریق پر ہوگی۔ علیٰ ہذالقیاس شریعت کے تمام احکام بجالانے میں ''حقیقتِ متابعت'' شاملِ حال ہوجاتی ہے۔

سوال:۔ نماز وروزہ کی حقیقت کے کیا معنی ہیں؟ کیونکہ نماز وروزہ مخصوص افعال ہیں اگر ان افعال کو (شارع علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق) ادا کیا جائے تو ان کی حقیقت ادا ہوجائے گی۔ اس کی صورت کیا ہے اور اس سے زیادہ حقیقت کیا ہے؟

کہ بعد از حصول کمالاتِ ولایتِ خاصہ کہ بدرجہ سوم متعلق است حاصل میگردد چہارم دَرَجہ ایست از متابعت در درجہ اولیٰ صورتِ این متابعت بودہ اینجا حقیقت اتباع است ایں درجہ چہارم از اتباع مخصوص بعلماءِ راسخین است شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کہ بعد از اطمینان نفس بدولتِ حقیقتِ متابعت متحقق اند اولیاء اللہ را قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالیٰ اِسْرَارَہُمْ ہر چند نحوے از اطمینان نفس بعد تمکین قلب حاصل است اما کمال اطمینان مر نفس را در تحصیل کمالات نبوت حاصل است کہ علماء راسخین را ازان کمالات بطریق وراثت نصیب است پس علماءِ راسخین بواسطۂ کمالِ اطمینان نفس بحقیقتِ شریعت کہ حقیقتِ اتباع است متحقق باشند و دیگران چون این کمال ندارند گاہے بصورتِ شریعت متلبس اند و گاہے بحقیقت شریعت متحقق علامتے از برائے علماء راسخین بیان کنم تاہر ظاہر دانے دعویٰ رسوخ نماید و امارہ خود را مطمئنہ نہ انگارد عالم راسخ

جواب:۔ مبتدی کا نفس امارہ ہے لہذا بالذات آسمانی احکام کا منکر ہے اور اس سے احکام شرعیہ کی بجا آوری ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے۔ اور منتہی کا نفس چونکہ مطمئنہ ہوگیا ہے۔ اور اس میں احکام شرعیہ کے قبول کی رضا اور رغبت پیدا ہوگئی ہے لہٰذا اس سے احکام کی بجا آوری حقیقت کے اعتبار سے ہوتی ہے —— مثلاً منافق اور مسلمان دونوں نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن منافق چونکہ باطن میں انکار رکھتا ہے اس لئے وہ نماز کی صرف ظاہری صورت ادا کرتا ہے اور مسلمان باطنی فرمانبرداری کے باعث نماز کی حقیقت سے مزین ہے لہٰذا صورت اور حقیقت کا اعتبار باطنی انکار و اقرار پر ہے۔

چوتھا درجہ:۔ (متابعت کا) درجہ چہارم یہ ہے کہ پہلے درجے میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اس اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ درجۂ چہارم علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اولیاء اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو تمکین قلب کے بعد اگرچہ ایک طرح کا اطمینانِ نفس حاصل ہوجاتا ہے لیکن نفس کو کمال درجہ اطمینان کمالاتِ نبوت کے حصول کے بعد ہوتا ہے جو کہ

کسے است کہ اورا از تاویل متشابہات کتاب وسنت نصیب است واز اسرار حروف مقطّعات اوائل سورِ قرآنی بہرہ دار وتاویل متشابہات از جملۂ اسرار غامضہ است خیال نکنی کہ در رنگِ تاویل ید بقدرت است وتاویل وجہ بذات کہ آن ناشی از علم ظاہر است باسرار کارند ارد اصحاب این اسرار پیغمبر انند عَلَیْھِمُ الصَّلوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ واین رموزات واشارات بمعاملات ایشان است وبہ تبعیت ووراثتِ این بزرگواران ہر کرا باین ودولت عظمیٰ مہتد سازند حصول این درجہ متابعت کہ منوط باطمینانِ نفس است ووصول بحقیقتِ متابعتِ صاحبِ شریعت است عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ گاہ ہست کہ بے توسط فنا وبقا وبے توسل سلوک وجذبہ میسر گردد وتواند بود کہ از احوال ومواجید واز تجلیات وظہورات ہیچ درمیان نباشد واین دولت نقدِ وقت بود لیکن از راہ ولایت باین دولت رسیدن اقربست از انکہ براہِ دیگر برسد وآن راہ دیگر بزعم این فقیر التزام متابعت سنتِ سنیّہ است عَلیٰ صَاحِبِھَا الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ واجتناب از اسم ورسم بدعت تا

وراثت کے طور پر ان کمالات سے علماءِ راسخین کو بھی حصہ حاصل ہے۔ پس علماءِ راسخین نفس اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے جواتباع کی حقیقت ہے متحقق ہوتے ہیں اور دوسروں کو چونکہ یہ کمالات حاصل نہیں ہوتے اس لئے کبھی وہ شریعت کی صورت سے متلبس اور کبھی اسکی حقیقت سے متحقق ہوتے ہیں۔

اب ہم علماءِ راسخین کی ایک علامت بیان کرتے ہیں تا کہ ہر ظاہر دان عالم راسخ ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور اپنے (نفس) امارہ کو مطمئنہ نہ سمجھ بیٹھے —— عالمِ راسخ وہ ہے جس کو کتاب وسنت کے متشابہات کی تاویل سے بہت حصہ حاصل ہوا اور قرآن کریم کی سورتوں کے اوائل میں جو حروف مقطعات ہیں ان کے اسرار سے بھی بہرہ ور ہو۔ اور متشابہات کی تاویل بہت ہی پوشیدہ اسرار میں سے ہے یہ خیال نہ کریں کہ یہ تاویل ''یَد'' (ہاتھ) کی قدرت سے، کے مانند ہے اور ''وَجہ'' (چہرہ) کی تاویل ذات سے کرنے کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ تاویل علم ظاہر سے پیدا ہوتی ہے اس کا اسرار سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ ان اسرار کے جاننے

از بدعتِ حَسَنہ در رنگ بدعت سیّہ احتراز نماید بوئے ازین دولت بمشام جانِ او نرسد واین معنے امروز متعسر است کہ عالم در دریائے بدعت غرق گشتہ است وبظلمات بدعت آرام گرفتہ کرا مجال است کہ دم از رفع بدعت زند وباحیائے سنت لب کشاید اکثر علماءِ این وقت رواج دہند ہائے بدعت اند ومحو کنند ہائے سنت بدعتہائے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ باستحسانِ آن فتویٰ میدہند ومردم را بدعت دلالت مینمایند چہ میگویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند وباطل متعارف شود وتعامُل گردد مگر نمیدانند کہ تعامل دلیل استحسان نیست تعاملے کہ معتبر است ہمانست کہ از صدر اول آمدہ است یا باجماع جمیع مردم حاصل گشتہ کَمَا ذُکِرَ فِے

والے تو انبیاء علیہم الصّلوات والتسلیمات ہیں، اور یہ رموز ان کے معاملات سے متعلق اشارات ہیں یا وہ حضرات ہیں جن کو تبعیت ووراثت کے طور پر اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں —— اس درجہ متابعت کا حصول جو نفس کے اطمینان سے وابستہ ہے اور صاحبِ شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی حقیقت کا وصول ہے کبھی بغیر واسطۂ فنا وبقا اور کبھی سلوک وجذبہ کے توسل کے بغیر میسر ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ احوال ومواجید اور تجلیات وظہورات میں سے کچھ بھی درمیان میں نہ آئے اور یہ دولت حاصل ہو جائے۔ لیکن دوسرے راستوں کی نسبت ولایت کی راہ سے اس دولت تک پہنچنا بہت آسان اور اقرب ہے —— اور وہ دوسرا راستہ اس فقیر کے خیال میں سنتِ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کا التزام اور بدعت کے اسم ورسم (نام ونشان) سے اجتناب کرنا ہے۔ جبتک بدعتِ حَسَنہ سے بھی بدعتِ سیّہ کی طرح پرہیز نہ کریں اس وقت تک اس دولت کی خوشبو اس کی جان کے دل ودماغ میں نہ پہنچے گی۔ آج یہ بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت میں غرق ہو چکا ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام سے ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کے زندہ کرنے میں لب کشائی

الْفَتَاوٰی الْغِیَاثِیَةِ قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ الشَّهِیْدُ رَحِمَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لَا نَاْ خُذُ بِاسْتِحْسَانِ مَشَایِخِ بَلْخ وَاِنَّمَا نَاْ خُذُ بِقَوْلِ اَصْحَابِنَا الْمُتَقَدِّمِیْنَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِاَنَّ التَّعَامُلَ فِیْ بَلْدَةٍ لَا یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَاِنَّمَا یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ مَا یَکُوْنُ عَلَی الْاِسْتِمْرَارِ مِنَ الصَّدْرِ الْاَوَّلِ لِیَکُوْنَ ذٰلِکَ دَلِیْلًا عَلٰی تَقْرِیْرِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِیَّاهُمْ عَلٰی ذٰلِکَ فَیَکُوْنُ شَرْعًا عَنْهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاَمَّا اِذَا لَمْ یَکُنْ کَذٰلِکَ لَا یَکُوْنُ فِعْلُهُمْ حُجَّةً اِلَّا اِذَا کَانَ ذٰلِکَ مِنَ النَّاسِ کَافَّةً فِی الْبُلْدَانِ کُلِّهَا لِیَکُوْنَ اِجْمَاعًا وَالْاِجْمَاعُ حُجَّةٌ اَلَا تَرٰی اَنَّهُمْ لَوْ تَعَامَلُوْا عَلٰی بَیْعِ الْخَمْرِ وَعَلَی الرِّبٰوا لَا یُفْتٰی بِالْحِلِّ وشک نیست کہ علم بتعامل کافہ انام وبعمل جمیع قریٰ وبلدان از حیطہ بشر خارج است باقیماند

کرے اس زمانے کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دینے اور سنتوں کو محو کرنے میں مشغول ہیں مروجہ بدعتوں کو مخلوق کا تعامل جان کر ان کے جواز کا بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گمراہی عام پھیل جائے اور باطل متعارف ومشہور ہو جائے تو تعامل (بتکلف محمل بنالینا) ہو جاتا ہے۔ مگر (علماء) یہ نہیں جانتے کہ یہ تعامل مطلقاً استحسان کی دلیل نہیں ہے۔ وہ تعامل معتبر ہے جو صدرِ اول سے چلا آرہا ہے یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہے جیسا کہ فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے کہ شیخ الامام شہید رحمہ اللہ سبحانہ فرماتے ہیں کہ "ہم مشائخ بلخ کے استحسان پر فتویٰ نہیں دیتے بلکہ اپنے متقدمین اصحاب رحمہ اللہ سبحانہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ صرف ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا، بلکہ تعامل جواز پر دلالت کرے گا جو صدرِ اول سے استمرار کے طور پر چلا آرہا ہے تاکہ وہ نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر (حدیث کی ایک اصطلاح) پر دلیل ہو اور لوگوں کے لئے نشان راہ ہو، تو یہ حقیقت میں آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ

تعامل صدر اول کہ فی الحقیقت تقریر است ازاں سرور عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالسَّلَامُ وراجع است بسنتِ او عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بدعت کجا است وحسن بدعت کدام اصحاب کرام را در حصول جمیع کمالات صحبت خیر البشر کافی بوده عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ و واز علما سلف ہر کہ بدولت رسوخ مشرف گشتہ است بی آنکہ اختیار طریق صوفیہ نماید و بسلوک وجذبہ قطع مسافت کند بواسطۂ التزام متابعت سنت سنیّہ است عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ واجتناب از بدعت نامرضیہ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰی مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ وَجَنِّبْنَا عَنْ ارْتِکَابِ الْبِدْعَةِ بِحُرْمَةِ صَاحِبِ السُّنَّةِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ درجہ پنجم از متابعت در اتباعِ کمالات آن سرور است عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کہ علم وعمل را در حصول آن کمالات مدخلے نیست بلکہ حصول آنھا مربوط بمحض فضل واحسان خداوندیست جَلَّ سُلْطَانُهٗ واین درجہ بس عالیست

ہو تو پھر لوگوں کا فعل حجت نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر تمام شہروں کے بکثرت لوگ اس پر عمل پیرا ہوں تو یہ ''اجماع'' ہو جائے گا اور اجماع حجت ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اگر کچھ لوگ شراب کی تجارت یا سود کے رواج پر تعامل کریں تو ان کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔''

اور اس میں شک نہیں کہ تمام مخلوق کے تعامل کا علم اور تمام دیہات وشہروں کا علم حاصل کرنا انسان کے احاطہ سے باہر ہے باقی رہا صدرِ اول کا تعامل جو کہ حقیقت میں آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریر یعنی ''برقرار رکھا ہوا'' ہے اور آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی طرف راجع ہے۔ اس (تعامل) میں بدعت کہاں اور بدعت حسنہ کیسی؟ ـــــ اصحاب کرامؓ کو تمام کمالات کے حاصل ہونے میں صحبتِ خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کافی تھی، علمائے سلف میں سے جو حضرات بھی رسوخ کی اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں وہ صوفیہ کے طریقے کو اختیار کئے بغیر اور سلوک وجذبے کے ساتھ مسافت کو قطع کئے بغیر مشرف ہوئے ہیں۔ اور وہ سنتِ سنیّہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کے التزام اور بدعتِ ناپسندیدہ سے اجتناب کی وجہ

درجات سابق را بآن مساسے نیست این کمالات بالاصالۃ مخصوص بانبیاءِ الوالعزم است عَلَیۡہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسۡلِیۡمَاتُ و بہ تبعیّت و وراثت تاکرا باین دولت مشرف سازند درجہ ششم از متابعت اتباع آن سرور است عَلَیۡہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ در کمالاتیکہ مخصوص بمقام محبوبیت آن سرور است عَلَیۡہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ چنانچہ در درجہ پنجم افاضۂ کمالات بمجردِ فضل و احسان بودہ درین درجہ ششم افاضۂ کمالات آن بمجرد محبت است کہ فوق تفضّل و احسانست ازین درجۂ متابعت نیز اقل قلیل را نصیب است این پنج درجہ متابعت غیر از درجہ اولیٰ ہمہ بمقامات عروج تعلق دارند و حصول لہٰذا بصعود مربوط است درجہ ہفتم از متابعت

سے اس مرتبہ پر پہنچتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتۡنَا عَلٰی مُتَابَعَۃِ السُّنَّۃِ وَجَنِّبۡنَا عَنۡ ارۡتِکَابِ الۡبِدۡعَۃِ بِحُرۡمَۃِ صَاحِبِ السُّنَّۃِ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ (یا اللہ! تو ہم کو بحرمۃ صاحب سنت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت پر ثابت قدم رکھ اور بدعت کے ارتکاب سے بچا) آمین!

پانچواں درجہ:۔ متابعت کا پانچواں درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم وعمل کا دخل نہیں بلکہ ان کا حصول خداوند جل سلطانہٗ کے محض فضل واحسان پر موقوف ہے یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ سابقہ درجات کی اس درجے کے مقابلے کوئی حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کیساتھ بالاصالت مخصوص ہیں اور دوسروں کو تبعیت و وراثت کے طور پر حاصل ہیں۔ دیکھئے اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔

چھٹا درجہ:۔ متابعت کا چھٹا درجہ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامِ محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل واحسان پر تھا اسی طرح اس چھٹے حصے میں بھی ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضّل واحسان سے بالا و برتر ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت

آنست کہ تعلق بنزول وہبوط دارد واین درجہ سابع از متابعت جامع جمیع درجات سابق است زیرا کہ درین موطن نزول ہم تصدیق قلب است وہم تمکین قلب وہم اطمینان نفس است وہم اعتدال اجزاء قالب کہ از طغیان وسرکشی باز ماندہ اند درجات سابق گویا اجزاء این متابعت بودہ اند واین درجہ ہمچون کل است مرآن اجزاء را درین مقام تابع بہ متبوع بنہجے شباہت پیدامیکند کہ گویا اسم تبعیت از میان میخزد وامتیازِ تابع ومتبوع زائل میگردد چنان متوہم می شود کہ تابع دررنگ متبوع ہرچہ میگیرد از اصل میگیرد گویا ہردو از یک چشمہ آب میخورند وہردو آغوش یک کنار اند وہردو در یک بستر اند وہردو دررنگ شیر وشکر اند تابع کجا ومتبوع کدام وتبعیت کرا در اتحاد نسبت نسبتِ تغایر گنجائش ندارد عجب معاملہ است درین مقام ہر چند با معان نظر مطالعہ مینماید نسبت تبعیت ہیچ ملحوظ ومنظور نمے گردد وامتیازِ تابعیت ومتبوعیت اصلاً مشہود نمیشود این قدر ہست کہ خودرا طفیلی میداند ووارثِ نبی خودمی

ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ پہلے درجے کے علاوہ متابعت کے یہ پانچ درجے مقاماتِ عروج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ان کا حصول بھی صعود پر وابستہ ہے۔

ساتواں درجہ:۔ متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول وہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ سابقہ تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام میں نزول تصدیق قلبی ہے اور تمکینِ قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی، اور اجزائے قالب کا اعتدال بھی ہے جو طغیان وسرکشی سے باز آگئے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزا تھے اور یہ درجہ ان اجزا کے کُل کی مانند ہے—— اس مقام میں پہنچ کر تابع کو اپنے متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا ہوجاتی ہے کہ گویا بعیت وپیروی کا نام ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور تابع متبوع (کے احکام) کی تمیز دور ہوجاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تابع اپنے متبوع کی طرح جو کچھ حاصل کرتا ہے اصل سے حاصل کرتا ہے، گویا دونوں ایک ہی چشمے سے پانی

یابد عَلَیْهِ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَا مِنَ الصَّلَوٰاتُ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا مانا کہ تابع دیگر است وطفیلی ووارث دیگر ہر چند ہمہ در قطار تبعیت اند ظاہرا در تابع حیلولۂ متبوع درکار است ودر طفیلی ووارثِ ہیچ حیلولتے درکات نیست تابع اولش خور است وطفیلی جلیس ضمنی بالجملہ ہر دولتے کہ آمدہ است از برائے انبیا آمدہ است عَلَیْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّحِیَّاتُ سعادت اُمتانست کہ بطفیل انبیا عَلَیْهِمُ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ ازان دولت بہرہ یابند واز اولش ایشان تناول نمایند

در قافلہ کہ اوست دانم نرسم

این بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

تابع کامل کسے است کہ باین ہفت درجہ متابعت متحلّی شود وآنکہ بعضے از درجات متابعت دارد وبعضے ندارد وتابع فی الجملہ است عَلٰی تَفَاوُتِ الدَّرَجَاتِ علماء ظواہر بدرجہ اولیٰ خرسند اند کاش آن درجہ را ہم سرانجام بدہند متابعت را مقصور بر

پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے ہم آغوش وہمکنار ہیں اور ایک ہی بستر پر شیر وشکر کی طرح ہیں، معلوم نہیں ہوتا کہ تابع کون ہے اور تبعیت کس کے لئے ہے اتحادِ نسبت میں تغایرِ نسبت کی کچھ گنجائش نہیں۔

عجب معاملہ ہے کہ اس مقام میں جہانتک غور کی نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے تبعیت کی نسبت کچھ ملحوظ ومنظور نہیں ہوتا اور تابعیت ومتبوعیت کا امتیاز ہرگز مشہود نہیں ہوتا البتہ اس قدر فرق معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے نبی علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا کا طفیلی اور وارث جانتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تابع اور ہوتا ہے اور طفیلی ووارث اور۔ اگرچہ تبعیت کی قطار میں سب برابر ہیں لیکن تابع میں بظاہر متبوع کا حیلولہ (حائل ہونا) درکار ہے اور طفیلی ووراث میں (متبوع کا) کوئی حیلولہ درکار نہیں ہے تابع (اپنے متبوع کا) پس خوردہ کھانا کھاتا ہے اور طفیلی ضمنی طور پر ساتھ بیٹھ کر کھانے والا ہے۔ غرضکہ جو دولت بھی آئی ہے وہ انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کے لئے آئی ہے اور امتیوں کے لئے یہی سعادت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی طفیل اس دولت سے حصہ پائیں اور ان کا پس خوردہ تناول کریں۔

ترجمہ

قافلے تک کہاں پہنچ ہو گی

ہے غنیمت سنوں جرس کی صدا

صورت شریعت داشته اند ووراۓ آن امرے دیگر نہ انگاشتہ طریقہ صوفیہ را کہ وسیلہ حصول درجات متابعت است بیکار تصور نمودہ اند واکثر شان پیر ومقتدائے خودرا غیر از ہدایہ وبزدوی ندانستہ اند

چو آن کرمے کہ در سنگے نہان است　　　زمین و آسمان او ہمان است

حَقَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ بِحَقِيْقَةِ الْمُتَابَعَةِ الْمَرْضِيَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَكَةُ وَالتَّحِيَّةُ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَتِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ وَالْمَلَائِكَةِ الْعِظَامِ وَعَلٰى جَمِيْعِ اَتْبَاعِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ۔" (مکتوب ۵۴ دفتر دوم)

کامل تابع وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو اور جو شخص بعض درجات میں تو متابعت رکھتا ہو اور بعض میں نہ رکھتا ہو، وہ درجات کے فرق کے اعتبار سے مجمل طور پر تابع ہے۔ علمائے ظاہر پہلے درجے ہی میں خوش ہیں، کاش کہ یہ لوگ درجہ اول ہی کو سرانجام دے لیتے۔ انھوں نے صرف شریعت کی صورت ہی میں متابعت کو موقوف رکھا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور امر کا خیال ہی نہیں کرتے۔ اور طریقہ صوفیہ کو جو کہ درجاتِ متابعت کے حاصل ہونے کا واسطہ ہے بیکار تصور کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر علماء ہدایہ وبزدوی کے سوا کسی اور کو اپنا پیر ومقتدا نہیں جانتے۔

ترجمہ　　　وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے
وہی اس کی زمین و آسماں ہے

حَقَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ بِحَقِيْقَةِ الْمُتَابَعَةِ الْمَرْضِيَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَكَةُ وَالتَّحِيَّةُ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَتِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ وَالْمَلَائِكَةِ الْعِظَامِ عَلٰى جَمِيْعِ اَتْبَاعِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامِ۔"

اَلحُبُّ لِلّٰہِ

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں۔ ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہ لوگ جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں قیامت میں اِن کا مقام یاقوت سرخ کے ستونوں پر ہوگا۔ اِن ستونوں کے سروں پر ستر ہزار بالا خانے ہوں گے وہ اِن بالا خانوں سے اہل بہشت کو جھانکیں گے اور اِن کا حسن و جمال اہل بہشت پر اِس طرح چمکے گا جس طرح اہل دنیا پر سورج چمکتا ہے۔ اِن کے حسن و جمال کو دیکھ کر جنت والے کہیں گے۔ ہم کو اِن لوگوں کے پاس لے چلو۔ تاکہ ہم ایسے لوگوں کو دیکھ سکیں جو محض اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں''

(عوارف المعارف ۵۸۶)

جذبہ ٔصدّیقیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پیر بھائی خلیفہ اصغر علی صاحبؒ قصبہ رادود شریف تحصیل تھانیسر ضلع کرنال مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے۔ محکمہ ڈاک میں ایک اچھے عہدہ پر فائز تھے۔ قد و قامت اور رعب وداب کی وجہ سے حضور سیدویؒ نے انہیں جرنیل کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے ایک دفعہ حضرت جرنیل صاحبؒ نے آپؒ کے گاؤں جعفر کوٹ جانے کی خواہش ظاہر کی حضورؒ نے فرمایا میں آپؒ کی آمد کے بارے میں وہاں خط لکھ دیتا ہوں آپؒ ضرور تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضورؒ نے جرنیل صاحب کی جعفر کوٹ تشریف آوری کے متعلق بھائی تاج دین صاحب کو دن تاریخ وغیرہ خط میں لکھ کر بھیج دی۔ بھائی تاج دین صاحب نے معزز مہمان حضرت جرنیل صاحبؒ کو لانے کے لئے اپنے انتظامات کو یوں ترتیب دیا۔

گھوڑی پر کاٹھی ڈالی اور ضروری ساز سے سنگارا، ڈاچی (اونٹنی) پر

کجاوہ (محمل) رکھا اور سازوسامان سے خوب سجایا۔ گڈے پر گدے اور پھولدار چادریں بچھا کر اور گاؤ تکیے لگا کر سفری مسند بنائی۔ رہڑہ اور تانگا کا بھی بناؤ سنگار کر کے سبھی سواریوں کو اڈہ اجنالہ پر ترتیب وار لا کھڑا کیا۔ اتنے میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پیر بھائی حضرت جرنیل صاحبؒ تشریف لے آئے۔ سبھی نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ بھائی تاج دین صاحب نے تھوڑی دیر استراحت کے لئے ٹھہرایا اور پھر سواری کی پیشکش کی ''حضور! یہ گھوڑی ہے۔ یہ ڈاچی ہے۔ گڈا، رہڑہ اور تانگا حاضر خدمت ہے جسے چاہیں شرف قبولیت بخشیں۔'' حضرت جرنیل صاحبؒ نے فرمایا ''تاج دین! سوار تو ایک پر ہونا تھا اس قدر تردّد کی کیا ضرورت تھی۔'' بھائی صاحب نے عرض کیا ''حضور! عنداللہ اجر میں تو سبھی شامل ہوں گی۔ حضرت جرنیل صاحبؒ اونٹ پر سوار ہوئے اور یوں یہ کاروانِ محبت جعفر کوٹ پہنچا۔ بھائی تاج دین صاحب نے خاطر ومدارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اردگرد کے خوشگوار اور پُر فضا علاقوں کی سیر وسیاحت کرائی۔ اللہ اللہ اور ذکر وفکر کی محفلیں جمیں۔ چند دن قیام کے بعد حضرت جرنیل صاحبؒ نے واپسی کا ارادہ کیا بھائی تاج دین صاحب نے گھر کا تمام سامان صحن میں چارپائیوں پر ترتیب دیا۔ کہیں موسم سرما کے بستر کہیں موسم گرما کی ضروریات، کھیس سرہانے وغیرہ، غرض کہ گھر کے اندر جو کچھ موجود تھا۔ غلہ، نقدی حتی کہ بیوی کا زیور تک باہر صحن میں لا رکھا۔

حضرت جرنیل صاحبؒ کو ان کی قیام گاہ سے گھر لائے۔ اور عرض کی ''حضور! یہ نذرانہ حاضر ہے قبول فرمایئے اور حکم دیجئے تا کہ گڈوں پر لاد کر آپؒ کے ساتھ روانہ کر دیا جائے'' حضرت جرنیل صاحبؒ اس جذبہ حُبِ الٰہی پر بہت خوش ہوئے اور ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے تربیت کے اس منفرد انداز پر عَش عَش کر اٹھے۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور درویشانہ بے نیازی کے مطابق صرف ایک کھیس لیا اور فرمایا ''تاج دین اللہ پاک تجھے ان چیزوں میں بہت بہت برکت عطا فرمائے'' نہایت ہی

عجز وانکسار سے الوداع کیا۔ للّٰہیت کا یہ صدیقی جذبہ قابل دید تھا۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

محض رضائے الٰہی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے ارادت رکھنے والے تقریباً معاشرہ کے ہر طبقہ کے افراد تھے۔ ہر شخص کے مزاج اور نفسیاتی پہلو سے پوری طرح آگاہ ہوتے۔ حتیٰ کہ اس کے مزاج پر کاروباری ماحول اور رہن سہن کے اثرات سے واقف ہوتے۔ زائر کے بارے میں اپنے خدام کو ساتھ ساتھ مطلع کرتے رہتے کہ اس سے اس طرح برتاؤ کرنا ہے اور اس سے اس طرح۔ آنے والے کے سفر کے حالات سے بھی آگاہ ہوتے کہ اس نے سفر کس طرح کیا ہے اور اس کی تواضع کے یہ تقاضے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص پتوکی سے آیا حضورؒ نے پوچھا کون آیا عرض کیا اس اس حلیہ کا ایک آدمی پتوکی سے آیا ہے فرمایا ''یہ شخص پیدل چل کر آیا ہے اور کئی دنوں میں اس نے سفر طے کیا ہے اس کی تواضع میں سستی نہیں چاہیے۔ اسے پانی پلاؤ کھانا کھلاؤ اور ہر قسم کی سہولت مہیا کرو تاکہ سفر کی تھکان اتر جائے۔ خادم سے تنبیہاً فرمایا۔ یاد رکھو کسی قسم کی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ ایسے لوگ جو محض اللہ کی خوشنودی کیلئے سفر اختیار کرتے ہیں۔ ملائکہ ان کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں''، حضورؒ ایسے محبین کو کئی کئی دن ٹھہراتے اور کرایہ دے کر واپس سواری پر بھیجتے۔

ایثار

''ذکر خیر'' میں ہے میرا (حضور سیدویؒ) چشم دید واقعہ ہے۔'' کہ ایک دفعہ ایک شخص سرسہ کے پاس کسی گاؤں کا رہنے والا حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حالت اس کی معمولی اور غربت کی تھی۔ ایک روپیہ نذر پیش کیا اور عرض کی حضور مجھے مدت سے حضورؒ کی زیارت کا شوق تھا۔ فرصت نہیں ہوتی تھی میں قبیلدار آدمی ہوں اب کاشت سے فراغت جو حاصل ہوئی تو حاضر ہوا ہوں۔ حضورؒ نے پوچھا تم ریل پر آئے ہو یا پیدل۔ اس نے عرض کیا حضور پیادہ ہی آیا

ہوں۔فرمایا تمہارے گاؤں کے پاس ریل بھی ہے یا نہیں۔عرض کیا حضور ہے تو مگر میں غریب آدمی ہوں۔حضورؒ نے فرمایا تم نے نذر پیش کی ہم نے قبول کرلی۔اب تم خوش ہو۔تم کو اس کا ثواب مل گیا۔لو اب تم یہ روپیہ لے کر ریل میں واپس جانا۔

پھر میری طرف اشارہ کیا کہ مولوی صاحب چار آنہ اس کو اور دلا دو بے چارہ اپنے کپڑے دھو لے گا کچھ راستہ میں کھا لے گا۔اس نے انکار کیا تو حضورؒ نے فرمایا کہ تو ہم کو نذر دے کر ثواب تو لے چکا۔اب ہم کو بھی ثواب لے لینے دے۔چنانچہ وہ دو روز رہ کر چلا گیا۔

میرے دل میں خیال گزرا کہ حضورؒ نے جو روپیہ واپس کیا ہے۔حضورؒ سے پوچھوں تو اس میں کیا بھید ہے۔حضور میرے قلبی خطرے پر واقف ہو کر خود ہی فرمانے لگے کہ درویش کے پاس جب کوئی آوے تو اس کو اسی حالت میں واپس کرنا نہیں چاہئے۔باطنی فائدہ تو ہو ہی جائے گا۔اگر اس کی ظاہری حالت شکستہ اور قابلِ امداد ہو تو ظاہری مدد بھی فقیر کو ضرور کرنی چاہئے۔یہ شخص پیدل آیا تھا۔اب جاتے ہوئے ریل کا فائدہ اس کو ہوگا۔اور آرام سے پہنچ جائے گا۔حضورؒ کا یہ خلق اخلاق نبوی ﷺ سے تھا۔"

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس اکثر مفلوک الحال لوگ حاضر ہوتے اور ان کی خواہش ہوتی کہ ہم حضورؒ کی خدمت میں نذرانہ پیش کریں۔آپؒ ان کا نذرانہ قبول فرما کر دعا فرماتے۔پھر وہ نذرانہ اسی طرح یا کچھ اضافہ کے ساتھ واپس اسی شخص کو عطا کرتے اور فرماتے "تیرا نذرانہ ہم نے قبول کیا۔تجھے ثواب ہوگا۔اب تو لے لے۔ہمیں بھی ثواب لینے دے"۔

اس ضمن میں مولوی نظام الدین توکلی یوں بیان کرتے ہیں۔

(حضورؒ نے فرمایا) "بھئی کیا کام کرتے ہو۔جناب فارسی کی بوستان سعدی قلعدار کے مولوی محمد عالم صاحب سے پڑھتا ہوں چند سبق رہ گئے ہیں۔کس طرح آئے؟ جناب اپنا بنا لیجئے صبح سویرے تھی شرینی نہیں لا سکا۔بطور

شرینی (چونی پیش کر کے) یہ قبول فرمائیے۔ بوستان کے بعد کیا پڑھو گے۔ جناب گلستان پڑھنے کا ارادہ ہے" اچھا جب گلستان خریدو گے تو یہ پیسے میری طرف سے اس کی قیمت میں ملا لینا۔ مجھے تمہارے پڑھنے سے ثواب ملے گا"

مَنْ کَانَ لَهٗ......

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں مختلف ادوار میں مختلف اشخاص حاضر ہوتے رہے اور خدمت کی سعادت یا اُس درویش کے حالات کی نامساعدت پر آپؒ کی شفقت، پاس رہنے کا سبب بنتی رہی۔

ع۔ اے لغزشِ پا تیرا کہنا ہی کیا

ایک دفعہ ایک متوسل اپنے بیٹے کو لے کر آئے جو چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔ عرض کیا "حضور اسے پڑھائیں اور اپنی خدمت میں رکھیں یہ آپؒ ہی کا ہے" آپؒ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے، ہم اسے اپنی کفالت میں لیتے ہیں مگر ہے یہ اُسی کا (بیٹا)، ہی جس (باپ) کا ہے" چنانچہ دسویں جماعت تک یہ لڑکا آپؒ کی خدمت میں رہا پڑھائی کے ساتھ ساتھ آستانہ عالیہ کے جملہ امورات جو مردان خانہ سے متعلق تھے سرانجام دیتا مثلاً حضورؒ کو وضو کرانا بازار سے سودا سلف لانا مویشیوں کی ضروریات بہم پہنچانا غرضکہ شب و روز مصروفیات ہی میں گزرتے جب اس برخوردار نے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا تو وہی متوسل (لڑکے کے والد صاحب) آئے اور عرض کیا "حضور! فضل احمد (لڑکے کا نام) کے بغیر گھر کا کام نہیں چلتا میں اسے صرف لے ہی جانا نہیں چاہتا بلکہ اسے کہیں ملازم رکھوا دیں تاکہ گھریلو ذمہ داریوں میں یہ میرا ہاتھ بٹائے۔ حضورؒ نے فرمایا "میں نے تو پہلے ہی کہا تھا بیٹا جس کا ہوتا ہے اسی کا ہوتا ہے خدا اولاد والدین کو مبارک کرے" حضورؒ بیٹھک سے اندر تشریف لائے اور اپنی ہمشیرہ صاحبہ سے کہا "بہن! فضل احمد کا والد آیا ہے اور اسے لے جانا چاہتا ہے" یہ سن کر آپؒ کی ہمشیرہ صاحبہ ششدر رہ گئیں کہ گھر کے بیرونی کام کاج سے اسے لمحہ بھر کے لئے فرصت نہیں ہوتی۔ برخوردار کا جانا کیسے ممکن ہے اور گھبرا کر کہا "مولوی صاحب ان ذمہ داریوں کو کون سنبھالے گا" حضورؒ

نے قدرے جلال میں فرمایا ''بہن! میرے کام بندوں کے محتاج نہیں بلکہ بندے میرے کاموں کے محتاج ہیں'' ۔ ''مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ'' ترجمہ:۔ جو اللہ کا ہو جائے ہر چیز اسی کی ہو جاتی ہے۔ حضورؒ کھڑے کھڑے بیٹھک میں تشریف لائے۔ فضل احمد اور اس کے والد صاحب کو تیار کر کے رخصت کیا۔ یہ صاحبان گلی سے نکل کر ابھی سڑک ہی پر پہنچے ہوں گے کہ ایک شخص بالکل اجنبی چونیاں کے علاقہ کا رہنے والا آوارد ہوا۔ شرب وطعام کے بعد حضورؒ نے نام پتہ اور آنے کا مقصد دریافت فرمایا، تو وہ صاحب عرض کرنے لگے ''حضور! کسی مردِ حق کی تلاش میں پھرتا پھراتا خدا نے مجھے آپؒ تک پہنچا دیا ہے آپؒ نے اسی وقت فضل احمد کی ذمہ داریاں اسے سونپ دیں۔ یہ شخص جذبہ خدمت سے ایسا سرشار تھا کہ کام پر کام بتائے جاؤ نہ تھکتا تھا اور نہ ہی ''اکتاتا'' تھا جیسے خدمت ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہو، کام میں مستعدی اور تسلسل کا یہ حال تھا کہ بازار سے آتے جاتے اگر کسی نے سلام کیا تو راہ چلتے ہی جواب دے دیتے یعنی کوئی چیز بھی ان کی کارکردگی کے تسلسل میں حائل نہیں ہوتی تھی۔ یہ شخص بابا شرف دین صاحب تقریباً ۴ سال تک آپؒ کی خدمت میں رہے۔

بھائی میاں خان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بابا شرف دین صاحب سے ایک موقعہ پر چالیس روپے ادھار لئے جس پر خدا اور رسول ﷺ کے علاوہ کوئی شاہد نہیں تھا کچھ عرصہ بعد حضورؒ کا یہ خادم جب بیمار ہوا تو رات کے وقت تیمارداری پر بھائی موصوف کو مامور فرمایا۔ بابا شرف دین صاحب کو اگرچہ معمولی قسم کا بخار تھا۔ مگر حضورؒ کی چشم انجام بین نے بیش از ضرورت علاج اور خدمت کا اہتمام کیا مگر حضورؒ کا یہ خادم جانبر نہ ہو سکا۔ اس عالم کون و مکان کے آخری مراحل کو سرانجام دینے کے بعد بابا صاحب کی بیٹی اور داماد کو بلایا اور ساتھ ہی مجھے (بھائی میاں خانصاحب) کہا تم نے جو بابا صاحب کے ۴۰ روپے دینے ہیں دے دو۔ میں حیران ہوا کہ آپؒ کو کیسے معلوم ہوا۔ القصہ یہ تمام متروکہ ان کے حوالے کیا۔ بابا شرف دین صاحب نے ایک عرصہ حضورؒ کے پاس شب و روز گزارے۔ ایک دن

عرض کرنے لگے حضور! بارہ سال کا عرصہ میں مردِ حق نما کی تلاش میں پھرتا پھرا تا رہا ہوں۔ کچھ کچھ عرصہ گذارنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ یہاں حق نہیں ہے۔ کاش یہ وقت بھی میں آپؒ کے پاس گذارتا۔ حضورؒ نے فرمایا "تم نے یہ وقت تلاشِ حق میں صرف کیا ہے لہذا ہم نے اسے بھی اپنی خدمت ہی میں مجرا (شمار) کیا۔

خدمتِ شیخ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی ایک مریدہ موضع معین الدین پور کی بہن حسین بی بی تھیں۔ زندگی بھر تقریباً روزانہ یا ایک دن کے وقفہ سے حاضری کی بڑی پابند رہیں۔ حاضری میں خصوصی بات یہ تھی کہ حضورؒ کے در اقدس پر پہنچ کر کبھی فارغ نہ بیٹھتیں۔ خود بہ خود ہی کوئی نہ کوئی کام ضرور تلاش کر لیتیں۔ کبھی برتن صاف کر رہی ہیں۔ کبھی اپلے تھاپ رہی ہے کبھی صحن میں جھاڑو دے رہی ہیں۔

ایک دن حضورؒ سامنے والے کمرے میں تشریف فرما تھے اور بہن جی صحن کی نالیاں صاف کر رہی تھیں۔ کسی نے کہا "حسین بی بی کیا کر رہی ہے" دوسری بہن نے کہا "بہن جی نالیاں صاف کر رہی ہے" یہ آواز آپؒ تک پہنچی آپؒ نے اس بہن کو بلا کر فرمایا "مُلاّ سن! (حضور خواتین کو "مُلاّ" کے لفظ سے مخاطب فرماتے) حسین بی بی نالیاں صاف نہیں کر رہی بلکہ اپنا قلب صاف کر رہی ہے" یہ امر مسلمہ ہے کہ رضائے شیخ حاصل کرنے کے لئے پیر خانہ کے کام کاج میں دلچسپی لینا اقرب ترین ذریعہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کی امتیازی شان حضور پاک ﷺ کے معاملات میں دلچسپی لینے ہی سے ہے۔

اندازِ محبت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے آبائی گاؤں جعفر کوٹ کے بھائی تاج دین صاحب نمبردار تھے۔ اور محبؒ خاص بھی۔ ہجرت کے فوراً بعد جب پہلی بار حضورؒ کی زیارت کے لئے گجرات شریف حاضر ہوئے۔ تو آدھی رات کا وقت تھا۔ محلّہ اور گلی کا تو پتہ تھا۔ لیکن حضور کی رہائش گاہ سے پوری طرح آگاہ نہ تھے رات کے وقت کسی کا دروازہ بھی کھٹکھٹانا مناسب نہ سمجھا۔ چپکے سے ایک دوکان کے "تھڑے" پر بیٹھ گئے۔ اور خیال کیا کہ گھر کی جس نالی سے پانی پہلے بہے گا وہی

میرے حضرت صاحبؒ کا گھر ہوگا۔ اللہ پاک نے مرید کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تیرا پیر خوابگاہ کا خواہاں نہیں وہ تو شب بیدار اور خدا آگاہ ہے۔ بھائی صاحب کی نظریں گھروں کی نالیوں پر جمی رہیں۔ چنانچہ جب تہجد کا وقت ہوا تو ایک گھر کی نالی سے پانی بہنا شروع ہوا بھائی تاج دین صاحب فوراً اٹھے اور اس گھر کے دروازے پر دستک دی۔ آپؒ نے کھڑکی سے جھانکا اور دروازہ کھولا۔ رات کے اس تنہائی کے وقت ہجرت کے کٹھن مراحل سے گزرنے اور دکان کے ''تھڑے'' پر انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گزارنے کے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ اس کیفیت کو ''محب اور حبیب'' ہی جانے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں اور دبی زبان سے سلام عرض کرتے ہیں۔ حضورؒ جوں جوں دستِ شفقت پھیرتے ہیں رقّت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس میں ہجر و وصل اور شکرِ خداوندی کے ملے جلے تاثرات ہیں۔

زیارت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک محبّ بابا احمد نامی موضع معین الدین پور ضلع گجرات گھر پر سوئے ہوئے تھے رات ایک بجے آنکھ کھلی تو حضورؒ کی چاہت (محبت) نے بیتاب کیا۔ بستر سے اٹھے اور گجرات شہر کا راستہ لیا۔ شہر سے یہ گاؤں تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے اور راستہ میں ایک برساتی نالہ بھی پڑتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ راستہ کچا تھا اور رات کے وقت اتنا محفوظ بھی نہیں تھا لیکن محبت نے ایسا مضطرب کیا کہ وقت اور راستہ کے تمام خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تقریباً رات دو بجے آپؒ کے درِ اقدس پر آپہنچے ادھر حضرت صاحبؒ بھی دروازے پر آموجود ہوئے ڈرتے ڈرتے ہلکا سا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؒ نے پوچھا کون ہے عرض کیا۔ حضور! احمد۔ دروازہ کھولا۔ بھائی جی اندر داخل ہوئے۔ پوچھا ''اس وقت کیسے آئے؟'' عرض کیا۔ زیارت کیلئے۔ حضورؒ نے فرمایا ''کھادی کڑھی زیارت دی'' یہ جملہ حضورؒ جلال و جمال کے ملے جلے انداز میں بیان فرمایا کرتے تھے تا کہ طالب کا جذبہ محبت اعتدال پر رہے۔ قوتِ ایمانی ایک ایسا جذبہ ہے جس کے

سامنے تمام مادی مزاحمتیں ہیچ ہیں۔ جہاد اس کا ہی ایک اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

مبارک چشم خبرے کی پلایا
ہمیشہ واسطے بے خود بنایا

جلاءِ قلب وروح

مولوی نظام الدین توکلی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ مجیٹھہ میں قیام پذیر تھے اور آپؒ کی طبیعت مبارک علیل ہوئی۔ میں بھی لاہور سے وہاں پہنچا۔ ایک دو دن کے بعد آپؒ تے اجازت دی اور ساتھ ہی فرمایا ''چل تنوں ودھیا کر آیئے'' آپؒ نے ہاتھ میں چھڑی لی اور آگے آگے چلنے لگے۔ ریلوے سٹیشن کے قریب پہنچ کر دھوپ میں بیٹھ گئے اور فرمایا ''بھائی! میں یہاں دھوپ میں بیٹھتا ہوں اور تم ٹکٹ لے آؤ'' میں ٹکٹ لایا۔ اتنے میں گاڑی آگئی۔ آپؒ نے مجھے گاڑی میں سوار ہونے کی اجازت دے دی۔ میں سوار ہوا اور گاڑی چلنے لگی۔ آپؒ کی زیارت کیلئے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپؒ لوہے کا جنگلہ پکڑے کھڑے محبت آمیز الوداعی نظروں سے دیکھ رہے ہیں شفقت کا یہ منظر دیکھ کر مجھ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ امرتسر تک آنکھیں پُرنم ہی رہیں حضورؒ کی کرم نوازی کی اِس ادا نے قلب وروح کو ایک ایسی جلا بخشی جسے کبھی بھی بھول نہ سکا۔

ایک دفعہ دو ماہ تک نہ ہی تو میں حاضر ہو سکا اور نہ ہی بذریعہ خط نیاز مندی حاصل کر سکا جب میں حاضر ہوا آپؒ نے فرمایا ''سنا بھائی! اینا چر (دیر) کتھے رہیاں ایں'' میں خاموش رہا اور ندامت کی وجہ سے رونا شروع کر دیا۔ آپؒ نے بہت تسلی دلاسا دیا پھر کافی دیر بعد طبیعت سنبھلی۔ آپؒ سے دعا کی التجا کی۔ آپؒ ہاتھ اُٹھا کر اللہ کے حضور یوں دعا گو ہوئے ''اے اللہ! یہ تیرے لئے میرے پاس آتا ہے اِسے خالی نہ بھیج'' حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی دعا کی قبولیت کا ہی نتیجہ ہے کہ زندگی کے ہر مرحلہ میں کامرانی وسرخروئی حاصل رہی۔

محبت اور تربیت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی اہلیہ مکرمہؒ میں جذبہ مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مہمان پروری میں کسی قسم کا دریغ نہیں کرتی تھیں ۔ اس خاصہ ''الحب للہ'' کی بنیاد پر ایک دفعہ حضورؒ نے فرمایا (حضرت بی بی جیؒ سے مخاطب ہو کر)
''تیریاں پکیاں ہویاں (روٹیاں) کھا کھا کے لوگ ولی بن گئے نیں''

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا طریقہ مبارک اعتدال پسندی یعنی ''خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا'' تھا۔ ایک دفعہ حضرت بی بی جیؒ کو خوش وقتی میں فرمایا ''توں میرے ملن والیاں نوں سالن کھلا کھلا کے خراب کردتا اے''[1] اس میں ان کے جذبۂ مہمان نوازی کی تحسین اور طالب کے تربیتی تقاضوں کا اظہار تھا۔ یہ حکم امتناعی ان لوگوں کے بارے میں تھا۔ جو خلوص کا استحصال کرتے ہیں حضور سیدویؒ کا ارشاد ''لنگر تقسیم کرنا بٹیاروں کا کام ہے'' لنگر تقسیم کرنے سے مراد محض لوگوں کا پیٹ بھرنا ہی مقصود نہ ہو بلکہ اس خدمتِ خلق میں تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کا پہلو بھی نمایاں ہونا چاہیے۔

حُبِ رسول

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک ارادتمند آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خیر و عافیت کی گفتگو کے بعد عرض کرنے لگے ''حضور! مجھے حضور پاک ﷺ کی زیارت ہوئی ہے۔'' حضورؒ نے یہ سنتے ہی اپنا مصلیٰ چھوڑ دیا۔ اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا ''تم ادھر مصلیٰ پر بیٹھو میں تمہاری زیارت کرتا ہوں'' ارادتمند کے لیے ایسا کرنا ظاہر ہے بہت مشکل تھا۔ پہلے تو پاسِ ادب کی وجہ سے خاموش بیٹھا رہا۔ مگر جب حضورؒ نے دوبارہ ارشاد فرمایا تو جھجکتے ہوئے

---

[1] یہ وہ زمانہ تھا جب یہاں (گجرات) کے لوگوں کو شہری طرز پر کھانے پکانے کا سلیقہ نہیں تھا۔ دودھ عام تھا صبح دہی سے، دوپہر لسی سے اور رات کی روٹی دودھ ہی سے کھا لیا کرتے تھے۔

اپنے گھٹنے تھوڑے سے آگے بڑھائے۔ مرید کیلئے یہ مرحلہ کتنا مشکل ہے کہ شیخ پاک کے مصلیٰ پر بیٹھے اور خصوصاً پیر کی موجودگی میں۔

حضور پاک ﷺ کے سایہ نہ ہونے کی لاتعداد حکمتوں میں ایک یہ بھی ہے تا کہ کسی ہنگامی صورت میں محبت کے جوارح (اعضاء) دائرہ ادب سے تجاوز نہ کرنے پائیں۔ اسی لیے آداب پیری و مریدی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ پیر کے سایہ پر بھی مرید کا پاؤں نہ آنے پائے۔ تو بھلا مصلیٰ پر بیٹھنے کی کہاں گنجائش ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو حب رسول ﷺ اور آداب رسول ﷺ کے غلبہ نے پیری و مریدی کے تقاضوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا ''مصلیٰ پر بیٹھو'' اب مرید کیلئے تعمیل حکم کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ ''الامر فوق الادب'' کے تحت بیٹھا ضرور مگر اپنے آپ کو فضا ہی میں معلق سمجھا۔ حضور قبلہ عالم نے زیارتِ رسول ﷺ کی تفصیلات سنیں اور فرمایا تو حضور پاک ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہم تیری زیارت کرتے ہیں۔ جونہی بات مکمل ہوئی ارادتمند اپنی جگہ آ بیٹھا اور عرض کی حضور جس وجہ سے آپؒ نے میری عزت افزائی فرمائی وہ پوری ہوئی لہٰذا میں ''ایاز مقام خود بشناس'' پر آ گیا ہوں۔

کوئے تو

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی ارادتمند موضع معین الدین پور کی ایک بہن ''بھاگے'' (قسمت والی) تھیں۔ ایک دفعہ حضورؒ نے فرمایا ''بھاگے! یہ لو پیسے اور اتنا گھی لے آنا'' بہن بھاگے کے پاس بھینس تھی عرض کی ''حضور اپنے گھر کا گھی اکٹھا کر کے لے آؤں؟'' آپؒ نے فرمایا ''لے آؤ'' چنانچہ بہن بھاگے نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ روزانہ کا مکھن گرم کر کے روزانہ۔ گاہے ایک دن کے وقفہ سے گھی لیکر حاضر ہوتیں۔ بہن کے اس ''وتیرے (طریقے)'' پر کسی نے اعتراض کیا کہ تو آئے دن شہر کے چکر لگاتی رہتی ہے کیوں نہیں سارا گھی اکھٹا کر کے ایک ہی دفعہ پیش کر آتی۔ بہن نے جواب دیا ''تیری اس دانائی کو میں بھی جانتی ہوں'' مگر تو یہ نہیں جانتی کہ میں تو اسے پیر خانہ کی حاضری کا ایک بہانہ سمجھتی ہوں۔

ع۔ رحمت حق بہانہ می جوید بہا نمی جوید

؎ عید گاہِ ما غریباں کوئے تو
انبساطِ عید دیدن روئے تو

پیر نگر

ایک دفعہ بھائی غلام رسول سرگودھا سے آئے ہوئے تھے۔ حضورؒ کی مجلس میں ڈیرے کے جانوروں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی ایک بچھڑے (کٹے) کے متعلق کسی نے کہا کہ حضور اسے تو کہیں بھیج دینا چاہیے۔ آپؒ نے بھائی غلام رسول کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا غلام رسول! ''ایس کٹے نوں لے جائیں گا'' بھائی غلام رسول نے عرض کیا ''حضور لے جاوانگا'' آپؒ نے فرمایا ''کیسے لے جاؤ گے'' بھائی صاحب نے عرض کیا حضور! کندھوں پر اٹھا کر۔ مرید کے اس جذبہ سے حضور بہت خوش ہوئے۔ مرید کیلئے پیر کی خوشنودی ہی مقصود ہے۔ خواہ وہ بظاہر کاروبار دینوی ہی سے کیوں نہ حاصل ہو۔

؎ پیر نگر نوں جا کے نبیؐ نگر نوں جا نبی نگر وچ بیٹھ کے جلوہ یار دا پا

حُبِ شیخ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک خاص محبّ میاں عزیز الدین صاحب لاہور گلبرگ میں رہائش پذیر تھے ایک وقت تھا کہ پاکستان میں لوہے کی صنعت میں پانچویں کاروباری حیثیت رکھتے تھے۔ اور لاہور کے ممیز شرفاء میں شمار ہوتے تھے جب اپنے بیٹے کی شادی کی اور دعوت ولیمہ میں ایک کثیر تعداد میں لوگوں کو مدعو کیا۔ ظاہر ہے شرب وطعام اور انتظامات بھی ایک وسیع پیمانہ پر ہوں گے۔ باوجود ان تمام مصروفیات کے حُبِ شیخ اور آداب شیخ میں ذرہ بھر فرق نہ آنے دیا۔

ع۔ ہتھ کار وَل دِل یار وَل کے تقاضوں کو خوب نبھایا ——————

دیگر انتظامات سے الگ پیر خانہ کے کھانے کا اہتمام کیا۔ اپنی نگرانی میں برتن دیگیں وغیرہ ترتیب دلوائے۔ جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک مناسب معزز شخص کو گاڑی پر رکھوا کر گجرات شریف روانہ کیا۔ اور کہا جب حضرت صاحب دعا فرما

دیں تو ٹیلیفون پر مجھے اطلاع کر دیں۔ اگرچہ پروگرام کے مطابق دیگر مدعوئین میں کھانا تقسیم کرنے کا وقت ہو چکا تھا۔ مگر بھائی صاحب گجرات شریف سے اطلاع کے منتظر رہے۔ کھانا گجرات شریف پہنچا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا آپؒ نے دعا فرمائی۔ لانے والے صاحب نے فون پر لاہور اطلاع کی تب جا کر مہمانوں کی ضیافت شروع ہوئی۔

مرید صادق کیلئے مقدم شیخ کی ذات ہے۔ تمام نجی اور معاشرتی معاملات اس کے مقابل ہیچ ہیں۔ "لا یومن حتی اکون...... الخ۔

ایمان کی دلیل حُبِ نبیؐ اور وہ سب سے اعلیٰ واولیٰ اور حُبِ نبی کیلئے حُبِ شیخ۔

رازِ محبت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ اکثر آنا جانا ہوتا ایک دفعہ آپؒ تشریف لائے سردی کا موسم اور رات کا وقت تھا بھائی اکبر علی نعت خواں (درزی) بھی ہمراہ تھے۔ نمازِ عشاء کے بعد محبت اور سرور کی محفل جمی ہوئی تھی بعض حضرات بے خودی کے عالم میں "الا اللہ" کے نعرے لگاتے رہے حضورؒ کے ایک عزیز اتنے وارفتہ ہوئے کہ چوکی مصلّیٰ پر اوندھے منہ ہو کر "الا اللہ" کی آواز پر اچھلنے لگے۔ حضورؒ نے ایک درویش سے فرمایا "انہیں دبائے رکھو" مگر معاملہ قابو سے باہر تھا۔ پھر ایک اور کو فرمایا "اس کے ساتھ تم بھی" چنانچہ دونوں درویش ان وارفتہ بزرگ کی پشت پر اوندھے پڑے ہوئے ہیں اور وہ بزرگ دونوں کے بوجھ کو بھی اٹھائے ہوئے اچھل ہی رہے ہیں۔ پھر حضورؒ نے پانی دم کر کے چھینٹے مارے تب جا کر ان کی اس وارفتگی نے سکون اختیار کیا سردی کی شدت کی وجہ سے حضورؒ نے ارشاد فرمایا آگ جلاؤ۔ کپاس کی سوکھی ہوئی ٹہنیوں کی انگیٹھی میں آگ سلگائی گئی۔ یہ ایندھن دھواں بہت دیتا ہے پرانی طرز کا دیہاتی کمرہ جہاں کھڑکیاں وغیرہ بہت کم تھیں دھوئیں سے بھر گیا کمرے میں ایک طرف مرد اور درمیان میں پردے کے پیچھے خواتین تھیں حضورؒ نے بھائی اکبر علی سے فرمایا "اکبر نعت شریف پڑھو" دھواں کی وجہ سے حاضرین کا سانس گھٹتا تھا۔ نعت شریف کا شروع ہونا ہی تھا کہ وہی دھواں ایسا معلوم ہونے لگا جیسے

شفاف بادل کا ٹکڑا کمرے میں تیر رہا ہے۔ یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔ حاضرین نعت خوانی سے ایسے مسرور ہوئے کہ کسی کو سردی، دھوئیں اور بے خوابی کا قطعاً خیال تک نہ رہا اور دل چاہتا تھا کہ ساری رات حضورؒ کے ساتھ ہم نشینی کا یہ شرف جاری رہے۔

ع۔ مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو فرائض کی ادائیگی کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اس لئے دعائے خیر فرمائی اور آرام کے لئے ہر ایک کو اپنے اپنے بستر پر بھیج دیا۔ تا کہ صبح کی نماز میں تساہل نہ ہو۔

ایک صبح کے ناشتے میں چائے کا ایک بہت بڑا دیگچہ تیار کیا گیا۔ جب آنے جانے والوں میں چائے تقسیم ہو چکی تو ایک محبہ فی اللہ آ پہنچی۔ حضورؒ کے سامنے اس وقت پلیٹ میں نمک پڑا ہوا تھا۔ آپؒ نے ایک چٹکی نمک کی اس کے ہاتھ پر رکھی اور فرمایا ''تیرے لئے یہی چائے ہے'' وہ آج تک اس واقعہ کو یاد رکھے ہوئے ہے کہ دوسروں کو جو چائے ملی سو ملی۔ لیکن مجھے وہ چائے ملی جسے آپؒ نے چائے فرمایا۔ حقیقتاً وہ چاہت کی چائے تھی۔

اس قیام میں حضورؒ نے جمعہ کی نماز بھی یہاں ادا فرمائی جمعہ حسب معمول آپؒ کے ارشاد کے مطابق پڑھایا گیا۔ بعد از نماز جمعہ حضورؒ کے لئے مسجد کے صحن میں منبر رکھا گیا۔ سبھی لوگ آپؒ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہونے پر کوئی شخص بھی مسجد سے باہر نہ گیا۔ بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ ہندو، سکھ اور عیسائی وغیرہ بھی مسجد کے باہر آ جمع ہوئے۔ حضورؒ کی باتیں بڑے غور سے سنتے اور کہتے ''یہ بزرگ تو پرمیشر کا روپ ہیں'' اس دوران کافی لوگ آپؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

والہانہ انداز

موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ میں مسجد کی ہمسائیگی میں ایک شخص چودھری شاہ محمد نامی تھے جن کی ظاہری مالی حالت تو اتنی اچھی نہ تھی مگر باطنی دولت سے مالا مال تھے۔ انہوں نے حضورؒ کی دعوت کی۔ شام کی نماز اور اوراد سے فارغ

ہو کر حضورؒ ان کے گھر تشریف لے گئے ۔ کافی اندھیرا ہو چکا تھا۔ گھر میں ایک مٹی کا دیا اور وہ بھی اندر کمرے (پسار) میں تھا صحن میں مکمل اندھیرا تھا۔ حضورؒ جب گھر کے اندر داخل ہونے لگے تو باہر کا دروازہ کافی اُونچا اور صحن گہرائی میں تھا۔ آپؒ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی کے گھر جاتے تو پہلے میزبان کو اندر بھیجتے۔ چنانچہ حسب عادت آپؒ نے چودھری صاحب کو پہلے اندر بھیجا پھر آپؒ نے اپنا قدم مبارک دہلیز سے اندر لیجانے کے لئے اُٹھایا تو چودھری صاحب کو خیال آیا کہ اندھیرا بھی ہے اور دہلیز سے صحن کی گہرائی بھی، کہیں آپؒ کا قدم مبارک اچانک نیچے نہ جا پڑے۔ اپنے دونوں ہاتھوں پر حضورؒ کے قدم مبارک کو لے لیا یعنی ہاتھوں کی سیڑھی بنالی پھر دوسرا قدم مبارک اُٹھا کر حضورؒ اندر تشریف لے گئے دعوت جو تھی سو تھی مگر یہ اندازِ محبت ناقابلِ فراموش ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے حضور پاک ﷺ کی دعوت کی تو آپ ﷺ کے گھر سے اپنے گھر تک جتنے قدم مبارک حضور پاک ﷺ تشریف لائے، آتے ہی اتنے غلام آزاد کر دیئے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ جب واپس تشریف لائے۔ تو لوگ والہانہ انداز میں سلام کے لئے آگے بڑھے۔ حضورؒ تانگے پر سوار تھے کسی کو پرواہ نہ تھی کہ گھوڑے کا پاؤں یا تانگہ کا پہیہ کہیں ہمارے پاؤں پر سے نہ گزر جائے۔ جہاں قلبی تعلق ہو وہاں انسان بشری تقاضے بھول جاتا ہے۔

محبت دے رازاں نوں کھولیں نہ یارا
تے عقل دی ترکڑی تے تولیں نہ یارا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی [1]

جذبہء محبت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے متوسلین میں سے کچھ لوگ موضع ہر چوکی

---

[1] ترجمہ:۔ سلامتی ہو اُس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔

چونیاں سے تعلق رکھتے ہیں۔ایک دفعہ وہاں کے چند افراد آپ کو اپنے گاؤں لیجانے کیلئے گجرات شریف حاضر ہوئے۔اتفاق یہ کہ ان دنوں آپؒ لاہور تشریف فرما تھے۔یہاں گجرات میں ان کی ملاقات حضورؒ کے صاحبزادہ حضرت حکیم محمد عالم صاحبؒ سے ہوئی۔انہوں نے بتایا کہ ’’اباجی حضورؒ آجکل لاہور میں ہیں‘‘ یہ سنتے ہی ہر چوکی کے محبین نے حضورؒ کے جائے قیام کا پتہ لیا اور واپسی کی اجازت لی، لاہور حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔شرب وطعام سے فارغ ہونے پر اپنا مدعا عرض کیا حضورؒ نے فرمایا ’’رات آرام سے گذاریں صبح دیکھیں گے‘‘۔صبح ہوئی تو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپؒ نے ارشاد فرمایا ’’جاؤ داتا صاحبؒ سلام عرض کرآؤ‘‘ یہ کہہ کر آپؒ وظائف میں مشغول ہوگئے۔بھائی صاحبان داتا صاحبؒ حاضر ہوئے۔سلام عرض کیا اور رو رو کر دعا کی حضور (داتا صاحبؒ)! حضرت صاحبؒ ہمارے ساتھ گاؤں تشریف لے چلیں۔واپس آئے تو اس دوران میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ بھی اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو چکے تھے۔پوچھا ’’سلام کر آئے ہو‘‘ دعا بھی کی تھی اور دعا میں رو، رو کر کیا کہا تھا؟ کہ حضرت صاحبؒ ہمارے ساتھ جائیں فیصل آباد میں تمہارے بھائی محمد یوسف صاحب (حضرت صاحبؒ کے صاحبزادہ صاحب) بیمار ہیں جانا تو میں نے وہاں تھا مگر داتا صاحبؒ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور تمہارے ساتھ جانے کو فرمایا۔لہذا میں تمہارے ساتھ آپ کے گاؤں جاتا ہوں‘‘ یہ کہہ کر آپؒ نے تیاری کی اور ان صاحبان کو لے کر ریلوے اسٹیشن پر پہنچے‘‘۔اور گاڑی پر سوار ہو کر موضع ہر چوکی کے قریبی اسٹیشن چھانگا مانگا اترے وہاں سے تانگہ پر سوار ہو کر ریلوے لائنوں کے ساتھ ساتھ جارہے تھے کہ آپؒ نے ارشاد فرمایا ’’دیکھو! یہاں حکیم تو نہیں؟‘‘ (یہ صاحب حضورؒ کے پہلے ارادتمندوں میں سے ہیں) سبھی نے خیال کیا کہاں چھانگا مانگا اور کہاں ہر چوکی اور نہ ہی حکیم محمد شریف صاحب ہمارے پروگرام سے آگاہ ہیں۔یہاں ان کا ہونا کیسے ممکن ہے۔اسی خیال ہی میں تھے کہ حکیم صاحب لائنیں پھلانگ پھلانگ کر قریب آپہنچے۔سبھی حیران اور

ششدر رہ گئے مگر "دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"

ع؎ اوتھے دل دیاں دل نوں ضرباں وجن بے وس کاری

سب درویش ہیں

حضور قبلہ قدس سرہ کے ارادتمندوں میں لاہور کے ایک خان محمد اقبال صاحب تھے جن کا تمام خاندان ہی حضورؒ سے گہری ارادت رکھتا ہے۔ خان صاحب اکثر گجرات شریف حاضر ہوتے اور ان کی حاضری کا طریقہ عام متوسلین سے منفرد تھا۔ لاہور سے باوضو سفر شروع کرنے حضورؒ کے ہاں قیام اور واپسی لاہور تک اسی وضو کا التزام برقرار رکھتے اگرچہ کچھ وقت انگلستان میں رہنے کی وجہ سے مزاج پر انگریزی ماحول غالب تھا۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ لاہور گلبرگ تشریف فرما تھے۔ خان صاحب ملاقات کیلئے حاضر خدمت ہوئے اور اپنی رہائش گاہ پر تشریف آوری کی استدعا کی۔ حضورؒ کے ارشاد کے مطابق خان صاحب دوبارہ لیجانے کیلئے حاضر ہوئے۔ حضورؒ گاڑی میں سوار ہوئے تو خان صاحب نے شوفر کی خدمات کو سعادت سمجھا۔ حضورؒ نے ایک دو اور مریدین کو بھی ہمراہ لے لیا۔ راستے میں چلتے ہوئے آپؒ نے فرمایا "اس گاڑی میں جتنے سوار ہیں سب درویش ہیں"

(شہنشاہ جہانگیر نے اپنی چہیتی بیوی نور جہان کی ایک سفارش پر جو کئی بار دھرائی گئی مگر خلافِ شریعت تھی جواب دیا "جاناں ترا جان دادہ ام ایمان ندادہ ام" یہ جملہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پہنچا۔ جہانگیر کی اس دینی حمیت پر ارشاد فرمایا "ہم اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے جب تک جہانگیر کو ساتھ نہ لے لیں"[1]۔ حضرت جہانگیر کہا کرتے کہ حضور مجدد الف ثانیؒ کا یہ ارشاد میرے لئے سرنامہءِ اعمال ہے۔) حضورؒ کا یہ ارشاد سن کر خان صاحب بہت محظوظ ہوئے۔ اور تشکر سے کہا کرتے "کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے مجھے اپنے درویشوں میں شمار فرمایا ہے اور میرا سرمایہ حیات و آخرت بھی حضورؒ کا یہی فرمان ہے۔"

---

[1] یہ جملہ مصباح الدین عبدالرحمٰن ندوی نے بزم تیموریہ میں بھی رپوٹ کیا ہے۔

بنازم بہ بزمِ محبت کہ آنجا گدائے بہ شاہے مقابل نشیند

رموزِ محبت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے خاص محبین میں سے ایک بھائی عزیز الدین صاحب تھے۔ان کے ہم وطن حضورؒ کے مرید بابو تاج دین صاحب کے ذریعے انہیں حضورؒ کا غائبانہ تعارف اشتیاقِ ملاقات کا سبب بنا۔بابو تاج دین صاحب اپنے اِس ہم وطن کو ساتھ لے کر مجیٹھہ حاضر ہوئے۔لیکن اس دن حضورؒ ایک قریبی گاؤں لکڑ منج کسی شادی کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔شوقِ زیارت نے انتظار گوارا نہ کیا۔اور دونوں بھائیوں نے دو گھوڑے (ٹٹو) کرائے پر لئے۔اور اس موضع کی طرف روانہ ہوئے۔سات آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے آپؒ کی خدمت میں پہنچے،زیارت نے جذبہ حُبِ لِلّٰہیت کو اور جلا بخشی۔حضورؒ نے حقوقِ قرابت داری سے فارغ ہو کر ان بھائیوں کو شرفِ ہمرکابی بخشا۔ایک گھوڑے پر آپؒ اور دوسرے پر دونوں بھائی سوار ہو کر مجیٹھہ پہنچے۔مصاحبت کا موقعہ ملا تعلقِ ازلی نے کہا کہ

ع۔ اے دوست بیا کہ ما ترا ایم

بھائی عزیز الدین صاحب نے کچھ وقت قیام کیا حضورؒ سے رُخصت ہوئے اور اپنے گھر دھکوہا ضلع جالندھر پہنچے۔حضورؒ کی محبت رگ و ریشہ میں ایسی رچی بسی کہ گجرات سے اتوار کو آپؒ جب اپنے گھر مجیٹھہ کے لئے آتے تو لاہور سٹیشن پر حاضر ہوتے ''سارا سارا'' دن حضورؒ کی گاڑی کا انتظار کرتے۔کہتے ''انتظار میں ایسی محویت ہوتی کہ جو گاڑی بھی گجرات سے آتی مجھے حضورؒ ہی کا پرتو نظر آتی''۔

ع۔ آنکھوں میں وہ سمائے ہوئے ہیں ایسے۔

انہیں ملاقاتوں میں حضورؒ نے انہیں پلیٹ فارم نمبر ۴ پر پُل کے نیچے شرف بیعت سے نوازا۔پھر تو حضراتِ عالیہ کے اعراس پر بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوتا۔باوجود ان موقعوں پر بھیڑ اور ہجوم کے بغل میں حضورؒ کی پاپوش مبارک

اور وضو والا لوٹا ہاتھ میں لئے ساتھ ساتھ رہتے۔ ہفتہ وار حاضری کو زندگی بھر معمول بنائے رکھا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

شفقت

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک متوسل بھائی تاج دین صاحب ہمیشہ غلبۂ حُبِ شیخ میں رہتے سالک کی مدام حضوری کی یہ ایک بہترین صورت ہے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک ہمعصر بزرگ حضرت سیّد بشیر صاحبؒ نے ان کے سفرِ آخرت کے موقعہ پر فرمایا ''حضور جب آپؒ جنت میں داخل ہوں گے تو تاج دین کے ہاتھ میں آپؒ کی سواری (ڈاچی) کی مہار ہوگی'' اسی سلسلہ میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا ''تاج دین شہید محبت ہے'' تن من دھن سبھی کچھ حضورؒ پر نثار کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے۔ ذاتی معاملات، مال وزر وغیرہ میں تصرف کرتے ہوئے بھی حضورؒ کے اشارے کے منتظر رہتے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے محبّ خاص بھائی تاج دین صاحب گجرات شریف حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ ''حضور! نثار احمد کی شادی کرنی ہے''۔ بھائی صاحب نے مزید بے تکلفی سے عرض کیا ''حضور آپؒ تشریف لائیں گے تو شادی ہوگی اور آپؒ اپنے آنے کا دن اور وقت بتا دیں''۔ حضورؒ نے فرمایا ''اچھا! اگر ہمارے آنے پر شادی کرنی ہے تو تیاری کر رکھیں۔''

بھائی تاج دین صاحب واپس گھر موضع رسیانہ تحصیل سمندری چلے گئے اور جاتے ہی شادی کی تیاری شروع کردی۔ چند دنوں میں تمام انتظامات مکمل کر لئے اور ارد گرد کے عزیز و اقارب اور متعلقین کو بھی آگاہ کر دیا کہ ''میرے حضرت صاحبؒ جس دن تشریف لائیں گے۔ اس دن نثار احمد کی شادی ہوگی'' انہوں نے کہا ''چوھدری! شادی کی دعوت کبھی ایسے بھی ہوتی ہے کہ تاریخ اور دن بتلایا ہی نہ جائے'' بھائی صاحب نے کہا بھائی وہی شادی کی تاریخ اور دن ہے۔ جس دن میرے حضرت صاحبؒ تشریف لائیں گے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ بھائی تاج دین کے جانے کے چند دن بعد

ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضورؒ جب ان کے گاؤں پہنچے عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ آپؒ نے جاتے ہی فرمایا ''تاج دین بچے کی شادی کی تیاری کر لی ہے'' عرض کی ''جی حضور'' ''بچے کو لاؤ اور نکاح پڑھ دیں'' اس کے فوراً بعد نثار احمد کا نکاح پڑھ دیا۔ اتنے قلیل وقت میں یہ کام ہوا کہ کسی قریبی رشتہ دار کو بھی بلا نہ سکے۔ اگلے دن دعوت ولیمہ ہوئی جس میں عزیز و اقارب کو دعوت دی گئی۔ ظہر کی نماز تک کھانا کھلایا جاتا رہا۔ اور شام تک اس کام سے فارغ ہوئے۔

تیسرے دن صبح نماز کے بعد آپؒ نے فرمایا ''کہ تاج دین کھانا جلدی تیار کرواؤ۔ آج ہم نے واپس جانا ہے'' جب نثار احمد کو آپؒ کے جانے کا علم ہوا۔ تو اس نے اپنے والد صاحب سے کہا ''کہ حضرت صاحب واپس جا رہے ہیں۔ مجھے آپؒ سے بیعت کرائیں'' والد صاحب نے کہا ''کہ ہاں میں عرض کرتا ہوں'' ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپؒ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا ''تاج دین! نثار احمد کیا کہتا ہے'' بھائی تاج دین صاحب نے عرض کی ''حضور آپؒ خود ہی اس سے پوچھ لیں'' تب حضورؒ نے فرمایا ''نثار احمد اپنے ابا جی سے کیا کہہ رہے ہو'' نثار احمد نے کہا ''حضور میں نے اپنے ابا جی سے کہا ہے کہ آپ مجھے بیعت کروائیں'' آپؒ نے فرمایا ''تجھے پہلے ہی بیعت کیا ہوا ہے'' نثار احمد نے کہا ''کہ مجھے علم نہیں ہاں! اگر اب بیعت کریں تو سمجھوں گا'' ساتھ ہی عرض کی کل جو آپؒ نے میرے نکاح کے کلمے پڑھائے تھے اور پوچھا بھی نہیں یا وہ بھی واپس کریں یا مجھے بیعت کریں'' آپؒ نے مسکرا کر فرمایا ''بچے نے جھگڑا ہی شروع کر دیا ہے۔ لہذا اب تو اسے بیعت کرنا ہی پڑے گا۔ جاؤ کچھ شیرینی لے آؤ۔ اور اس کی تسلی کے لئے اسے بیعت کرتے ہیں'' شیرینی آگئی تو اسے فرمایا ''وضو کر آؤ'' نثار احمد نے وضو کیا اور حاضر ہوا تو آپؒ نے نہایت مہربانی سے اسے بیعت فرمایا۔ نثار احمد کا کہنا ہے ''اس وقت آپؒ نے میرے دل پر اپنی انگلی مبارک سے کلمہ شریف لکھا۔ اور اب بھی جب میں اپنے دل پر غور کرتا ہوں تو کلمہ شریف کی آواز سنائی دیتی ہے۔

اندازِ محبت

سخت گرمی کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ موضع ڈھوڈہ پہنچے ابھی گھر نہیں پہنچے تھے کہ وہاں کے بزرگ میزبان حکیم غلام مرتضیٰ صاحب کو اطلاع دی گئی۔ حکیم صاحب کی عادت تھی کہ گرمی کے موسم میں دوپہر کا وقت بند کچے کمرے میں گزارتے تھے۔ اس وقت حکیم صاحب ایک بڑے پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کرتہ اتارا ہوا تھا۔ صرف تہبند زیب تن تھا۔ پگڑی جو ''ناڑ'' کے گلّے پر اور حجم میں خاصی بڑی ہوتی اتار کر سرہانے کے ایک طرف رکھی ہوئی تھی اور اس کا ایک پلو نکال کر سر کو ڈھانپا ہوا تھا۔ کھانے والی ''چھابی'' سامنے پڑی ہوئی تھی۔ اور یہ سادہ سا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ حکیم صاحب کو جونہی اطلاع ملی۔ کھانا پینا بھول گیا۔ پلنگ سے یکدم چھلانگ لگا کر نیچے اترے۔ کھانے والی چھابی الٹ گئی۔ دھوپ میں ننگے پاؤں اور نیم برہنہ (بغیر کرتہ کے) ڈیوڑھی (بیرونی دروازہ۔ مین گیٹ) کی طرف بھاگے۔ جس کا فاصلہ ان کے کمرے سے تقریباً پچاس ساٹھ فٹ ہوگا۔ پگڑی کا ایک پلہ چونکہ سر پر تھا اس لئے پگڑی کھل گئی۔ اور ساتھ ساتھ گھسٹتی گئی اتنے میں حضرت صاحبؒ بھی ڈیوڑھی میں تشریف لے آئے۔ دیکھتے ہی حکیم صاحب نے آپؒ کو خوشی سے اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ حضرت صاحبؒ نے جب اس والہانہ اور وارفتہ انداز کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔

ع۔ محبت کی رسمیں نہ ترکی، نہ تازی!

محبت کے استقبالیہ انداز ہی جداگانہ ہوتے ہیں۔ یہ سکھلائے نہیں جاتے بلکہ

ع۔ محبت خود بخود کرتی ہے اندازِ جنوں پیدا

نہ معلوم، لمحہ بھر میں سلوک کے کون کون سے مقام طے ہو جاتے ہیں۔

ع۔ طے شود جادہ سالہ بہ آہے گاہے

لسانِ حسانؒ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک دفعہ انبالہ شریف سالانہ عرس شریف پر حاضر تھے۔دیگر حضرات کے علاوہ بھائی اکبر علی نعت خواں بھی ہمراہ تھے۔نعت خوانی کے موقعہ پر سبھی نعت خواں حضرات کو دو دو تین منٹ دیئے گئے۔ بھائی اکبر علی صاحب کی باری آئی تو مقررہ وقت کیلئے کھڑے ہوئے۔مگر ان کے پڑھنے کا انداز اور آواز کا سوز کچھ ایسا تھا کہ صدر محفل صاحب نے کہا آپ نعت شریف سناتے جائیں۔آپ پر مقررہ وقت کی کوئی پابندی نہیں۔ چنانچہ یہ نعت شریف سناتے رہے حاضرین محظوظ ہوتے رہے اور داد دیتے رہے۔ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ اس وقت حضور شاہ صاحب انبالوی رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ شریف کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ بھائی اکبر علی صاحب جب نعت خوانی سے فارغ ہوکر آپؒ کے پاس آئے۔تو آپؒ نے فرمایا ''اکبر! حضور شاہ صاحب انبالویؒ نے تیری نعت شریف قبول فرمالی ہے۔''

دانائے راز

ایک دفعہ حضور سیدوی رحمتہ اللہ علیہ کے سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر ہمارے حضورؒ حاضری کیلئے جارہے تھے۔گرمی کا موسم تھا شدت کی تپش تھی۔دیگر ساتھیوں کے علاوہ بھائی عزیز الدین صاحب بھی ہمراہ تھے۔پھالیہ سے پیدل سفر شروع ہوا۔راستہ میں موضع ''سیرے'' کے مقام پر ریتلہ علاقہ تھا اس سے تپش میں اور اضافہ ہوا۔ برلب سڑک ایک کنواں تھا تھوڑی دیر ستانے کیلئے آپؒ یہاں رکے۔ساتھیوں نے منہ ہاتھ دھویا اور پانی پیا۔ بھائی عزیز الدین صاحب ''آڈ'' (کھال) جس پر نمی کی وجہ سے گھاس اگی ہوئی تھی ''ڈھاسنا'' (سہارا) لگا کر لیٹ گئے۔اور راستے کی تکلیف دیکھ کر خیال آیا کہ کاش ہمارے پاس کار ہوتی اور ہم حضورؒ کو اس پر لیجاتے۔اس سوچ ہی میں تھے کہ آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد حضورؒ نے سفر جاری رکھنے کیلئے کندھے کو ہلا کر جگایا اور ساتھ ہی فرمایا ''عزیز!!

(پیار سے حضور اکثر انہیں ایسا کہا کرتے تھے) اگلے سال ان شاء اللہ کارہی پر آئیں گے"اس کے بعد ہمارے حضورؒ کارہی پر آتے رہے۔

قافلۂ حبیب

حضور قبلہ عالم قدس سرہ اپنے پیر خانہ سیدا شریف سالانہ عرس شریف ۲۷ رجب المرجب کو جاتے ہوئے براستہ منڈی بہاؤالدین اکثر راستہ میں موضع مانگٹ قیام فرماتے اس گاؤں کے کافی لوگ آپؒ کے ارادتمند ہیں۔ ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ حضورؒ کے ساتھ سو، سوافراد کی جمعیت ہوتی۔ اور یہ لوگ بڑے عمدہ طریق پر نہایت دلچسپی اور محبت و پیار سے شرب وطعام اور شب باشی کا انتظام کرتے۔ بلکہ سال بھر اسی رات کے انتظار واہتمام میں رہتے۔ اس آہنگر خانوادہ کے ایک محب بھائی اللہ دتہ صاحب کی دکان منڈی بہاؤالدین ریلوے پلیٹ فارم کے قریب تھی۔ وہ بھی آپؒ کے منتظر ہوتے۔ اور آپؒ کے ساتھیوں کے پلانے اور کچھ دیر ستانے کا انتظام کرتے۔ پھر تانگوں پر سات (۷) میل کا فاصلہ طے کر کے یہ قافلہ ءحبیبؒ موضع مانگٹ پہنچتا۔ لوگ پہلے ہی سے انتظار میں ہوتے۔ دیکھتے ہی پکار اُٹھتے"طلع البدر علینا" نیابتِ رسالت مآب ﷺ کا عجب منظر ہوتا۔

موسم گرما میں ٹھنڈے مشروبات پیش کئے جاتے۔ نمازیں بڑے اہتمام سے حضورؒ کی اقتداء میں ادا ہوتیں۔ رات کو ملحقہ ہموار چھتوں پر چارپائیاں بچھائی جاتیں۔ اوراس علاقہ کے رواج کے مطابق بڑی بڑی روٹیاں بھاجی (گوشت کا سالن) اور "سیرا" (از قسمِ حلوا) آپؒ کی معیت میں فرشی دسترخوان پر کھلایا جاتا۔ جسے کھانے کھلانے والے کبھی نہ بھولتے۔ نماز عشاء کے بعد ترتیلِ قرآن حکیم اور نعتِ رسول مقبول ﷺ سے پر کیف محفل کا آغاز ہوتا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ طالبین کو اپنے ارشادات سے نوازتے اجتماعی اور انفرادی توجہات سالکینِ سلسلہ کو سیر الی اللہ میں تیز ترک گامزن کا کام دیتیں "یداللہ فوق ایدیھم "(بیعت) کی مبارک گھڑیاں بھی اسی مجلس میں ضیاء پاش

ہوتیں۔ درود وسلام اور دعا سے رات گئے محفل کا اختتام ہوتا۔ مہمان حضرات بستروں پر چلے جاتے۔ اہلِ دیہہ کے لئے یہ شب شبِ قدر ہوتی۔

ربطِ باطنی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے صاحب اجازت مولانا نصیر الدین صاحب موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ بڑھاپے کے دور میں ظاہری بینائی جاتی رہی۔ مگر اسی حالت میں بھی جمعہ کی خطابت ایک عرصہ تک خود ہی فرماتے رہے۔ ایک دفعہ موسم سرما میں مسجد کے صحن میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا ایک درویش عین خطبہ کے موقع پر پہنچا اور مسجد کی جنوبی کھڑکی سے جو برآمدہ میں کھلتی ہے مسجد میں داخل ہوا اور چپکے سے وہیں بیٹھ گیا جمعہ کی نماز ہوئی تو بغیر کسی کو ملے اسی راستہ سے باہر نکل آیا لوگ جب نماز سے فارغ ہوئے اور حضرت مولوی صاحب سے ملاقات کر کے جا چکے تو مولوی صاحب موصوف[۱] نے اپنے ایک خادم سے فرمایا ''حنیف! دوران خطبہ آج کوئی گجرات شریف سے آیا تھا؟ کہ ساری مسجد حضرت صاحب گجرات شریف والوں کے نور سے بھر گئی تھی'' بھائی محمد حنیف صاحب نے عرض کیا ''حضور فلاں صاحب آئے تھے'' اسی قسم کا ایک واقعہ دُرّ المعارف میں درج ہے کہ حضرت صاحب اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے اور کچھ اصحاب بھی آپؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ہندو بنیا چادر کی بُکّل لگائے ہوئے حجرہ کے دروازہ پر آکھڑا ہوا حضرت فوراً دستہ بستہ کھڑے ہو گئے پھر اس ہندو کو اندر بلایا اور اپنے پاس بٹھایا ایک کافر کی ایسی تعظیم دیکھ کر سبھی حیران تھے کہ ایسا کیونکر ہوا بنئے نے بغل میں سے روزمرہ

[۱] حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک صاحبزادہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بچپن کے زمانہ میں بھی جب میں مولوی صاحب (مولوی نصیر الدین صاحبؒ) سے مخاطب ہو کر کہتا مولوی صاحب! تو فوراً فرماتے، جی حضور! میں نادم سا ہو کر منہ چھپائے دروازے کے پیچھے چھپ جاتا۔ کہ ایک سفید ریش معمر بزرگ ایک نوعمر کا کس قدر ادب واحترام کرتے ہیں۔ پھر یہ خیال کر کے سامنے آجاتا کہ مجھے نہیں کہتے بلکہ حضور اباجی (حضور قبلہ عالم قدس سرہ) کا پاسِ ادب ہے

کے لین دین کی کتاب نکالی حضرت صاحبؒ نے کتاب کے جو ورق الٹے تو اس میں سے اپنے پیر و مرشد کا حساب کے سلسلہ میں نام نامی بھی پایا۔ بنئے سے لین دین کا جو معاملہ تھا طے ہوا اور وہ رخصت ہوا پھر اپنے متوسلین سے فرمایا ''آپ لوگ حیران تھے کہ میں نے ایک کافر کی تعظیم کی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ جب وہ بنیا آیا تو حضرت پیر و مرشد کا نور بھر پور وارد ہوا کتاب جو اس کے پاس تھی دیکھنے پر معلوم ہوا کہ آپؒ کے نام نامی کا فیضان تھا''

ع۔ آنکھ والے تیرے جوبن کا تماشہ دیکھیں

ہدایا

ارشاد ربانی ہے ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط'' [1] حسن کا قول ہے کہ جو مال مسلمانوں کو محبوب ہو اور اِسے رضائے الٰہی کیلئے خرچ کرے وہ اِس آیت میں داخل ہے۔ خواہ ایک کھجور ہی ہو۔ (خازن)

ہر چہ داری صرف کن در راہِ او

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا [1]

حدیث شریف میں ہے۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (یعنی تم اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک تمہیں مجھ (حضور پاک ﷺ) سے اپنی اولاد والدین تمام انسانوں (حتی کہ سارے جہان) سے زیادہ محبت نہ ہو) اس سے واضح ہوا تعلقِ ابدی ہی مطلوب و مقصود ہے۔ اور اس تعلق کے مقابلے میں باقی تمام روابط بے حقیقت اور ہیچ ہیں۔ لہٰذا جو ہدیہ یا نذرانہ شیخ پاک (اللہ کے بندوں) کی خدمت میں پیش کیا جائے خالصتاً حصولِ رضائے الٰہی کیلئے ہو۔ ع۔ گر قبول اُفتد زہے عز و شرف ''ذکر خیر میں ہے'' ''اور ایک بات اور ہے کہ اس صورت میں امتِ رسول اللہ ﷺ کی بخشش کا سامان ہے کیونکہ کامل فقیر جو عبادت اور ذکر و شغل کرتے ہیں تو جن لوگوں کے ذریعے سے بوزی کپڑا فقیر کو پہنچتا ہے اور وہ اسکے مددگار بن جاتے ہیں

---

[1] ال عمران۔۹۲۔ ترجمہ:۔ تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔

تو اللہ تعالیٰ ان کو ثواب دیتا ہے یہ بات نہیں کہ فقیر کی عبادت میں سے کچھ حصہ نکال کر ان لوگوں کو دیا جائے بلکہ فقیر کی عبادت فقیر کے پاس رہتی ہے اور مددگار ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر احسان کرتا اور ان کو انعام دیتا ہے اور گویا کہ فقراء سے محبت رکھنے اور ان کی امداد کرنے والے لوگ اسی گروہ فقراء میں داخل ہو جاتے ہیں بحکم حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ تو اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کی بے شمار امت کی بخشش کا سامان ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ فقیر کی خدمت اور تواضع کرنے اور اسکی صحبت میں رہنے اور آنے جانے سے اللہ تعالیٰ ان کے بہت سے دینی اور دنیاوی کام درست اور ان کی تنگی دور کر دیتا ہے"۔

ہدایا جو ہم ایک دوسرے کو دیتے ہیں ان کے پس پردہ ایک جذبہ کارفرما ہے مثلاً کسی عام شخص کو تحفہ پیش کرنے اور کسی قریبی شخصیت (والدین) کو پیش کرنے میں جذبات کی مختلف نوعیت ہوتی ہے۔ اگرچہ تحفہ کی ماہیئت ایک جیسی ہی کیوں نہ ہو۔ شیخ پاک کا مقام ان دنیاوی تعلقات سے کہیں بالاتر ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضورؒ نے شیخِ پاک کے مقام کو سمجھانے کے لئے فرمایا "سب سے قریب ترین تعلق والدین کا ہے۔ جو انسان کو اوپر (عالم ارواح) سے نیچے (عالم ارض پر) لانے کا سبب بنتے ہیں۔ حضرتِ شیخ نیچے (عالم ارض) سے اوپر (عالم بالا) کی طرف لے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے جو پیشکش اِس مقصد کیلئے ہوگی وہ اپنی ہمت اور قوت اور حیثیت کا اعلیٰ ترین تحفہ ہوگا۔

جذبہء جہاد

بندہ (میاں خاں) اور حضرت صاحب قبلہ قدس سرہ ایک دفعہ خواجہ عبدالحق صاحب کو موضع "واں" ضلع سیالکوٹ ملنے کے لئے گئے۔ گجرات شریف سے ریل پر سوار ہو کر بیگووالہ ریلوے سٹیشن پر اتر کر پیدل چل دیئے جب موضع "واں" کے قریب پہنچے تو گیارہ بارہ بجے دوپہر کا وقت تھا۔ بندہ نے دیکھا کہ نالہ پر بہت سے لوگ جمع ہیں ڈھول بج رہا ہے اور لوگ اچھلتے کودتے ہیں۔ ہاتھوں میں کسّیاں ہیں اور بند باندھ رہے ہیں۔ بندہ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت صاحبؒ ان لوگوں

کی اس حرکت سے ناراض ہوں گے۔ بندہ نے اس خیال کے بعد حضورؒ کے چہرے مبارک کو دیکھا۔ چہرہ مبارک پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ بندہ کو حضورؒ نے فرمایا ''دیکھا میاں! مسلمانوں میں جہاد کا کتنا جذبہ ہے'' اس گرمی میں کتنی یک جہتی سے کام کر رہے ہیں۔ ہر آدمی اپنی پوری قوت صرف کر رہا ہے'' اتنا فرما کر آپؒ آگے تشریف لے گئے خواجہ عبدالحق صاحب کا سکول گاؤں کے درمیان تھا انہیں وہاں مل کر اور دو تین گھنٹے آرام فرما کر پھر واپس گجرات تشریف لے آئے۔

وہ سفر جو محض رضائے الٰہی کیلئے کیے جاتے ہیں ان کے بارے میں خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ عوارف میں نقل فرماتے ہیں۔ ''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے'' کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو یاد کرتا ہے یا محض اللہ کیلئے اِس کی زیارت یا اِس سے ملاقات کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اِس سے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ تم بہت خوش وقت رہے اور تمہارا سفر اچھا رہا ہے اور تم جنت کو اپنا ٹھکانا بنالو۔''

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی مُتَابَعَۃِ اٰرَاءِ اَھْلِ الْحَقِّ الْمُقْتَبَسَۃِ مِنْ اَنْوَارِ النُّبُوَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔[۱]

---

[۱] ترجمہ:۔ اللہ سبحانہ ہمیں اہلِ حق کے معتقدات پر جو انوارِ نبوت سے مستفاد ہیں ثابت قدم رکھے علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔

☆☆☆

حضرت مجددؒ الف ثانیؒ مکتوب ۴۲ میں فرماتے ہیں:۔ آدمی تا زمانیکہ بدنَسِ تعلقاتِ پراگندہ متلوث است محروم و مہجور ست تصقیل مرآتِ حقیقتِ جامع از زنگِ محبت ما دونِ او عزّ وجلّ لابدست و بہترین مصقلہا در ازالہٗ آں زنگ اتباعِ سنتِ مصطفویہ است علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ۔

ترجمہ: انسان جب تک پراگندہ تعلقات کی میل کچیل سے آلودہ ہے (محبوبِ حقیقی سے) محروم اور مہجور (جدا) ہے۔ حقیقتِ جامع (دِل) کے آئینہ کو غیر اللہ کی محبت کے زنگ سے صاف کرنا ضروری ہے، اور اس زنگ کو دور کرنے کے لئے سب سے بہتر مصقلہ (زنگ دور کرنے والی چیز) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن و بلند سنت کی پیروی کرنا ہے

رابطہ:۔

اور وہ یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل کی تلاش کر کے ان کے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت کرنا اور داخلِ طریقہ ہو کر اس سے ایسی محبت اختیار کرنا کہ گویا ہر وقت ان کے سامنے ہے خواہ تصور میں خواہ حضور میں۔

احوال و آثار

(تصرفات، ارواح مقدسہ، فتوح الغیب)

إن الله على كل شيء قدير

حرره محمد علي زاهد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

ترجمہ:۔ بڑی برکت والا ہے جس کے قبضہ میں سارا ملک اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(الملک:۱)

اولیاءاللہ سے کرامات کا ظاہر ہونا، کتاب اللہ، احادیث صحیحہ، واقعاتِ صحابہ اور اجماع اہل سنت والجماعت سے ثابت ہے۔

قرآن شریف کی بہت سی آیات سے کراماتِ اولیاء کے برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے اجمالاً درج ذیل ہیں۔

سورۃ آل عمران میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آل عمران:۳۷) ترجمہ:۔ یعنی جب کبھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس عمدہ مکان میں تشریف لاتے۔ تو ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پاتے۔ اور یوں فرماتے اے مریم! یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں۔ وہ کہتیں، کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے۔

اہل تفسیر لکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ کے پاس گرمیوں کے میوے جاڑے میں اور جاڑے کے گرمیوں میں دیکھے جاتے تھے۔ اور حضرت مریمؑ نبی نہ تھیں لہذا یہ آیت کراماتِ اولیاءاللہ کے منکرین پر قوی حجت ہے۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (نمل:۴۰)

ترجمہ:۔ اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے، پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

حدیث مقدسہ میں ہے:

و فی صحیح البخاری عن ابی ہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اِنَّ اللّٰہ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ قَالَ: مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ: کُنْتُ سَمْعَہٗ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ، وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُبِہٖ، وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا، وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا، وَاِنْ سَأَلَنِیْ اَعْطَیْتُہٗ، وَلَاِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ۔ الحدیث (کتاب الدقاق، باب التواضع رقم ۶۱۳۷)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میرا قرب چاہتا ہے ان میں سے سب سے زیادہ فرائض مجھے محبوب ہیں اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔

ظاہر ہے جب بندہ کا حال ایسا ہو جاتا ہے۔ تو اس کا کوئی فعل اپنا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر فعل ہی جانب اللہ (اللہ کا فعل) ہوتا ہے اور یہی کرامت کی تعریف ہے۔ [۱]

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ وَّ عَبَّادَبْنِ بِشْرٍ تَحَدَّثَا

---

[۱] وہ خارق عادت امر، جو نبیؑ کے ذریعے صادر ہو وہ معجزہ ہے۔ اور وہ خارق عادت امر جو ولیؒ کے ذریعے صادر ہو وہ کرامت کہلاتا ہے۔

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَاجَۃٍ لَّھُمَا حَتّٰی ذَھَبَ مِنَ اللَّیْلِ سَاعَۃٌ فِیْ لَیْلَۃٍ شَدِیْدَۃِ الظُّلْمَۃِ ثُمَّ خَرَجَامِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ یَنْقَلِبَانِ وَبِیَدِ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا عُصَیَّۃٌ فَاَضَاءَ تْ عَصَااَحَدِ ھِمَا لَھُمَا حَتّٰی مَشَیَافِیْ ضَوْئِھَا حَتّٰی اِذَا افْتَرَقَتْ بِھِمَا الطَّرِیْقُ اَضَاءَ تْ لِلْاٰخَرِ عَصَاہُ فَمَشٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَافِیْ ضَوْءِ عَصَاہُ حَتّٰی بَلَغَ اَھْلَہٗ۔

مشکوٰۃ جلد سوم رقم ۵۶۹۰

حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شب حضرت اُسید بن حضیرؓ اور حضرت عبادہ بن بشرؓ نبی ﷺ کے ساتھ کسی ضروری امر کے متعلق دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ حتی کہ رات کا ایک بہت بڑا حصہ گذر گیا۔ جب دونوں آنحضرت ﷺ کی خدمت سے رخصت ہو کر باہر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ چاروں طرف رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ ان دونوں کے پاس ایک ایک لاٹھی تھی ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی۔ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ جب وہ دونوں اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔ ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ دوسری لاٹھی بھی روشن ہوگئی۔ حتی کہ اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔

وَعَنِ ابْنِ الْمُنْکَدِرِ اَنَّ سَفِیْنَۃَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْطَأَ الْجَیْشَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ اَوْ اُسِرَ فَانْطَلَقَ ھَارِبًا یَلْتَمِسُ الْجَیْشَ فَاِذَا ھُوَ بِالْاَسَدِ فَقَالَ یَا اَبَاالْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ مِنْ اَمْرِیْ کَیْتَ وَکَیْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَہٗ بَصْبَصَۃٌ حَتّٰی قَامَ اِلٰی جَنْبِہٖ کُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَھْوٰی اِلَیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ یَمْشِیْ اِلٰی جَنْبِہٖ حَتّٰی بَلَغَ الْجَیْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدِ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ۔

مشکوٰۃ جلد سوم رقم ۵۶۹۵

ابن المکندرؒ سے روایت ہے کہ رومیوں کی سرزمین میں رسول اللہ تعالی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ لشکر سے بچھڑ گئے یا قید کر لئے گئے۔ پس

وہ بھاگ کر لشکر کو تلاش کرتے ہوئے آ رہے تھے تو ایک شیر آ گیا۔ فرمایا اے ابوالحارث! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں اور میرا واقعہ یوں ہے پس شیر ان کی طرف دم ہلاتا ہوا بڑھا اور پہلو میں آ کھڑا ہوا۔ جب وہ کوئی خطرناک آواز سنتا تو اس کی جانب متوجہ ہو جاتا۔ پھر برابر ان کے پہلو میں چلتا رہا۔ یہاں تک کہ لشکر تک پہنچ گیا۔ پھر شیر واپس لوٹا۔ (شرح السنہ)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَيْشًا وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعٰى سَارِيَةَ فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ فَجَعَلَ يَصِيْحُ يَا سَارِيَ الْجَبَلَ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَيْشِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ لَقِيْنَا عَدُوَّنَا فَهَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ يَصِيْحُ يَا سَارِيَ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا اِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

(رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ) **مشکوۃ جلد سوم رقم ۵۷۰۰**

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر بھیجا اور ان پر ایک شخص کو امیر مقرر فرمایا جن کو ساریہ کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے آواز دی:۔ اے ساریہ! پہاڑ۔ پس لشکر کا قاصد آیا اور کہا:۔ اے امیرالمؤمنین جب دشمن سے ہماری ٹکر ہوئی تو ہمیں ایک آواز آئی: اے ساریہ! پہاڑ۔ پس ہم نے اپنی پیٹھیں پہاڑ سے لگا لیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی۔ روایت کیا اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں۔

اسی طرح صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور مشائخ طریقت سے اس قدر کرامات و خرق عادات کا ظہور ہوا ہے۔ جو تحریر و تقریر میں نہیں آ سکتا۔

کتاب اللہ، احادیث نبویؐ، واقعات صحابہؓ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ معجزات، کرامات خارق عادات امور الٰہیہ میں سے ہیں۔

تصرفات

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ (الاحزاب۔۷۲)

ترجمہ: بتحقیق روبرو کیا تھا ہم نے امانت کو اوپر آسمانوں کے اور زمین کے اور پہاڑوں کے پس انکار کیا سب نے یہ کہ اُٹھاویں اس کو اور ڈر گئے اس سے اور اُٹھالیا اس کو انسان نے۔ تحقیق وہ تھا بے باک نادان۔

امامِ ہُمام حُجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''منہاج العابدین''، فصل ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ثمرہ'' میں فرماتے ہیں:

اور باقی رہی حکومت اور کرامت تو حکومت یہ ہے کہ انسان کا تصرف اور مشیت نافذ ہو اور یہ حقیقت میں دنیا میں تو خدا تعالیٰ کے دوستوں اور اُس کے برگزیدہ لوگوں اور اُس کی تقدیر پر راضی رہنے والوں کے لئے ہے۔ کہ جنگل اور سمندر اور زمین ان کے لئے ایک ہی قدم ہے۔ اور پتھر اور اینٹیں اِن کے لئے سونا ہیں۔ اور جن اور انسان اور چرند اور پرندے اُن کے تابع ہیں۔ وہ جو کچھ بھی چاہتے ہیں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہے اور جو اللہ چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ کسی مخلوق سے نہیں ڈرتے اور ان سے تمام مخلوق ڈرتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی غلامی نہیں کرتے اور کائنات کی ہر چیز ان کی غلامی کرتی ہے۔ اور دنیا کے پادشاہوں کو اس رتبہ کا عشرِ عشیر بھی کہاں نصیب ہے بلکہ وہ بہت تھوڑے اور بہت ذلیل ہیں

بس ازسی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی کہ یکدم با خدا بودن بہ از مُلکِ سلیمانی

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا او نشیند در حضورِ اولیاء

مجسم کرامت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے چھوٹے بھائی حاجی حمید اللہ صاحب محکمہ تعلیم میں مصروفیت رکھتے تھے ان کی شادی آبائی گاؤں جعفر کوٹ میں ہوئی۔ برات نے جعفر کوٹ سے دریائے راوی کے پار ضلع سیالکوٹ جانا تھا۔ برات کی تیاری

وغیرہ میں سہ پہر کا وقت ہو گیا۔ جب براتی دریا کے پتن پر پہنچے تو دریا میں طغیانی تھی پہلے سے آئے ہوئے مسافر بھی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ملاحوں نے دریا میں کشتی ڈالنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہمارے حضورؒ تازہ وضو کرنے کے لئے بیلے میں تشریف لے گئے تھے اور اِدھر براتی ملاحوں کو دریا میں کشتی ڈالنے پر مجبور کر رہے تھے۔ دونوں کا آپس میں اس قدر تقاضا ہوا کہ ایک شور برپا ہو گیا۔ ملاحوں کے بزرگ نے جو فاصلہ پر سرکنڈے کی جھونپڑی (کانوں کی کُلّی) میں بیٹھا ہوا تھا شور سنا تو زور سے کہا "او منڈیو کی گل اے" بزرگ ملاح کے بیٹوں نے بتایا۔ "دریا میں طغیانی ہے مسافر دیر سے آکر بیٹھے ہوئے ہیں یہ ایک برات آئی ہے اور ہمیں دریا میں کشتی ڈالنے پر مجبور کر رہے ہیں حالانکہ دریا چڑھاؤ پر ہے"۔ بزرگ ملاح نے کہا بالکل کشتی دریا میں نہ ڈالیں۔ بیٹوں نے کہا یہ براتی کسی طور مانتے ہی نہیں۔ تقاضے پر تقاضا کئے جاتے ہیں۔ بزرگ ملاح نے کہا کہ ان کے کسی بڑے کو میرے پاس لاؤ۔ اتنے میں حضورؒ بھی وضو سے فارغ ہو کر آ گئے۔ چنانچہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ ملاح بابا کے پاس گئے۔

مردِ مومن کی پیشانی کا نُور کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

بابا دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور پوچھنے لگا آپؒ کس گاؤں سے آئے ہیں۔ آپؒ نے جعفر کوٹ کا نام لیا۔ جعفر کوٹ کا نام سنتے ہی بابا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگا آپؒ حضرت سید نتھے شاہ صاحبؒ (اصل نام سکندر شاہ صاحبؒ) کے پوتے ہیں۔ آپؒ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس پر بابے نے آگے بڑھ کر آپؒ کے سر کے بوسے لئے اور اپنے بیٹوں سے کہا "بالکل فکر نہ کرو، ایہہ تے اُمت دے ملاح نے بے دھڑک کشتی دریا میں ڈال دو" چنانچہ ساری برات کشتی میں سوار ہو گئی اور وہ جو مسافر دیر سے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے۔ ملاحوں نے بانس لگائے اور کشتی روانہ ہوئی۔ جب دریا کے درمیان پہنچے تو بانس سارے کے سارے پانی میں ڈوب گئے۔ ملاحوں نے شور مچایا کہ اب ہماری "واہ" نہیں چلتی۔

ع۔ لنگر کو توڑ دے کشتی خدا پہ چھوڑ دے

ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ دوزانو بیٹھ گئے اور ''حزب البحر'' کا ورد شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کشتی منجدھار سے صاف نکل گئی اور آناً فاناً کنارے کے ساتھ خود بخود جا لگی یہ دیکھ کر ملاح اور کشتی کے سب مسافر حیرت زدہ ہوئے اور احسان مندی سے حضورؒ کے قدموں سے جا لگے۔ مسافر کشتی سے اُترے، شام کا وقت ہو رہا تھا۔ سب لوگوں نے حضورؒ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ مسافروں میں ایک شخص بیلے کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا۔ جلدی سے آگے بڑھا، قدم بوسی کے بعد عرض کی کہ حضور آج کی رات ہمارے ہاں تشریف رکھیں۔ حضورؒ نے اس کی اس گزارش کو شرف قبولیت بخشا۔ عشاء کے قریب اس گاؤں میں پہنچے۔ نماز با جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ گاؤں کے لوگ بھی کافی تعداد میں شامل ہوئے۔ اتنے میں اس کشتی کے ہمسفر چودھری نے دودھ، بستروں اور رات کے کھانے کا انتظام کر لیا۔ گرمی کا موسم تھا مکانوں کی ملحقہ چھتوں پر کھانا وغیرہ کھلایا گیا اور وہیں حضورؒ نے محفل میلاد کا انعقاد کیا۔ گاؤں کے تقریباً سب لوگ محفل میں شامل ہوئے۔ محفل کا اختتام درود و سلام اور دعا پر ہوا۔ اس کے بعد اس میزبان چودھری نے عرض کیا ''حضور! مجھے بیعت فرمالیں۔ آپؒ نے اُسے اور اس کے کئی ساتھیوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ اہلِ دیہہ نے خاطر و تواضع میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ رات بڑے آرام سے گزری۔ صبح نماز سے فارغ ہو کر حضورؒ اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔ حضورؒ کی عادت مبارک تھی کہ سفر و حضر میں اوراد و وظائف کی ادائیگی میں فرق نہ آنے دیتے۔ معمولات سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ناشتہ بڑے اہتمام سے پیش کیا گیا۔ اس رات کے گزارنے کا کہیں اور انتظام تھا لیکن یہ اہتمام منجانب اللہ تھا۔

ع۔ براتِ عاشقان بر شاخِ آہو

ناشتہ سے فارغ ہو کر جب برات روانہ ہونے لگی تو میزبان چودھری نے ایک اور عرض پیش کی کہ حضور مجھے بھی برات میں ساتھ لے چلیں۔ حضورؒ نے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس پر چودھری بہت خوش ہوا۔ راستہ میں ایک گاؤں

ڈھوڈہ پڑتا تھا۔ وہاں آپؒ کی عزیز داری تھی انہیں بھی تواضع کا موقع عطا کیا گیا۔ آخر برات اپنی منزل پر پہنچی شادی کے تمام مراحل طے ہوئے۔ واپسی پر بیلے والے چودھری نے پھر رُکنے کی گزارش کی۔ لیکن وقت کا تقاضا یہی تھا کہ جلدی گھر پہنچا جائے۔ راستے میں پھر دریا کو عبور کرنا تھا۔ جب پتن پر پہنچے تو ملاحوں نے بہت آؤ بھگت کی اور بہت بہت مبارک پیش کی۔ حضورؒ نے بڑے احسن طریق پر خیر مبارک کا حق ادا کیا۔ سبھی لوگ جعفر کوٹ پہنچے حضورؒ نے مہمانوں کو ان کی فرصت کے مطابق ٹھہرایا۔ اور رخصت کیا۔ یوں یہ تقریب سنت اختتام پذیر ہوئی۔

اَلْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ

بھائی محمد جعفر بیان کرتے ہیں کہ جب پاکستان ۱۹۴۷ء میں معرض وجود میں آیا تو بندہ کا تبادلہ راولپنڈی ہو گیا وہاں سے اس بندہ نے حضرت قطب الاقطاب کی خدمت اقدس میں ایک عریضہ تحریر کیا کہ میرے قریبی رشتہ دار اور اہل و عیال معہ والدہ ماجدہ موضع کوٹ ندھان علاقہ تھانہ قلعہ دیدار سنگھ رہائش پذیر ہو چکے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ میرا تبادلہ گوجرانوالہ ہو جائے۔ میرے عریضہ کا جواب صاحبزادہ سیّد محمود احمد صاحبؒ نے اِن الفاظ میں دیا کہ اباجی (حضور قبلہ عالم قدس سرہ) آجکل لائل پور (فیصل آباد) کی طرف تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ آپؒ کی آمد پر آپؒ سے دعا کرائی جائے گی اور تمہارا خط بھی آپؒ کی خدمت میں پیش کر دیا جائیگا۔ فکر نہ کریں۔ چند دن گزرے ہوں گے ایک عزیز جب کہ بندہ چوکی پولیس میں موجود نہ تھا آیا اور ملازمین حاضرہ کو اطلاع دے گیا کہ حضرت صاحبؒ تم کو یاد کر رہے ہیں۔ اور فلاں صوبیدار صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سردی کا موسم تھا رات ۸ بجے کے قریب زیارت سے مستفیض ہوا۔ کچھ متوسلین بھی وہاں موجود تھے۔ ۱۲ بجے رات کا وقت ہوگا۔ اس دوران میں آپؒ نے ایک مرید کے لئے دعا کی اور تسلی فرمائی۔ اسی دوران ایک مائی صاحبہ نے اپنے لڑکے کے متعلق عرض کی جو گھر سے ناراض ہو کر گیا ہوا تھا کہ حضور وہ کب آئے گا۔ آپؒ نے تبسم کناں فرمایا چودھویں دن۔ نیز بندہ کو بھی فرمایا

کہ تم بھی تبادلہ کی درخواست دے دو۔ان شاء اللہ تعالیٰ گوجرانوالہ تبادلہ ہو جائے گا۔فکر نہ کریں۔بندہ نے عرض کی کہ یہاں باہمی تبادلہ کے لئے کوئی ملازم آنے کے لئے تیار نہیں ہے اگر فرمائیں تو خالی نمبر پر تبادلہ کی درخواست دے دوں۔فرمایا تمہارے لئے خالی نمبر رکھا ہوا ہے۔درخواست دے دو۔فکر نہ کریں۔درخواست منظور ہو چکی ہے۔اس بندہ نے خالی نمبر پر درخواست دے دی جو کہ آپؒ کی دعا سے منظور ہو گئی۔

تسخیر

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے مرید اور ماموں زاد بھائی محمد شاہ صاحب موضع ''ادھر'' تحصیل اجنالہ میں مدرس تھے۔ایک دفعہ آپؒ وہاں تشریف لے گئے۔وہاں سے اپنی دوسری والدہ صاحبہ کی ملاقات کے لئے موضع ''ککڑ'' آنا تھا۔انہوں نے سواری کے لئے ایک سکھ سے گھوڑی پوچھی۔وہ گھوڑی اس وقت کم از کم چھ سات صد (آجکل ساٹھ ستر ہزار) روپیہ قیمت کی ہوگی۔اور اتنی سرکش، بدکتی، اچھلتی، کودتی اور معاً سرپٹ دوڑ پڑتی کہ اس سکھ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص سوار نہ ہو سکتا تھا۔سکھ نے انکار تو نہ کیا البتہ اتنا کہا کہ اس پر سوار کون ہوگا ''محمد شاہ صاحب اسے پکڑ کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لے گئے۔مگر خوف زدہ اور گھبرائے ہوئے تھے کہ اس پر حضرت صاحبؒ کیسے سوار ہوں گے۔کہیں گزند نہ پہنچائے۔حضورؒ نے پوچھا ''محمد شاہ! کیوں پریشان ہو'' بھائی صاحب نے گھوڑی کی علاقہ بھر میں شہرت اور اس کی سرکشی بیان کی۔آپ نے فرمایا ''کوئی فکر کی بات نہیں'' اور آیۃ شریفہ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ (زخرف۔۱۳ ترجمہ:۔ پاکی ہے اسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے بوتے نہ تھی۔) پڑھ کر گھوڑی کے کان میں پھونکی اور سوار ہو گئے۔گھوڑی نے کان ڈھیلے کر لئے۔مگر تیز اتنی چلتی تھی کہ وہ ساتھ ساتھ دوڑتے تھے۔بخیریت موضع ککڑ پہنچے کچھ دیر بعد انہیں واپس آنا تھا۔مگر وہی فکر لاحق تھی حضورؒ نے تسلی دی اور فرمایا ''وہی آیۃ شریفہ پڑھ کر سوار ہو جاؤ'' چنانچہ وہ بھی گھوڑی پر سوار ہو کر

موضع ''اُدھڑ'' واپس پہنچے۔اس پر سکھ گھوڑی کا مالک اور گاؤں والے حیران تھے۔کہ گھوڑی پر کون صاحب سوار ہوئے ہیں کہ اس کا مزاج ہی بدل گیا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

دعا با تدبیر

بھائی تاج دین صاحب کے بڑے بیٹے نثار احمد آٹھ سال کے تھے کہ ایک دن والد صاحب نے بیٹے کو''کھوہ کی گاہدی'' پر بیٹھنے کے لئے کہا۔تا کہ اونٹ جو کنواں چلا رہا تھا متوازن رفتار سے چلتا رہے۔ساون کا مہینہ تھا اور ہوا چل رہی تھی ''گاہدی'' پر بیٹھے ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اسے نیند آ گئی۔کچھ دیر بعد جب والد صاحب ''کھو'' پر آئے تو آواز دی نثار احمد اٹھو۔آواز سنتے ہی نثار احمد جاگ پڑا۔مگر جب آنکھیں کھولیں تو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔یعنی بینائی جاتی رہی تھی۔نثار احمد جلدی سے ''گاہدی'' سے اٹھا اور''ٹینڈوں'' سے جاٹکرایا۔والد صاحب نے جلدی سے پکڑ لیا۔اور کہا''کنواں میں گرنے لگے تھے۔آپ کو دکھائی نہیں دیتا؟ بیٹے نے ادھر ادھر دیکھا اور کہا'' کچھ نظر نہیں آتا''اور رونے لگا۔والد صاحب بہت پریشان ہوئے اور بیٹے کو بازو سے پکڑ کر گھر لے گئے۔والدہ صاحبہ نے جب بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو وہ بہت غمزدہ ہوئیں۔تھوڑی دیر میں یہ خبر سارے گاؤں میں پھیل گئی اور سبھی نے اس کا گہرا اثر لیا کیونکہ نثار احمد اس وقت تک والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔متعلقین سوچنے لگے کہ اس کا کیا علاج کیا جائے؟۔اگر چوٹ لگی ہوتی تو اس کا علاج بھی تھا یہ تو قدرتی طور پر یکدم آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔دو روز بعد سبھی اس فیصلہ پر متفق ہوئے کہ امرتسر ہسپتال میں ڈاکٹروں سے مشورہ لینا چاہیے۔

ہسپتال جانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ اسی روز اچانک حضور قبلہ عالم قدس سرہ جعفر کوٹ تشریف لے آئے اور پہنچتے ہی بھائی تاج دین صاحب کو بلایا جب بھائی صاحب حاضر ہوئے تو آپؒ نے پوچھا''تاج دین تم پریشان کیوں

ہو؟'' بھائی صاحب نے بیٹے کی تمام صورتِ حال عرض کی۔ حضورؒ نے فرمایا'' تاج دین گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مالک قدیمی نے ہر چیز عطا کی ہے۔ اگر بچے کی نظر جاتی رہی ہے تو ان شاء اللہ وہی دوبارہ عطا فرمائے گا پریشان نہ ہوں اللہ پاک کرم فرمائے گا۔ علاج کے لئے کہیں نہ جاؤ۔ آپ کے بھائی حکیم صاحب (حضورؒ کے صاحبزادہ صاحب) کو بھیجیں گے۔ وہ ضرور علاج کریں گے''

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے دو دن جعفر کوٹ قیام فرمایا۔ اور واپس مجیٹھ تشریف لے گئے۔ ادھر ٹھیک پانچ دن کے بعد حضرت حکیم صاحب کو گاؤں بھیج دیا اور جاتے ہی انہوں نے علاج شروع کر دیا۔ گائے کا دودھ اور نلکے کا تازہ پانی ملا کر اور نثار احمد کو چارپائی پر لٹا کر صبح و شام آنکھیں دھوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل و کرم فرمایا۔ کہ ٹھیک سات دن کے بعد عزیز کی آنکھوں میں بینائی لوٹ آئی۔

دلاں دی تار

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی ایک ارادتمند محبہ فی اللہ نہایت ہی خدمت گزار اور جاں نثار بہن آمنہ بی بی صاحبہ تھیں۔ ان کے بیٹے کی شادی تھی۔ سبھی عزیز و اقارب ناراض تھے رضامند کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر وہ بارات کی روانگی کے روز تک بھی راضی نہ ہوئے۔ بہن جی حضور قبلہ عالم کے پڑوس میں رہتی تھیں سخت پریشانی کے عالم میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں ''حضور دولہا تیار ہے بس آ کر کھڑی ہے مگر کوئی باراتی نہیں۔ سبھی منہ بسورے پھر رہے ہیں اب کیا کروں؟'' حضور نے اپنے سب سے چھوٹے صاحبزادہ سید محمود احمد صاحبؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا'' اسے اٹھالو اور بس میں جا کر گودی میں لے کر بیٹھ جاؤ اور کسی کو بلانا نہیں بہن جی نے صاحبزادہ صاحب کو اٹھایا اور بس میں جا کر بیٹھ گئیں دیکھتے ہی دیکھتے وہ منہ بسورے اقرباء جو ادھر ادھر پھر رہے تھے جلدی جلدی تیار ہو کر بس میں بیٹھنے شروع ہو گئے تھوڑی دیر میں تمام اعزاء سے بس بھر گئی اور بارات بخوشی روانہ ہوئی۔ درویش کا تصرف قلوب پر ہوتا ہے، دل سیدھا

ہو جائے تو تمام اعضاء راہ راست پر آجاتے ہیں۔

دلاں دی اس طرح کجھ تار جوڑی جے پے سکدی نئیں گھنڈی مروڑی

اندازِ دعا

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک دفعہ بیٹھک میں تشریف فرما تھے دوپہر کا وقت اور شدت کی گرمی تھی دھوپ کی تیزی اس قدر کہ دروازے سے باہر پوری طرح آنکھ کھول کر دیکھنا بھی مشکل تھا ایک ہمہ وقتی درویش حاضرِ خدمت تھا ارشاد ہوا ذرا ہماری پشت سے قمیض اٹھائیے۔ یاد رکھیے شاذونادر ہی حضورؒ نے کسی کے سامنے اپنے پیٹ یا کمر یا جسم کے کسی حصہ کو ننگا کیا ہو گرمی کی شدت کے پیش نظر فرمایا ''کھڑکی میں سے باہر جھانک کر تو دیکھو آسمان پر کوئی بادل ہے'' عرض کیا ''حضور! آسمان پر تو کوئی بادل نظر نہیں آتا'' مگر دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہلکی سی بدلی تیرتی ہوئی آئی اور چند لمحوں میں آسمان پر اس طرح پھیل گئی کہ گھٹاٹوپ بادل کا روپ دھار لیا آدھ گھنٹہ بھی گزرا نہیں ہوگا کہ چھما چھم موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ حضورؒ نے قمیض کو پشت سے نیچے کروایا اور فرمایا ''اللہ پاک کی ایسی عنایات ہیں کہ اب تو ہمیں کمر سے قمیض بھی اٹھانے نہیں دی جاتی'' مطلب یہ کہ صرف آرزو زبان پر آتے ہی مدعا بھر آتا ہے۔

بِہِمْ یُمْطَرُوْنَ

ہماری تحصیل گجرات میں پاکستان بننے سے پہلے کاشتکاری کا دارومدار بارش پر تھا۔ بندہ (میاں خاں) اکثر حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں رہتا تھا۔ کئی دفعہ بارش کی کمی کی وجہ سے خشک سالی کا خطرہ پیدا ہوتا۔ میں بھی زمیندار تھا۔ مجھے بھی پریشانی ہوتی خیال کرتا اگر بارش نہ ہوئی تو مویشیوں کو چارہ کیسے مہیا ہوگا۔ میرے دل میں یونہی یہ خیال آتا تو حضور قبلہ عالم قدس سرہ ارشاد فرماتے ''او میاں بارش مانگتے ہو۔ بارش کی ضرورت ہے؟'' میں عرض کرتا حضور لوگ بہت تنگ ہیں بارش کی ضرورت ہے۔ آپؒ فرماتے ''اچھا لوگ بہت تنگ ہیں۔ میں عرض کرتا جی ہاں۔ دو تین دفعہ یہ فرماتے۔ لوگ بہت تنگ

ہیں؟'' میں عرض کرتا جی ہاں۔ اتنے دیر میں آسمان پر بادل چھا جاتے اور زور سے بارش ہونے لگتی۔ گھنٹہ بھر میں جل تھل ہو جاتا۔ اس قسم کے واقعات حضورؒ کی خدمت میں اکثر دیکھنے میں آئے ہیں۔

ایک مجذوب کا واقعہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک دفعہ خشک سالی اور سخت گرمی کے موسم میں لالہ موسیٰ ریلوے سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں تھے کہ چند دیہاتی لوگ آپؒ کو بزرگ صورت دیکھ کر عرض کرنے لگے ''حضور! ایک عرصہ سے بارش نہیں ہوئی۔ دیکھئے فصلیں گرمی کی شدت سے کس قدر جھلس رہی ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ پاک اپنی مخلوق کو باران رحمت سے نوازے'' یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اتنے میں ایک شخص ننگ دھڑنگ ''صرف لنگوٹی پہنے ہوئے اور ہاتھ میں ''سوٹی'' پکڑے آنکلا۔ اور حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ''ٹانڈے بھن کہ کن من'' حضورؒ نے حاضرین کی طرف دیکھا۔ چونکہ خشک سالی سے وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے عرض کرنے لگے ''حضور ٹانڈے بھن'' حضورؒ نے مجذوب پر نگاہ ڈالی تو وہ ناچتا کودتا اور ''سوٹی'' گھماتے ہوئے جوش سے کہے جاتا تھا ''ٹانڈے بھن!، ٹانڈے بھن!!، ٹانڈے بھن!!!'' اگرچہ سخت دھوپ تھی اور آسمان پر دور دور تک بادل کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا اچانک ایک بدلی اُٹھی اور آسمان پر چھا گئی اور آناً فاناً موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے جل تھل ہو گیا۔ سٹیشن سے باہر سڑک پر اتنا پانی کہ مسافروں کے آنے جانے کے وسائل منقطع ہو گئے۔ بارش ہے کہ چھاجوں برس رہی ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے پھر حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے ''حضور بارش تو طوفان اور سیلاب کی صورت اختیار کر گئی'' دعا فرمائیں کہ بارش تھم جائے'' اتنے میں پھر وہی مجذوب حاضر ہوا۔ حضورؒ نے نظروں نظروں میں لوگوں کی بے بسی کا اظہار فرمایا۔ مجذوب موسلا دھار بارش میں اچھلتا کودتا بھاگتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا ''بس بس تھم جا، تھم جا'' بارش تھم گئی اور بادل چھٹ گیا اور تھوڑی دیر میں مطلع صاف تھا

مسافروں نے اپنا اپنا راستہ لیا۔

حدیث شریف میں ہے ’’اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور چہرہ گرد آلود، ظاہراً شکستگی وارد ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات کی قسم دیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرماتا ہے‘‘۔

تاثیرِ دعا

حضرت مولانا سید الطاف الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں۔

۱۹۵۸ء میں مَیں شوگر مل میں ہیڈ کلرک تھا اور ساتھ ہی امپورٹ اور ایکسپورٹ کے فرائض بھی سرانجام دیتا تھا۔ ہم نے بیاسی ہزار روپے کی رقم سے بجلی کی موٹریں اور تاریں مغربی جرمنی سے درآمد کیں۔ مال تقریباً نو یا دس ماہ کے بعد پہنچ گیا۔ ہیڈ آفس کے پاس خفیہ رپورٹ تھی۔ جس کا مجھے کوئی علم نہیں تھا کہ درآمد شدہ مال میں کچھ خورد برد کی گئی ہے اسی شک کی بناء پر انہوں نے جنرل مینجر کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا اور مال کی چیکنگ کے لئے کمیٹی مقرر کر دی۔ نئے جنرل مینجر نے آکر چارج لینا شروع کر دیا میں نے بجلی کے تمام کاغذات کو مکمل کیا اور انہیں جنرل مینجر کی میز پر دستخط کے لئے دیگر ڈاک کے ساتھ دستور کے مطابق چپڑاسی کے ہاتھ بھیج دیئے دوپہر کے وقت میں نے دیکھا کہ دیگر ڈاک تو واپس آگئی ہے۔ مگر امپورٹ کے کاغذات واپس نہیں آئے۔ میں نے یہ سوچا کہ مزید معلومات کے لئے مینجر صاحب نے رکھ لئے ہوں گے۔ اس واسطے میں نے کوئی تردد نہ کیا میں دفتر بند کر کے گھر چلا آیا۔

صبح ہوتے ہی میں نے مینجر صاحب سے پوچھا کہ جناب امپورٹ کے کاغذات میں نے آپ کی خدمت میں بھیجے تھے مگر مجھے واپس نہیں ملے انہوں نے جواباً کہا کہ میرے پاس نہیں آئے میں نے ان تمام کاغذات کی تلاش شروع کی ہر جگہ تلاش کیا مگر وہ نہ ملے۔ مجھے زیادہ فکر دامن گیر نہ ہوئی کیونکہ ڈپلیکیٹ میری فائل میں لوہے کی الماری میں بند پڑے تھے۔ دوسرے روز چھٹی تھی اور دفاتر بند تھے سوموار کی صبح دفتر آیا اور الماری کو کھولنا چاہا مگر باوجود چابی لگانے کے

الماری کھلتی ہی نہیں تھی فرش کی طرف میری نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہاں اسی طرح کی ایک اور چابی پڑی ہوئی ہے میں نے ورکشاپ سے لوہار کو بلوا کر اپنی الماری کو کھلوایا میں نے دیکھا کہ جس ترتیب سے میں فائلیں رکھا کرتا تھا وہ اس طرح پڑی ہوئی نہ تھیں میں نے فائلوں کو چیک کیا مگر امپورٹ کی فائل اس میں موجود نہ تھی اب مجھے سخت پریشانی لاحق ہوگئی اوریجنل (Original) کاغذات پہلے ہی گم ہو چکے ہیں اور اب ڈپلیکیٹ فائل بھی نکال لی گئی ہے۔ چاروناچار میں نے اس معاملہ کی رپورٹ نئے مینجر کے پاس کردی جو کہ چارج لے رہا تھا۔ اس نے چیئرمین صاحب کے پاس فوراً ٹیلیفون پر رپورٹ کردی اس رپورٹ پر مجھے معہ نئے اور پرانے مینجر کے لاہور طلب کیا گیا۔ وہیں میرے اور پرانے مینجر کے بیانات قلمبند کئے گئے اور چیئرمین صاحب نے میرے سامنے یہ حکم لکھ دیا کہ چونکہ یہ معاملہ (Temptation of Records) کا ہے اس واسطے پولیس کو تفتیش کے لئے دے دیا جائے۔ میں اس کے بارے میں ڈی آئی جی پولیس کو ٹیلیفون کر دیتا ہوں یہ حکم سن کر میں باہر آ گیا اور گاڑی میں بیٹھ کر راہوالی پہنچ گیا۔ مجھے پتہ تھا کہ اب صبح پولیس مجھے گرفتار کرلے گی میں بجائے گھر جانے کے سیدھا منشی غلام جیلانی صاحب مرحوم و مغفور جو کہ میرے مرشد و مربی کے پیر بھائی تھے۔ کی خدمت میں پہنچا اور کرب کی حالت میں تمام معاملہ بیان کردیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ تم میرے پاس کیا لینے آئے ہو اور غصے کی حالت میں میرے گال پر تھپڑ مار کر کہا فوراً گجرات شریف جاؤ اور قبلہ حضورؒ کی خدمت میں عرض پیش کرو میں وہاں سے گھر میں اطلاع دیئے بغیر گجرات شریف کی بس میں بیٹھ کر آستانہ عالیہ حاضر ہوگیا۔

جس وقت میں آستانہ عالیہ پر پہنچا تو اس وقت قبلہ عالم قدس سرہ اکیلے ہی بیٹھک میں تشریف فرما تھے اور کوئی خادم آپؒ کے پاس نہ تھا میں دست بوسی کے لئے جس وقت جھکا تو میرا جسم کانپ رہا تھا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپؒ نے کمال شفقت بھری نگاہ مجھ پر ڈالی اور دریافت فرمایا کہ کیا وجہ ہے؟ تم

رو رہے ہو میری ہچکی بندھ گئی اور میں نے عرض کی حضور میرا اس دنیا میں کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جو اس آڑے وقت میں میری کوئی مدد کر سکے اب غلام کو آپؒ ہی کا سہارا ہے۔ صبح میں گرفتار ہو جاؤں گا اور میرے بچے جو بالکل معصوم ہیں روتے پھریں گے۔ جب میں رو رو کر یہ عرض کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ غصے کی حالت میں آپؒ کا چہرہ مبارک نہایت سرخ ہو گیا آپؒ مصلے مبارک سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے مجھ سے دریافت فرمایا کیا سچے ہو؟ میں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضور میں بالکل سچا ہوں اور میری اس میں کوئی لغزش نہیں آپؒ نے بڑے غصے کی حالت میں ایک چکر بیٹھک شریف کا لگایا اور دوسرے چکر میں فرمایا "الطاف شاہ توں کی جھیا اے کہ دنیا وچ تیرا کوئی نئیں، میں تینوں راہوالی وچ "لگا" نہیں چھڈیا۔ اسی وقت راہوالی واپس جاؤ۔ اور سن تیرے دشمن انج اڑ جان گے جینویں ہنیری بدلاں نوں لے کے اڑ جاندی اے" جس وقت آپؒ انگشت شہادت سے اشارہ فرما رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ انگشت مبارک سے بجلی کی سی چمک نکل رہی تھی اور میرا خوف سے جسم کانپ رہا تھا۔ آپؒ نے دوسری دفعہ فرمایا کہ ابھی جاؤ میں نے دست بوسی کی، عاجزانہ سلام پیش کیا اور واپس چلا آیا۔ میں ایک عرصہ سے دیکھتا چلا آ رہا تھا کہ زائرین میں سے جو بھی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا آپؒ اس کو کھانا کھلائے بغیر جانے نہیں دیا کرتے تھے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ اس وقت میں متواتر دو دن سے بھوکا تھا۔ مگر مصلحتاً آپؒ نے مجھے اس دن کھانے کیلئے نہیں پوچھا جب میں راہوالی واپس گھر پہنچا تو میری بیوی نے کہا کہ نئے مینجر کا چپڑاسی آپ کو بلانے کے لئے دو دفعہ آ چکا ہے آپ کہاں گئے ہوئے تھے۔ میں یہ پیغام سن کر نئے جنرل مینجر کی کوٹھی پہنچا۔ جنرل مینجر صاحب اپنی کوٹھی سے باہر کھڑے تھے وہ شفقت بھرے انداز میں میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے مجھے کرسی پر بٹھایا اور چائے پلائی اور انہوں نے مجھے کہا کہ دیکھو الطاف شاہ تم ایک درویش صفت آدمی ہو اور سادات گھرانے سے تعلق رکھتے ہو تم مجھے سچ سچ بتاؤ کہ کیا واقعہ ہے؟ اس میں تمہارا کتنا قصور ہے؟

میں نے کہا کہ جو کچھ لاہور بیان دے چکا ہوں وہ حرف بہ حرف درست ہے۔ اس نے بڑے جوش میں کہا کہ آج کے بعد تم میرے منہ بولے بیٹے ہو اور مجھے اپنا شفیق باپ سمجھنا۔ تم گھر جاؤ کھانا کھا کر آرام کی نیند سو جاؤ۔ صبح ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ میں گھر واپس آ گیا صبح کے ٹائم پولیس آئی نہ مجھے کسی نے بیانات کے لئے طلب کیا اور نہ ہی حاضری کے لئے۔ پولیس آئی اور واپس چلی گئی دوسرے دن چند افسران سے زبردستی استعفیٰ لیا گیا اور میں عاجز مسکین عرصہ بائیس سال سے تادم تحریر حضورؒ کی دعاؤں سے اسی فیکٹری میں تعینات ہوں اور ترقی دے کر سٹور آفیسر کر دیا گیا ہوں۔

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ نگاہ کی تیغ بازی وہ سپاہ کی تیغ بازی

دعا اور دوا

طالب علمی کے زمانے میں مجھے (اکبر علی مجددی) استرخا کی تکلیف ہو گئی تھی اور گو ظاہری صحت ہو چکی تھی لیکن قوت مردمی بالکل ندارد۔ چنانچہ بندہ نے آپؒ کی شفقت کی وجہ سے عرض کیا تو آپؒ اس زمانے میں مجھے شاہدولہ صاحبؒ لے گئے اور وہاں ایک صوفی مولا بخش صاحب سے کہا کہ اس لڑکے کو آپ پہچانتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں۔ آپؒ نے ان سے فرمایا کہ اس کو دوائی دیں۔ وہ حکمت کا کام جانتے تھے اور وہ حضرت قاضی صاحبؒ اعوان شریف کے خلفاء میں نہایت مقبول بزرگ تھے۔ اور آپؒ کے قصبہ مجیٹھہ کے رہنے والے تھے فرمانے لگے کہ اس کا علاج تو آپؒ اندر روضے شریف میں کروا آئے ہیں۔ لیکن آپؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ دوا بھی دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ صبح کو آ جانا۔ صبح وہ درگاہ شاہدولہ صاحبؒ کی مسجد کے بغل میں ایک چھوٹے سے حجرے میں رونق افروز تھے ایک دوائی دی اور فرمانے لگے دوائی حلق میں جاتی ہے تو وہ خداوند کریم سے پوچھتی ہے کہ تاثیر جو آپ نے دی ہے دینی ہے یا اس کے برعکس۔ تمہیں دوائی حکماً دے رہا ہوں ورنہ تمہارا علاج ہو چکا ہے۔ دوائی کا پہلا وزن کھایا اور جو کمزوری وغیرہ تھی وہ سب رفع ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس کے

بعد ساری عمر مجھے جریان تک کی بھی یا خواب میں احتلام کی شکایت کبھی نہیں ہوئی۔ اللہ کے فضل اور حضورؒ کی دعا و برکت سے بندہ کو کثیر اولاد عطا ہوئی۔ میں نے اپنی عمر کے طویل عرصہ میں لاتعداد کرامات آپؒ کی دیکھیں۔

لَا تَقْنَطُوْا......

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے اعزاء میں سے ایک صاحب قلعہ پچھمن سنگھ لاہور کے رہنے والے تھے۔ اِن کی صغر سن بیٹی انتہائی لاغر ہو گئی۔ کمزوری اور دبلا پن کا یہ عالم تھا۔ کہ جسم نے ڈراؤنی شکل اختیار کر لی تھی۔ دیکھنے والا خوف کھاتا تھا۔ ہر وقت اُسے ڈھانپے رکھتے تھے۔ جب کبھی کپڑا اُٹھاتے تو موت وحیات کی کشمکش میں پاتے۔ صرف رمقِ حیات باقی تھی۔ اِن دنوں سخت سیلاب آیا۔ اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ رشتہ حیات ٹوٹنے پر اِسے کیسے محفوظ کریں گے حضورؒ کے ایک محبّ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بچی کے والد سے کہا کہ اگر آپ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ تو فوراً دو لفافے لیں۔ بچی کی صورت حال اُور جوابی لفافہ دوسرے لفافے میں بند کر کے حضورؒ کی خدمت میں ارسال کر دیں۔ اگر چہ بعض نے کہا کہ نوشتہ تقدیر کو کون موڑ سکتا ہے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ لفافہ جونہی آپؒ نے پڑھا اُسی وقت ایک دھاگہ دم کر کے جوابی لفافہ میں بند کر کے واپس بھیج دیا۔ لفافہ مریضہ بچی کے والد کو ملا۔ کھولا اور حسب ہدایت دھاگہ زندگی کے آخری لمحات کو چھونے والی بچی کے گلے میں ڈالا۔ اور پھر کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ نہایت مایوسی کے عالم میں جب دوبارہ چہرے سے کپڑا اُٹھایا تو یہ دیکھ کر سبھی کی حیرت کی حد نہ رہی کہ بچی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جیسے اُس نے زندگی کو دوبارہ پا لیا۔ حکیم مطلق نے ''لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ''[1] کی ایسی جلوہ گری فرمائی کہ چند دنوں میں بچی بالکل صحت مند تھی۔ جوان ہوئی شادی ہوئی۔ اب وہ اپنے خاوند اور عیال کے ساتھ دیارِ عرب میں خوشحال ہے۔

---

[1] الزمر۔ ۵۳۔ ترجمہ:۔ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔

وَالْاَمْرُ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ [1]

شفاء

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی ارادتمند ایک بہن جمیلہ ہیں جن کے خاوند بھی حضورؒ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ یہ بہن جی سخت بیمار ہوئیں۔ حتی المقدور علاج معالجہ کی کوشش کی گئی مگر صحت یابی بلکہ آفاقہ کی صورت بھی پیدا نہ ہوئی۔ سخت لاچاری کے عالم میں رات کو اچانک آنکھ لگی اور حضورؒ نے زیارت سے مشرف فرمایا۔ تسلی ودلاسا کے علاوہ ایک دوا بھی عطا فرمائی۔ بہن جی نے حالت خواب ہی میں یہ دوا استعمال کی اور جونہی آنکھ کھلی تو پہلے سے اپنے آپ کو کافی صحت یاب پایا۔

پیر و مرید کا ایک روحانی تعلق ہے جو عالمِ اسباب سے بالاتر ہے۔ زمان ومکان کی قیود حائل نہیں ہوتیں۔ فاصلے سمٹ کر وقت کو پھلانگتے ہیں اگرچہ تقرب بشری (صحبت) سونے پر سہاگہ ہے۔ صحابیت، صحبت ہی کا ثمرہ ہے۔ جس کی گرد کو بھی کوئی روحانی منصب نہیں پہنچ سکتا۔

ع۔ صحبت شاں خاک را اکسیر کرد

مگر یہ درویش کا فیضانِ عام ہے جو طالب کی جسمانی اور روحانی آبیاری (پرورش) فرماتا رہتا ہے۔

ھُوَالرَّزَّاقُ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے متوسلین میں سے ایک صاحب گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور وہیں بلدیہ میں ملازم تھے ملازمت کا عرصہ مکمل ہونے پر ریٹائرمنٹ کے احکام جاری ہوئے۔ اب اس سوچ میں تھے کہ کونسا روزگار اختیار کیا جائے۔ مگر ہر تجویز دسترس سے بالاتر تھی۔ سخت پریشان ہو کر حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی صورت حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا "فکر نہ کریں

---

[1] ترجمہ:۔ پورا معاملہ خداوند تعالیٰ سبحانہ کے حوالے ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ہ"ا یہ ارشاد فرمایا اور رخصت کر دیا۔ گھر پہنچے اہل خانہ نے حضورؒ کی ملاقات کے بارے میں پوچھا تو آیت مذکورہ پڑھ کر سنادی۔ ان صاحب کی اہلیہ بھی حضورؒ کی ارادتمند تھیں۔ سن کر کہنے لگیں مبارک ہو حضورؒ نے ہمیں رزق کی بشارت دی ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے یہ مرید اگلے دن جب کاغذات اور حسابات کے لین دین کے سلسلے میں دفتر پہنچے تو ملازمت کی توسیع کے احکام جاری ہو چکے تھے اس طرح ملازمت کا تسلسل جاری رہا یہ عرصہ توسیع جب پورا ہو چکا تو پھر پریشان ہو کر حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضورؒ نے پھر وہی آیۃ شریفہ هُوَ الرَّزَّاقُ...... ارشاد فرمائی اور رخصت کر دیا اب کے بھی پہلے کی طرح ملازمت بحال رہی یہ عرصہ توسیع بھی ختم ہوا تو پھر حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؒ نے فرمایا "اللہ پاک رازقِ مطلق ہے ان شاء اللہ وہ کوئی اور رزق کے عطا کی صورت پیدا فرمادے گا چنانچہ چند دن بعد ہی میں ان کے روزگار کی بہتر صورت نکل آئی۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ہ ۲

مرداں ہتھ مہار......

بھائی عزیز الدین صاحب کا کاروبار بڑا وسیع تھا اور یہ بھی حضورؒ کی نگاہِ کرم ہی کا نتیجہ تھا۔ ایک دفعہ جبکہ بھائی صاحب سنگر سیونگ مشین کمپنی میں ملازم تھے وہاں مینجر کی جگہ خالی ہوئی۔ جس کی تنخواہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ آپؒ سے عرض کیا حضور دعا فرمائیں کہ مینجر کی جگہ پر تقرری ہو جائے۔ یہ سن کر آپؒ خاموش رہے۔ موقعہ پا کر پھر عرض کیا لیکن آپؒ نے سکوت ہی اختیار فرمایا۔ بھائی صاحب کا کہنا ہے چونکہ میں اس پوسٹ کا بہت ہی زیادہ خواہش مند تھا۔ تیسری بار بھی کہے بغیر نہ رہ سکا۔ اب آپؒ نے فرمایا "میں تیرے لئے یہ دعا نہیں کرتا" اس پر میری تمام

ا الذریٰت ۔۵۸۔ ترجمہ:۔ وہ بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔

۲ الذریٰت ۔۲۲ ترجمہ:۔ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

امیدوں پر پانی پھر گیا۔ حضورؒ نے کچھ توقف کے بعد فرمایا "میں تیرے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اتنی اتنی تنخواہ والے تیرے ملازم ہوں"۔[۱] بھائی صاحب کہتے ہیں کہ اس وقت اس دعا کی مجھے سمجھ نہ آئی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ہی دعا کا ظہور ہونا شروع ہوگیا ہوتے ہوتے ایک کارخانہ کا سلسلہ شروع ہوا اور واقعی اتنی بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ تنخواہ والے ان کے ملازم ہوئے پھر ایک ایسا دور آیا کاروبار روبہ تنزل ہوا۔ جس کی بحالی کیلئے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔

بھائی عزیز الدین صاحب نے ایک عامل کو بلایا۔ یہ عامل شخص ایک نیک آدمی تھے شب بیداری ان کا معمول تھا مجاہدہ اور ریاضت کی زندگی بسر کرتے تھے ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک تعویذ دیتے اور کہتے یہ سرہانے رکھ کر سو جاؤ۔ معاملات کی پیچیدگی آپ پر واضح ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک ہم راز حافظ صاحب جو نابینا تھے۔ انہیں کہا گیا یہ تعویذ آپ آج رات اپنے سرہانے کے نیچے رکھ کر سو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آدھی رات کے قریب وہ بڑبڑا کر اٹھے اور اپنا سامان بغل میں دبائے ہوئے بھائی صاحب کے کمرے میں آئے۔ اور کہنے لگے میں نے تو یہاں نہیں رہنا۔ میں ابھی جاتا ہوں پوچھا آخر ہوا کیا۔ کہنے لگے حضور شاہ صاحب انبالویؒ کی زیارت ہوئی ہے اور آپؒ نے بڑے جوش سے فرمایا ہے۔ "حافظا! تو ساڈے معاملات وچ دخل دیناایں۔ ایسے ویلے نکل جا" حافظ صاحب اس قدر گھبرائے کہ کہنے لگے میرے لئے تو یہاں ایک لمحہ بھی ٹھہرنا دشوار ہے۔ چنانچہ اسی وقت ان کو بھیجنے کا انتظام کر کے بھیج دیا گیا۔ اگلی رات وہی تعویذ بھائی عزیز الدین صاحب نے اپنے سرہانے کے نیچے رکھا۔ آدھی رات کے قریب ان کی اہلیہ اٹھیں اور گھبرائی ہوئی ان کے کمرے میں آئیں۔ اور ان کو جگایا اور پوچھا کیا آپ نے اپنے سرہانے کوئی تعویذ رکھا ہوا ہے۔ یہ تمام معاملہ چونکہ

---

[۱] خطیب ابوالمجد حامد الحرانی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور غوثیت مآب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی جائے نماز بچھا کر آپ ہی کے نزدیک بیٹھ گیا، آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا، کہ تم امراء وسلاطین کی بساط پر بیٹھو گے، جب میں حران واپس آیا تو سلطان نورالدین الشہید نے مجھے اپنے پاس رہنے پر مجبور کیا، اور مجھے اپنا مصاحب بنا کر ناظم اوقاف کر دیا، اس وقت مجھے آپ کا قول یاد آیا۔

سوائے تین چار آدمیوں کے راز میں تھا۔ بھائی صاحب نے ٹال مٹول کی کوشش کی۔ ناراضگی کا بھی اظہار کیا۔ لیکن بہن جی کسی طور مانتی ہی نہیں تھیں۔ آخر پوچھا بات کیا ہے تو کہنے لگیں ''حضور سیدویؒ کی زیارت ہوئی ہے اور آپؒ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے'' ''نصیباں عزیز ہن تعویذ سرہانے رکھ کے دولت لین لگا اے۔ اینوں پچھ اگے کس نے دتی اے'' یہ سنتے ہی بھائی عزیز الدین صاحب نے سرہانے کے نیچے سے تعویذ نکالا اور اسی وقت عامل صاحب کے حوالے کیا۔ اور صبح خاطر تواضع کے بعد انہیں رخصت کیا۔

ماہرین اقتصادیات کے نزدیک بھائی عزیز الدین صاحب کے کاروبار کے انحطاط کی کچھ بھی وجوہات کیوں نہ ہوں۔ اسلام نے مومن کے لئے دین و دنیا کو الگ الگ مقام نہیں دیا۔ بلکہ مومن کی دنیا بھی حقیقت میں دین ہی ہے۔ بھائی صاحب کیلئے یہ ایک تربیتی پروگرام تھا۔ جو حضرات پاک کی نظر سے پوشیدہ نہیں تھا۔

ع۔ مرداں ہتھ مہار سجن دی

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے یہی متوسل ایک وقت تھا۔ دنیاوی کاروبار میں ملک بھر میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ کاروباری صورت حال انتہائی حوصلہ شکن ہوگئی دعا کے لئے حضورؒ سے عرض کیا حضرت صاحبزادہ صاحب کلاںؒ نے سفارشاً عرض کیا کہ اباجی دعا فرمائیں کہ فتح مکی ہو۔ آپؒ نے استفسار فرمایا ''کیا فتح مدنی ہو چکی ہے؟ صاحبزادہ صاحب سمجھ گئے کہ یہ تو ایک تربیتی پروگرام ہے۔

طلبِ صادق

ڈاکٹر محمد منور صدیقی صاحب موضع تلونڈی موسیٰ خان ضلع گوجرانولہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی شادی موضع کھوکھر تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ ان کے سسرال والے حضورؒ کے متوسلین میں سے ہیں۔ اولاد کے مسائل کے سلسلہ میں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند ملاقاتوں کے بعد سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ ان دنوں کامونکی ڈسپنسری میں انچارج تھے۔ کچھ عرصہ بعد گوجرانوالہ بلدیہ میں ہیلتھ آفیسر کی آسامی نکلی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس پوسٹ

کے لئے درخواست دے دی اور اپنے بڑے بھائی محمد اختر صاحب ''جن کا میڈیکل سٹور تھا'' کو ساتھ لے کر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ اس سلسلہ میں دونوں بھائی اکثر حاضر ہوا کرتے۔ چونکہ مقابلہ بڑا سخت تھا اور ڈاکٹر صاحب کا میرٹ کے لحاظ سے سو سے نیچے نمبر تھا۔ اس دوران میں ڈاکٹر منور صاحب نے اپنے بھائی محمد اختر صاحب کو کئی بار حضورؒ کی بیعت کے لئے بھی کہا۔ لیکن ہر بار وہ یہی جواب دیتے کہ ''جب تو ہیلتھ افسر لگ جائے گا۔ تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔'' آمد و رفت کے اسی سلسلہ میں ایک دفعہ دونوں بھائی میڈیکل سٹور پر تھے اور ان کے ایک دوست مرزا اعظم بیگ صاحب جو فوجی ریٹائرڈ تھے نے پوچھا آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں انہوں نے بتایا کہ گجرات میں ایک بزرگ ہیں ان کی ملاقات کے لئے جا رہے ہیں۔ فوجی ریٹائرڈ دوست کو بھی اپنی شادی شدہ لڑکی کا مسئلہ درپیش تھا۔ معاً خیال آیا کہ میں بھی کیوں نہ دعا کراؤں، کہنے لگے میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ دونوں بھائیوں نے کہا ضرور چلئے۔ مگر حضرت صاحبؒ کے ہاں آداب کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے کہنے لگے میں نے بڑے بزرگوں کے ہاں حاضری دی ہے ان پاک ہستیوں کے ادب و احترام کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

سردی کا موسم اور جمعہ کا دن تھا یہ تینوں صاحبان جمعہ کے وقت سے تھوڑی دیر پہلے گجرات شریف پہنچے۔ حضرت صاحبؒ اس وقت اندرونِ خانہ جمعہ کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپؒ کو ان کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ کھانا بھجوایا۔ تھوڑی دیر بعد معمول کے مطابق ارشاد فرمایا کہ سب صاحبان جمعہ کے لئے مسجد میں چلے جائیں۔ بیٹھک میں موجود تمام افراد مسجد میں چلے گئے۔ حضورؒ کی مسجد میں آمد تک ایک صاحب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جونہی حضورؒ تشریف لے جاتے وہ صاحب فوراً اُٹھ جاتے اور حضورؒ منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔ تھوڑی دیر بعد حضورؒ تشریف لے آئے اور کسی نے کہا حضورؒ آ گئے۔ سبھی لوگ آپؒ کی طرف دیکھنے لگے اور آپؒ جلدی سے منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ گوجرانوالہ سے آنے والے ڈاکٹر صاحبان کے ریٹائرڈ فوجی دوست بڑے غور سے آپؒ کی طرف دیکھنے لگے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی کوئی دیرینہ یاد تازہ ہوئی ہو۔ وہ ٹکٹکی لگا کر آپؒ کی طرف دیکھتے جا رہے تھے اور آنکھ جھپکنا بھی گوارا نہ تھا۔ خیر جمعہ کی نماز

ہوئی لوگوں نے باری باری سلام عرض کیا اور حضرت صاحب گھر تشریف لے آئے۔ بیرونِ شہر سے آنے والے، شہر اور گردونواح کے متوسلین بھی بیٹھک میں آ گئے۔ گوجرانوالہ سے آنے والے ریٹائرڈ فوجی نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے بڑے جذبہ سے کہا۔ کہ ''اج جتھے تساں مینوں لیا سٹیا اے ناں میں اتھے اک ناں اک گل کر کے جاوانگا'' ڈاکٹر صاحب اور ان کے بھائی پریشان ہوئے کہ کہیں یہ شخص کوئی گستاخی نہ کرے۔ اور ہمارا آنا جانا بھی موقوف ہو۔ جو پوچھا کیا بات ہے؟'' تو کہنے لگے یہ میں حضورؒ کے سامنے ہی بتاؤں گا'' اب یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ انہیں کیوں ساتھ لائے۔ بغیر ملے ہی چلے جائیں پھر کسی وقت حاضر ہو جائیں گے۔ اسی تردّد ہی میں تھے کہ حضورؒ اندر سے تشریف لائے۔ سردی کا موسم تھا دھوپ میں جانے کے لئے بیٹھک سے ملحقہ سیڑھوں سے اوپر جانے لگے تو بیٹھک سے سیڑھیوں کی طرف جو کھڑکی کھلتی ہے اس میں سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر صاحب کے منہ سے بیساختہ نکلا حضور ہم آ جائیں۔ آپؒ نے فرمایا'' آجاؤ'' خیال تھا کہ فوجی دوست کو یہاں ہی چھوڑ جاتے ہیں لیکن اس نے خود ہی کہہ دیا کہ حضور میں بھی آ جاؤں آپؒ نے فرمایا'' آپ بھی آجائیں'' چنانچہ یہ تینوں صاحبان بیٹھک کی چھت پر چلے گئے۔ حضورؒ چارپائی پر اور یہ صاحبان قریب ہی صف پر بیٹھ گئے۔

سب سے پہلے فوجی بھائی نے بات کی ابتدا یوں کی کہ حضور مجھے بیعت فرما لیجئے'' یہ وہی بات تھی جو انہوں نے بیٹھک میں بڑے جذبے سے کہی تھی۔'' اج جتھے تساں مینوں لیا سٹیا اے...''

حضور رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا'' یہ پہلی ملاقات ہے اور بیعت بڑا اہم اور نازک مسئلہ ہے۔ اس کے لئے خوب سوچ و بچار کی ضرورت ہے۔ اس معاملہ میں اتنی جلد بازی مناسب نہیں'' پھر وہ صاحب یوں گویا ہوئے'' حضور آج سے پینتالیس سال پہلے میں محکمہ فوج میں ملازم تھا مجھے مرشد کی تلاش تھی۔ میں نے ایک نیک شخص سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اس شخص نے مجھے درود شریف پڑھنے کی تلقین کی اور کہا ان شاء اللہ آپ کا مطلوب حاصل ہو جائے گا۔ میں نے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ ابھی چند دن ہی درود شریف پڑھا تھا کہ مجھے ایک خواب آیا جس میں مَیں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اجتماع ہے اچانک ایک شخص

بلند آواز سے کہتا ہے کہ سرکار دو عالم حضور پاک ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے تو سبھی نے بڑے ہی ادب واحترام سے زیارت کی۔

آپ ﷺ کا قد مبارک درمیانہ، سر پر پگڑی مبارک، گول کلہ پر باندھی ہوئی کالی لوئی کی بکل لگائے ہوئے۔ پلّہ لٹکا ہوا۔ تہبند زیب تن۔ بالکل ایسے ہی جیسے آپؒ کا لباس مبارک اور قد مبارک ہے۔ دل میں خیال آیا کہ حضور پاک ﷺ تو عربی ہیں۔ لیکن لباس مبارک پنجابی انداز کا ہے۔ اتنے میں آنکھ کھلی اور گہری سوچ و بچار میں ڈوب گیا۔ صبح ہوئی تو اسی نیک آدمی کے پاس جس نے درود شریف تلقین کیا تھا اس سے رات کا خواب بیان کیا اور ساتھ ہی اپنا خیال ظاہر کیا اس نے کہا یہ شخصیت آپ کی پیر ہے۔ چونکہ مرشد حضور پاک ﷺ کا نائب ہوتا ہے۔ اس لئے کہا گیا تھا کہ حضور پاک ﷺ تشریف لا رہے ہیں یہ پنجابی انداز کا لباس جو آپ نے دیکھا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے مرشد پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ ان کی تلاش کرو۔ چنانچہ پینتالیس سال سے حضور تلاش کرتا آ رہا ہوں کوئی گدی، درگاہ نہیں چھوڑی جہاں نہ گیا ہوں۔ اس کے علاوہ جہاں کہیں کسی درویش کی خبر ملتی ہے جا پہنچتا ہوں۔ یہ اللہ پاک کا احسانِ عظیم ہے کہ آج اس خواب کو ان آنکھوں سے ہو بہو دیکھ رہا ہوں۔ حضور! میں تو آپؒ کو پینتالیس سال سے تلاش کر رہا ہوں یہ سن کر آپؒ مسکرائے اور فرمایا وضو ہے عرض کی حضور میں باوضو ہوں۔ آپؒ نے بیعت فرمایا۔ ابھی اس بھائی نے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ہاتھ مبارک چھوڑے ہی تھے کہ ڈاکٹر منور صاحب کے بھائی محمد اختر صاحب نے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے۔ اور عرض کیا حضور مجھے بھی بیعت فرمالیں۔ آپؒ نے وہ ہیلتھ افسری والی شرط یاد دلائی۔ کہ ''تہاڈی اجے او گل پوری نئیں ہوئی'' اختر صاحب نے عرض کیا حضور میرے اس بھائی کی پینتالیس سال کی بات پوری ہوگئی تو میری بھی پوری ہوگئی چنانچہ حضورؒ نے انہیں بھی بیعت فرمالیا۔ حضورؒ کی بیعت کے لئے لِلّٰہیت کی خالص طلب کا ہونا ضروری تھا۔ بعض طالب کئی کئی سال حاضر ہوتے رہتے لیکن اس وقت تک بیعت نہ فرماتے جب تک طلبِ صادق پیدا نہ ہوتی۔

ڈاکٹر منور صاحبؒ کو گوجرانوالہ میں ہیلتھ افسر کی پوسٹ کے سلسلے میں سخت رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے دونوں بھائی بار بار حاضر خدمت ہوتے

چنانچہ کچھ عرصہ بعد آپؒ نے فرمایا ''وہ کرسی (ہیلتھ آفیسری گوجرانوالہ کی پوسٹ) تمہارے ہی لئے ہے۔'' تھوڑے عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب کی گوجرانوالہ میں بطور ہیلتھ افسر تقرری ہوگئی۔ اور ریٹائرمنٹ تک وہیں ہیلتھ افسر رہے۔

ما دروں را بنگریم و حال را ما بروں را ننگریم و قال را

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

توجہ

بھائی ثناء اللہ صاحب گل سیٹلائیٹ ٹاؤن گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں۔ ملازمت کے سلسلہ میں راولپنڈی گئے اور وہاں E.M.E-502 ورکشاپ میں ملازم ہو گئے سردی کے موسم میں بھی اوقات کار ایسے تھے کہ صبح سویرے سات بجے دفتر جانا پڑتا اس موسم میں یہ بہت مشکل نظر آتا تھا۔ خیال آیا کہ حضرت صاحب کے پاس جا کر عرض کرتا ہوں کہ یا تو مجھے گجرات شریف بلالیں یا گوجرانوالہ گھر بھیج دیں ایک ہفتہ ہی گزرا ہوگا کہ گھر سے والد صاحب کا خط آیا کہ یہاں گوجرانوالہ آکر انٹرویو دو۔ چنانچہ گوجرانوالہ انٹرویو دیا اور ایک ماہ میں بینک میں ملازمت مل گئی۔ ع۔ بر کریماں کار ہا دشوار نیست

عفوو در گذر

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے قصبہ مجیٹھہ میں جان محمد عرف جانا پہلوان ایک شیر فروش شخص تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھی اور پہلوانی طاقت میں مخمور رہتا ان دنوں حضور کے ایک صاحبزادہ صاحب کسی مغلوب الحال کیفیت میں رہتے تھے۔ ان کا اور جان محمد عرف جانے تیلی کا کسی وجہ سے جھگڑا ہوا اور ہاتھا پائی اور ''ہورامکا'' تک نوبت پہنچی پہلوان کو اپنی پہلوانی پر بڑا ناز تھا اور اس کے دماغ میں طاقت کا زعم تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے پانچ چھ مکوں سے اُسے ساکن کر دیا۔ حضرت صاحبؒ کو جب اُن کی لڑائی کا پتہ چلا تو آپؒ نے جانے تیلی کو سمجھایا کہ یہ اس حال میں تھا تُو ہی عقل کرتا۔ تیلی نے حضرت صاحبؒ سے گستاخانہ گفتگو کی اس بے ادبی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جانا تیلی ایسا بیمار ہوا اور جسم اتنا لاغر ہوا

کہ صرف مونچھیں ہی مونچھیں رہ گئیں۔ بالآخر اُس کی والدہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عجز و انکساری سے معافی کی خواہاں ہوئی۔ حضرت صاحبؒ نے اس کو پانی پر دم کر کے دیا فرمایا تین وقت صبح، دوپہر، شام پلاؤ۔ آخر آپؒ کے عفوودرگزر فرمانے کی برکت سے صحت یاب ہوا۔ اور شرافتِ دینی سے نوازا گیا۔

''ذکرِ خیر'' میں ''نقل ہے کہ جس مکان میں اب مائی صاحبہ رہتی ہیں۔ اس کے پاس والے مکان کی چھت پر ایک شخص کھڑا تھا جو بڑا پہلوان تھا اور اس کے چھت پر چڑھنے سے بے پردگی ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا، بھائی شریعت کا حکم ہے کہ اس طرح چھت پر نہیں چڑھا کرتے۔ اس نے نہ مانا اور کہا کہ میں تو ہمیشہ چڑھا کروں گا۔ حضور نے پھر اسے روکا مگر وہ نہ مانا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ او ہم تجھ کو شریعت کا مسئلہ بتاتے ہیں اس طرح چھت پر نہ چڑھا کر۔ اس نے کہا آپ کی شریعت دیکھی ہوئی ہے۔ فرمایا ''ہیں''! (اتنا فرماتے ہی نہ معلوم کس ذریعے سے) حضور لاٹھی ہاتھ میں لئے ہوئے چھت پر نظر آئے اور مار مار کر اسے بے ہوش کر دیا۔ دوسرے روز وہ خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری لاٹھی نے تجھے ایمان تو دے دیا یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ سوائے شقیِ ازلی کے اور جس کسی کو آپ مارتے اس کو ایمان نصیب ہو جاتا اور صفائی باطن تو نقد ہاتھ آ جاتی۔

اس شخص کو حضور نے نام خدا تعلیم کیا۔ چنانچہ پھر ایسا مشغول ہوا کہ کبھی پہلوانی کا نام تک بھی نہیں لیا اور تمام کاموں سے منہ پھیر کر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتا آخر اسی میں وصال ہوا۔

تقرری

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے شاگرد ملک محمد رفیع ایڈووکیٹ کے بیٹے بیان کرتے ہے ''کہ میں جزیرہ منوڑا کراچی میں تعلیم و تربیت عملہ میں مصروف تھا کہ ایک ماہ تعطیل پر گھر گجرات آیا ایک دن والد صاحب نے کہا میں حضرت مولانا سیّد محمد حبیب اللہ صاحبؒ کو ملنے جا رہا ہوں تم بھی چلو گے؟ چنانچہ ہم حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔ میں پاؤں دباتا رہا

حضرت نے میرا نام لے کر استفسار فرمایا ''کہاں ہو؟'' میں نے گزارش کی کہ بحریہ میں کراچی تعینات ہوں۔ لیکن میں ایسے کام میں لگنا چاہتا ہوں جہاں مسلمانانِ پاکستان کی خدمت ہو سکے جس کے لئے جناب والا کی دعا کی ضرورت ہے اس پر حضورؒ نے لیٹے لیٹے دعا فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ تم ایسے عہدہ ہی پر لگا دیئے جاؤ گے۔ تعطیلات کے اختتام پر جب میں کراچی واپس پہنچا تو چند ایام کے بعد جب میں فوجیوں کو مشق کرا رہا تھا تو این ایچ کیو (N.H.Q) ہیڈ کوارٹر بحریہ کا ایک افسر مجھے وہاں نزدیک ہی دکھائی دیا۔ گیمز کے ٹائم اَپ ہونے کا بگل بجا تو میں فارغ ہو کر اس افسر کے قریب گیا اور اس کے مشروب کا اہتمام کیا تو اس نے مجھے آہستہ سے بتایا کہ تمہارا نام بھی بحریہ کی بھرتی بمقام پشاور چن لیا گیا ہے میں نے جواب دیا کہ میرا تو کوئی سفارشی ہے نہ ہی مجھے علم ہے یہ آپ میرا دل رکھنے کے لئے تو نہیں کہہ رہے؟ اس نے کہا نہیں بھائی میں غلط نہیں بتا رہا۔ حالانکہ بعد میں پتہ چلا کہ وہ پورا سچ نہیں بتا رہا تھا۔ پاکستان میں سب سے بڑا مرکز بھرتی برائے بحریہ لاہور میں تھا۔ اور پشاور ایک چھوٹا سنٹر تھا یہ وہ اس لئے بتا رہا تھا کہ اگر راز قبل از وقت افشاء ہو جائے تو اس پر کوئی ردعمل نہ ہونے پائے۔ کیونکہ پشاور کی تعیناتی کی خبر تو درست تھی ہی نہیں۔

بہر حال لاہور مرکز کی تعیناتی کے لئے بڑی بڑی سفارشات اور کیا کچھ لوگ کرتے تھے مجھے پتا چل گیا کہ حضرت بزرگوارم کی دعا کی قبولیت میرے کراچی ڈیوٹی پر پہنچنے سے ماقبل ہو چکی تھی چنانچہ ہیڈ کوارٹر بحریہ کے بھرتی کے بڑے کمانڈر صاحب کا تار پہنچا کہ تم فوراً یہاں پیش ہو جاؤ۔ میں وہاں پہنچا تو کمانڈر صاحب نے مجھے کہا جو افسران بھرتی کے لئے جاتے ہیں وہ پورے پورے بلوغِ فہم و ادراک کا ثبوت نہیں دے پاتے۔ تمہیں اس لئے چنا ہے کہ تم بہترین کوالٹی کا کام کر سکو گے۔ پس تم ہفتہ بھر میں یہاں کا چارج اور کوٹھی محکمہ کو دے کر لاہور کا چارج لے لو۔ چنانچہ میں لاہور پہنچا جہاں بھرتی کا عملہ میرے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھا۔ میں نے ان کو بتایا کہ مجھے سب سے پہلے

حضرت داتا گنج بخشؒ حاضری دعاوفاتحہ کے لئے جانا ہے وہ بھی تیار ہوگئے۔ میں نے قرآن پاک کی تلاوت کر کے داتا صاحبؒ کے پیش کی اور دعا کی کہ داتا صاحبؒ مجھے لاہور میں اسی پوسٹ پر لگایا گیا ہے جو بحریہ کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ اللہ پاک کرے میں اس عظیم ذمہ داری سے آپؒ اور بزرگوارم جناب استادِ گرامی حضرت مولانا سیّد محمد حبیب اللہ شاہ صاحبؒ کی خاص دعاؤں سے عہدہ برآ ہوسکوں۔ ہر غلط سوچ سے اللہ پاک مجھے بچائے رکھے۔ اور پاکستان کی بہترین خدمت کی مجھے توفیق عطا ہو۔ چنانچہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی دعا وبرکت سے میں دورانِ ملازمت اس ذمہ داری سے کماحقہ عہدہ برآ ہوتا رہا۔

حراست میں حضوری

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے آبائی گاؤں کے نمبردار بھائی تاج دین صاحب تھے ہجرت کے بعد موضع رسیانہ تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہاں بھی نمبرداری کی ذمہ داریاں انہیں سونپی گئیں۔ لین دین اور سرکاری معاملہ جات کو بڑی ذمہ داری سے جمع کرواتے رہے۔ مگر محکمہ کے بدطینت لوگوں نے حساب میں ایسی بددیانتی کی کہ ۳۵ ہزار روپے کی خطیر رقم ان کے ذمہ نکال دی۔ جس کا قومی خزانے میں فوری جمع کرانا ضروری تھا۔ بھائی صاحب حضور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا حضورؒ نے دعا فرمائی کہ معاملہ عدل وانصاف کے مطابق سرانجام ہو۔ انہی دنوں بھائی تاج دین صاحب نے خواب میں دیکھا "کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کے سامنے لاتعداد فائلیں پڑی ہوئی ہیں۔ بھائی تاج دین صاحب کا کیس بھی آپؒ کے سامنے ہے۔ آپؒ حساب کے ایک ایک کاغذ کو دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ بھی ادا ہو چکا، یہ بھی ادا ہو چکا، صرف پانچ ہزار باقی ہے۔"

بھائی تاج دین صاحب واپس گھر پہنچے تو سرکاری اہل کاروں نے اس کیس کو پہلے سے بھی سنگین کر رکھا تھا۔ اس زمانہ میں پینتیس ہزار کی رقم ادا کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ محکمہ مالیات کے نزدیک یہ بہت بڑا غبن تھا۔ جس کی عدم ادائیگی

کی صورت میں سزائے قید تھی۔ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ خود کو محکمہ کے حوالے کیا۔ جنہوں نے قید کی کوٹھڑی میں بند کردیا۔ بھائی صاحب سترہ روز حراست میں رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ سولہ روز حضورؒ ساری ساری رات میرے پاس رہے۔ سترھویں رات آپؒ تشریف نہ لائے جس سے میں سمجھ گیا کہ آج میں ضرور بری کردیا جاؤں گا۔ اسی دوران میں محکمہ نے حساب کی مکمل تحقیق کرلی۔ تو نتیجہ یہی نکلا کہ واقعی پانچ ہزار کی ادائیگی باقی ہے جس پر سزائے قید کا کوئی جواز نہیں چنانچہ بھائی تاج دین صاحب کو بری کردیا گیا اور حضور نے وہ رقم خود ادا کروادی۔

دستگیری

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے مریدین میں سے ایک بھائی محمد شریف صاحب موضع کالرہ خاصہ نزد شہر گجرات کے رہنے والے ہیں۔ ان کے والد صاحب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ سے بیعت تھے اور ہمارے حضورؒ سے ایک عرصہ سے لِلّٰہیت کے مراسم استوار تھے۔ والد صاحب کے ایماء پر ہی حضورؒ نے انہیں سلسلہ عالیہ میں داخل کیا۔ حضورؒ کی دستگیری کا یوں ذکر کرتے ہیں.

ایک زمانہ تھا جبکہ میں خشت سازی (بھٹہ) کا کاروبار کیا کرتا تھا۔ اسی سلسلہ میں کوئلہ لانے کے لئے مجھے کوئٹہ جانا پڑا۔ سفر کے دوران ہی میں دوسرا مارشل لاء نافذ ہوگیا۔ میرے پاس ریوالور بلا لائسنس تھا۔ میں نے جاتے ہی ایک تھانہ میں جمع کروادیا۔ واپسی پر تھانے سے ریوالور لیا تاکہ اپنے علاقہ کے قریبی تھانہ میں جمع کرادوں گا۔ مارشل لاء احکام کے مطابق اسلحہ جمع کرانے کی آخری تاریخ اسی دن رات ۱۲ بجے تک تھی۔ میں سیدھا اپنے کاروبار کی جگہ پر پہنچا۔ اور اگلے دن قریبی تھانہ سمبڑیال میں جمع کرانے کے لئے گیا۔ تھانہ والوں نے کہا اب اسلحہ جمع کرانے کا وقت گزر چکا ہے محرر تھانہ نے میرا چالان کر دیا۔ مارشل لاء کے ضابطہ کی خلاف ورزی کے تحت مقدمہ درج ہوا۔ رات تھانہ میں گزری۔ صبح عدالت میں پیش ہُوا اور جیل بھیج دیا گیا۔ جیل میں دو اور معزز سفید پوش آدمی بھی تھے۔ تینوں کو چکی بند کردیا گیا (بدترین سزا)۔ مچھروں کی اس

قدر بہتات تھی کہ ایک لمحہ کے لئے چین سے بیٹھنا مشکل تھا۔ گندے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے کمبل بھلا نیند کس کو آئے، ایسا ہولناک منظر کہ جب آئندہ (آخرت) کے متعلق سوچتے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ گویا دنیا میں ایک دوزخ کا نمونہ۔ سخت پریشانی کے عالم میں تھا کہ پچھلی رات بیٹھے بیٹھے اونگھ آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں گھبرا کیوں گئے ہو۔ گھبرانا نہیں۔ قدم بوس ہوا۔ آپؒ نے میری پشت (پیٹھ) پر ہاتھ پھیرا۔ اچانک آنکھ کھل گئی۔ وہ منظر یاد آیا اٹھا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگا۔ جو کچھ اذکار زبانی یاد تھے پڑھتا رہا مجھے درود شریف پڑھنے کا خاص حکم تھا زیادہ وقت درود شریف ہی پر رطب اللسان رہا۔ میرا چھوٹا بھائی بی اے تھا اور میرے ساتھ بھٹہ پر کام کرتا تھا جب اس نے سنا تو وہ تھانے آیا اور ایک مقامی باا ثر آدمی کو ساتھ لایا۔ دونوں نے بھاگ دوڑ شروع کر دی ایس۔ پی۔ کو ملے۔ اس نے کہا مارشل لاء کا دور ہے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ ڈی۔ سی (ڈپٹی کمشنر) صاحب کو ملے انہوں نے بھی معذوری ظاہر کی۔

سیالکوٹ کے مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جنرل نیازی تھے ان سے ملاقات کی انہوں نے کہا پولیس رپورٹ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ مقامی پولیس نے میری رپورٹ بھیجی کہ یہ ایک شریف آدمی ہے جنرل نیازی صاحب کے پاس رپورٹ پہنچی۔ تو انہوں نے فوراً باعزت رہائی کا حکم جاری کر دیا۔

اگرچہ ہر نئی حکومت اپنے ابتدائی دور میں عوام پر اپنا رعب وداب جمانے کے لئے جائز مراعات کی بھی گنجائش نہیں دیتی۔ تو پھر مارشل لاء جس کا مطلب ہی (Lawlessness) ہے جو کسی قانون کی پابند نہیں۔ شیخ سعدیؒ ایک حکایت بیان کرتے ہیں "بادشاہ اونٹوں کو بگار میں پکڑ رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں ایک لومڑی بھاگی جا رہی تھی لوگوں نے پوچھا اے سفیہہ (نادان) تو کیوں بھاگی جا رہی ہے۔ کہنے لگی۔ بادشاہ کے عامل کہیں یہ نہ سمجھ لیں" کہ ایں ہم بچہ شتر است (کہ یہ بھی اونٹ کا بچہ ہے) ایسی افراتفری میں کسی رعایت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہ محض حضورؒ کا تصرف

تھا۔ جیل کے قانون (Schedule) کے مطابق قیدیوں کو چار بجے بعد دوپہر فارغ (رہا) کیا جاتا تھا۔ میرے ملاقاتی بھی چار بجے کے انتظار میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے مگر جونہی ایک بجے رہائی کا حکم پہنچا سپرنٹنڈنٹ جیل نے خصوصی احکام سے مجھے اُسی وقت رہا کر دیا۔ حضورؒ کا ارشاد گرامی ''گھبراؤ نہیں'' یوں نافذ العمل ہوا۔

ے نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِهِ الْاَطْهَرِ ۔[1]

بندوق کی بازیابی

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو ملک میں ہر طرف افرتفری مچ گئی ان دنوں حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے موضع مانگٹ کے آہنگر متوسلین کے ہاں ایک تھانیدار نماز پڑھنے کے لئے آیا۔ کیونکہ بابا کرم دین صاحب (حضور کے ایک متوسل) نے اپنی دکان میں نماز پڑھنے کیلئے ایک ''تھڑا'' بنا رکھا تھا۔ گاؤں کے چوکیدار نے تھانیدار سے کہا کہ ہمارا مستری بندوق بنا سکتا ہے۔ تھانیدار نے کہا اجازت ہے بنا کر دکھائے ہم لائسنس دیں گے۔ بندوق تیار ہوئی اور ساتھ ہی تھانیدار مذکور کی تبدیلی بھی ہوگئی۔ گاؤں کے ایک ڈیرے پر کوئی واردات ہوئی پولیس کاروائی کے ضمن میں بندوق کی شکایت پر یہ آہنگر کنبہ بھی پولیس کی کھینچا تانی کا شکار ہوا۔ نئے تھانیدار نے پوچھا بندوق کس کی اجازت سے بنائی۔ ان لوگوں نے کہا تھانیدار مرید مہدی شاہ کی اجازت سے۔ اس نے کہا پھر اس کی تصدیق لاؤ۔ ان کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہیں تھا۔ لہٰذا اس لوہار کنبہ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بندوق تھانیدار نے اپنے پاس رکھ لی۔ اور ایک شخص کی

---

[1] اور اللہ سبحانہ تمام حقائق امور کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو سید البشر ﷺ اور آپ ﷺ کی آلِ اطہر پر۔

ضمانت سے انہیں گھر بھیج دیا۔ اچانک انہیں دنوں میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ موضع مانگٹ تشریف لے گئے۔ تمام افرادِ خانہ بہت خوش ہوئے۔ حضورؒ نے ان لوگوں کا حال دیکھ کر فرمایا ''کیا وجہ ہے تمہارے چہرے اُترے ہیں۔ انہوں نے بندوق والا معاملہ عرض کیا۔ آپؒ نے تسلی دلاسا دیتے ہوئے مسکرا کر فرمایا ''اچھا بندوق دکھاؤ'' عرض کیا ''وہ بندوق تھانیدار کے پاس ہے'' آپؒ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا ''اساں ویکھنی تے آہی اچھا خیر!'' (ہم نے بھی دیکھنی تھی) ابھی دس منٹ ہی گزرے ہوں گے۔ کہ تھانیدار نے چوکیدار کو بھیجا کہ جاؤ مستری کو بلا لاؤ۔ حضورؒ کی اجازت سے حافظ نور احمد تھانیدار کے پاس گیا۔ تھانیدار نے کہا بندوق تو بہت اچھی ہے لیکن اس میں یہ نقص ہے اسے لے جاؤ اور نقص دور کر کے لاؤ حافظ صاحب نے بندوق لا کر آپؒ کی خدمت میں پیش کی۔ در حقیقت یہ حضورؒ کا ارشاد ''اساں ویکھنی تے آہی...'' ہی کا نتیجہ تھا۔

حضورؒ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''اگر تمہیں لائسنس مل جائے تو بہت اچھا ہو'' بابا کرم دین صاحب عرض کرنے لگے ''حضور! ہمارا اتنے میں ہی چھٹکارا ہو جائے تو سمجھیں گے ''جان بچی سو لاکھوں پائے'' حضورؒ نے فرمایا ''دیکھو! تمہارے پیر بھائی رحمت خاں کا لڑکا جو ایک سنگین جرم میں ملوث کیا گیا تھا بری ہو گیا'' آپؒ نے فرمایا ''فکر نہ کرو تھانیدار آپ کو بھی مع بندوق چھوڑ دے گا''۔ اگلے دن آپؒ سیدا شریف چلے گئے۔ اسی دن تھانیدار کسی اور گاؤں تفتیش کیلئے گیا ہوا تھا۔ حافظ نور احمد کو وہاں بلا بھیجا۔ نمبردار صاحب نے تھانیدار سے کہا یہ مستری غریب آدمی ہے اِسے اجازت دے دو اور بندوق بھی۔ تھانیدار نے کہا اجازت ہے۔ نور احمد صاحب بندوق لے کر گھر آ گئے۔ یہ تمام تر حضورؒ کا تصرف تھا۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ اَعۡلَمُ بِحَقِیۡقَۃِ الۡحَالِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡبَشَرِ وَاٰلِہِ الۡاَطۡھَرِ۔[1]

دشوار نیست

بھائی محمد جعفر بیان کرتے ہیں فیلڈ مارشل صدر محمد ایوب خان کی صدارت

---

[1] اور اللہ سبحانہ تمام حقائق اور کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو سید البشر ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اطہر پر۔

کے زمانہ میں بندہ تھانہ باہلک ضلع فیصل آباد تعینات تھا۔ رات کے دو بجے کے قریب تھانہ تاندلیانوانہ سے دو کانسٹیبل سائیکلوں پر سوار تھانہ باہلک پہنچے اور تھانہ کے دروازہ پر دستک دی۔ اتفاقاً اس رات میں ہی تھانہ میں نگران ڈیوٹی تھا۔ بندہ نے آواز دی کون؟ تو ہر دو کانسٹیبلوں نے مری آواز کو پہچان کر کہا مولوی صاحب دروازہ کھولو۔ ہم فلاں فلاں کانسٹیبل تاندلیانوالہ سے ایک نہایت ضروری حکم لے کر آئے ہیں۔ بندہ نے بھی ان کی آوازوں کو پہچان کر دروازہ کھولا۔ ہر دو کانسٹیبلوں کی روزنامچہ پر آمد اور روانگی تحریر کر کے ان کو فارغ کیا۔ ضروری حکم پڑھا۔ تو میرے ہی متعلق تھا کہ تم نے کل ۹ بجے دن ڈی ایس پی صاحب کوتوالی فیصل آباد بسلسلہ جوابدہی درخواست جو کہ تمہارے خلاف بصیغہ مارشل لا بوساطت ڈی آئی جی صاحب لاہور آئی ہے پیش ہونا ہے دوسرے دن بندہ کوتوالی فیصل آباد پہنچا تو معلوم ہوا درخواست کی انکوائری ایک سب انسپکٹر کر رہا ہے۔ جس کے روبرو پیش ہوا جس نے میری عدم موجودگی میں گواہان کے بیان اپنی مرضی کے مطابق قلمبند کر کے ان سے دستخط کرا کر ایک بڑی مثل بنا کر تیار کر رکھی تھی۔ صرف میرے ہی بیان قلمبند کرنے باقی رہ گئے تھے۔ سب انسپکٹر صاحب نے مجھے کہا بیان دو۔ بندہ نے عرض کی تحریری بیان دوں گا۔ سب انسپکٹر صاحب نے کہا اچھا تحریری بیان ہی دے دو۔ بندہ نے تحریر کیا کہ میری درخواست کی انکوائری ایک ایسے آفیسر کے سپرد کی گئی ہے۔ جس نے میری عدم موجودگی میں گواہان کے بیان اپنی مرضی کے مطابق قلمبند کر کے ان کے دستخط اور انگوٹھے ثبت کرا رکھے ہیں۔ حالانکہ بندہ کو گواہان پر جرح کا قانوناً حق تھا۔ اور اپنی صداقت کے انکشاف کا بھی۔ اس درخواست کی انکوائری کسی گزیٹڈ آفیسر صاحب کے سپرد فرمائی جاوے۔ بندہ نے کچہری ڈاک خانہ سے ایک لفافہ لیا اور اس درخواست کی انکوائری کے متعلق حضرت صاحب قطب الاقطاب کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا اور دعا کا خواہاں ہوا۔ عریضہ تحریر کرنے کے بعد کچہری حدود میں ابھی آ ہی رہا تھا کہ سب انسپکٹر صاحب جو میرے خلاف انکوائری کے کاغذات لے کر دفتر پولیس ایس ایس پی صاحب کے پیش ہونے کے لئے جا رہے تھے ملے اور چلتے

چلتے کہنے لگے کہ یہ تیری تحریر میرا کیا بگاڑے گی۔ تم میرے خلاف ایس ایس پی صاحب کے پیش ہو جاؤ۔ بندہ نے عرض کی کہ آپ ایس ایس پی صاحب کے پاس کاغذات لے کر جا تو رہے ہیں میرے جانے کی ضرورت نہیں۔ میرے خلاف جو انکوائری کے کاغذات تھے سب انسپکٹر صاحب نے ایس ایس پی صاحب کے پیش کئے تو انہوں نے فرمایا محمد جعفر کے بیانات کہاں ہیں۔ سب انسپکٹر صاحب نے جونہی میرے بیان ایس ایس پی صاحب کے سامنے پیش کئے تو اردلی سارجنٹ اور ریڈر نے مجھے بتلایا کہ سب انسپکٹر کو جناب ایس ایس پی صاحب نے بڑا بے عزت کیا اتنے جلال میں آئے کہ کاغذات کو پھاڑ دیا اور فرمایا اس کی موجودگی میں گواہان کے بیان کیوں نہ لئے۔ اور حکم صادر فرمایا کہ آئندہ کوئی انکوائری اس کے سپرد نہ کی جاوے۔ انکوائری صداقت سے تعلق رکھتی ہے اس میں یہ سب حضور قطب الاقطاب کی نسبت اور برکت تھی جو اس طرح ایک پہاڑ نما مصیبت مجھ عاجز سے ٹل گئی۔

ع۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

تصرف

بھائی میاں خاں صاحب بیان کرتے ہیں۔ 34-1933ء میں ہمارے گاؤں کی دو پارٹیوں میں تصادم ہو گیا۔ ایک پارٹی نے دوسری پارٹی کے دو آدمیوں کو سخت مجروح کیا۔ ان کی ایک عورت زخمی ہوئی۔ اور اس کے بھائی کا بازو ٹوٹ گیا۔ اور سر پر بھی چوٹیں آئیں۔ مظلوموں نے تھانہ میں پرچہ کرا دیا۔ تفتیش پر مخالف پارٹی کے پانچ ملزموں کا چالان ہو گیا کیس عدالت میں چلا گیا۔ مخالف پارٹی بہت رسوخ والی تھی انہوں نے فیصلہ کی تاریخ سے پہلے مشہور کر دیا کہ ہم نے ڈپٹی صاحب کو سفارش کرا لی ہے۔ ہم اس تاریخ پر بری ہو جائیں گے۔ اور دھمکی دی کہ تمہارا بندوبست کر لیں گے۔ فیصلہ کی تاریخ کے دن مظلوم اور اس کی ہمشیرہ دونوں میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے مجھے ساری روداد سنائی اور کہا مجھے حضرت صاحب کے پاس لے چلو کیونکہ ہم پر ظلم ہوا ہے اگر وہ بری ہو گئے تو ہمیں بہت تنگ کریں گے۔ وہ عورت بہت روئی۔ بندہ اس کو ہمراہ لیکر حضرت صاحب

قبلہؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔اس وقت آپؒ مستری محمد (مالک مکان) کے شمال والے مکان میں قیام فرماتے تھے۔ان کو نیچے بٹھا کر اوپر اجازت لینے کیلئے حاضر ہوا۔آپؒ اس وقت اشراق گزار کر جوڑا مبارک پہن رہے تھے۔اور سکول جانے کو تیار ہو رہے تھے۔بندہ سے فرمایا ''میاں سویرے سویرے کیوں آیا ہے؟'' میں نے عرض کیا ''حضور میرے ساتھ دو آدمی ہیں وہ کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں حکم ہو تو ان کو اوپر بلا لوں؟'' حضورؒ نے فرمایا ''ان کو نیچے ہی رہنے دو'' حضورؒ تیار ہو کر نیچے تشریف لائے۔۔انہوں نے کھڑے کھڑے عرض کیا حضور ہم بہت مظلوم ہیں مخالف ہمیں دھمکیاں دیتے ہیں آج ہماری فیصلہ کی تاریخ ہے۔حضور انورؒ نے فرمایا ''مائی رو نہیں جیسے تو روتی ہے اس طرح آج وہ روئیں گے۔جو کچھ ہونا تھا ہو گیا تو مت گھبرا'' اتنا فرما کر آپؒ سکول تشریف لے گئے فریقین عدالت میں پیش ہوئے۔تو عدالت نے تمام ملزموں کو آٹھ آٹھ ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنادی۔ہتھکڑیاں لگا کر جیل بھیج دیا۔ملزموں کے ورثا،احاطہ کچہری میں روتے پیٹتے رہے۔ورثا،نے ہائی کورٹ تک اپیل کی لیکن سزا بحال ہی رہی۔

''یہ دوکان تمہاری ہی ہے''

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے متوسل بھائی اللہ دتہ صاحب موضع سیکرانوالی موضع مانگٹ کے لوہار خانوادہ کے رشتہ دار ریلوے سٹیشن منڈی بہاؤالدین کے قریب ایک کرائے کی دوکان میں کاروبار کرتے تھے۔حضورؒ اکثر آتے جاتے ان کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے استراحت فرمایا کرتے۔ایک دن تشریف آوری کے موقعہ پر آپؒ نے بھائی اللہ دتہ صاحب سے پوچھا یہ دوکان اپنی ہے یا کرایہ پر؟ بھائی صاحب نے عرض کیا ''حضور! کرایہ پر'' یہ دوکان ایک ہندو کی ہے پانچ روپے ماہانہ کرایہ دیتا ہوں۔آپؒ مسکرا کر فرمانے لگے ''اللہ دتہ! یہ دوکان ہندو کی نہیں تمہاری ہے۔''

قیام پاکستان کے پہلے سے لے کر یہ دوکان کرایہ پر بھائی اللہ دتہ صاحب کے قبضہ میں رہی۔جب پاکستان معرض وجود میں آیا۔اور ہندو مسلم آبادی منتقل

ہوئی تو حکومتِ پاکستان نے حکم جاری کیا جس کے پاس غیر مسلم کی کوئی دوکان کرایہ پر ہو وہ اپنے نام الاٹ کروالے۔ بھائی اللہ دتہ صاحب نے سابقہ کرائے کے کاغذ دکھا کر دوکان اپنے نام الاٹ کروالی۔ اور حضورؒ کا فرمان ''یہ دوکان ہندو کی نہیں تمہاری ہے'' کا ظہور ہوا۔ دو ماہ کے بعد الاٹمنٹ کے ردوبدل کے خدشہ کی وجہ سے نظر ثانی کرنی پڑی۔ افسر بحالیات نے دوکانات کے الاٹمنٹ کے کاغذات پیش کرنے کا حکم جاری کیا۔ بھائی اللہ دتہ صاحب نے بھی دوکان کے کاغذات پیش کرنے تھے۔ کاغذ تلاش کئے اور گھر کا کونہ کونہ چھان مارا مگر کہیں نہ ملے۔ رات کو سخت گھبراہٹ کے عالم میں لیٹ گئے۔ جونہی آنکھ لگی حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی زیارت ہوئی آپؒ نے فرمایا ''اللہ دتہ غمگین کیوں ہو۔ الاٹمنٹ کے کاغذ تمہارے سرہانے کے نیچے پڑے ہوئے ہیں۔ افسر کے پیش کرو۔ فکر نہ کرو یہ دوکان تمہاری ہی ہے۔'' بھائی اللہ دتہ صاحب صبح سویرے نیند سے بیدار ہو کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ حضورؒ کے فرمان پر بہت خوشی تھی سرہانہ جونہی اوپر اٹھایا کیا دیکھتے ہیں کہ کاغذ تہہ بہ تہہ پڑے ہوئے ہیں۔ تاریخ مقررہ پر کاغذات افسر کے پیش کئے افسر نے ان پر دوبارہ دستخط کئے اور کہنے لگا اس الاٹمنٹ میں کوئی شبہ نہیں۔ کوئی بھی افسر نظر ثانی کرنے پر تم کو اس دوکان سے بے دخل نہیں کر سکتا۔ یہ دوکان تمہاری ہی ہے۔ بھائی اللہ دتہ صاحب حضورؒ کی خدمت میں گجرات شریف حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کر کے عرض کیا۔ حضور! دوکان تو میرے ہاتھ سے جا رہی تھی آپؒ ہی نے دلوائی ہے۔

''اَلْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی''[1]

میاں خان کی کہانی

مجھ مسکین کو ۱۹۱۷ء میں حضرت صاحب قبلہ قدس سرہ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت میں بارہ تیرہ سال کا تھا۔ سال دو سال آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اس کے بعد میرے والد صاحب فوت ہو گئے۔ میری پڑھائی

---

[1] علم اللہ سبحانہ ہی کے پاس ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

چھوٹ جانے کی وجہ سے آپؒ کی حاضری میں کمی آ گئی۔ فارغ البالی کی وجہ سے ہم عمر لڑکوں کی صحبت سے بری عادات پیدا ہو گئیں اور دل پر سیاہی آ گئی۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں جانا بالکل بند کر دیا۔ پھر بھی حضورؒ کی کرم نوازی اتنی تھی کہ اس دوران میں دو تین بار میرے کنواں پر تشریف فرما ہوئے۔ میرے ملازم سے فرماتے ''کدھر ہے'' اس نے عرض کرنا کنواں پر نہیں۔ میں حضورؒ کو دیکھ کر ڈر اور شرمندگی کے مارے فصلوں میں چھپ جاتا۔ آپ واپس تشریف لے جاتے۔ دو تین سال اسی طرح گزرے۔ میرا ایک بابا تھا جس کے ساتھ میرا کنواں مشترکہ تھا۔ وہ بابا حاجی محمد دین والی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا تھا۔ آپؒ کا معمول مبارک تھا کہ جمعہ کی نماز منڈی والی اونچی مسجد میں ادا کرتے اور نماز جمعہ کے بعد شاہدولہ صاحبؒ کے مزار پر حاضری دیتے۔ اس بابا کا نام غلام محمد تھا۔ لوگ اسے قاضی کہہ کر پکارتے۔ وہ بابا حضورؒ کو جانتا تھا اتفاق سے شاہدولہ روڈ گندہ نالہ پر حضورؒ کی بابا غلام محمد سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے سلام مسنونہ کے بعد بابا غلام محمد سے دریافت کیا۔ ہمارے میاں خاں کا کیا حال ہے۔ قاضی صاحب چونکہ میرے شریک تھے۔ ان کو میری وجہ سے کچھ تکلیف بھی پہنچی تھی۔ اس نے کہا ''حضور! اس نامراد کا کیا نام لیتے ہو۔ اس کے علاوہ میرے متعلق بہت کچھ کہا۔ حضورؒ سن کر کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا'' قاضی صاحب! اللہ تعالیٰ اس کو بہت جلد بامراد کرے گا۔ ایسے الفاظ منہ سے نہیں نکلنے چاہئیں'' اس گفتگو کے بعد مجھ پر اتنی تکلیف آئی کہ میں برداشت نہ کر سکا۔ بے بس ہو کر آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور انورؒ نے فرمایا'' آ گئے ہو'' میں نے عرض کیا ''حضور آ گیا ہوں'' آپؒ نے فرمایا بس معاملہ ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے میرے کاغذات ''دس نمبریوں'' میں بن چکے تھے۔ بعد میں وہ سب معاملہ ٹھیک ہو گیا۔

میری شادی کے دو سال تک میرے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ میری والدہ صاحبہ گھبرا کر حضرت صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا ''حضور میں بیوہ ہوں یہ ایک ہی بیٹا ہے۔ دو سال ہوئے اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دعا

فرمائیں اللہ تعالیٰ میرے لڑکے کو اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔ حضورِ انورؒ نے فرمایا ''مائی گھبرا نہیں'' اس کو اللہ تعالیٰ بہت اولاد عطا کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا ''حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حضرت انسؓ چھوٹی عمر میں حاضر ہوئے ان کے حق میں نبی کریم ﷺ نے دعا کی۔ انسؓ تیرے مال اور اولاد میں اللہ تعالیٰ برکت کرے'' حضرت انس کو کثیر اولاد عطا ہوئی اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں کے ریوڑ پھرتے تھے۔ یہ بھی چھوٹی عمر میں ہماری غلامی میں آیا ہے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ بہت اولاد عطا فرمائے گا۔ حضورؒ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے کثیر اولاد عطا فرمائی۔ (اس وقت میاں خاں صاحب کے قبیلے کے افراد کی تعداد پچاس ساٹھ کے لگ بھگ ہے)

کَمَا کَانَ حَقُّہٗ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک متوسل مولوی محمد صادق صاحب ایک گاؤں ''سیو کے'' ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ تانگابان ہونے کی وجہ سے مزاج میں بڑا ''اکھڑ پن'' تھا۔ ایک ملاقات پر حضورؒ نے فرمایا ''اوئے وڈیائی چھڈ دے'' اس کے تھوڑا ہی عرصہ بعد گوجرانوالہ شہر کے مضافات میں سکونت اختیار کر لی۔ تانگابانی کا پیشہ چھوڑا۔ اور جامع مسجد ''حبیبیہ'' کے نام سے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ جہاں جمعہ کا خطبہ اور نمازیں خود پڑھاتے ''وڈیائی'' (بڑائی) ایسے چھوٹی کہ مولوی محمد صادق کے نام سے مشہور ہوئے۔ مولوی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری اولاد نرینہ نہیں تھی۔ میں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رات کو میں نے ایک خواب دیکھا۔ کہ ایک جملہ ''کَمَا کَانَ حَقُّہٗ'' میرے سامنے آیا۔ اور میں نے اِسے تین مرتبہ پڑھا۔ صبح خواب حضورؒ کو سنایا۔ آپؒ نے فرمایا ''کونسا کاف'' تھا نقطہ والا یا دوسرا۔ عرض کیا کاف (ق) نقطہ والا تھا۔ آپؒ نے فرمایا'' دو لڑکے ہوں گے'' دو لڑکے ہی پیدا ہوئے۔ بڑے کا نام خالد اور چھوٹے کا نام محمد مالک رکھا۔ خالد کچھ عرصہ بعد چل بسا۔ پھر جب پیدائش کا وقت قریب آیا۔ میں اور میری بیوی دونوں حضور قبلہ عالم قدس سرہ خدمت میں حاضر

ہوئے۔ ہم نے عرض کیا۔ دعا فرمائیں اللہ پاک لڑکا عطا کرے۔ دو تین مرتبہ ہم نے یہی کہا۔ آخر آپؒ نے فرمایا ''اگر زندہ ہو تو اُس کیلئے دعا کی جاتی ہے '' خدا کی قدرت مردہ لڑکی پیدا ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد ہم دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ آپؒ نے دعا فرمائی اور اللہ پاک نے لڑکا عطا فرمایا۔ اور اُس کا نام محمد طارق رکھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپؒ کی بیان کردہ تعبیر کے مطابق دونوں بھائی موجود ہیں۔

علم التعبیر ہر ایک کا حصہ نہیں بلکہ مُعبّر اللہ کے فضل سے صاحب تصرف بھی ہوتا ہے۔ اس لئے خواب ہر کس و ناکس سے بیان کرنا مناسب نہیں۔

''وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ''

یوسف۔٦۔ ترجمہ:۔ اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا۔ اور تجھے باتوں کا انجام (علم التعبیر) نکالنا سکھائے گا۔

احسانِ الٰہی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک مرید نمبر دار اللہ دتہ صاحب گجرات شہر کے ایک نواحی گاؤں کوٹ قطبہ کے رہنے والے تھے۔ دونوں میاں بیوی حضورؒ سے گہری عقیدت رکھتے تھے اور ہفتہ میں کئی کئی بار حاضر ہوتے۔ ایک عرصہ تک ان کے ہاں اولادِ نرینہ نہ ہوئی۔ وسیع رقبہ اراضی کے مالک ہونے کی وجہ سے اس خواہش نے بے تاب کر رکھا تھا۔ یکے بعد دیگرے لڑکیوں کی پیدائش نے اولادِ نرینہ سے مایوس کر دیا تو نمبر دار صاحب نے نکاح ثانی کا پختہ ارادہ کر لیا بیوی کو اب خاوند کے اس ارادہ سے آگاہی ہوئی تو مختلف موثر ذرائع سے میاں کو اس ارادہ سے روکنے کی کوشش کی لیکن یہ سب سمجھانا بجھانا پتھر پر پانی بہانا ثابت ہوا ''فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا''[1] بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور صورت حال عرض کی۔ آپؒ نے فرمایا ''جا کر نمبر دار سے کہہ دو۔ فکر نہ

---

[1] البقرہ۔۲۶۴۔ ترجمہ:۔ اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا۔

کرو "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ"[۱] رحمتِ خداوندی کے منتظر رہو اور یہ ارادہ ترک کردو" اسی بیوی ہی سے اللہ پاک لڑکا عطا کرے گا۔

نقطہ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقین
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

چنانچہ کچھ عرصہ بعد اللہ پاک نے انہیں لڑکا عطا کیا۔ جس کا نام حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے احسان الٰہی رکھا۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْبَشَرِ وَاٰلِہِ الْاَطْھَرِ۔[۲]

اولادِ نرینہ

بھائی محمد جعفر بیان کرتے ہیں "میرا ایک دوست محمد عاشق سب انسپکٹر پولیس ایک پولیس چوکی لاہور میں تعینات تھا۔ جو بصیغہ ریورشن گوجرانوالہ تبدیل کر دیا گیا۔ ایک دن اس کی وردی پر دو پھول کی بجائے ایک پھول دیکھ کر پوچھا کہ آپ کی ریورشن کا کیا سبب ہے۔ کہنے لگے سنیئر سب انسپکٹر نے میرے خلاف رپورٹ کردی ہے۔ جس کی پاداش میں میری ریورشن اور تبادلہ ہو گیا ہے۔ یہ بندہ اس کو لے کر گجرات شریف حضرت صاحب قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سارا واقعہ عرض کیا۔ دوران شفقت آپؒ نے فرمایا محمد عاشق تمہارے کتنے بچے ہیں۔ چونکہ میں اس کے گھر کا واقف تھا عرض کی کہ حضور ایک لڑکی سات سالہ ہے۔ اس کے بعد کوئی بچہ ہی نہیں ہوا۔ حضورؒ کی ذات گرامی نے ایک آہ سی بھری اور مجھے فرمایا سامنے الماری سے میرا بستہ پکڑاؤ۔ آپؒ نے ایک تعویذ ناف پر باندھنے اور تین تعویذات ہر جمعۃ المبارک اور باقی تعویذات ہر روز پینے کے لئے دیئے اور فرمایا کہ تھانیداری تو کہیں نہیں جاتی مجھے نرینہ اولاد نہ ہونے کا زیادہ صدمہ اور فکر ہوا ہے۔ دعا سے نوازا اور تسلی دی۔

۱۔ الزمر۔ ۵۳۔ ترجمہ:۔ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔

۲۔ اور اللہ سبحانہ تمام حقائق امور کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود و سلام ہو سید البشر ﷺ اور آپ ﷺ کی آلؓ اطہر پر۔

محمد عاشق کی بیوی نے ایک ہی تعویذ پیا تو اتنی الٹیاں آئیں جن میں کچے فولاد کے ذرات تھے۔ جو اس نے ایک سال قبل کھایا ہوا تھا۔ ان ہی ایام میں اس کی بیوی کو امیدواری ہو گئی اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام اس نے محمد منعم رکھا۔ اسی دوران میں وہ ایس پی صاحب کا ریڈر تعینات ہوا۔ حضرت قطب الاقطاب کی دعا کی برکت سے محمد عاشق دوبارہ سب انسپکٹر بحال ہوا۔ اور سب انسپکٹر انچارج تھانہ قلعہ دیدار سنگھ تعینات ہوا''۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ   تیر جستہ باز گر دانند زراہ

''کبھی نماز نہ چھوڑنا''

بھائی میاں خان صاحب بیان کرتے ہیں۔'' سردار خاں اپنے چچا مولا داد کے ہمراہ حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؒ نے فرمایا نماز پڑھتے ہو۔ سردار خاں نے عرض کیا۔ کبھی پڑھتا ہوں کبھی نہیں پڑھتا۔ آپؒ نے فرمایا آئندہ کبھی نماز نہیں چھوڑنا اس کے بعد سردار خاں کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔

جنات پر تصرف

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔ روزے احوال جنیاں را بریں درویش منکشف ساختند، دید کہ جنیاں در کوچہا در رنگِ مردم می گردند، و بر سرِ ہر جن فرشتہ است موکل، وآں جن از ترسِ موکل خود سر نمی تواند برداشت، و یمین و یسار خود نظر نمی تواند انداخت، در رنگِ مقیداں و محبوساں می گشتند و اصلا مجال مخالفت نداشتند، اِلَّا اَن یَشَآءَ رَبِّی شَیْئاً۔ و دراں وقت چناں معلوم می شد کہ گویا بر دستِ مؤکل گرزیست آہنی، کہ اگر از جن اندک مخالفت احساس نماید، بیک ضرب کارِ اورا کفایت کند۔

خدائے کہ بالا و پست آفرید
زبردست ہر زیر دست آفرید

ترجمہ: ایک دن جنات کے حالات کو اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا۔ اس فقیر نے دیکھا کہ جنات گلی کوچوں میں انسانوں ہی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں۔ اور ہر جن

کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے۔ اور وہ جن اس مقررہ فرشتہ کے ڈر سے اپنا سر بھی نہیں اُٹھا سکتا۔ اور اپنے دائیں بائیں دیکھ بھی نہیں سکتا۔ وہ مقید اور محبوس (قیدیوں) کی طرح گھوم رہے تھے اور قطعاً کسی مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تھے۔ بجز اس کے کہ میرا پروردگار ہی کسی چیز کو چاہے۔ اور اس وقت کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مؤکل (مقررہ فرشتہ) کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے۔ کہ اگر وہ اُس جن سے ذرا سے مخالفت کا بھی احساس کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دے۔

خدائے کہ بالا و پست آفرید　　　زبردست ہر زیر دست آفرید

ترجمہ:

خدا نے بنایا ہے بالا و پست　　　زبردست بالائے ہر زیر دست

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے فرزند اکبر حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحبؒ بہ سلسلہ ملازمت محکمہ زراعت زرعی فارم سرگودھا میں مقیم رہے ہیں اس لئے حضورؒ اکثر وہاں تشریف لے جاتے۔ حضورؒ کے وہاں آنے جانے کی وجہ سے فارم کے اکثر اہلکار اور مضافات کے لوگ آپؒ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ یہ علاقہ پہلے غیر آباد تھا۔ اس لئے یہاں جنات کی کثرت تھی۔

حضورؒ کے اکثر متوسلین بھی آسیب زدہ تھے۔ اور آئے دن آپؒ کی خدمت میں اس تکلیف کی شکایت ہوتی رہتی۔ ان مریدین میں بھائی محمد اسماعیل اور بھائی لال دین صاحبان تھے۔ بھائی لال دین صاحب سیاہ فام تھے اور انہیں یہ شرف حاصل تھا کہ حضورؒ فرمایا کرتے ''لال دین ہمارے سلسلہ کا بلال ہے'' ان دونوں بھائیوں کو حضورؒ نے فرمایا ''سحری کے وقت اُٹھا کرو اور نوافل سے فارغ ہو کر مسجد کے صحن میں بیٹھ کر کلمہ شریف (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ) بلند آواز سے پڑھا کرو۔ حضورؒ کے اس ارشاد کے مطابق دونوں بھائیوں نے کلمہ شریف کا ذکر شروع کر دیا۔ کلمہ طیبہ کے اس ورد میں ایسی لَے اور تاثیر تھی کہ اردگرد کے لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو کر بڑے غور سے سنتے۔ توحید و رسالت

کا یہ نغمہ کوسوں دور جاتا اور اس زمزمہ باطل شکن کی آواز جہاں جہاں تک پہنچتی شرر جنات کا صفایا ہوتا گیا۔ اور اس مخلوق ناری نے اس علاقہ سے مستقلاً بسیرا ہی اٹھالیا۔ "وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَافِقُ لِلْکَمَالَاتِ"[۱]

اہمیت حاضری

بھائی یتیم علی صاحب کی والدہ صاحبہ کو آسیبی تکلیف تھی۔ جب بھائی مذکور کو حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔ تو گھر میں نسبتِ حبیبیؒ کے ورود کی وجہ سے والدہ کا یہ عارضہ جاتا رہا۔ بھائی مذکور کا کہنا ہے کہ زندگی بھر صرف ایک دفعہ اس تکلیف نے عود کیا تو میں نے حضورؒ کی طرف رجوع کر کے درود شریف تاج پڑھنا شروع کیا تو فوراً تکلیف جاتی رہی۔ ان کی والدہ صاحبہ انہیں حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی حاضری کی بہت تاکید کیا کرتی تھیں۔ جب بھی ملازمت (فوجی ملازمت) سے چھٹی پر گھر آتے سب سے پہلے یہ پوچھتیں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گئے ہو"؟

ہر لمحہ کرامت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک متوسل بھائی ثناء اللہ صاحب گل گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں ایک دفعہ سفر پر گئے بس میں سوار تھے کہ راستہ میں بس کہیں رکی۔ خربوزہ کا موسم تھا۔ خربوزے دیکھ کر طبیعت کھانے پر راغب ہوئی۔ خربوزے لئے اور کافی مقدار میں کھا گئے۔ بس چل پڑی اور کچھ سفر طے کرنے پر رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہوتے ہوتے اس بے چینی نے اتنا غلبہ پایا کہ شرمندہ ہوکر بس رکوانے کے لئے کہا لیکن انہوں نے توجہ نہ دی۔ اب کوئی چارہ کار نہیں تھا گھبرا کر حضورؒ کی طرف متوجہ ہوا خیال کا آنا ہی تھا کہ بس میں اچانک کوئی خرابی ہوئی اور موقعہ پر رُک گئی۔ یہ ایسی جگہ تھی جہاں

---

[۱] ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ ہی کمالات کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

بالکل قریب ہی فصل کی اوٹ اور کنواں کے کھال کا پانی بہہ رہا تھا۔ اس بے قراری سے فراغت پائی۔ جونہی فارغ ہو کر واپس آیا تو بس بھی ٹھیک ٹھاک تیار کھڑی تھی سوار ہوا اور منزل کی طرف چل پڑے حیران تھا کہ شیخ پاک کا کیسا تصرف ہے کہ بس اتنی ہی دیر رکی (خراب رہی) جتنا وقت مجھے اپنی ضرورت سے فارغ ہونے کے لئے درکار تھا۔ زندگی کے روزمرہ مراحل میں بھی شیخ پاک کس طرح دستگیری فرماتے ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ مرید صادق ہر لمحہ پیر کی کرامت دیکھتا ہے۔ یہ واقعہ غوث پاکؒ کی ایک کرامت کی مطابقت میں ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ۔[1]

دستِ شاں

''میں (بھائی نور احمد موضع معین الدین) خیر پور میں ہوٹل کرتا تھا۔ میرے کولہے میں اس شدت کا درد تھا کہ مجھے اٹھا کر گاڑی میں سوار کیا گیا۔ احمد دین ساکن کوٹلی کھوہارہ میرا ہم سفر تھا۔ اگلے اسٹیشن پر ایک مولوی صاحب میرے والے ڈبے میں سوار ہوئے اور میرے پاؤں کی طرف میرے والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ میں از روئے ادب ان کی تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتا تھا مگر مجبور تھا پھر بھی میں نے اپنی ٹانگیں سکیڑ لیں میں نے حضرت صاحب قبلہؒ کا تصور کر کے دعا کی کہ خیریت سے گھر پہنچ جاؤں اور ساتھ ہی میاں محمد صاحب کا یہ شعر پڑھا۔

مرد ملے تے درد گوائے اوگن دے گن کردا
کامل پیر محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

پھر یہ شعر پڑھا۔

جہاں عشق خرید نہ کیتا اینویں گئے وگتے
عشقوں باجھ محمد بخشا کیہہ آدم کیہہ کتے

یہ اشعار سن کر مولوی صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تمہارے عشق اور یار کے نعرے ایسے ہی ہیں مجھ میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ میں

---

[1] اور اللہ سبحانہ تعالیٰ حقیقتِ حال کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔

یک دم اٹھ کر بیٹھ گیا اور مولوی صاحب کا شانہ پکڑ کر انہیں جھنجھوڑنا شروع کر دیا اور ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ عشق حقیقی کیا ہوتا ہے اور عشق مجازی کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا آپ اگر وعظ کرتے ہیں اپنے حلوے مانڈے کے لئے تو یہ عشق مجازی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وعظ کریں تو عشق حقیقی ہے۔

اس پر مولوی صاحب نے قرآن حکیم کی کوئی آیت پڑھی جس کا جواب میں نہیں جانتا تھا مگر معاً حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا ہاتھ مبارک نمودار ہوا جسے حاضرین میں سے کوئی نہ دیکھ سکا۔ فقط میں نے ہی دیکھا اس ہاتھ پر اس آیت کا جواب آیت قرآن میں لکھا تھا۔ میں نے وہ آیت جواب میں پیش کر دی۔ مولوی صاحب نے اس کے بعد دو تین آیات پڑھیں جن کے جوابات میں آپ کے دست مبارک سے پڑھ کر دیتا رہا۔ اسی ڈبے میں ایک شخص ابراہیم نامی بیٹھا تھا وہ خاصا پڑھا لکھا تھا۔ اس نے کہا کہ علمی طور پر مولوی صاحب لاجواب ہو گئے مگر وہ شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ ساتھ ہی ابراہیم نے مجھے پندرہ روپے بطور نذرانہ بھی پیش کئے اور کہا اگر اس وقت میرے پاس پانچ ہزار روپے بھی ہوتے تو میں آپؒ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضورؒ اپنے ملنے والوں کی اس طرح غائبانہ استمداد فرمایا کرتے تھے۔''

(نور احمد صاحب)

''بچو! دہلی جا کر بھی دیکھ لیتے''

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک مرید خاص مولوی نظام الدین صاحب توکلی موضع شادیوال نزد شہر گجرات میں مقیم تھے جو ''دستِ شاں از غیب کوتاہ نیست'' کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

''ایک دفعہ میں بغیر اجازت حاصل کئے حضرت خواجہ خواجگان خواجہ توکل شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کے مزار اقدس انبالہ شریف چلا گیا۔ اور وہاں

اسم "یا وھاب" اور "اللہ الصمد" کی کئی زکوتیں ادا کیں۔ اس وقت انبالہ شریف کی درگاہ معلیٰ میں حاجی غلام محمد صاحبؒ قبلہ سجادہ نشین تھے۔ رمضان شریف سے قبل میں وہاں پورا ایک ماہ ٹھہرا۔ رمضان شریف شروع ہوا تو میں نے اپنے وظائف واوراد میں مؤکلات کا اضافہ کرلیا۔ پہلی رات گزر گئی۔ صبح ہوئی تو حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضور خواجہ صاحب انبالویؒ نے فرمایا ہے "کہ یہ شخص خالص اللہ کا نام اللہ کے لئے لیتا تھا۔ اب مؤکلات کی دلدل میں گھس رہا ہے۔ اس کو یہاں سے نکال دیں" میں نے لیت ولعل سے کام لیا اور دوسرے دن بھی یہی حکم ہوا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہوا۔ تیسرے دن حاجی صاحبؒ کو ارشاد ہوا کہ یہ بہت ضدی ہے سختی کے بغیر نہیں نکلے گا۔ چنانچہ مجھے نکال دیا گیا۔ لیکن میں نے بھی ارادہ کرلیا کہ اب دہلی شریف چل کر حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمتہ کے مزار پر باموکل اسماءً کی زکوۃ ادا کروں گا۔ چھوڑوں گا نہیں۔

اسی اثناء میں دربار پاک پر موجود قرآن شریف کے نسخوں میں سے ایک قلمی مسودہ سورہ والشمس باموکل دستیاب ہوا۔ جس پر کاتب کا اسم گرامی حافظ احمد اسلام شاہ آباد مرکنڈا مرقوم تھا۔ میں نے وہ مسودہ تھام لیا اور پیدل چل پڑا۔ ایک رفیق سفر بھی ساتھ ہولیا۔ جو دہلی پیدل جارہا تھا۔ اس کا نام زین العابدین تھا۔ جو غالباً مانسہرہ کا تھا۔ چلتے چلتے راستہ میں ایک گاؤں آیا۔ وہاں مسجد میں پہنچے تو شام ہونے کو تھی۔ ہم نے کسی سے روٹی کا سوال نہیں کیا۔ روزے کھلے تو دو آدمیوں کا کھانا آگیا ہم نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اس طرح سحری کو کھانا آگیا۔ چنانچہ صبح ہم چل پڑے۔ مسجد کے امام صاحب ہمیں الوداع کہنے کے لئے ہمارے ساتھ ہولئے۔ غالباً میل کے قریب جا کر وہ الوداع کہنے لگے تو اس وقت میرے زادو بوم سے استفسار فرمایا۔ میں نے گجرات شریف کا نام لیا فرمانے لگے وہاں کسی آدمی کو جانتے ہو۔ میں نے اپنے حضرت صاحبؒ کا اسم گرامی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا تم آج نہیں جاسکتے۔ اپنی جیب سے خط نکال کر مجھے دکھایا۔ کہ یہ

کن کی تحریر ہے۔ میں اپنے حضرت صاحبؒ کا نامہ مبارک دیکھ کر انتہائی مسرور ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں ساتھی پھر ان کے ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں گفتگو کرتے کرتے میں نے سوال کیا کہ یہاں کوئی گاؤں شاہ آباد بھی ہے؟۔ فرمایا ''میں بھی شاہ آباد کا رہنے والا ہوں اور آٹھویں دن وہاں گاؤں جاتا ہوں۔ میں نے پھر پوچھا وہاں کوئی صاحب حافظ احمد اسلام صاحب ہیں۔ فرمایا ہیں اور وہ میرے پیر بھائی ہیں۔ تمہارے حضرت صاحبؒ کے پیر بھائی ہیں۔ فکر نہ کرو۔ کل تمہاری ملاقات ان سے کروا دوں گا۔

صبح نماز کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ کی معیت میں ہم دونوں ساتھی چل پڑے۔ گھنٹہ ڈیڑھ کے اندر شاہ آباد سیدھے حافظ صاحب کے ہاں پہنچے۔ حافظ احمد اسلام صاحبؒ حضرت خواجہ سیدویؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ حافظ قرآن عالم دین، مفتی اور فاضل طبیب تھے۔ حافظ صاحبؒ اس وقت سبق میں مشغول تھے۔ میں نے السلام علیکم عرض کیا۔ حافظ صاحب نے وعلیکم السلام کہہ کر میری طرف نظر فرمائی۔ اور نہایت بے تکلف ہو کر فرمایا ''آ گئے ہو؟ تمہارا ہی منتظر تھا'' میں یہ سُن کر چونک اٹھا۔ ملاقات چھوڑ، ابھی دید بھی پوری نہیں اور حافظ صاحبؒ ایسے فرما رہے ہیں جیسے میرے ازلی واقف ہیں۔ روزانہ کے معمول سے جلد فارغ ہوئے۔

ہاں بھئی۔ دہلی جا رہے ہو خواجہ باقی باللہؒ کے مزار اقدس پر؟

جی ہاں!

تمہیں دہلی جانے کی اجازت نہیں۔

کیوں جناب؟

''اس لئے کہ تم انبالہ شریف سے بامؤکل اسمأ شریف پڑھنے پر نکالے گئے ہو۔ حضرت خواجہ انبالویؒ کو تکلیف پہنچائی'' میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اف یہ کیا ہو گیا وائرلیس کس نے دے دی۔ میری تو کوئی چیز کوئی ارادہ ان سے مخفی نہیں رہا۔ میں کس بات سے منکر ہو سکتا تھا۔ ماننا پڑا کہ بات تو ساری ٹھیک ہے۔ عرض کیا پھر اب جناب؟

پھر یہی ہے کہ دہلی نہیں جاسکتے۔ ''یہیں سے واپس ہونا پڑے گا''۔
لیکن..... تسلی علمی طور پر؟

ہاں جب تک چاہو یہاں رہو۔ تسلی ہو تو واپس ہی جانا ہے۔ دہلی نہیں جانا میرے لئے اب کوئی چارہ نہیں تھا۔ ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' مجھے معلوم ہو گیا کہ میں آزاد نہیں ہوں۔ اپنی مرضی سے قدم بھی نہیں اٹھاسکتا کیونکہ میں کسی کا ہو چکا ہوں۔ میرا ہاتھ کسی زبردست شخصیت کے ہاتھ میں ہے۔ اور مجھے کسی منظم و مربوط سلسلہ میں قبول کیا گیا ہے۔

حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ نے نہایت ہی مشفقانہ طور پر میرے ذہن سے مؤکلات کو نکالنے کی سعی کی۔ روز نئے دلائل و ثبوت۔ حتیٰ کہ رمضان شریف ختم ہونے کو آ گیا۔ آخر حافظ صاحب نے توکل کے مفہوم کی طرف میرے ذہن کو متوجہ ہونے پر زور دیا۔ جس میں ''فھو حسبہ'' کی تلوار آبدار نے تمام اسباب کو کاٹ کر مسبب کی طرف پلٹنے کا راستہ صاف کر دیا۔ میں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ فرمایا ہاں جاسکتے ہو۔ ساتھ ہی نقدی کی ایک تھیلی میرے سامنے کی۔ کہ یہ تمہارے لئے رکھی تھی۔ کہ واپسی پر تمہیں دوں گا۔ آسانی سے گھر پہنچ جاؤ گے۔ لیکن حکم ہے کہ اس بگڑے دماغ کو جمالی فیضان کی فراوانی منظور نہیں۔ لہذا ذرا جلال کی جھلک بھی پڑنی چاہیے۔ جہاں اس کے دل سے دنیوی خواہش و منفعت کا میل جائے گا۔ اس کی آسانی کے لئے اسباب مہیا کر دیئے جائیں گے۔ پیدل انبالہ شریف پہنچا۔ حضرت قبلہ سجادہ نشین صاحبؒ سے ملا۔ آپؒ نے مجھے حضرت صاحبؒ کا نوازش نامہ عطا کیا۔ جس میں واپس آنے کی تاکید تھی۔ اس جلالی تربیت میں چلتے چلتے میں پیاسا منڈی پہنچ گیا۔ تھکا ماندہ عصر کے قریب مسجد میں پہنچا۔ ان لوگوں نے مجھے پچیس روپے دیئے۔ اور امرتسر آنے والی موٹر پر بٹھا دیا۔ گھر پہنچا۔ پھر حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب ماجرا عرض

کیا۔ آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "کہ "بچو" دہلی جا کر بھی دیکھ لیتے۔ کیا بنتا ہے یہ نہ سمجھو کہ ہم تم سے غافل ہیں۔

ع۔ اپنے بندوں سے جو غافل ہو وہ آقا ہی کیا

ذٰلِكَ بِصَدَقَةِ حَبِيْبِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا [1]

"شیخ جی جاؤ کوئی فکر نہ کرو"

شیخ محمد عالم صاحب بیان کرتے ہیں "کہ ہمارے دو لڑکوں کی شادی تھی اور تقسیم ہند و پاک نئی نئی ہوئی تھی ہم نے دونوں لڑکوں کی تاریخ ایک ہی مقرر کر دی۔ ایک لڑکا گھر ہی تھا اور دوسرا کاروبار کے سلسلے میں بمبئی گیا ہوا تھا۔ مقررہ تاریخ نزدیک آ گئی۔ تمام گھر کے افراد پریشان تھے۔ کہ کیا کیا جائے۔ میں صبح سویرے اٹھا سوموار کا دن تھا۔ وضو کیا سنتیں پڑھیں اور حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں ابھی اندر ہی داخل ہوا۔ کہ حضورؒ بھی تشریف لے آئے۔ فرمایا "شیخ جی! اتنی سویرے سویرے کیسے آنا ہوا خیریت تو ہے" عرض کیا بدھ وار کو شادی کی تاریخ مقرر ہے اور لڑکا ابھی تک بمبئی سے گھر نہیں آیا" آپؒ نے فرمایا نماز پڑھ لی ہے یا پڑھنی ہے؟ عرض کیا حضور سنتیں گھر پڑھ کر آیا ہوں۔ آپؒ نے وضو کیا نماز پڑھائی پھر بیٹھ گئے اور کافی دیر تک اپنے وظائف میں مشغول رہے۔ فارغ ہو کر آپؒ نے دو دفعہ آسمان کی طرف دیکھا اور پھر تیسری دفعہ دیکھا اور دعا فرمائی۔ اور فرمایا "شیخ جی! جاؤ کوئی فکر نہ کرو" میں گھر گیا سبھی پوچھنے لگے حضرت صاحب نے کیا فرمایا ہے۔ میں نے جواب دیا آپؒ فرماتے ہیں "کوئی فکر نہ کرو"

گھر کے تمام لوگ پریشان تھے۔ ڈاک کی انتظار ہو رہی تھی۔ کوئی ٹیلیفون پر رابطہ کی تگ و دو میں تھا پارٹیشن کی وجہ سے لوگوں کو ہوائی جہاز میں سیٹ نہ ملتی تھی۔ کئی کئی ہفتے لوگ سیٹ کے انتظار میں گذار دیتے تھے اللہ پاک کی عنایت خاصہ سے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی دعا و برکت یوں رنگ لائی۔ کہ اسی دن لڑکے کا تار آ گیا کہ میں کراچی

---

[1] ترجمہ:۔ "یہ اللہ کے حبیب کے صدقے اور اللہ کے رسولؐ کی برکت سے ہے آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر فاضل تر رحمتیں اور کامل تر سلامتیاں نازل ہوں۔"

پہنچ گیا ہوں۔ دوسرے دن لڑکے نے گھر پہنچنے پر بتایا کہ عجب خدا کی قدرت میں ہوائی اڈے پر پریشان حال کھڑا تھا۔ کوئی سیٹ نہ ملتی تھی، ایک عورت پاس ہی کھڑی تھی باتوں باتوں میں میرے منہ سے نکل گیا۔ کہ میری تو کل شادی ہے اس عورت نے یہ سن کر اپنی سیٹ کینسل (Cancel) کرا کر میرے نام بک کرادی اور میں جہاز میں سوار ہو کر کراچی پہنچ گیا۔ اور پھر وہاں سے بروقت گھر پہنچ گیا ہوں۔

ے نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اندازِ تربیت

بندہ (میاں خاں) حضور رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں رات کو عموماً روزانہ حاضر ہوتا تھا۔ یہ سب توفیق آپؒ ہی کی دی ہوئی تھی۔ سردی کے موسم میں ایک روز میرے نفس نے مشورہ دیا کہ آج کیا جانا ہے۔ آج آرام سے سوتا ہوں۔ اس مشورہ پر پورا ارادہ کرلیا۔ رات خوب بستر کر کے سو گیا آدھ گھنٹہ بعد حضورؒ کی زیارت ہوئی فرمایا ''اوہوں اوہوں'' میری نیند کھل گئی۔ تمام رات جونہی نیند آتی ایسا ہی ہوتا۔ رات بھر سو نہ سکا۔ جسم نیند نہ آنے کی وجہ سے درد کرنے لگا۔ بندہ صبح کی نماز پڑھ کر چل پڑا جب خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ مسکرا کر فرمانے لگے۔

ے جہاں رہتا ہے دل اپنا وہاں رہتی ہے جاں اپنی
یہاں رہتی ہے جاں اپنی وہاں رہتا ہے دل اپنا

اور فرمایا آئندہ کوتاہی نہ کرنا۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

کارسازِ ما......

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے بعض متوسلین خصوصاً جنہیں زیارت حرمین شریفین کا شوق غالب ہوتا اور استطاعت حج نہ ہوتی۔ وہ ایام الحج میں آپؒ کے پاس حاضر ہو جاتے۔ شعر دل بدست آور کہ حجِ اکبر است

اسی شوق زیارت میں سرگودھا کے ایک صاحب حج کے دن حاضر خدمت ہوئے۔ ان دنوں صاحبزادہ صاحبؒ سیدا شریف والوں نے اپنے آستانہ پر کچھ تعمیر کا کام شروع کر رکھا تھا۔ ہفتہ وار حساب مزدوری جمعرات کو ادا کرنا ہوتا تھا۔ اتفاق یہ کہ اس جمعرات کو حساب ادا کرنے کیلئے صاحبزادہ صاحبؒ کے پاس مطلوبہ رقم موجود نہ تھی۔ جوں جوں دن گزرتا جاتا تھا پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ غیرت فقر کا تقاضا تھا کہ ہر کہہ ومہہ پر اپنی صورتِ حال کا اظہار بھی نہ کیا جائے۔ درویشوں کے کام عام طور پر توکل علی اللہ ہوتے ہیں۔

ادھر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے سرگودھا والے بھائی سے فرمایا ''غلام رسول اک حج تے کرلیا ای اک حج ہور کرلے'' چنانچہ حضورؒ نے بھائی غلام رسول کو ایک بند لفافہ میں کچھ نقدی دی اور فرمایا سیدا شریف جاؤ اور جاتے ہی یہ لفافہ صاحبزادہ صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دینا تاکیداً فرمایا لفافہ پیش کرنے میں ہرگز دیر نہ کرنا۔ بھائی غلام رسول صاحب سیدا شریف کیلئے روانہ ہو گئے جب وہاں پہنچے اس وقت صاحبزادہ صاحبؒ نماز مغرب پڑھا رہے تھے. کاریگروں کو بھی روک رکھا تھا۔ بھائی غلام رسول نے حضرت صاحبؒ کا عطا کردہ بند لفافہ سلام کے ساتھ ہی صاحبزادہ صاحبؒ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس سے پیشتر صاحبزادہ صاحبؒ سخت تذبذب کی کیفیت میں تھے۔ لفافہ ملتے ہی سمجھ گئے۔

مزدوروں کو آواز دی ''آ جاؤ'' مزدور ارد گرد جمع ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے بند لفافہ کھولا ہر ایک کا حساب پوچھتے جاتے اور اتنے ہی پیسے نکال کر دیتے جاتے۔ حتی کہ آخری آدمی نے حساب بتایا تو اُتنے ہی پیسے لفافہ سے برآمد ہوئے۔ اس پر صاحبزادہ صاحبؒ بہت مسرور ہوئے کہاں صبح سے شام تک کی کوفت اور کہاں اپنے بندے کے ذریعے انعام ربی۔

کار ساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزارِ ما

دستگیرِ بےکساں

ایک دفعہ بھائی اسماعیل صاحب اور ان کے چند ساتھیوں نے گجرات شریف

حاضری کا پروگرام بنایا۔ان دنوں زمیندارہ کام کی بہت مصروفیت تھی۔ بھائی اسماعیل صاحب کے گھر والے نہیں چاہتے تھے کہ یہ ان دنوں کہیں جائے۔ لیکن یہ بضد تھے کہ میں نے ضرور جانا ہے۔ گھر والوں نے جب یہ دیکھا کہ یہ کسی طور نہیں مانتا۔ تو جس صبح انہوں نے جانا تھا اس رات ان کے کپڑے صندوق میں بند کر کے تالا لگا دیا۔ اور کرایہ وغیرہ دینے سے انکار کر دیا۔ بھائی صاحب سخت پریشان ہوئے۔ باہر کھیت ہی میں جانوروں کے پاس رات گزاری جوں جوں گاڑی کے روانہ ہونے کا وقت قریب ہوتا گیا بے چینی بڑھتی گئی آخر اسی بے کلی کے عالم میں انہوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ کھیت میں تھوڑا ہی بھاگے تھے کہ معاً اپنے سامنے دس روپے کا نوٹ گرتا ہوا پایا۔ نوٹ کو اٹھایا اور دل کو کافی حد تک تسلی ہوگئی کہ اب کرایہ تو مل گیا۔ ایک بہت بڑی رکاوٹ حل ہوگئی جلدی سے گھر آئے اتفاق یہ کہ گھر والے گھر موجود نہ تھے جوتی کا ایک ''پولا'' اٹھایا اور صندوق کے تالے پر دے مارا۔ تالا ٹوٹ کر دور جا گرا۔ کپڑے نکالے اور بھاگتے ہوئے سٹیشن پر جا پہنچے۔ گاڑی روانہ ہونے والی تھی۔ ٹکٹ خریدا اور گاڑی کی طرف لپکے۔ ان کے ساتھی پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ پوچھنے لگے گھر والوں نے اجازت دے دی۔ کہنے لگے گھر والوں نے کیا اجازت دینی تھی۔ حضرت صاحبؒ نے بلا لیا۔ سبھی ساتھی جب حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس گجرات حاضر ہوئے تو حضرت صاحب نے صرف بھائی اسماعیل صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا ''کرایہ مل گیا سی تے کپڑے وی لبھ گئے سن؟''

''ہم آتے نہیں وہ بلاتے ہیں''

''گڈی نکل گئی تے کچھ لئیں گا''؟

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے معالجین میں ایک حکیم محمد اسماعیل صاحب جگرانوی گلبرگ لاہور کے رہنے والے تھے۔ دوائی لانے کیلئے درویش کو ہر ہفتے (ہفتہ وار) جانا ہوتا۔ سات روزہ صحت کی کیفیت اور قارورہ ملاحظہ کر کے دوائی

میں ردوبدل ہوتا۔ درویش عموماً نمازِ فجر حضورؒ کے ساتھ ادا کر کے صبح کی گاڑی خیبر میل پر جو تقریباً ساڑھے چھ بجے گجرات سٹیشن پر پہنچتی جایا کرتا اور اکثر اسی گاڑی پر واپس شام کو حضورؒ کی خدمت میں گجرات شریف حاضر ہو جاتا۔

ایک دفعہ موسم سرما میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد جب حضورؒ سے لاہور جانے کی اجازت طلب کی تو گاڑی کا وقت ہو چکا تھا۔ ان دنوں طلوع آفتاب بھی تقریباً پونے سات بجے ہوتا تھا حضورؒ نے فرمایا۔ ''گاڑی کا وقت تو گھر ہی پر ہو چکا۔ ابھی تو نے اسٹیشن پر بھی جانا ہے جو کم از کم آدھ گھنٹہ کا سفر ہے اتنے میں تو گاڑی جا چکی ہوگی۔'' پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد فرمایا ''اگر گاڑی نکل چکی ہوئی تو کھینچ لوگے'' (اگر گڈی نکل گئی تو کھینچ لے گا) عرض کی ''اگر کھچوائیں گے تو کھینچ لونگا''

درویش حضورؒ سے رخصت ہو کر تقریباً آدھ پون گھنٹہ لیٹ اسٹیشن پر پہنچا، جلدی سے اندر پلیٹ فارم پر گیا وہاں ٹکٹ کلکٹر کھڑا تھا پوچھا ''گاڑی؟'' بیرونی سگنل کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ دیکھو وہ جا رہی ہے۔ درویش نے ادھر دیکھا گاڑی تقریباً بیرونی سگنل عبور کر چکی تھی۔ پریشانی کے عالم میں واپس لوٹا، ابھی سٹیشن کی حدود ہی میں تھا کہ اسی ٹکٹ کلکٹر نے زور سے آواز دی (اکثر آنے جانے کی وجہ سے سٹیشن کا عملہ متعارف تھا) ''بھائی صاحب واپس آیئے'' واپس پلیٹ فارم پر پہنچا تو کہنے لگا ''دیکھئے! گاڑی واپس آرہی ہے'' ہمارے کھڑے کھڑے ہی گاڑی کا آخری ڈبہ جس کے آخر میں گارڈ ہوتا ہے ''رکا'' گارڈ نے باہر جھانک کر درویش سے مخاطب ہو کر پوچھا ''آپ نے لاہور جانا ہے؟'' درویش جلدی سے گارڈ کے ڈبے ہی میں سوار ہو گیا اور گاڑی چل دی۔ درویش نے راستہ ہی میں ٹکٹ بنوایا اور گارڈ سے پوچھا گاڑی کے واپس آنے کی کیا وجہ تھی۔ کیونکہ جب گاڑی سٹیشن کی حدود سے نکل جائے تو اصولاً واپس آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ ہنس کر کہنے لگا ''شاید آپ ہی کو سوار کرنے کیلئے آئی ہو''۔

درویش کو اس وقت حضورؒ کا ارشاد ''اگر گڈی نکل گئی تے کھچ لئیں گا''

یاد آگیا مزید تحقیق سے احتراز کیا کہ اللہ کے بندوں کی باتیں بھید ہوتی ہیں۔حضورؒ فرمایا کرتے تھے۔"بیٹھک (حضورؒ کا حجرہ) دیاں گلاں (خاص مجالس) بیٹھک تک ای رہنی چاہیدیاں نے" بہ الفاظِ دیگر "ساڈیاں گلاں اہلِ یقین واسطے نیں" یعنی ان باتوں کا اظہار عوام کے سامنے مناسب نہیں جیسا کہ عارف مرد (میاں محمد بخش) کا کلام ہے۔

خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد کتیا اگے دھرنی

اللہ تعالیٰ کی قدرتیں جو عقلِ انسانی سے بالاتر ہیں کا ظہور اس کے خاص بندوں کے ذریعے ہوتا ہے۔اگر نبی علیہ السلام کے ذریعہ ہو تو معجزہ، اور ولیؒ کے ذریعہ ہو تو کرامت کہلاتی ہے۔

اولیا راہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گر دانند زراہ

سیف زبانی

بھائی فیض احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ایک دفعہ کا ذکر ہے بندہ بلہڑ وال میں ٹیچر تھا۔آپؒ جگدیو خورد اپنے ننہال سے تشریف لائے اور اپنے گاؤں جعفر کوٹ جا رہے تھے بلہڑ وال راستہ میں پڑتا ہے سکول کے قریب اونچی جگہ پر ایک مسجد تھی جب حضورؒ مسجد میں تشریف لے آئے میں نے دیکھ لیا اور فوراً مسجد میں پہنچ گیا لیکن میرے پیر بھائی مفتی نظام الدین صاحب ہیڈ ماسٹر سے خائف رہے اور نہ آئے اس وقت سکول پرائمری سے لوئر مڈل بن چکا تھا۔اور بلہڑ وال کا ایک ہندو باشندہ منشی بھگت رام ہیڈ ماسٹر تھا جو ہمارے جمعہ پڑھنے کی وجہ سے بڑا ہی ناراض ہوا کرتا تھا۔

آپؒ نے پوچھا نظام الدین نہیں ملا۔میں نے کہا جناب ہیڈ ماسٹر اجازت نہیں دیتا آپؒ نے فرمایا یہ تم کو تنگ کرتا ہے میں نے عرض کیا جی حضور! تنگ کرتا ہے مجھے فرمایا کہ یہ سبق رات کو عشاء کی نماز کے بعد اس خبیث کا تصور کر کے پڑھا کرو۔دفع ہو جائے گا۔چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کر دیا۔

تھوڑے دن گزرے کہ اس کی برادری میں سے ایک معزز شخص نے اس کے خلاف درخواست دے دی۔ انکوائری ہوئی اور اسے وہاں سے مڈل سکول خلچیاں برلبِ بیاس سزا کے طور پر بدل دیا گیا۔ راوی سے اٹھا بیاس پہنچا۔ آپؒ سیف زبان تھے جو کچھ منہ سے نکلتا پورا ہو جاتا تھا۔

’’گاڑی لیکر ہی جائے گی‘‘

بھائی اسماعیل صاحب سرگودھوی بیان کرتے ہیں ایک دفعہ ہم چند پیر بھائی حضورؒ کی خدمت میں مجیٹھہ حاضر ہوئے۔ چند روز کی مصاحبت کے بعد واپسی کی اجازت چاہی۔ گاڑی دس بجے کے قریب وہاں سے چلتی تھی۔ آپؒ نے کھانا تیار کرنے کیلئے گھر میں کہا۔ ہم نے عرض کیا ’’حضور گاڑی جانے والی ہے۔ ہمیں دیر ہو گئی ہے‘‘ آپ نے فرمایا بھائی تمھیں گاڑی لیکر ہی جائیگی گھبراؤ نہیں۔ خدا کی قدرت ہم تقریباً ایک گھنٹہ دیر سے اسٹیشن پر پہنچے گاڑی ابھی کھڑی تھی۔ ہم نے جلدی سے ٹکٹ لئے اور گاڑی میں سوار ہوئے۔

فَحُکْمِیْ نَافِذٌ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک مرید خاص بھائی میاں خان صاحب موضع کالرہ خاصہ متصل شہر گجرات کے رہنے والے تھے۔ زندگی بھر پیر خانہ سے وابستہ رہے۔ اکثر بلا ناغہ حاضر ہوتے۔ شاذ و نادر ہی ناغہ ہوتا۔ کئی کئی مہینے متواتر راتیں آپؒ کے ساتھ گزارتے۔ ایک پیر بھائی کہتے ہیں۔

میں جیہڑی رات خواجہ سنگ گزاری

کراں قربان اس تے عمر ساری

بھائی میاں خان صاحب کے گاؤں میں ۵۰-۱۹۴۹ء میں اشتمال اراضی ہوا۔ ۱۹۵۰ء کے سیلاب نے ان کی ۱۴ بیگھہ زمین میں نالہ بنا دیا۔ پندرہ بیس روز پانی بہتا رہا اور فصل تباہ ہو گئی۔ بھائی صاحب نے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی ’’کہ حضور! میری تمام زمین نالہ بن گئی ہے‘‘ آپؒ نے فرمایا ’’کہ تین دفعہ یَا سَلَامُ! یَا سَلَامُ!! یَا سَلَامُ!!! پڑھ کر اور تین ہی دفعہ.....

وَ وَلَّانِیُ عَلٰی الاَقُطَابِ جَمُعاً
فَحُکُمِیُ نَافِذٌ فِیُ کُلِّ حَالٍ [۱]

پڑھ کر پانی کو انگلی سے اشارہ کرنا ''ادھر سے چلا جا'' [۲]۔ انہوں نے دوسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات کو بہت زبردست بارش ہوئی، بھائی صاحب صبح کنویں پر گئے۔ اور خیال آیا کہ آج تو ان کی زمین میں بہت گہرا نالہ پڑ گیا ہو گا۔ مگر جب زمین کے کنارے پہنچے تو اس کے برعکس پایا ان کی زمین کا کوئی کھیت چار فٹ اور کوئی پانچ فٹ اونچا ہو چکا تھا۔ اور پانی نے اپنا رخ موڑ لیا تھا۔

تَوَکُّلُ عَلَی اللّٰہِ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے متوسلین میں ایک ماسٹر عطاء اللہ صاحب گورالا نزد شہر گجرات کے رہنے والے تھے۔ ایک عرصہ تک عشاء کی نماز حضور کی اقتدا میں ادا کرتے رہے راتوں حضور کے پاس رہنے کے مواقع بھی میسر آئے۔ ایک دفعہ گیارھویں شریف کے موقعہ پر جبکہ دیگیں چولہا پر رکھی جانے والی تھیں۔ آپؒ نے فرمایا ''ماسٹر گھی لے کر آؤ'' ان دنوں دیسی گھی بازار سے نہیں ملتا تھا۔ ماسٹر صاحب نے عرض کیا ''حضورؒ اتنے تھوڑے وقت میں گھی کہاں سے ملے گا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا وَ مَنُ یَّتَوَکَّلُ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسُبُہٗ ط'' (الطلاق۔۳)

ترجمہ:۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

ماسٹر صاحب نے یہ سنتے ہی سائیکل پکڑی اور گھی لانے کے لیے چل دیئے۔ سکول میں معلم ہونے کی وجہ سے اردگرد کے گاؤں کے اکثر لوگ متعارف تھے۔ ایک قریبی گاؤں میں پہنچے۔ گھر، گھر سے گھی کا پتہ کرایا۔ مگر جواب مثبت نہ ملا۔ اگلے گاؤں پہنچے پھر بھی مقصد حاصل نہ ہوا۔ اس سے اگلے گاؤں جا رہے تھے کہ راستے میں جاننے والوں کا ڈیرا پڑتا تھا۔ ماسٹر صاحب کو جاتے دیکھ کر کہنے

---

[۱] مجھ کو سب قطبوں پر اس نے کر دیا ہے حکمران　　ساری خلقت پر ہے ہر دم حکم اب میرا رواں

[۲] حضرت عمرؓ کا دریائے نیل کو خطاب ''یہ خط خدا کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل کی طرف ہے لما بعد اگر تو اپنی مرضی سے جاری ہوا کرتا ہے تو بیشک مت جاری ہو۔ اور اگر تجھ کو خدائے واحد القہار ہی جاری کرتا ہے تو ہم خدائے واحد القہار سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔'' حضرت عمرؓ کا یہ خط دریا میں ڈال دیا گیا۔ اور دریا فوراً جاری ہو گیا۔

لگے۔ ''ماسٹر جی آؤ بیٹھو کچھ کھا پی لو'' ماسٹر صاحب نے چلتے چلتے کہا کہ ''اس وقت میں جلدی میں ہوں پھر کسی وقت بیٹھیں گے'' انہوں نے پھر اصرار کیا۔ ماسٹر صاحب کو چونکہ اُن سے اپنے مقصد برآری کی قطعاً توقع نہ تھی۔ اور جلدی بھی تھی لہٰذا چلتے چلتے وہی پہلے والا جواب دیا اتنے میں ایک شخص نے بے تکلفی سے بھاگ کر سائیکل کو پکڑ لیا اور کہا کونسی ایسی جلدی ہے ہمیں بھی بتائیں، ہوسکتا ہے آپ کا وہ کام یہاں ہی ہو جائے۔ اس پر ماسٹر صاحب نے بتایا ''مجھے گھی چاہیے'' اس شخص نے کہا ''ماسٹر جی یہ کونسی بات ہے آپ بیٹھیں، گھر سے پتہ کرتے ہیں۔'' ماسٹر عطاء اللہ صاحب چارپائی پر بیٹھ گئے وہ شخص گھر گیا اور اہلِ خانہ سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ کئی دن کا مکھن جمع ہے گرم کرنے کیلئے آج کل کر رہے تھے ابھی گرم کر کے دے دیتے ہیں۔ ماسٹر صاحب کو بتایا کہ ابھی گھی مل جاتا ہے۔ آپ تسلی سے بیٹھیں۔ تھوڑی دیر میں ایک شخص گھی لیکر آ گیا۔ گھی اتنا ہی ہوا جتنا حضورؒ نے فرمایا تھا۔ آپؒ کی عطا کردہ رقم ڈیرے والوں کو دی اور ماسٹر صاحب نے گھی لاکر آپؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور گھی حاصل ہونے کی تفصیلات بھی عرض کیں حضورؒ نے فرمایا ''ماسٹر صاحب ، وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ''

ناصر ونگہبان

ایک دفعہ دولتا نگر کی ایک ارادت مند سیّدہ خاتون حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں گجرات حاضر ہوئیں اور عرض کیا ''حضور! میں ختم شریف دلانا چاہتی ہوں۔ آپ تشریف لائیں'' آپؒ نے فرمایا ''ہم فلاں دن آئیں گے انتظام کر رکھنا'' چنانچہ مقررہ دن آپؒ ایک شخص کو ساتھ لیکر ایک تانگہ پر دولتا نگر روانہ ہوئے۔ راستہ میں نالہ بھمبر پڑتا ہے۔ جب وہاں پہنچے تو نالہ میں سخت طغیانی تھی۔ دونوں طرف کے مسافر تانگے ریڑھے اور گڈے وغیرہ کھڑے تھے۔ ایک گڈے والے نے عبور کرنے کی جرأت کی تو وہ الٹا پڑا تھا۔ حضورؒ نے ایک گڈابان سے کہا کہ ''ہمیں نالہ پار کرنا ہے'' گڈابان نے جوب دیا ''جناب آپ دیکھ رہے

ہیں کہ نالہ طغیانی پر ہے اور سب مسافر تانگے گڈے اور رہڑے کھڑے ہیں کوئی بھی پانی میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ایک گڈے والے نے گڈا نالہ میں ڈالا ہے وہ دیکھئے الٹا پڑا ہے۔'' حضورؒ نے فرمایا'' اللہ کے بھروسے پر ہمت کریں وہ ناصر ونگہبان ہے'' گڈابان نے آپؒ کے چہرہ اقدس پر نظر دوڑائی تو اسے'' اللہ کے بھروسہ اور ناصر ونگہبان'' پر یقین آ گیا۔ عرض کرنے لگا'' حضور تشریف رکھیں میں آپ کو پار لئے چلتا ہوں'' حضور قبلہ عالم قدس سرہ اور آپؒ کا درویش گڈے پر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنی چھڑی نالے کی طرف سیدھی کر دی اور ارشاد فرمایا'' جدھر جدھر چھڑی کا رخ ہو ادھر ادھر گڈے کو چلاتے جائیں'' چنانچہ گڈابان نے ایسا ہی کیا۔ نالہ پایاب رہا اور چند لمحوں بعد گڈا نالہ کی دوسرے کنارے پر تھا۔ سبھی لوگ حیران تھے کہ یہ نالہ کیسے عبور کر گئے۔ حضورؒ نیچے اترے اور گڈا بان سے فرمایا کہ '' یہاں ہی ٹھہرو'' اور خاموشی سے موضع دولتانگر کی طرف چل پڑے۔

ارادتمند بڑھیا نے ختم شریف کا اہتمام کر رکھا تھا۔ ختم شریف پڑھا اور کچھ کھائے پیئے بغیر واپس چل دیئے۔ نالہ بھمبر پر پہنچے تو گڈابان اور دیگر مسافر اور سواریاں تانگے ریڑھے وغیرہ جوں کے توں کھڑے تھے۔ حضورؒ اسی گڈا پر سوار ہو کر پہلے کی طرح نالے کی دوسری طرف پہنچے۔ اور گڈابان کی مناسب تواضع کے بعد تانگے پر گھر تشریف لائے۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

قوتِ جسمانی اور قوتِ ایمانی

بھائی اسماعیل صاحب سرگودھا والے جوانی کے عالم میں کشتی لڑا کرتے تھے ایک دفعہ ان کا مدِ مقابل بڑا طاقتور پہلوان تھا۔ مقابلہ تو طے ہو چکا۔ مگر وہ گھبرائے پھرتے تھے۔ کہ کہیں اس دنگل میں خفت نہ اٹھانی پڑے۔ ہماری تمام تر کمزوریوں کا مداوا درویش کا آستانہ ہے۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے درِ دولت پر

حاضر ہوئے۔ اور تمام حالات پیش خدمت کیے اور عرض کی حضور مجھے کوئی تعویذ عطا فرمائیں۔ جس سے مجھے اس آزمائش میں سرخروئی حاصل ہو۔ آپؒ نے فرمایا ''تعویذ دیتے ہیں کیا تو اسے قابو کر لے گا'' بھائی نے کہا ''میں اسے ضرور قابو کر لوںگا'' وہ اسے کاغذ کا ایک پرزہ ہی سمجھتے تھے۔ حضورؒ نے بطور تفنن طبع فرمایا۔ ''کشتی تم نے لڑنی ہے یا تعویذ نے'' چنانچہ حضورؒ نے تعویذ عطا فرمایا۔ جس رومال میں پیسے بندھے ہوئے تھے۔ اسی میں تعویذ رکھا اور گانٹھ پر گانٹھ دیتے گئے۔ پھر اسے تہبند کے ''لڑ'' میں خوب گانٹھیں دیکر باندھا۔ حضورؒ سے اجازت لیکر رخصت ہوئے۔ جب ملکوال سٹیشن پر پہنچے تو چائے پینے کی ضرورت محسوس ہوئی، تہبند کے لڑ سے پیسے لینے لگے تو دیکھا رومال، تعویذ پیسوں سمیت غائب۔ یاد آ گیا حضورؒ نے فرمایا تھا ''تعویذ قابو کر لوگے'' جیب میں ایک روپیہ تھا۔ نکالا اور چائے پی۔ اس دنگل کی اردگرد کے علاقہ میں بڑی دھوم دھام تھی۔ تاریخ مقررہ پر بہت لوگ جمع ہوئے۔ کشتی شروع ہوئی تو پہلی ہی جھڑپ میں مدِ مقابل چت زمین پر آ گرا بھائی اسماعیل صاحب کا کہنا ہے کہ نہ میرا کوئی زور لگا اور نہ ہی میں نے کوئی خاص داؤ لگایا۔ میں خود حیران تھا کہ کس چیز نے اسے گرا دیا۔ عام لوگ اور خصوصاً فن کشتی کے ماہرین حیران تھے۔ کہ کیونکر زمین پر آ رہا۔ اس شکست سے مدِ مقابل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اور نہایت عاجزی سے التجا کرنے لگا۔ کہ اگلے اتوار پھر مجھ سے کشتی لڑیں۔ میں نے کہا جیسے آپ کی مرضی۔ چنانچہ اگلے اتوار دوبارہ کشتی کا اعلان کر دیا گیا۔ اعلان کے مطابق کشتی ہوئی۔ پہلے ہی کی طرح مدِ مقابل پھر زمین پر آ رہا۔ اس نے کھلے بندوں اپنی شکست کا اعتراف کر لیا اور اپنا ''لنگوٹ'' اتار کر میرے حوالے کیا۔ اور کہا آئندہ کبھی کشتی نہیں لڑوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد فنِ کشتی سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہو گیا۔ اب بھی جب کبھی وہ شخص بھائی اسماعیل سے ملتا ہے تو اسے وہ کشتی یاد آ جاتی ہے اور جسم پر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی سر جھکا لیتا ہے۔ اور کہتا ہے ''بھائی تینوں منیا''

اس مقابلہ کے چند روز بعد بھائی اسماعیل صاحب حاضر خدمت ہوئے

حضورؒ نے کشتی کی تفصیلات پوچھیں اور فرمایا ''تیرا زور تے نئیں سی لگیا'' بھائی اسماعیل کہتے ہیں۔ میں نے ساٹھ روپے جو اس زمانہ میں ایک بہت بڑی رقم سمجھی جاتی تھی پیشِ خدمت کی۔ لیکن حضورؒ نے لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ آپ کا انعام ہے اسے اپنے پاس رکھیں۔

اس کشتی کے بارے میں جب بھی فنی حلقوں میں گفتگو ہوتی ہے تو سبھی کہتے ہیں کہ اسماعیل کے پیچھے کوئی ہاتھ ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ قوتِ جسمانی قوتِ ایمانی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ارشاد: ''ذکر خیر'' میں ہے ''ایک مرتبہ انبالہ میں ایک بڑا نامی اور طاقتور پہلوان آیا تھا۔ انبالہ کے مسلمانوں کی طرف سے ایک تیلی پہلوان اس کے ساتھ لڑنے کے واسطے مقرر کیا گیا۔ انبالہ والا تیلی اس ہندوؤں کے پہلوان قد و قامت طاقت اور فن کشتی غرض سب باتوں میں کم تھا، جس دن اس کی کشتی تھی۔ وہ تیلی اس خیال سے کہ شاید ہار جاؤں اور سب مسلمانوں کو ناحق خفت ہو۔ چند آدمیوں کو ساتھ لیکر دعا کرانے کے لیے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ظہر کا وقت تھا اور میں بیٹھا ہوا طالب علموں کو پڑھا رہا تھا۔ پہلے وہ میرے ہی پاس آیا اور مدعا ظاہر کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ اس وقت بیت الخلاء میں تھے۔ میں نے اس کو سختی اور غصہ کے ساتھ کہا بیوقوف تو نماز تو پڑھتا نہیں۔ جب تو خدا کے سامنے نہیں گرتا تو اللہ تعالیٰ کیونکر تیرے سامنے گرائے گا۔ جا! کہاں دعا کرانے آیا ہے۔ ساتھ والوں میں سے کسی نے کہا میاں ان سے کیا لیتا ہے۔ یہ تو مولوی لوگ ہیں۔ ان کا کام ہی ہدایت کرنا ہے وقت بے وقت۔ چلو حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں چلیں۔ وہ فقیر ہیں، فقیروں میں رحم زیادہ ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر وہ وہیں کھڑا رہا۔ اتنے میں شاہ صاحب استنجا خشک کرتے ہوئے بیت الخلاء سے باہر تشریف لے آئے۔ وہ پہلوان فوراً حضور کے قدموں میں گر پڑا اور مدعا ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا ''او جا! ہمارے مولوی صاحب نے کہا ہے، جا کے نماز پڑھا کرو۔ جا تو اسے جاتے ہی گرا لے گا اور جا نماز پڑھنا اور محبت سے اس کی پیٹھ ٹھونکی۔ وہ میدانِ کشتی میں گیا۔

جاتے ہی اس زبردست پہلوان کو گرالیا اور کشتی مارتے ہی حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں سلام کرنے کو حاضر ہوا۔ پھر پکا نمازی ہو گیا۔"

اہل نظر

ایک بھائی جو اپنے خیال میں لنگر کی ہفتہ وار خدمت کیا کرتے تھے ان دنوں ہفتہ وار تعطیل اتوار کو ہوا کرتی تھی۔ یہ صاحب عرصہ دراز تک اتوار کو باقاعدگی سے حاضر ہوتے رہے۔ ایک اتوار حاضر نہ ہو سکے۔ جب اگلے اتوار حاضر خدمت ہوئے تو ندامت سے آنکھیں جھکائے ہوئے تھے کہ نہ معلوم حضورؒ کو اس ہفتہ خرچ وغیرہ کے سلسلہ میں کس قدر دِقت ہوئی ہوگی۔ یہ وہ دور تھا جب حضورؒ گفتگو بہت کم فرماتے تھے اور ملاقات بھی کھلے بندھوں نہ ہوتی تھی۔ حضور نے بھائی صاحب سے شفقت فرمائی۔ پاس بٹھایا۔ ان کی ندامت کے پیش نظر تسلی دلاسہ دیا پھر درویش کے سہارے ساری چارپائی خالی چھوڑ کر سرہانے کی طرف بیٹھ گئے اپنی واسکٹ کو پکڑا اور جیب سے سو سو کے نوٹ نکال کر بستر پر بکھیر دیئے۔ اسی طرح دوسری جیب سے نوٹ نکالے اور بکھیر دیئے۔ آپؒ کی واسکٹ میں چار بڑی جیبیں دو اندر۔ دو باہر اور ایک چھوٹی جیب اوپر بائیں جانب جس میں گھڑی ہوتی۔ ان چاروں جیبوں سے نوٹ نکال نکال کر آپؒ نے بستر پر ڈھیر لگا دیا ہم حیران تھے کہ آج آپؒ نے ایسا کیوں کیا حالانکہ ہر معاملہ میں اخفائے حال آپؒ کا طرہ امتیاز تھا صرف اتنی ہی بات کا اظہار فرماتے۔ جتنی کسی سے متعلق ہوتی۔ بڑے سے بڑے نوٹ سے لے کر دونی چونی حتیٰ کہ پیسہ دھیلا تک کی ریزگاری آپؒ کی جیب میں ہوتی۔ سودا منگواتے ہوئے جتنے کی چیز ہوتی تقریباً اتنے ہی پیسے عطا فرماتے۔ لین دین میں کبھی تاخیر و تقدیم نہ ہوتی مگر آج کی صورتِ حال ہمارے لئے بالکل انوکھی تھی۔

حضور رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر وہ روپوں کا ڈھیر پڑا رہنے دیا اور اس دوران اس بھائی پر مزید شفقت فرماتے رہے۔ سردی کا موسم تھا آپؒ جوں جوں شفقت فرماتے۔ بھائی کے ندامت سے پسینے چھوٹتے جا رہے تھے۔ اب کہ

ندامت پہلے سے مختلف تھی۔ پہلے ندامت اپنے خیال میں خدمت بروقت نہ کرنے پر تھی اب ندامت اس بات پر تھی کہ مجھے ایسا خیال کیوں آیا۔ حضورؒ میری خدمت کے محتاج نہیں'' آخر حضورؒ نے روپوں کے اس ڈھیر کو سمیٹا جب روپے جیبوں میں ڈالے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جیبوں میں کچھ ہے ہی نہیں۔ ہم چند حاضرین متردّد تھے۔ کہ معاملہ ہے کیا، حضورؒ نے جب اس بھائی کو اجازت دی تو باہر نکل کر پوچھا کہ بھائی جی آج کی یہ بات کچھ سمجھ میں آئی۔ تو بھائی نے کہا یہ تمام تر میرے وساوس اور خیالات کا جواب تھا۔ کہ ہم تیرے نذرانے کے محتاج نہیں'' آپ حضورؒ کے کمالات کا ذکر کرتے ہوئے پیر فضل گجراتی لکھتے ہیں۔

اہل نظر حضرات دا فیصلہ اے دسترس سی غیبی خزانیاں تے
نکلیا کدی نہ جیب چوں ہتھ خالی پایا جتنی بار حضور قبلہؒ

جیب یا غیبی خزانہ

ایک دفعہ بڑے صاحبزادہ صاحب سیدویؒ کو کچہری کے کسی معاملہ کے سلسلہ میں اچانک اور فوراً خطیر رقم کی ضرورت آ پڑی۔ مختلف متموّل تعلق داروں سے مطلوبہ رقم حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن مقصود ہاتھ نہ آیا۔ آخر حضورؒ کے ایک درویش نے کہا'' صاحبزادہ صاحب آپؒ کیوں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں اپنا مدعا پیش کریں۔ یہ سُن کر صاحبزادہ صاحب نے کہا'' میں حضرت صاحبؒ کو اچھی طرح جانتا ہوں نہ ان کا کوئی بنک اکاؤنٹ ہے اور نہ ہی وہ گھر میں کوئی رقم علیحدہ رکھتے ہیں۔ روزمرّہ کا جو بھی خرچ ہوتا ہے وہ ان کی جیب میں ہوتا ہے۔ پھر بھلا اتنی کثیر رقم کون جیب میں رکھتا ہے۔ چاروناچار معاملہ آپؒ کی خدمت میں پیش کرنا ہی پڑا۔ حضورؒ نے مطلوبہ رقم جیب سے نکال کر صاحبزادہ صاحبؒ کے حوالے کی۔ اس پر صاحبزادہ صاحبؒ حیران وششدر رہ گئے اور فرمانے لگے آپؒ کی جیب کوئی غیبی خزانہ ہی ہے۔

کاروبار میں تصرف

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا معاملات میں برتاؤ شریعت وطریقت کا ایسا حسین امتزاج ہوتا کہ کبھی بھی کسی کو سر نہ ہونے دیتے۔ اگرچہ نظر ہمیشہ مآل پر ہوتی۔ مگر معاملہ کے ظاہر کو ایسے طریق پر نبھاتے کہ اہل عقل کو حرف گیری کی گنجائش نہ ہوتی۔ مختلف کاروباری طبقات کو آپؒ مشورے دیتے جوان کی کامیابی کی روشن دلیل ہوتے۔ مجیٹھہ میں ایک شخص کو مشورہ دیا ''کہ روزمرہ کی ضروریات کی دکان کھول لو حاجتمند کو بے دھڑک سودا دیتے جاؤ۔ اُدھار کی بھی فکر نہ کرو۔ آپ کا اُدھار ضائع نہیں جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ صاحب چند گھنٹے کے لئے دکان کھولتے اور گاہک پہلے ہی سے انتظار میں رہتے۔ اور ادھار کی بھی ایک ''پائی'' تک ضائع نہ ہوتی حضورؒ کے فرمان کے عین مطابق کاروبار چلتا رہا۔ یعنی حضورؒ کی تدبیر، تقدیر، پر کمند ہوتی۔ آپؒ ''اِتَّقُوْ فِرَاسَۃُ الْمُؤْمِنِ'' کی ایک روشن دلیل تھے۔

نئی آن نئی شان

ایک دفعہ حضورؒ سیر کے لئے حسب معمول تشریف لے گئے ایک درویش ہمراہ تھا۔ سیر سے جب واپس تشریف لا رہے تھے۔ تو گھر کے قریب ایک گلی کے کونے پر مڑے۔ درویش جو بالکل ساتھ ساتھ چل رہا تھا وہ بھی مڑا۔ جونہی نظر اٹھائی تو دیکھا حضرت صاحبؒ وہاں موجود نہیں۔ درویش پریشان ہو گیا ادھر ادھر گلیوں میں بھاگا۔ گھر جا کر بھی دیکھا لیکن حضرت صاحبؒ کو کہیں نہ پایا۔ آخر واپس گلی کے کونے پر آیا تو دیکھا حضرت صاحبؒ ابھی ابھی کونہ پر سے مڑے ہیں۔ ع

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

تکثیر طعام

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا طریقہ مبارک تھا کہ عام مجالس میں بہت کم مگر

میلادشریف کی دعوت ہوتو ضرور تشریف لے جاتے۔ موضع معین الدین پور نزد شہر گجرات میں سالانہ میلادشریف کی محفل کا باقاعدہ انعقاد ہوتا۔ جس کا انتظام وانصرام وہاں کا ایک سیّد گھرانہ کرتا۔ حضورؒ اس تقریب سعید میں بڑی باقاعدگی سے تشریف لے جایا کرتے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

میلادشریف کے ایک موقعہ پر وہاں کے ایک مرید بافندہ گھرانہ نے عرض کیا کہ حضور اس دفعہ رات کا کھانا آپؒ ہمارے ہاں تناول فرمائیں، چنانچہ جب محفل رات کے تقریباً دو بجے ختم ہوئی تو اس بھائی نے کہا۔ حضور ہمارے ہاں کھانے کے لئے تشریف لے چلیں۔ کھانا صرف دوتین آدمیوں کا پکا ہوا تھا۔ ایک چوزا، ایک پاؤ حلوا اور چند روٹیاں تھیں۔ اس وقت حضورؒ کے پاس پچاس ساٹھ آدمی موجود تھے۔ حضورؒ نے سبھی سے کہا نوراحمد نے تمہاری دعوت کی ہے۔ یہ سن کر بھائی نوراحمد پریشان ہو گئے سوچنے لگے رات کا وقت ہے۔ کسی چیز کے ملنے کا بھی اس وقت امکان نہیں سبھی سو رہے ہیں۔ کسی کا مزید کھانا پکانے میں تعاون کرنا بھی ممکن نہیں۔ اتنے میں حضورؒ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کسی قسم کی عرض کرنے کی بھی گنجائش نہ رہی۔ ''قہر درویش بر جان درویش'' حضورؒ نے فرمایا تم گھر جا کر جلدی سے اطلاع دو ہم آ رہے ہیں۔ بھائی نوراحمد صاحب جلدی سے گھر پہنچے اور گھر والی کو بتایا کہ حضورؒ پچاس ساٹھ آدمیوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں۔ اس کی بیوی نے کہا۔ یہ تو نے کیا کِیا۔ حضورؒ کو الگ نہیں کہا تھا۔ اس نے کہا، کہا تو تھا میں نے علیحدگی میں مگر حضورؒ نے خود ہی فرما دیا کہ نوراحمد نے تمہاری دعوت کی ہے۔ آؤ سب اس کے گھر چلیں۔ اتنے میں حضورؒ اس ساری جمعیت کے ساتھ آ پہنچے۔ جلدی سے بیٹھنے بٹھانے کا انتظام کیا۔ اب دونوں میاں بیوی پریشان ہیں کہ کیا کِیا جائے۔ حضورؒ نے ان کی پریشانی دیکھی تو اندر تشریف لائے اور بھائی نوراحمد کی بیوی سے فرمایا مَلّا! (حضور خواتین کو اکثر اس لفظ سے مخاطب فرماتے) کیوں

پریشان ہو۔اس نے عرض کیا کہ حضور آپؒ کو معلوم ہی ہے کہ میں نے دو تین آدمیوں کا کھانا تیار کیا ہے۔اب رات کے اس وقت اتنے آدمیوں کے کھانے کا انتظام میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔حضورؒ نے فرمایا مُلّاں! یہ لے میرا دوپٹہ اور کھانے کے اوپر ڈال دو۔دیکھنا نہیں۔اور نیچے سے نکال نکال کر تقسیم کرتی جا۔چنانچہ بہن جی دوپٹہ کے نیچے سے نکال نکال کر تقسیم کرتی رہیں اور وافر کھانا سب مہمانوں تک پہنچ گیا جب مہمان کھانا کھا چکے تو حضورؒ اندر تشریف لائے اور فرمایا "مُلّاں! میرا دوپٹہ مینوں دے دے" بہن جی نے جب دوپٹہ اُٹھایا تو ابھی کافی کھانا موجود تھا۔حضورؒ نے فرمایا یہ صبح ہمسایوں میں تقسیم کر دینا۔

یہ واقعہ جنگ خندق کے موقع پر حضرت جابرؓ کی دعوت کی متابعت میں ہے حضور پاک ﷺ کے احوال و آثار کی سنتیں اِن شاءَ اللہ ہمیشہ قائم رہیں گی صحیح بخاری کی روایت ہے "کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے اندر سخت بُھوک کے آثار دیکھے تو بکری کا ایک بچہ ذبحہ کیا اور اِن کی بیوی نے ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) جَو پیسا، پھر رسول اللہ ﷺ سے رازداری کے ساتھ گزارش کی کہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائیں۔لیکن نبی ﷺ نے تمام اہلِ خندق کو، جن کی تعداد ایک ہزار تھی، ہمراہ لے کر چل پڑے اور سب لوگوں نے اسی ذرا جتنے کھانے سے شکم سیر ہو کر کھایا، پھر بھی گوشت کی ہانڈی اپنی حالت پر برقرار رہی۔اور بھری کی بھری جوش مارتی رہی۔اور گوندھا ہوا آٹا اپنی حالت پر برقرار رہا۔اس سے روٹی پکائی جاتی رہی۔"

(صحیح بخاری جلد نمبر ۲ صہ ۵۸۹،۵۸۸)

طبیب کی ہدایت کے مطابق حضورؒ کی ہنڈیا الگ پکائی جاتی۔مگر اکثر کی خواہش ہوتی کہ ہمیں سالن حضورؒ کی ہنڈیا سے دیا جائے۔مگر اس میں کرامت یہ ہوتی کہ اگرچہ ہنڈیا چند بوٹیوں اور تھوڑی سی سبزی پر مشتمل ہوتی مگر جب استعمال ہوتی تو ہر طالب کو بوٹی بھی ملتی۔ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی بہت بڑی ہنڈیا میں کافی مقدار میں سالن پکایا گیا ہو۔اس سے حضور پاک ﷺ کا بکری کی دستی والا واقعہ یاد آتا وَھُوا ھذا

''ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کیلئے گوشت پکایا۔ چونکہ آپ ﷺ کو بکری کا دست نہایت مرغوب تھا اُنہوں نے آپ ﷺ کو دونوں دست دیئے۔ جب آپ ﷺ اِن کو تناول فرما چکے تو پھر دست مانگا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! بکری کے کتنے دست ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' خدا کی قسم اگر تم خاموش رہتے تو میں جس قدر دست مانگتا مجھے دیتے رہتے''۔

محبت کا کھانا

میاں عزیز الدین صاحب جالندھر کے رہنے والے تھے لاہور اسٹیشن پلیٹ فارم نمبر چار پر حضور سے بیعت ہوئے۔ ایک دفعہ حضور ان کے پاس تشریف لے گئے ان کے ہاں پہلی دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ تانگے پر بازار سے جارہے تھے کہ آپ نے فرمایا دیکھو یہاں عزیز الدین تو نہیں۔ دیکھا تو قریب ہی بھائی صاحب کھڑے تھے ملکر بہت خوش ہوئے۔ گھر تشریف لے گئے تھوڑی دیر میں کافی آدمی آپ کی ملاقات کے لئے جمع ہوگئے۔ بھائی صاحب نے کھانا تیار کروایا۔ سبھی نے سیر ہوکر کھایا۔ مگر آپ نے بار بار کہہ کر کھلوایا اور فرمایا۔ محبت کا کھانا تکلیف نہیں دیتا۔ اگرچہ مہمانوں کی تعداد کے لحاظ سے کھانا بہت ہی کم تھا۔ مگر خوب کھانے کے بعد بھی بچ رہا حضور نے فرمایا ہمسائیوں میں تقسیم کردو۔

''بابا جی! مالٹا ہی لینا ہے''

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے عزیز واقارب اکثر آپؒ کے پاس حاضر ہوتے رہتے۔ ایک دفعہ ایک عزیزہ حاضر ہوئی۔ جس کا ایک چھوٹی عمر کا بچہ بھی ساتھ تھا۔ دوران قیام ایک دن بچے نے ضد کرنی شروع کی کہ میں نے مالٹا لینا ہے گرمی کا موسم تھا جبکہ مالٹے کی فصل نہیں ہوتی۔ ماں نے بہت سمجھایا کہ آج کل مالٹا نہیں ہوتا۔ میں تجھے کہاں سے لا کردوں۔ مگر بچہ تھا کسی طور بھی ضد سے باز نہیں آتا تھا۔ دوسرے افراد خانہ نے بھی اور اشیاء دیگر بہلانے کی کوشش کی مگر بچہ روتا جاتا تھا اور اپنی ضد پر اڑا رہا اس وقت حضور قبلہ عالم قدس سرہ بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ بچے کے رونے کی آواز وہاں پہنچی تو آپؒ جلدی سے اندر

تشریف لائے۔ کیونکہ بچوں کا رونا آپؒ کو کسی صورت میں بھی گوارا نہیں تھا۔ آتے ہی پوچھا "ملا! (خواتین سے تخاطب کا حضورؒ کا طریقہ) ایہہ کیوں روندا اے" عرض کی "حضور! یہ مالٹا مانگتا ہے۔ بھلا بتائیں آجکل مالٹا کہیں سے مل سکتا ہے؟ میں اسے کہاں سے لا کر دوں؟" حضورؒ نے بھی بچے کو بہلانے کی کوشش کی۔ مگر وہ یہی کہے جاتا تھا "بابا جی! مالٹا ہی لینا ہے" آخر آپؒ نے فرمایا "اچھا ذرا خاموشی تو اختیار کرو مالٹا تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں" آپؒ کی اس تسلی پر بچہ چپ ہو گیا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ واپس بیٹھک میں تشریف لے گئے اور جب تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لائے۔ تو آپؒ کے ہاتھ میں دو تازہ مالٹے تھے۔ جن کے ساتھ سرسبز و شاداب پتے بھی تھے جیسے ابھی پودے سے اتار کر لائے گئے ہوں۔ ارشادِ ربانی ہے۔ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [۱]

بچے نے تو خوش ہونا ہی تھا مگر سبھی حیران تھے کہ یہ بے موسمی پھل کہاں سے آ گیا۔ یہ پوچھنے کی کسی کو ہمت تو نہ ہوئی مگر حضورؒ نے اپنے ایک رازدار کو ارشاد فرمایا۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ بھی تو بے موسمی سیب لائے تھے۔ یہ بھی آپؓ ہی کی عنایت ہے" حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا طریقہ مبارک تھا کہ کبھی بھی کسی خرق عادت واقعہ کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ مشائخ عظام رحمھم اللہ تعالیٰ کا کمال ہی بتاتے۔

شیخ ابو العباس خضر بن عبداللہ بن یحیٰ حسینی موصلی ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے امام مستنجدؒ باللہ ابو المظفر یوسف عباسی کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دیکھا، اس نے آپ سے عرض کیا، کہ حضور! اطمانیت قلبی کے لئے میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں، آپ نے دریافت کیا، کہ تو کیا چاہتا ہے، ابو المظفر نے عرض کیا، کہ غیب سے ایک سیب، آپ نے ہوا میں ہاتھ

---

[۱] آل عمران۔ ۳۷۔ ترجمہ:۔ کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دے۔

پھیلایا، کیا دیکھتے ہیں، کہ آپ کے دست مبارک میں دو سیب ہیں، حالانکہ عراق میں اس وقت سیب کا موسم نہ تھا۔

آپ نے ایک سیب ابوالمظفر کو دیا اور دوسرا خود رکھا، جب دونوں سیب پھاڑے گئے، تو آپ کا تو سفید خوشبودار اور معطر نکلا، مگر ابوالمظفر کے سیب میں کیڑا نکلا، اس نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی، آپ نے فرمایا، کہ تیرے سیب کو ظالم کا ہاتھ لگا ہے، جس کی وجہ سے اس میں کیڑا پیدا ہو گیا ہے اور میرے سیب کو کسی ولی اللہ کا ہاتھ لگا ہے اس لئے یہ عمدہ نکلا، اور اس کی خوشبو مہک گئی۔

وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَالصَّلٰوۃ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ ۔[۱]

طے الارض

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ اپنے ننھال جگد یو خورد ضلع امرتسر سے بذریعہ تانگہ ریلوے سٹیشن رمداس کی طرف آ رہے تھے۔ جونہی سٹیشن کی بالمقابل تانگہ سے اترے تو ابھی کچا راستہ غیر آباد (رکڑ) میں سے آدھ پون میل کا فاصلہ پیدل چل کر سٹیشن پر پہنچنا تھا۔ کہ گاڑی آ گئی۔ سٹاپ بھی ایک دو منٹ کا تھا آپؒ کے ہمرکاب خواجہ عبدالحق صاحب پریشان ہو گئے اور عرض کرنے لگے حضور اب گاڑی پر سوار ہونا ممکن نہیں۔ آپؒ نے فرمایا گھبرائیں نہیں اور میرے قدم پر قدم رکھتے چلے آئیں۔ ادھر اُدھر نہیں دیکھنا یغضو ابصار ھم (نظریں نیچی رکھیں) خواجہ صاحب کا کہنا ہے کہ ابھی چند قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ حضورؒ نے فرمایا جلدی سے ٹکٹ لے لیں۔ جونہی سر اٹھایا تو ہم ٹکٹ گھر کے سامنے تھے۔

غیبی خزانہ

خواجہ عبدالحق صاحب بیان کرتے ہیں ایک دفعہ میں حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ہمسفر تھا۔ رمداس ریلوے سٹیشن سے گاڑی پر سوار ہونا تھا۔ سٹیشن پر پہنچے ہی تھے کہ گاڑی کی آمد کی گھنٹی ہوئی۔ ٹکٹ لینے کے لئے مجھ سے کہا لیکن اتفاق یہ کہ بٹوا گھر پر رہ گیا۔ فرمایا ’’گرے پڑے کاغذ لاؤ‘‘ میں لایا حضور نے اپنے ہاتھ میں لئے۔ جونہی ہاتھ کی مٹھی کھولی تو رائج الوقت سکہ تھا۔ مجھے دیئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا ’’ٹکٹ خرید لاؤ‘‘۔ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ (اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو)

---

[۱] ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر لیتا ہے۔ اور درود و سلام سیّد الانبیا ﷺ پر ہو۔

مذاکرہ:۔

اور وہ یہ ہے کہ مرشدِ حق جو فرمائے وہ ذکر قضا نہ کرے
اور نہ بغیر فرمانِ پیر اس میں کمی بیشی کرے۔

ارواح مقدسہ

حضوری (بارگاہ نبوت ﷺ)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس آنے والے معاصر بزرگوں میں سے ایک حضرت سیّد بشیر شاہ صاحب تھے۔ جو سیالکوٹ چھاؤنی کے قریب پاک جموں سرحد پر ایک گاؤں میں رہتے تھے صاحب کشف بزرگ تھے۔ یہ بزرگ شیخ شمس الدین سیالویؒ کے خلیفہ مجاز اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کے پیر بھائی تھے اور ایک عرصہ تک حضرت توکل شاہ صاحب انبالویؒ کی صحبت میں رہے ایک دفعہ حضورؒ کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے ''حضور پاک ﷺ کی کچہری میں میں فلاں فلاں بزرگ کو تو دیکھتا ہوں مگر آپؒ کو کبھی نہیں دیکھا'' آپؒ مسکرائے اور فرمایا'' شاہ صاحب! مجھ مسکین کی کیا ہمت ہے کہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو سکوں'' پھر فرمایا'' حضور پاک ﷺ کی بارگاہ کے قریب ایک خیمہ ہے کبھی ادھر تو نظر کر کے دیکھنا''

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے جب شاہ صاحب کی دوبارہ ملاقات ہوئی تو تو پہلے سے زیادہ تواضع سے ملے۔ ہاتھوں کو بوسے دیئے اور کہنے لگے'' آپؒ کا مقام ہماری رسائی سے بالاتر ہے۔ حضور پاک ﷺ کی کچہری کے قریب جو خیمہ ہے وہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی غوث پاکؒ پر اس قدر نوازشات ہیں کہ ہیبت و جلالت کی وجہ سے کسی کو ادھر نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں۔ میں نے جھجکتے ہوئے جو نظر اٹھائی تو آپؒ کو اسی خیمہ میں پایا'' اسی لئے یہی بزرگ حضرت بشیر شاہ صاحبؒ کہا کرتے تھے'' کہ'' حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کوئی پہلی دوسری صدی کی روح ہیں'' بہر حال یہ اہل نظر کی باتیں ہیں۔

جس دل وچ خدا دی ذات وسّے
دسّو اوہدی حقیقت کون دسّے

اللہ کے بندوں کے مقامات و مناصب کو اہل باطن ہی جانیں، عام آدمی تو یہی کہے گا کہ ہماری طرح ہی کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔

هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ ط

ترجمہ:۔ یہ رسول ہے (جو) کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ (الفرقان۔ ۷)

''ذکر خیر'' میں ہے: ارشاد:۔ایک روز اس بات کا ذکر ہوا کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ کثرتِ درودشریف ذاتِ رسول ﷺ میں فنا ہوگئی تھی اور ہر وقت ان کو استغراق اور حضوری و دیدار رسول اللہ ﷺ میسر تھا اور اسی طرح اکثر اولیاء اللہ کو حضوری و زیارت رسول اللہ ﷺ کی اب بھی ہوتی رہتی ہے اور بہت سے امتی لوگوں کو بھی خواب میں اکثر آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔''

فیضِ مرتضائیؓ

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے اپنے ایک خاص خادم سے فرمایا ''کہ میرا یومِ پیدائش وہی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے'' اس ارشاد کو چند یوم ہی گزرے تھے کہ ایک رات وہی خادم حسب معمول بارہ ایک بجے اٹھا اور حضورؒ کے بستر کی طرف دیکھا تو آپؒ کے ساتھ ایک شخصیت استراحت فرما رہی تھی جس کا قد و قامت آپؒ جیسا تھا، موسم سرما کی وجہ سے اس شخصیت نے ایسا ہی گرم لباس پہن رکھا تھا جیسا ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا تھا۔ درویش کے دل میں یہ بات القاء کردی گئی کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اٹھے اور دروازے سے باہر صحن میں تشریف لائے۔ خادم بھی پیچھے ہولیا۔ حضورؓ صحن کے دروازے سے پھر باہر تشریف لائے ۔ درویش بھی جلدی سے پیچھے لپکا۔ مگر جونہی دروازہ کا پردہ اٹھایا تو حضور (حضرت علیؓ) نظر نہ آئے باہر ڈیوڑھی کا دروازہ دیکھا تو بند تھا خادم پر کچھ ایسی کیفیت غالب تھی کہ جلدی سے بھاگ کر سیڑھیوں کے ذریعے کوٹھے پر پہنچا ادھر اُدھر تلاش کیا مگر آپؓ کو نہ پایا آخر حضورؒ کے پاس حاضر ہوا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ مسکرائے اور ارشاد فرمایا ''میرا یوم پیدائش وہی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہے''

چھیڑا قد شانِ دل ربائی
نشانِ خاص فیضِ مرتضائیؓ

حسنین کریمین علیہما السلام

ایک اہل محبت نے بیان کیا۔ کہ جب حضرت صاحبؒ دوران تدریس زمیندار ہائی سکول گجرات اندرون شاہدولی دروازہ رہائش فرما ہوا کرتے تھے ان دنوں

میں ایک دفعہ حضور کی چھوٹی سی بیٹھک میں حاضر ہوا تو بہت خوشبو آ رہی تھی میں نے عرض کیا حضور یہ کیسی خوشبو ہے! آپ مسکرائے اور فرمایا ''حضرات حسنین کریمین عَلَیۡهِمَا السَّلَامُ تشریف فرما ہوئے تھے یہ انہیں کی تجلیات کی مہک ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن امام شاذلیؒ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے قیام قصبہ مجیٹھ ضلع امرتسر کے دوران میں حزب البحر مصنفہ امام شاذلیؒ [۱] کے عمل اربعین [۲] (چلہ کشی) کیلئے خلوت گزینی یعنی اعتکاف اختیار فرمایا۔ جس میں اشیاء جمالی وجلالی کے کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے جاگنے اور دیگر شرائط کے لوازمات کی پوری پوری نگہداشت فرمائی۔ آخر ان چالیس دن کے کٹھن مراحل کو جب پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ تو ثمرۂ مجاہدہ کی یوں جلوہ گری ہوئی۔ حضرت مصنف امام صاحبؒ بہ نفس نفیس (بالمشافہ) تشریف فرما ہوئے۔ طریقہ تفویضِ نعمت تو

---

۱ حضرت شیخ ابوالحسن امام شاذلیؒ (مصنف حزب البحر)

(۵۵۱ھ تا ۶۵۶ھ)

نسباً حضرت حسن بن علی کی اولاد سے ہیں۔ پیدائش مراکش میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ طریقت شاذلیہ کہلاتا ہے۔ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور یمن میں ہزار ہا علماء اور صوفیاء آپؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کو اکابر سلف صالحین پر ترجیح دیتے ہیں۔

دعائے حزب البحر کا پس منظر یوں ہے۔ کہ ایک دفعہ آپؒ برضائے ربی حج کے لئے روانہ ہوئے۔ دوران سفر جہاز ایک شدید طوفان سے دوچار ہوا۔ اسبابِ ظاہری جب عاجز آ گئے تو حضرت امام کو یہ دعا (حزب البحر) الہام کی گئی۔ آپؒ نے یہ دعا پڑھنی شروع کی تو بادِ مخالف بادِ موافق میں بدل گئی۔ اور جلد ہی جہاز نے منزل کو جالیا۔

۲ ''ان چالیس دن کی ذکر کے ساتھ تخصیص اس لئے رکھی گئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ من اخلص للہ اربعین صباحاً ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه ترجمہ:۔ جس نے چالیس دن اللہ کے واسطے خاص کر دیئے (چالیس دن خلوص کیساتھ ذکر الٰہی میں مصروف رہا) تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے پھوٹ کر زبان پر آجاتے ہیں۔ (حدیث نبویؐ)

حضرت موسیٰ کے قصہ میں بھی اس اربعین (چلّہ) کی تخصیص پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو (دس راتوں کا اضافہ کر کے) چالیس مکمل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔ وواعدنا موسیٰ ثلاثين ليلة وتممناها بعشر فتم ميقات ربه اربعين ليلة ترجمہ:۔ ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا۔ اور ہم نے اس کو دس راتوں کے ساتھ پورا کیا۔ اس طرح وہ اپنے پروردگار کے پاس چالیس راتوں تک رہے۔

(الاعراف آیت: ۱۴۲ پارہ۔۹)

ہماری عقل وفہم سے بالا ہے۔ البتہ ''حزب البحر'' کی اجازت ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کو امام صاحبؒ نے بلا واسطہ عطا فرمائی۔

مرحلۂ عشق اور قرب وبُعد (شانِ غوثیتؓ)

اہلِ نظر کے نزدیک ۱۹۵۷ء سے آپؒ کی علالت سے دور خصوصی کا آغاز ہوا۔ جمعہ کا دن تھا اور آپؒ تیاری میں مصروف تھے کہ اچانک اعصابی کمزوری کا حملہ ہوا یہ صورت حال اکتوبر ۱۹۶۱ء تک رہی۔ جسمانی صحت میں کمی وبیشی ہوتی رہی اور اعصابی مرض کے گاہے گاہے حملے بھی ہوتے رہے۔

موسمِ سرما کی ایک رات کا واقعہ ہے۔ سردی اپنے پورے جوبن پر تھی۔ سامنے والے تین دروازے مستقل بند کئے ہوئے تھے۔ انگیٹھی سلگ رہی تھی۔ کہ اچانک درمیان والے دروازے کی دیسی طرز کی کنڈی کا ''ارل'' باہر آ گرا۔ اور دروازہ چوپٹ کھل گیا۔ خادم دروازہ بند کرنے بھاگا۔ مگر آپؒ نے ''اوہوں'' کہہ کر روک دیا۔ کمرے کے سامنے برآمدہ نہ ہونے کی وجہ سے اندر اور باہر کا درجہ حرارت برابر تھا۔ متعلقین سردی سے ٹھٹھر رہے تھے کسی کو اپنا تو خیال تک نہ تھا۔ سبھی کی توجہ حضرت صاحبؒ کی طرف مبذول تھی۔ مرض اعصاب، کمزوری، بڑھاپا، شدت کی سردی، تمام حفظ ماتقدم کے اصول بالائے طاق، ہر ایک بار بار دروازہ بند کرنے کی کوشش کرتا۔ مگر حضورؒ حالت جلال میں ''اوہوں'' کہہ کر پیچھے ہٹا دیتے۔ حتیٰ کہ رضائی بھی ایک طرف کردی۔ اسی کشمکش میں تقریباً پندرہ بیس منٹ گزر گئے۔ تو حضورؒ نے دروازہ بند کرنے کا اشارہ فرمایا۔ دروازہ فوراً بند کردیا گیا۔ اس صورت حال میں حضور کی طبیعت ہشاش بشاش تھی۔ کوئی سردی، کمزوری اور بیماری کے اثرات چہرہ اقدس پر ہرگز نہ تھے۔ کچھ وقت کے بعد بعض صاحبان اپنے اپنے بستر پر چلے گئے تو فرمایا ''غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تھے اور مالش کروا کر تشریف لے گئے ہیں'' یہی وجہ ہے کہ باوجود اتنی مضبوطی سے دروازہ بند کرنے کے خود بخود کھل گیا۔ بازو مبارک کو مس کیا گیا تو اس پر چکناہٹ تھی۔ اور حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی طبیعت مبارک بھی پہلے سے کافی روبصحت تھی۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کے احوال خواہ صحت ہو یا عوارض عقل انسانی کے احاطہ سے باہر

ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

در راہِ عشق مرحلۂ قُرب و بُعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

محی الدین غوث وقطب دوراں (گیارھویں شریف)

ایک دفعہ گیارھویں شریف کے موقعہ پر عزیز واقرباء اور معزز متوسلین بیرونی شہروں لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ اور جہلم وغیرہ سے آئے ہوئے تھے۔ اکثر کی خاطر ومدارت کے لئے چارپائیاں بھی میسر تھیں۔ مردانہ میں دیگیں پک رہی تھیں۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کھانے کی پکوائی میں بہ نفسِ نفیس دلچسپی لے رہے تھے۔ کبھی ایندھن دیگ کے نیچے کرتے۔ کبھی دیگ میں ''کڑچھ'' ہلاتے۔ آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہتے۔ بار بار کبھی مردانہ اور کبھی زنانہ میں تشریف لاتے۔ مصروفیت کے انداز کچھ ایسے تھے جیسے کسی بہت بڑی تقریب کے اہتمام میں ہوں نماز عصر کا وقت ہوا۔ کچھ حضرات کو نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے مسجد (ریاض المدینہ اکبر) میں بھیج دیا گیا۔ اور کچھ خاص خاص حضرات نے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی اقتداء میں بیٹھک ہی میں نماز ادا کی۔ اتنے میں کھانا تیار ہو گیا۔ کھانے اور اسکی ضروریات کو تقسیم کے لئے مناسب جگہ پر رکھ دیا گیا۔ نماز مغرب سے تھوڑا پہلے جب ختم شریف کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے۔ تو حضورؒ زنانہ میں تشریف لائے۔ دیکھا تو کچھ عزیز چارپائیوں پر براجمان تھے۔ اپنے خادم سے فرمایا ''سبھی سے کہہ دیں چارپائی پر کوئی نہ بیٹھے۔ سب صفوں پر مودب ہو کر بیٹھیں'' اس وقت حضورؒ پر عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کسی لمبے سفر سے تشریف لائے ہوں۔ خادم نے جب علیحدگی کا موقع ملا تو عرض کیا ''حضور! کیا آج کوئی خاص بات ہے۔ اگرچہ سترِ حال آپؒ کا شیوہ تھا۔ مگر حُب غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلبہ نے کہلوا ہی دیا۔ کہ ہاں آج خاص بات ہے یہ بھینی بھینی مہک کیا بتا رہی ہے۔ حضور غوث پاکؒ تشریف لائے ہیں''

غوث اعظمؓ امام التقی و النقی
جلوہِ شانِ قُدرت پہ لاکھوں سلام

گنج بخشِ فیضِ عالم (حضور داتا صاحبؒ)

ایک دفعہ گیارھویں شریف کے موقعہ پر امام مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ لاہور سے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ہاں گجرات آئے۔ پوچھنے پر بتایا ''کہ گزشتہ رات نماز عشاء کے بعد حسب معمول سلام کے لئے میں روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ بیٹھتے ہی استغراق غالب ہوا۔ اور حضور داتا صاحبؒ کی زیارت ہوئی۔ آپؒ سفر کی تیاری کے لئے لباس تبدیل فرما رہے ہیں۔ پاس ہی سواری کے لئے ایک گھوڑا تیار کھڑا ہے اور آپؒ جلدی میں ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور! آپؒ کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا ''کل مولوی صاحب کے ہاں گجرات میں ختم گیارہویں شریف ہے۔ ہم وہاں جارہے ہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی دعا عرض کی اور سوچنے لگا گجرات میں وہ کون مولوی صاحب ہیں جن کے ہاں گیارہویں شریف کے موقعہ پر حضور داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ تشریف ارزانی فرما رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو یقیناً وہ شخصیت اکابر سلف صالحین کی جانشین ہے۔ رات سخت اضطرار میں گزری۔ صبح اٹھتے ہی عازم سفر ہوا۔ گجرات پہنچا۔ اب متردّد تھا۔ کہ آں حضور مولوی صاحب کا مسکن شریف کہاں ہے۔ خیال آیا کہ گجرات میں مرکز رہبری و رہنمائی حضرت شاہدولہ صاحبؒ کا دربار اقدس ہے۔ وہاں پہنچا۔ سلام عرض کیا۔ پھر ایک دو مولوی طرز کے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں گجرات میں ایک ''مولوی صاحب'' رہتے ہیں۔ کیا ان کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں ہر ایک نے یہی کہا۔ یہاں کئی مولوی صاحبان ہیں نامعلوم آپ کن مولوی صاحب کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آخر دربار کے خاص خادم سائیں رحمتؒ سے ملاقات ہوئی۔ (یہ حضور کا پروردہ اور فیض یافتہ تھا) اس نے کہا جن ''مولوی صاحب'' کی ملاقات کے آپ متمنی اور متلاشی ہیں ان تک ہر ایک کی رسائی نہیں۔ انہیں میں جانتا ہوں۔ ؎

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا

حضرت سائیں رحمتؒ مجھے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں لے

کر حاضر ہوئے۔ بیٹھک میں بٹھایا اور ایک نہایت ہی معزز مہمان کی طرح خاطر و مدارت سے نوازا۔ اس سے امام صاحب سمجھ گئے کہ یہ سب عزت افزائی محض حضور داتا صاحبؒ کی وجہ سے ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے ملاقات ہوئی تو امام صاحب کے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی ''کہ واقعی حضرت مولوی صاحبؒ گجرات والے'' حضور داتا صاحبؒ کی میزبانی کے مستحق ہیں اور اکابر صالحین کا نمونہ ہیں۔

حضور داتا صاحبؒ (ترتیلِ قرآن پاک)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ایک واقعہ بیان فرمایا پہلے زمانہ میں جب دریائے راوی حضور داتا صاحبؒ کے مزار کے قریب بہتا تھا اور یہ علاقہ بیلا تھا ایک پٹھان حضور داتا صاحبؒ کے مزار پر یہ نیت لے کر حاضر ہوا'' کہ چالیس یوم یہاں چلّہ کروں گا اور اس کے عوض میں مجھے ایک گھوڑی اور پانچ صد اشرفی کی ایک تھیلی بطور انعام ملنی چاہئے'' پٹھان نے قرآن حکیم کی تلاوت شروع کردی۔ چالیس دن تک متواتر پڑھتا رہا اور ترتیل سے تلاوت کرتا رہا۔ مگر مطلوب ہاتھ نہ آیا پٹھان جیسا کہ ان کا مزاج ہوتا ہے غُصہ سے اٹھا اور موقع پا کر کمر سے چابک اتارا اور یہ کہتے ہوئے کہ آپ اچھے داتا ہیں میرا مدعا بھر نہ آیا اور چابک مزار اقدس پر غصہ سے دے مارا اور وہاں سے بیلا کی طرف چل نکلا جب گھنی جھاڑیوں میں پہنچا تو ایک گھوڑ سوار سے سامنا ہوا، گھوڑ سوار نیچے اُترے اور گھوڑی پٹھان کے حوالے کرتے ہوئے کہا'' یہ ہے گھوڑی اور وہ ہے ''ھنے'' کے ساتھ پانچ صد اشرفی کی تھیلی، اس پر پٹھان بہت حیران ہوا اور دل میں کہا کہ چالیس یوم مزار پر قرآن پڑھا اور داتاؒ نے تو کچھ نہ دیا اور اس راہ چلتے محسن نے میرا مدعا پورا کیا'' احسان مندی سے عرض کیا آپ کون صاحب ہیں اس محسن نے کمر سے کرتہ اٹھایا چابک کا نشان دکھایا اور فرمایا'' میں وہی ہوں جہاں آپ چالیس دن تک قرآن حکیم کی تلاوت کرتے رہے ہیں تیرا مطلوب مقررہ وقت پر ہی پورا ہو جاتا مگر تیرا قرآن پڑھنا بہت پسند آیا ہم نے چاہا کہ چند دن تو اور تلاوت کرتا رہے''۔

یہ کہہ کر حضور داتا صاحبؒ نظروں سے اوجھل ہو گئے اور پٹھان کئی دنوں تک آپؒ کے روضہ اقدس پر ندامت و معذرت کے آنسو بہاتا رہا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

گنج بخشؒ فیضِ خاص

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ داتا صاحب حاضر ہوتے۔ تو حوض پر وضو کراتے۔ لیکن اہتمام یہ ہوتا کہ مستعمل پانی دوبارہ حوض میں گرنے نہ پائے۔ حوض پر وضو کرنے کا اشتیاق اتنا غالب ہوتا کہ وہاں کی حاضری کے دوران تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد وضو دھراتے۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ایک عزیز کی شادی پر لاہور تشریف لے گئے اس عزیز کی والدہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کی آزاد مزاجی کی حضورؒ سے شکایت کی۔ آپؒ نے فرمایا ''فکر نہ کر اللہ کا اس پر ایسا فضل ہوگا کہ ایک زمانہ اس کے حال پر رشک کرے گا۔'' حضورؒ کا ارشاد رنگ لایا کہ یہ صاحب ایک اعلیٰ عہدہ پر ملازم ہوئے اور فقر کا ایسا غلبہ حاصل ہوا کہ روزانہ کئی نمازیں حضرت داتا صاحبؒ حاضر ہو کر ادا کرتے ہیں۔ خیر یہ بات ضمناً آ گئی۔ شادی کے انتظامات مکمل ہوئے۔ بارات کو آپ نے روانہ فرمایا۔ اور چند عزیزوں کو لے کر حضرت داتا صاحبؒ حاضر ہوئے۔ وضو کیا اور کھڑکی مبارک کی سنہری چوکھٹ کو بوسہ دیا۔ پھر جانبِ مغرب رخِ انور کے بالمقابل دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر وہیں قیام کے بعد وہیں دوزانوں بیٹھ گئے۔ اور کافی وقت مراقب رہنے کے بعد سر مبارک اٹھایا اور مسجد کی طرف چل دیئے وہاں جا کر لیٹ گئے۔ ساتھ آنے والے عزیز پنڈلیوں اور پاؤں کو دبانے لگے۔ حضورؒ کافی تھکے تھکے محسوس ہو رہے تھے۔ حضور تھوڑی دیر ہی لیٹے تھے کہ اٹھ کر تازہ وضو کیا اور پہلے کی طرح پھر سلام کیلئے حاضر ہوئے کچھ دیر مراقب رہنے کے بعد آپؒ پھر مسجد میں استراحت کیلئے آئے اس طرح کئی بار آپ نے وضو کیا سلام و مراقبہ کی کیفیات سے مسرور ہوئے اور کئی گھنٹوں کی پر کیف مصروفیت کے بعد فرمایا حضور داتا صاحبؒ اجازت ہی نہیں فرما رہے تھے۔ آخر کافی دیر کے بعد حضور داتا صاحبؒ

کی حاضری سے فارغ ہوئے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ والصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِالْبَشَرِ وَ اٰلِهِ الْاَطْهَرِ۔ [1]

حضرت مولانا محمد یعقوب صرفی کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ارواح مقدسہ متقدین سے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے روابط کچھ ایسے استوار تھے جس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ جس کی ایک اور مثال سیّد نذیر حسین شاہ صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

قیام سری نگر کے دوران میں ایک دن حضرت قبلہ گاہی رحمۃ اللہ علیہ صبح کھانا تناول فرما کر جب حسبِ عادت آرام کے لئے لیٹ گئے۔ جب قبل ظہر اٹھے تو آپؒ باہر جانے کے لئے تیار ہوئے۔ ہم سب آپؒ کے ساتھ ہو لئے آپؒ مشرق کی جانب دریائے جہلم کے کنارے کنارے بہاؤ سے اوپر کی طرف چل پڑے راستہ میں مجھے آپؒ نے اشارہ سے پاس بلایا اور چلتے چلتے ارشاد فرمایا میں لیٹا ہوا تھا کہ ابھی ابھی ایک نہایت نورانی بزرگ مع اپنے نوری احباب کے، مجھے خواب میں ملے ہیں انہوں نے معانقہ کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ آپؒ نے ہمیں ملنے نہیں آنا؟

بندہ مسکین نے عرض کیا کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ مگر آپؒ نے سکوت فرمایا اور میں خاموش رہا کیونکہ جب کبھی حضور قبلہ گاہی رحمۃ اللہ علیہ کسی بات کا جواب دینے سے سکوت فرماتے تھے تو بندہ اسے دوبارہ نہ پوچھا کرتا کیونکہ اکثر وہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی اس طرح آپؒ خاموشی سے مشرق کی انتہائی جانب شہر سرینگر سے باہر تشریف لے گئے یہاں تک کہ کوہ سلیمان کے درہ میں پہنچ گئے۔ اس علاقے کو راجہ سنڈیمان کا مندر کہتے ہیں جبکہ اصل مندر کوہ سلیمان کی ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔

یہاں ہمیں ایک راہ گزر شخص ملا۔ آپؒ نے اس سے دریافت کیا کہ

---

[1] ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ حقیقتِ حال کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اور درود وسلام ہو سردارِ دو جہاں ﷺ اور آپ کی آل اطہار پر۔

یہاں کسی بزرگ کا روضہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپؒ بزرگ کے روضے کے سامنے کھڑے ہیں وہ سامنے والا دروازہ روضے شریف ہی کا ہے۔

گویا آں ذاتِ گرامی اپنے کشف کی روشنی میں از خود ہی چلتے چلتے مقام مقصود تک آن پہنچی تھی۔ اب اس آدمی سے روضہ شریف کا پتہ پوچھنا یقیناً اس مصلحت کے تحت تھا کہ آپؒ کا یہ فعل، کہ آپؒ اپنے کشف سے راستہ طے کرتے آئے ہیں اخفا میں رہے۔ چنانچہ تمام احباب کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور علیہ الرحمتہ باوجود اس کے کہ کشف ارواح میں اپنے دور میں ید طولیٰ رکھتے تھے اپنی ایسی ہر بات کو باحسن طریق اخفا میں رکھنے کو پسند کرتے تھے۔ پھر وہ شخص جس سے آپؒ نے پتہ پوچھا تھا مجھے تو عام انسان سے مختلف اور عجیب معلوم ہوا تھا پتہ نہیں کوئی فرشتہ تھا یا کوئی جن کیونکہ اس کے اطوار عام انسان جیسے نہیں تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس مقام پر پہلے سے ہمارا منتظر تھا۔ بہر حال آپؒ درگاہ شریف مذکور کے اندر تشریف لے گئے اور پھر آپؒ کے ساتھ یہ بندہ مسکین بھی جونہی اندر داخل ہوا تو اس پر فوراً یہ احساس وارد ہوا کہ آپؒ اسی بزرگوار کے مزار شریف پر آگئے ہیں۔ جس نے ابھی ابھی آپؒ کو دعوت دی۔ پھر دیکھا کہ تقریباً بیس گز مربع زمین کے اونچے تخت پر مزار پر انوار بنا ہوا ہے۔ جس کے گرداگرد لکڑی کا جنگلا قائم ہے۔ اس سے کچھ آگے چھوٹی سی مسجد ہے اور وہ بھی تمام کی تمام لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔

ہم سب نے وضو کیا اور آپؒ کے ساتھ اس مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کی۔ ازاں بعد ہم روضہ منورہ کی طرف فاتحہ خوانی کے لئے جونہی متوجہ ہوئے تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انوار موسلا دھار بارش کی طرح برسنے لگے اور جہاں ہم سب شدید بارش میں تر بتر تھے وہاں اس کے برسنے کی زوردار آواز سے میرے کان بہرے ہوئے جا رہے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ اس سے پہلے آج تک فیض کا یہ عالم میں نے کسی بزرگ کے مزار پر نہیں دیکھا۔ یہ سب صدقہ اس ہستی مبارک کے قدوم میمنت لزوم کا ہے جس کے ساتھ یہ مسکین و عاجز وابستہ ہے۔ خدا تعالیٰ آپؒ کی یہ دستگیری تا حشر قائم رکھے آمین ثم آمین وَیَرحَمُ اللّٰہُ عَبداً قَالَ اٰمِیناً

پھر حضور علیہ الرحمتہ کے ساتھ ہم اپنے ڈیرے پر واپس آئے تو آپؒ پر اور آپؒ کے ساتھ مجھ پر بھی اس فیض کا سرور کئی دن تک رہا۔ گھر واپسی کے راستہ ہی

میں آپؒ نے مجھے ارشاد فرمایا "یہ مزار مبارک عالیجناب حضرت مولانا محمد یعقوب صرفی کاشمیری رحمتہ اللہ کا ہے۔ جو امام ربانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمتہ کے اُستاد ذیشان ہیں۔ اور حضور مجدّد الف ثانی علیہ الرحمتہ کو ان سے سلسلہ کبرویہ میں بیعت اور اجازت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہے گویا یہ آپؒ کے پیر بھی ہیں کیوں نہ ہو۔ ایسی بے مثل ہستی کا اُستاد بھی ایسا ہی بے مثل ہونا چاہے۔

یہاں دو حضرات کے مزار شریف ہیں ایک حضرت خواجہ شمس الدین علیہ الرحمتہ کا جو قصبہ "اچھابل" باغ میں ہیں اور دوسرا قصبہ باہر ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر حضرت سید صبور الدین علیہ الرحمتہ کا موخر الذکر کے بارے میں مجھے مشاہدہ ہوا کہ قوی جذبہ رکھتے ہیں پھر انکے بارے میں حضرت صاحب قبلہ بھی فرمانے لگے۔ ایسا فیضان آتا ہے جیسے موگھ کھل گیا ہو سبحان اللہ۔

(سیّد نذیر شاہ صاحب)

حضور توکل شاہ انبالویؒ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ایک دفعہ انبالہ شریف سالانہ عرس شریف پر حسب معمول حاضر ہوئے۔ جتنا عرصہ وہاں قیام کرنا تھا کیا الوداعی سلام کے لئے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو کافی دیر تک مراقب رہے حتیٰ کہ وہیں گاڑی کا وقت ہو گیا اور وہاں سے سٹیشن تک بھی کافی فاصلہ تھا۔ دیگر حضرات کے علاوہ حضرت میاں جی، حضور کے بہنوئی بھی ساتھ تھے طبعی جلد بازی کی وجہ سے گھبرا کر کہنے لگے "بادشاہو! تُسی جتھے بہہ جاندے او فیر تہانوں وقت دا خیال نہیں رہندا"

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ مزید دیر تک مراقب رہے پھر دعا کے بعد اٹھے اور ساتھیوں سے فرمایا "آؤ چلیں" اور ساتھ ہی ایک راز دار سے فرمایا "دادیاں نوں پوتیاں نال بڑا پیار ہندا اے" حضور شاہ صاحب انبالوی قدس سرہٗ سے اجازت ہی نہیں ہو رہی تھی حضورؒ اور آپؒ کے مصاحب جب ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے اسی وقت ہی پہنچی تھی اللہ کا بندہ اگر ٹھہراتا ہے تو اللہ پاک اسباب بھی مہیا فرماتا ہے۔

نہ تاج و تخت میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

ارواحِ مقدسہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ موضع ہرچو کی پہنچے حکیم محمد شریف صاحب کے ہاں قیام کیا۔ گرمی کا موسم اور رات کا وقت تھا۔ استراحت کے لئے چارپائی پر لیٹ گئے۔ دونوں میاں بیوی قریب بیٹھ گئے۔ اور حکیم صاحب آہستہ آہستہ آپؒ کے پاؤں مبارک دبانے لگے۔ تھوڑی دیر میں ایسا معلوم ہوا کہ حضورؒ کی آنکھ لگ گئی ہے کچھ دیر کے بعد میاں بیوی نے اشاروں میں ایک دوسرے سے کہا کہ حضورؒ سو گئے ہیں اتنا سوچا ہی تھا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے آنکھ کھولی اور فرمایا'' آپ نے کیا خیال کیا کہ میں سو گیا تھا سونا کیا تھا؟ اس علاقہ کے تمام بزرگوار ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان کے ساتھ ہی مصروف رہا۔ کئی ایک کے بارے میں تفصیلات بھی بیان فرمائیں۔ ایک بزرگ لوگوں میں بابا متو شاہ کے نام سے مشہور تھے۔ فرمایا'' ان کا اصل نام غلام مصطفیٰ'' ہے چنانچہ اس وقت کے بعد وہ بزرگ حضورؒ کے بتلائے ہوئے اصلی نام سے کہلائے جانے لگے۔

حضرت شاہدولہ صاحبؒ (تائید غیبی)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سرھند شریف، انبالہ شریف پیران کلیر شریف کے اعراس پر باقاعدہ تشریف لے جاتے رہے ان اعراس کی تواریخِ انعقاد بھی تقریباً قریب قریب ہیں۔

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضورؒ کو سرھند شریف عرس پر حاضر ہونا تھا کہ آپؒ کے پاس زادراہ (کرایہ) نہ تھا ارشاد فرمایا'' کہ ہم عشاء کی نماز پڑھ کر حضرت شاہدولہ صاحبؒ حاضر ہوئے اگلے روز صبح گاڑی پر جانا تھا رات گئے تک وہاں مراقب رہے تمام زائرین جا چکے تھے بارہ بجے کے قریب ایک شخص دربار پر سلام کے لئے آیا اور ہمارا کندھا پکڑ کر ہمیں بلایا۔ ہم نے جونہی سر اٹھایا ایک شخص کو دست بستہ کھڑا پایا۔ پوچھا کیا بات ہے کہنے لگا آپؒ نے سرھند شریف جانا ہے آپؒ نے فرمایا تجھے اس سے کیا غرض'' عرض کی'' حضرت میں بھی صبح کی گاڑی سے سرھند شریف جانے کی تیاری کر کے سویا تھا کہ حضرت شاہدولہ صاحبؒ کی زیارت ہوئی آپؒ نے فرمایا ہمارے مولوی صاحب آئے بیٹھے ہیں انہیں سرھند شریف جانا ہے مولوی صاحب کا جانا تیرا ہی جانا ہے انہیں زادراہ چاہیے یہ جو ۲۵ روپے کرایہ تو

نے اپنے لئے رکھا ہے انہیں آپؒ کے پیش کردیں۔اس شخص نے آپؒ سے عرض کیا ''میں اسے خواب خیال سمجھا اور سو گیا جونہی آنکھ لگی حضور شاہدولہ صاحبؒ نے پھر اس بات کو دہرایا مگر میں پھر بھی اس ''امر'' کی اہمیت کو نہ سمجھا چنانچہ تیسری مرتبہ آپؒ نے (شاہدولہ صاحبؒ) تنبیہاً وہی ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی ایک تھپڑ بھی رسید کیا کہ فوراً پہنچو۔ چنانچہ میں حاضر ہو گیا یہ دیکھئے اس کے نشان میری پشت پر موجود ہیں۔ آپؒ یہ نقدی قبول فرمالیں حضورؒ نے وہ نقدی قبول فرمالی۔شاہدولہ صاحبؒ سلام کے بعد گھر تشریف لائے اور صبح عازم سرہند شریف ہوئے۔

ع۔ براتِ عاشقاں بر شاخ آہو

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَيْهِ التُّكْلَانُ ۱؎

ایک بزرگ (تبلیغ)

حضور قبلہ قدس سرہٗ کو ایک دفعہ موضع مدینہ نزد شہر گجرات کے چند متوسلین نے جامع مسجد میں وعظ کیلئے دعوت دی یہ مسجد دیگر مساجد سے بڑی اور تمام گاؤں سے اونچی جگہ پر واقع ہے۔ مسجد کے اندر ایک کمرے میں کسی بزرگ کا مزار ہے حسبِ پروگرام بعد از نمازِ عشاء جب آپؒ اندر داخل ہوئے۔تو آپؒ کو ایک خاص قسم کی خوشبو آئی۔اور آپؒ مزار پر تشریف لے گئے۔سامعین آپؒ کے انتظار میں بیٹھے رہے اِس دوران آپؒ کی کسی شخص سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دیتی رہی تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد جب آپؒ باہر تشریف لائے۔تو ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور! اندر کوئی شخص نہیں آپؒ کس سے باتیں کر رہے تھے؟ آپؒ نے فرمایا ''اندر جو مزار ہے وہ ایک بزرگ ہیں ہم اُن سے باتیں کر رہے تھے۔''

''حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ایک صاحب مزار کی خط و کتابت'' (مہر منیر)

''یہاں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔اُن کے کسی طالب علم نے دہلی کے قریب ایک میلہ پر جانے کی اجازت مانگی۔جو کسی غیر معروف بزرگ کے مزار پر لگتا تھا۔آپ نے فرمایا وہاں لہو ولعب اور ناچ گانے کا سلسلہ رہتا ہے۔کیوں جاتے ہو۔اُس نے اصرار کیا تو آپ نے ایک رقعہ لکھ دیا کہ اِسے مزار پر رکھ دینا۔اِس طالب علم کو میلہ کی حدود سے باہر ہی

۱؎ ترجمہ:۔اللہ ہی مددگار ہے۔اور اسی پر بھروسہ ہے۔

ایک درخت کے نیچے ایک کمبل پوش فقیر بیٹھا ہوا ملا جس نے کہا کہ لاؤ وہ کاغذ جو تمھارے مولوی صاحب نے بھیجا ہے۔ چنانچہ وہ کاغذ لے کر اُس نے ایک ٹھیکری پر کوئلے سے کچھ نشان لگائے اور کہا فوراً واپس جاؤ۔ اور یہ ٹھیکری اپنے مولوی صاحب کو دے دینا۔ چنانچہ اُس لڑکے پر ہیبت سی طاری ہو گئی اور وہ میلہ دیکھے بغیر ہی وہیں سے لوٹ آیا اور ٹھیکری حضرت شاہ صاحب کے پیش کی۔ شاہ صاحب ٹھیکری پر نظر ڈال کر ہنس پڑے اور حاضرین کی دریافت پر فرمایا کہ ہم نے صاحب مزار کو لکھا تھا۔ کہ بزرگ ہو کر اتنا تصرف نہیں رکھتے کہ لوگوں کو اُس بدعت سے روکیں جو وہ آپ کی قبر پر کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ آپ اپنے درس کے ایک شاگرد لڑکے کو نہیں روک سکے تو میں خدا کی اتنی مخلوق کو کیسے روک سکتا ہوں۔ اور میرا کیا ہے میں تو یہاں باہر نکل کر بیٹھا ہوں خالی قبر پر جو چاہیں کرتے رہیں۔"

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حضرت خواجہ طاہر بندگیؒ (قرینہ محبت)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ جب بھی کسی درگاہ پر تشریف لے جاتے تو حاضری کا اولین قرینہ وہاں کا ادب و احترام ہوتا۔

ع۔ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

ایک دفعہ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ملا محمد طاہر بندگی (جو حضرت مجددالف ثانی قدس سرہٗ العزیز کے صاحبزادگان کے استاد اور خلیفہ ہیں) لاہور تشریف لے گئے۔ مزار اقدس پر حاضری سے پہلے ایک آدمی کے پاس بیٹھ گئے اگرچہ وہ حقہ نوشی میں مصروف تھا۔ حضورؒ نے علیک سلیک کے بعد خیر و عافیت پوچھی درگاہ کے انتظام و انصرام، زائرین کی آمد و رفت اور قیام و طعام کے بارے میں دریافت کیا۔ تسلی بخش جوابات ملنے پر درگاہ شریف پر حاضری کی اجازت لی۔ صاحب مزار کے روحانی روابط کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ حضورؒ کے انداز کچھ ایسے تھے جیسے واقعی کسی زندہ شخصیت کے پاس بیٹھے ہوں۔ حضورؒ کے جگر بند

صاحبان جو ساتھ تھے۔ مزار اقدس پر ہاتھ پھیر کر ان کے سینوں پر پھیرا اور ان کی طفیل درویش کو بھی اس شفقت سے نوازا۔ دعا وسلام سے فارغ ہو کر پھر درگاہ کے اسی خادم کے پاس رکے اور تواضع فرمائی۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے اس شخص سے اس قدر حُسنِ سلوک پر سبھی مصاحب حیران تھے کہ یہ شخص دیکھنے میں تو محض مجاور اور حقہ نوش نظر آتا ہے مگر حضورؒ بڑی بے تکلفی سے اس کے پاس بیٹھے ہیں اور خیر و عافیت بھی دریافت فرمائی ہے۔ حضورؒ نے حاضرین کے اس خیال کے پیشِ نظر اظہار فرمایا ''یہ شخص مزار اقدس پر جھاڑو دیتا ہے۔ صفائی کا خیال رکھتا ہے۔ دیا جلاتا ہے اور اس کے قیام کی وجہ سے زائرین کو آنے جانے اور کچھ دیر ٹھہرنے میں سہولت میّسر ہے۔ ان خدمات کے باوجود بھلا پھر یہ زائرین کی توجہ کا کیوں مستحق نہ ہو؟

حضراتِ صاحبزادگانؒ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے تین صاحبزادگان نے یکے بعد دیگرے آپؒ کی حیات ظاہریہ میں اس دنیا کو خیر باد کہا سب سے پہلے چھوٹے صاحبزادہ حضرت سید محمد محمود احمد صاحبؒ پھر صاحبزادہ حضرت سید محمد رفیق احمد صاحبؒ جن کے مزارات متصل تھے ان کے بعد حضرت صاحبزادہ حکیم سید محمد عالم صاحبؒ۔ ان کیلئے مذکورہ مزارات کے دائیں بائیں جگہ نہیں مل رہی تھی حضورؒ نے فرمایا ''دونوں بھائیوں کے درمیان جگہ کی کوشش کرو'' سبھی کے نزدیک یہ بات ناممکنات میں تھی مگر اہلِ عقیدت نے حضورؒ کے ارشاد پر سرِ تسلیم خم کیا اور واضح طور پر محسوس کیا کہ دونوں مزارات پیچھے ہٹ گئے ہیں اپنے بڑے بھائی حضرت حکیم صاحب کیلئے گنجائش پیدا کر دی ہے۔

حضورؒ اکثر ان مزارات پر تشریف لے جاتے۔ حضورؒ تو خود اس انداز میں بیٹھتے جیسے کسی سالک کی طرف متوجہ ہوں اور حاضر باش درویش سے کسی ورد (اسم) پڑھنے کا ارشاد فرماتے۔ اس طرح پندرہ بیس منٹ گزرنے پر دعا فرماتے۔ ایک دفعہ حضورؒ اس معمول سے فارغ ہو کر چند قدم ہی گئے تھے کہ درویش سے مخاطب ہو کر فرمایا'' کہ ان حضرات (صاحبزادگان) کی حجامت (بال)

بڑھتی ہے۔ ملائکہ حجامت بناتے ہیں اور ناخن تراشتے ہیں۔ غرض یہ کہ بعض بشری تقاضے بھی عالمِ برزخ میں برقرار رہتے ہیں جیسا کہ شہداء کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَلَاتَقُوْلُوْالِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ" البقرہ۔۱۵۴۔ ترجمہ:۔ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں (جان دیتے ہیں) ان کو مردہ مت کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے۔

"بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَرَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ لا فَرِحِیْنَ بِمَآاٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ لا" (آل عمران۔۱۶۹،۱۷۰۔ ترجمہ:۔ وہ زندہ ہیں اللہ کے نزدیک ان کو رزق دیا جاتا ہے جو کچھ ان کو اللہ نے دیا ہے اس سے خوش ہوتے ہیں۔

ربط عالم ارواح

ایک دفعہ دورانِ سفر حضورؒ کے ایک درویش کی کسی شخص سے ملاقات ہوئی۔ سارا وقت مختلف موضوعات پر باتوں میں گذرا۔ اس طرح اس ہمسفر سے ایک خاص طرح کا انس ہو گیا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی عادت مبارک تھی کہ اکثر روئیدادِ سفر سنتے۔ جب اس ہمسفر کا ذکر آیا تو درویش نے عرض کیا کہ حضورؒ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے اس سے دیرینہ آشنائی ہے۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ حضور بعض لوگوں سے اکثر ملاقات ہوتی ہے۔ جب بھی ملیں ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے پہلی بار ملے ہیں اور بعض سے پہلی بار ملیں تو ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے عرصہ سے ملتے آرہے ہیں۔ اس پر ارشاد فرمایا "جن لوگوں کی روحیں عالم ارواح میں اکٹھی رہی ہیں وہ دیرینہ آشنا ہیں اور جن کی روحیں عالم ارواح میں اکٹھی نہیں رہی ہیں وہ ناواقف معلوم ہوتے ہیں"۔

قولہ بواسطہ...... الخ۔ یعنی ہماری (میری اور اور آپ کی) فطرت و خلقت میں ایک گونہ مناسبت ہے اسی وجہ سے یہ آپس کی محبت کا سبب بنی ہے۔ جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارواح فوج درفوج ہیں جن میں آپس میں مناسبت ہوئی اُن میں الفت و محبت پیدا ہو گئی،

اور جن میں مناسبت پیدا نہیں ہوئی اُن کے درمیان اختلاف واقع ہوگیا۔ ۱؎

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ ایک بزرگوار کے مزار پر تشریف لے گئے۔ مولوی نصیر الدین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ کچھ دیر مراقب رہنے کے بعد باہر تشریف لائے۔ تو مولانا نصیر الدین صاحب نے عرض کیا ''حضور! اس مزار شریف سے فیضان بہت آتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''مولوی صاحب!'' زندیاں دی وی لوڑ اے''۔ ۲؎ اس ارشاد کے اسرار تو آپؒ ہی جانیں مگر اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ کسی مزار سے فیضان حاصل کرنے کیلئے کسی ایسی شخصیت کی معیت ضروری ہے جس کا صاحبِ مزار سے روحانی رابطہ ہو۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عَلٰى مُتَابَعَةِ اٰرَءِ اَهْلِ الْحَقِّ الْمُقْتَبَسَةِ مِنْ اَنْوَارِ النُّبُوَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا۔ ۳؎

مکتوبات امام ربانیؒ حاشیہ مکتوب شریف ۶۵:

۱؎ قولہ بواسطہ...... یعنی فطرت و خلقت مایاں باہم مناسب افتادہ موجب محبت گشتہ۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر اختلف۔

۲؎ واستفاضہ از روحانیاتِ اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم مشروط بشرائط است۔ کہ ہر کسی را در ایفائے آں مجال نیست۔

ترجمہ: اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کی روحانیات سے فیض حاصل کرنا چند شرطوں پر مشروط ہے کہ جن کے پورا کرنے کی ہر شخص میں طاقت نہیں ہے

۳؎ اللہ سبحانہ ہمیں اہل حق کے معتقدات پر جو انوار نبوت سے مستفاد ہیں ثابت قدم رکھے، علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات اتمہا واکملہا۔

☆☆☆

میراثِ صوری آں سرور عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ بعالمِ خلق تعلق دارد و میراثِ معنوی بعالمِ امر کہ آنجا ہمہ ایمان و معرفت و رشد و ہدایت۔

ترجمہ:۔ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی ظاہری میراث کا تعلق عالمِ خلق سے ہے۔ اور میراثِ معنوی کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ کہ وہاں سراسر ایمان و معرفت اور رشد و ہدایت ہے۔

مراقبہ:۔

اور وہ یہ ہے کہ ذکر کے بعد موافق فرمان ہادئ برحق فیضان یعنی انوارات ذاتِ الٰہی یا حقائق الہیہ کو اپنے مقام پر کھینچ کر لانا یعنی شیخ برحق نے جو کچھ اور جس مقام کی تعلیم دی ہے۔ غرضیکہ جس مقام میں طالب کا سبق ہے۔ اسی مقام میں اِس محل کا فیض کھینچ کر لانا۔

فتوح الغیب (کشف و کرامات)

بے گفتہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ گجرات سے مجیٹھ جاتے آتے اکثر امرتسر ریلوے سٹیشن سے ملحقہ مسجد میں نماز ادا کیا کرتے۔ ایک دفعہ آپؒ اس مسجد میں نماز ادا فرما رہے تھے اور پچھلی صف میں کوئی حاجت مند بھی نماز پڑھ رہا تھا۔ حضورؒ کی واسکٹ کی بیرونی جیب میں کچھ روپے اور ریز گاری کے سکّے تھے اتفاق سے سجدے میں جاتے ہوئے جیب الٹ گئی اور تمام پیسے (سکّے) صف پر جا گرے۔ اس ضرورت مند کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ رقم مجھے مل جائے تو میری ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔ حضورؒ نماز سے فارغ ہوئے اور دونوں ہاتھوں (بُق) میں وہ پیسے اٹھائے اور پیچھے بیٹھے ہوئے اُسی ضرورتمند کی جھولی میں ڈال دیئے اور کچھ کہے بغیر گاڑی پر سوار ہونے کیلئے پلیٹ فارم کی طرف تشریف لے آئے وہ شخص حیرت میں ڈوب گیا کہ یہ کون شخصیت ہے۔ کہ زبان پر حرف تمنا لائے بغیر ہی میرے خیال سے آگاہ ہو کر میری حاجت روائی کی۔ پلیٹ فارم پر آیا۔ آپؒ کو ڈھونڈا مگر کہیں نہ پا کر ٹکٹ کلکٹر سے پوچھا اس حلیہ کے ایک بزرگ تھے کیا ان کو دیکھا۔ ٹکٹ کلکٹر نے کہا دیکھا تو ضرور ہے مگر ان کی گاڑی جا چکی ہے۔ ٹکٹ کلکٹر نے استفسار کیا آپ کو ان سے کیا کام ہے، تب اس شخص نے اپنی ضرورت، جیب کا الٹنا، خیال کا آنا اور آپؒ کا وہ رقم عطا کرنا، سبھی کچھ بتایا۔ ٹکٹ کلکٹر نے کہا وہ بزرگ تو اکثر آتے رہتے ہیں۔

ٹکٹ کلکٹر اور وہ شخص آپؒ کے دوبارہ تشریف لانے کے منتظر رہے اور ملاقات پر حلقہ بگوشِ ارادت ہوئے درویش کا ہر عمل ہی رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے ایک شخص کو حضورؒ نے کچھ عطا کیا اس نے عرض کیا "حضور! باطنی توجہ ہی کافی ہے حضورؒ نے فرمایا "میرے فیضان پہنچانے کا یہ بھی ایک طریق ہے"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔[1]

---

[1] ترجمہ:۔ اسی اللہ کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ فرماتا۔ تو ہم ہدایت نہ پا سکتے تھے۔ بیشک ہمارے پروردگار کے تمام رسول حق بات لے کر آچکے ہیں۔

کشفِ عالم اسباب

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کا ایک نوعمر متوسل میٹرک کا امتحان دے کر آپؒ کے پاس گجرات کچھ ایام کیلئے ٹھہرا۔ اسی سال آپؒ کے ایک طالب علم درویش نے بھی میٹرک کا امتحان دے رکھا تھا۔ جب نتیجہ کے دن قریب آئے تو ایک دن دوپہر کے وقت حضورؒ بیٹھک میں تشریف فرما تھے۔ اور یہ دونوں امیدوار (Candidate) بھی پاس حاضر تھے۔ آپؒ نے استفسار فرمایا آپ کا نتیجہ کب آ رہا ہے عرض کیا حضور چند دن تک۔ دوسرے درویش سے فرمایا ''پوسٹ کارڈ لاؤ تا کہ آپ لوگوں کے نتائج کا پتہ کرائیں''۔ ان دنوں حضورؒ کے کوئی عقیدتمند شعبہ امتحانات میں کام کرتے تھے۔ پوسٹ کارڈ لایا گیا حضورؒ نے دونوں امیدواروں کے رول نمبر لکھے اور تحریر مکمل کر کے خط درویش کو دیا اور کہا اسے ڈاک میں ڈال آؤ۔ درویش لے کر گیا ابھی گلی کے کونے ہی پر پہنچا ہوگا کہ حضورؒ نے پاس بیٹھے ہوئے عزیز سے فرمایا اسے بلاؤ درویش بھاگ کر دروازے پر گیا اور اسے آواز دے کر واپس لوٹایا۔ حضورؒ نے خط واپس لیا اور اسے پھاڑتے ہوئے فرمایا تمہارے نتائج کا پتہ چل گیا ہے تم فلاں فلاں ڈویژن میں پاس ہو اور اتنے اتنے نمبر ہیں چنانچہ میٹرک کا رزلٹ آؤٹ ہوا تو نتائج بالکل اس کے مطابق تھے۔ اسی طرح آپؒ کے ایک پوتے نے امتحان دیا طبیعت مبارک کسی خاص حال میں تھی ارشاد فرمایا ''تمہارے پرچے داتا صاحبؒ کے پاس پہنچے ہیں اور میں نے بھی دیکھ لئے ہیں'' یہ ایک انداز تھا کہ تم کامیاب ہو۔ ''وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ الۡمُلۡھِمُ لِلصَّوَابِ''!

کشفِ حال

ماسٹر عطاءاللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ ''کہ مجھے حضورؒ کے ایک درویش (فضل احمد) سے پتہ چلا کہ حضرت مولانا ایک ولی اللہ اور بزرگ ہستی ہیں۔ میں جمعہ کے روز اُس مسجد میں حاضر ہوا جہاں آپؒ نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے تھے اور معلوم کر کے کہ یہ وہی ہستی ہے جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے پچھلی صف میں بیٹھ گیا۔ میں نے بزرگوں سے سُن رکھا تھا کہ ولی اللہ اپنے پیچھے درود شریف پڑھنے نہیں دیتے۔ میں نے ایک مرتبہ درود شریف پڑھا ابھی میں نے پڑھنا

شروع ہی کیا تھا کہ آپؒ نے مڑ کر پیچھے دیکھا میں نے خیال کیا کہ آپؒ نے ویسے ہی دیکھا ہے میں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا آپؒ نے پھر ذرا غصے سے دیکھا پھر آپؒ وضو کرنے چلے گئے وضو کر کے جب تشریف فرما ہوئے تو میں نے پھر تیسری مرتبہ پڑھنا شروع کیا آپؒ نے پھر دیکھا حتیٰ کہ میں سمجھ گیا کہ واقعی آپؒ ولی اللہ ہیں۔ دو ماہ انتظار میں گزرے کامل دلجمعی کے بعد مولانا محمد عارف صاحب کیساتھ حاضر ہو کر بیعت ہوا۔ وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہُ الۡمُوَفِّقُ لِلۡکَمَا لَاتِ۔

نور مجسم

بھائی محمد جعفر صاحب بیان کرتے ہیں۔ فدوی کو خواب آئی کہ حضور قطب الاقطاب قیام کی حالت میں کھڑے ہیں۔ ان کے گرداگرد ایک نوری لکیر سرکل کئے ہوئے ہے۔ دیکھتے دیکھتے اُس نوری لکیر کا سرکل شدہ مرکز عین ''نورٌ علیٰ نور'' ایک نوری مجسمہ بن گیا ہے اور آپؒ اس نور میں غوطہ زن ہو گئے ہیں اور نظر سے غائب ہو گئے۔ یعنی آپؒ نورِ مجسم تھے۔

آپؒ کا ایک مرید عبدالرحمٰن نامی مجیٹھہ کا رہنے والا جڑانوالہ میں سلائی مشین کا کاروبار کرتا تھا نے بیان کیا کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ دوزخ کے اوپر صراط بچھائی ہوئی ہے۔ اور لوگ ہوا میں پرواز کرتے ہوئے پار جا رہے ہیں۔ اور حضور قطب الاقطاب پل صراط کے ورلے کنارے کھڑے اپنے مریدوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب مرید بخیرت پہنچ گئے تو پھر آپؒ سب کو لے کر آگے چلے۔ یہ تھی آپؒ کی اپنے مریدوں کے متعلق ذمہ داری۔

یاالٰہی جب ہمیں درپیش ہو راہِ پل صراط
عاجزوں کے دستگیر و پیشوا کا ساتھ ہو

دل کی پیاس

ایک دفعہ مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب (خطیب شاہی مسجد لاہور) دو تین معزز آدمیوں کے ہمراہ گوجرانوالہ سے حاضر خدمت ہوئے۔ گرمی کا موسم اور عصر کا وقت تھا۔ مولوی صاحب سے آپؒ نے دریافت فرمایا ''کیا پیو گے'' مولوی صاحب نے عرض کیا ''حضور دل کی پیاس بجھاؤ'' پانی وانی کیا پینا ہے'' حضورؒ نے

تھوڑا سا مسکرا کر فرمایا ''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط (انبیاء ۔ ۳۰)
اس آیۃ شریفہ کے حضورؒ کی زبان مبارک سے نکلنے سے جو کیفیت مولوی صاحب پر وارد ہوئی وہ مولوی صاحب ہی جانتے ہیں۔ جو معزز آدمی ہمراہ تھے ان کے بھی آنسو بہنے لگے بندہ سے حضورؒ نے فرمایا ''او میاں! پانچ بوتلیں لیمن کی لے آ، اور برف بھی ساتھ لانا'' بندہ بوتلیں اور برف لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپؒ نے بوتلوں میں دودھ چینی اور برف ڈلوا کر مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو پلایا بعد میں مولوی صاحب بالکل خاموش رہے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ بعد انہوں نے اجازت طلب کی۔ حضور انور رحمتہ اللہ علیہ نے اجازت فرما دی۔ بعد میں بندہ نے عرض کیا ''حضور مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے تو بہت تیز باتیں کرتے تھے جب حضورؒ نے یہ آیۃ شریفہ تلاوت فرمائی تو ان کا رنگ فق ہو گیا۔ اور پھر خاموش ہی رہے'' حضورؒ نے ارشاد فرمایا '' کہ ان کو اپنے مولوی ہونے پر فخر تھا وہ سمجھتے تھے کہ فقیر کو دینی علم کم ہوتا ہے جب پانی پینے کو انہیں کہا تو انہوں نے دل میں خیال کیا۔ کہ پانی پینے کا کوئی ثبوت قرآن پاک سے آپؒ فرما دیں تو پانی پیوں گا۔ جب میں نے یہ آیہ شریفہ تلاوت کی تو مولوی صاحب کی تسلی ہو گئی۔ اور نادم ہوئے (آیہ شریفہ کا ترجمہ ''پانی سے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو زندگی بخشی ہے) حق ہے ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ه '' (آل عمران ۔ ۱۳۹) ترجمہ:۔ تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

مومن بالائے ہر بالا ترے
غیرت او بر نہ تابد ہمسرے

رضائے شیخ

ایک دفعہ کچھ علماء آپؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضورؒ کی ان کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔ گفتگو کے دوران آپؒ نے ان سے فرمایا ''فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ع '' (البقرہ ۔ ۱۵۲) آپؒ نے آیہ شریفہ کا ترجمہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '' کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا ہوں اور میرا شکر ادا کرو اور کفران نعمت نہ کرو'' اس پر بندہ (میاں خاں) کے دل میں وسوسہ آیا کہ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو اور میں تجھے یاد کروں گا تو بزرگان دین کی خدمت میں لوگ وقت کیوں ضائع کرتے ہیں۔ میرے اس خطرہ

سے آگاہی پاکر اور میری استعداد کے مطابق حضور انورؒ نے ارشاد فرمایا۔'' کہ گرو نانک فرماتے ہیں کہ

جے گرو راضی تے رب راضی
باجھ گرواں دے گوڑی بازی''

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی تَقْلِیْدِ اَنْبِیَآئِهٖ وَمُتَابَعَةِ اَوْلِیَآئِهٖ بِحُرْمَةِ حَبِیْبِهٖ عَلَیْهِ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی مُتَابِعِیْهِمْ وَالصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔[1] (منہا ۱۵)

چشمِ جہاں بین

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے محبین میں سے ایک بھائی عزیز الدین صاحب تھے۔ جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد لاہور کو اپنا مسکن بنایا۔ ہفتہ وار حاضری کو ایسا لازمی قرار دیا جیسے یہ ان کا وظیفہ ہو ان دنوں ہفتہ وار تعطیل اتوار کو ہوا کرتی تھی۔ اتوار کو صبح سویرے ہی گجرات شریف حاضر ہوتے رات قیام کے بعد سوموار کو صبح لاہور اپنے کام پر پہنچ جاتے۔ حسب معمول ایک اتوار کو حاضر خدمت ہوئے ظہر تک حضورؒ کے معمولات میں حاضر رہے نماز ظہر کے بعد ارشاد فرمایا عزیز! تجھے اجازت ہے اور ساتھ ہی اپنے مخصوص انداز سے چٹکی لی۔ (جس کا مطلب ہوتا یہ کام فوراً کیا جائے) اور دوبارہ اس بات کو دھرایا عزیز! فوراً چلے جاؤ'' بھائی جی کی عادت تھی کہ آپؒ کے پاس حاضر ہو کر پگڑی کی بجائے سر پر رومال لپیٹ لیتے اور شلوار کی بجائے تہبند باندھتے۔ جلدی میں کپڑے تبدیل کر رہے تھے کہ حضورؒ نے ایک بار پھر دھرایا ''جلدی کرو'' چونکہ آج کا یہ معاملہ بالکل خلاف معمول تھا بھائی صاحب سخت گھبراہٹ کے عالم میں روانہ ہوئے جب دریائے چناب پر پہنچے تو دریا میں شدید طغیانی تھی۔ ہری پور بند کے بالمقابل ہوئے تو پانی سڑک کے کناروں کو چھو رہا تھا۔ جونہی نالا پلکھو کے قریب والے نئے پل والی جگہ سے گزرے تو پانی کا ایک ریلا آیا اور سڑک بہا لے گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سڑک میں ایک بہت بڑا شگاف پڑ گیا ان کی آخری گاڑی تھی جو وہاں

---

[1] ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے انبیاء کی تقلید اور اپنے اولیاء کی پیروی پر اپنے حبیب علیہ وعلی جمیع الانبیاء و المرسلین وعلی متابعیھم والصلوات والتسلیمات کی عظمت وحرمت کے طفیل ثابت قدم رکھے۔

سے گزری اس کے بعد ٹریفک مکمل طور پر معطل ہوگئی۔ صورتِ حال سول حکومت کے قابو سے باہر تھی چنانچہ انتظامات فوج کے حوالے کیئے گئے فوج نے فوری طور پر بیڑا بنایا جس پر مسافر اور چھوٹی گاڑیاں لاد کر دوسری طرف لے جاتے چنانچہ اگلے اتوار جب بھائی صاحب آئے تو اسی طرح ہی سڑک کے اس شگاف کو عبور کیا۔ بھائی صاحب کا کہنا تھا کہ میں سخت پریشان تھا کہ حضرت صاحبؒ نے مجھے کبھی بھی اتنی جلدی میں رخصت نہیں کیا تھا وزیر آباد پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضورؒ کی چشمِ جہاں بین اس ہنگامی صورتِ حال سے آگاہ تھی۔ اور میری لاہور میں ذمہ داریوں کے پیش نظر آپؒ نے اس انداز میں مجھے رخصت کیا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّهَا۔[۱] (منہا۲۹)

کشفِ قلوب

مجھے (میاں خاں) ایک دن خیال آیا۔ حضور قبلہ قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں آپؒ کو زمینداروں کے فصل بونے اور کاٹنے کے متعلق کیا علم ہوگا۔ میرے اس خطرہ سے آگاہ ہو کر آپؒ نے فرمایا "ھاڑ اِک ساون نِت، بھادوں چار اسوں اک، ہاڑی ساونی جائے پک"۔ جس وقت حضور قبلہؒ عالم قدس سرہ نے یہ لفظ فرمائے تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ حضورؒ نے زمینداری کا نچوڑ فرما دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہاڑ میں خریف (ساونی) کی فصل بو لیتے ہیں۔ ساون نت بارش ہوتی ہے تو خوب فصل بڑھتی ہے۔ بھادوں چار دفعہ بارش ہو تو زمیندار ربیع (ہاڑی) کی فصل کیلئے زمین تیار کر لیتے ہیں۔ اسوج میں ایک بارش ہو جاوے تو ہاڑی کی فصل بوئی جاتی ہے۔

مولوی محمد صادق صاحب کہتے ہیں کہ میری دوستی بڑے بڑے آدمیوں سے تھی میں ایک مقدمہ میں ملوث ہوا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے میں نے اپنے علاقہ کے ایک سرکردہ شخص عبدالغنی گھمن جو اسمبلی کا ممبر بھی تھا۔ سفارش کروانے کا ارادہ کیا۔ وہ سفارش کیا کرتا درخواست

---

[۱] ترجمہ:۔ اور تمام امور کی حقیقتوں کو اللہ سبحانہٗ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

ہی دفتر سے غائب ہو گئی۔ اور ہر شخص میرا مخالف ہو گیا۔ اِس صورت حال نے مجھے جھنجھوڑا۔ اور میں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا واقعہ عرض کیا۔ آپؒ نے فرمایا ''جا، بھائی جا کر عبدالغنی گھسن کی سفارش کروا'' میرے دل میں فوراً اپنی غلطی کا خیال آ گیا۔ میں نے معافی مانگی اور آپؒ نے دعا فرمائی۔ اور فرمایا بڑے لوگوں سے ملنا چھوڑ دو۔ تاریخ مقررہ پر میں ابھی شہر ہی تھا کہ سارے گاؤں کی مخالف پارٹی سے صلح ہو گئی اور تمام کیس خود بخود رفع دفع ہو گیا۔

پھر میں گاؤں کے اُن بڑے لوگوں کی دوستی چھوڑ کر شہر میں آ بسا۔ اور یہاں آ کر ایک مسجد موسومہ ''مسجد حبیبیہ'' بنائی۔ اور بقیہ زندگی کو ''اللّٰہ اللّٰہ'' میں مصروف رکھا۔ یہ سب نتیجہ ہے حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی دعا و برکت کا۔ مجھے ضلالت سے نکال کر مقامِ شرافت پر متمکن کیا۔

☆☆☆

''ذکرِ خیر'' میں نقل ہے کہ ایک روز آپ مجلس میں تشریف فرما تھے اور اُس وقت اُس مجلس کی عجیب حالت ہو رہی تھی کہ ہر ایک شخص ایک محویت اور لذتِ توحید میں مستغرق تھا۔ ایک شخص نے طریق اربعہ کی فضیلت بیان کر کے کہا کہ حضرت مجددؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو نقشبندی سلسلہ کو بہت ہی فضیلت دی ہے باوجودیکہ آپ سلسلۂ قادریہ اور چشتیہ سہروردیہ میں بھی خلیفہ تھے تو حضور نے فرمایا کہ اس کا عروج اوروں سے آگے ہے اور اس میں وصل عریانی ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور کچھ اپنے مشاہدہ کی بات بھی آپ ارشاد فرمائیے یہ دلائل تو کتابوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ سکوت فرما کر درود خوانی میں مشغول ہو گئے کیونکہ حضور کی عادت مبارک تھی کہ لوگوں سے ملتے وقت مجلس میں اندازہ رکھتے اور جس قدر لوگوں سے بات کرتے اُسی قدر درود شریف پڑھ لیتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ ایک فضیلت تو نقشبندی سلسلہ کی عالم رویا میں یہ دیکھی تھی کہ ایک دفعہ زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی دیکھا کہ میں آپ کے حضور بیٹھا ہوں اور آپ کے سینہ مبارک سے چار نہریں نکلی ہیں اور تمام عالم میں جاری ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ منجملہ ان کے ایک نہر اتنی بڑی ہے کہ وہ اکیلی ہی اُن تینوں کے برابر ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اُس بڑی نہر میں بیعت فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نہر کا کیا نام ہے آپ نے فرمایا نقشبندی نہر یہی ہے۔

جس وقت بیعت کی قبولیت کے واسطے فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ طفیل اپنے میاں صاحب (پیر) کے اس طریقہ کی بیعت کو قبول کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہی نہریں ہیں جو قیامت تک میری اُمت کے اولیاء میں جاری ہیں اور میرے تک پہنچاتی رہیں گی۔

محاسبہ:۔

اور وہ یہ ہے کہ پچھلی رات کو نمازِ تہجد کے بعد توبہ کرے اور دن رات میں جو نیک و بد کام ہوئے ہیں۔ ان کا اپنے خیال میں حساب کر کے معلوم کرے کہ کتنے نیک کام مجھ سے ہوئے ہیں اور کس قدر بُرے یا مکروہ۔

معاصرین

(اصحابِ صحو و اصحابِ سُکر رحمہم اللہ تعالیٰ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔
(المجادلہ۔۲۲)

مکتوباتِ امامِ ربانیؒ کے محشی حضرت مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسریؒ فرماتے ہیں:۔

''قولہ مقام قطبیت و فردیت:۔ ومرتبہ فردیّت بدانکہ ابدال واقطاب واغواث وافراد واوتاد واخیار وابرار ونقباء اصناف اند از ارباب ولایت بعضی ازیشان مکتومان اند از خلائق ومریکدیگر یا ہم نشناسند وجمالِ حالِ خود را ہم ندانند''۔ (مکتوب۴: صہ۹)

ترجمہ:۔ مقام قطبیت اور مرتبہ فردیت کے متعلق جاننا چاہیے کہ ابدال واقطاب واغواث وافراد واوتاد واخیار وابرار اور نقباء اولیاء اللہ کے اقسام ہیں۔ ان میں سے بعض مخلوق سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو نہیں پہنچانتے اور اپنے حال کی عمدگی (جمال) کو بھی نہیں جانتے۔

''قولہ ارباب سُکر وصحو:۔ بدانکہ سکر وصحو از اصطلاحات حضرات صوفیاء کرام است فالسکر استیلاء سلطان الحال والصحو العود الی ترتیب الافعال والسکر لارباب القلوب والصحو للمکاشفین بحقائق الغیوب۔'' (سلک السلوک)

اربابِ سکر اور اربابِ صحو کے بارے میں جاننا چاہیے کہ سکر وصحو حضرات صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں سے ہیں پس سکر سلطان الحال کا غلبہ ہے اور صحو تربیت افعال کی طرف لوٹنا ہے سکر ارباب قلوب کے لئے ہے اور صحو حقائق غیبیہ کے مکاشفین کے لئے ہے۔ (مکتوب۲۲ صہ۵۵) (سلک السلوک)

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں۔ ''روحانی حال کے غلبہ کا نام ''سُکر'' ہے۔ اور تہذیبِ اقوال اور ترتیب افعال کی جانب واپس آجانے کا نام ''صحو'' ہے۔

شیخ خفیفؒ فرماتے ہیں۔ سُکر وہ جوش وخروش قلب ہے۔ جو ذکر محبوب کے معارضات کے موقع پر پیدا ہوتا ہے۔ (جب محبوب حقیقی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس ذکر سے دل میں جو جوش وخروش پیدا ہوتا ہے وہ سکر ہے۔) السکر غلیان القلب عند معارضات ذکر المحبوب سُکر صرف اربابِ قلوب کیلئے ہے اور صحو ان کو نصیب ہوتا ہے۔ جن پر غیبی حقائق کا انکشاف ہوجاتا ہے۔'' (معارف صہ۔۲۹۸)

اصحابِ صحو رحمهم اللہ تعالیٰ

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہؒ (گولڑہ شریف)

ولادت:۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء بروز سوموار پیدا ہوئے۔

ابتدائے تعلیم:۔ آپ کو قرآن کریم پڑھنے کیلئے خانقاہ کے درس میں اور اردو فارسی کیلئے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔

قرآن ناظرہ پڑھ کر حفظ ہوگیا:۔ حافظہ کی یہ حالت تھی کہ قرآن مجید کا روزانہ کا سبق آپ زبانی یاد کر کے یعنی حفظ کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ جب قرآن مجید ختم کیا تو اس وقت سارا قرآن مجید آپ کو بلا ارادہ حفظ ہو چکا تھا۔

موضع بھوئی کے درس میں داخلہ:۔ گولڑہ شریف میں نحو پڑھ کر اس کم سنی کی حالت میں موضع بھوئی علاقہ حسن ابدال جا کر فاضل اجل جناب مولانا محمد شفیعؒ قریشی کے درس میں داخل ہو گئے۔

تعلیم و تربیت میں انہماک:۔ حضرتؒ کو تعلیم و تعلّم میں اس قدر انہماک تھا کہ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے درجہ کے طلباء کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ موسم سرما کی طویل راتیں عشاء کی نماز کے بعد مطالعہ ہی میں گذرتیں حتےٰ کہ اسی حالت میں صبح کی اذان ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ آپ کے پاس پڑھنے والے طلباء کی اتنی کثرت ہوگئی کہ آپ نے انگہ کا قیام ترک کر کے شکر کوٹ میں رہائش اختیار فرمالی۔ دن کے وقت انگہ میں اپنی تعلیم حاصل کرتے اور شام کو شکر کوٹ جا کر طلبا کو درس دیتے۔

استاذ الکل مولانا لطف اللہ علیگڑھی المتوفی ۱۳۳۴ھ:۔ آپ کی مقبولیت کیلئے یہی سند کافی ہے کہ بریلوی اور دیوبندی ہر طبقہ کے علماء کے دل میں آپ کا بے حد احترام تھا۔

علی گڑھ کے درس میں تحصیل علم:۔ علی گڑھ میں حضرتؒ نے تقریباً اڑھائی برس تعلیم حاصل کی اور اپنی قابلیت کے باعث مولانا لطف اللہؒ اور دیگر اساتذہ کرام وہم مکتبوں میں مثالی مقبولیت وتوقیر آپ کو حاصل ہوئی۔

طالب علمی میں رشک انگیز تدریس:۔ مدرسہ علی گڑھ میں حضرتؒ کا بہت شہرہ ہوگیا تھا۔ استاد صاحبان اور طلبا سب ہی آپ کی ذہانت اور نکتہ رسی کے قائل اور معترف تھے۔ طلباء کا رجوع آپ کی طرف اس قدر ہوا کہ یہاں بھی آپ کو اپنا ایک علیحدہ درس قائم کرنا پڑا۔

اعلیٰ حضرت سیالویؒ سے بیعت:۔ انگہ میں حصول تعلیم کے دوران اپنے استاد جناب حافظ سلطان محمودؒ کی معیت میں آپ کوئی مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ جناب خواجہ صاحبؒ بھی حضرت پر خاص شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان سے جب آپ فارغ التحصیل ہوکر واپس پہنچے تو سیال شریف حاضر ہوکر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ صاحب سیالویؒ کے دست حق پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ جیسا کہ پہلے عرض ہو چکا ہے۔ سلسلہ قادریہ جدیہ میں آپ اپنے خاندان ہی میں بیعت تھے۔

خلافت ِ ارشاد اور تربیت میں امتیازی سلوک:۔ حضرت اعلیٰ سیالوی قدس سرہ العزیز نے حضرتؒ کے علمی اور عرفانی کمالات کے پیش نظر اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ کو تمام اشغال ووظائف کی اجازت عامہ اور بیعت وارشاد کا منصب عطا فرما دیا تھا اور عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ آنجناب کے آخری خلیفہ ہیں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت اعلیٰ سیالویؒ کی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ پر خاص نظر تھی اور آنجنابؒ نے حضرتؒ کی دوسرے مخلصین سے علیحدہ اور جداگانہ رنگ میں تربیت فرمائی۔" (استفادہ مہر منیر)

علمی تبحر اور عظمت فقر کی تنویر آپؒ کی تصنیفات اور سوانح "مہر منیر" سے واضح ہے حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرہ کا مزار پُر انوار گولڑہ شریف E-11 اسلام آباد (پاکستان) میں مرجع خلائق ہے۔

روابط

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ سے قریب کے روابط تھے۔ اکثر ملاقاتیں ہوتیں۔ انعامات (باطنی) پر انعامات ہوتے۔ ایک ملاقات پر حضور گولڑویؒ نے فرمایا ''مولوی صاحب میری تمام نسبت کی اجازت ہے'' ہمارے حضورؒ خاموش رہے۔ حضور گولڑویؒ نے اس بات کو دو تین بار دھرایا اور فرمایا ''مولوی صاحب آپؒ کو میری نسبت قبول کرنے میں کیوں تردّد ہے'' ہمارے حضورؒ نے کہا ''حضور میں نے اپنے شیخ پاک کے صدقے میں قبول کیا'' اس پر حضور گولڑویؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''مولوی صاحب کِتے کِتے ساڈا بوٹا وی لا چھڑیو'' چنانچہ حضرات اہلِ طریقت اور صاحبِ ادراکِ نسبت اس بات کو خوب جانتے ہیں۔ کہ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ چاروں سلاسل نقشبندیہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے اور ہمارے بعض پیر بھائیوں میں تو نسبت چشتیہ کا غلبہ اتنا نمایاں تھا کہ لوگ انہیں خالصتاً چشتی ہی خیال کرتے اور بعض سلسلہ چشتیہ کے طالب اپنے سلوک کے اسباق کی تربیت و تکمیل کے لئے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے رہتے۔ ان مواقع پر حضورؒ! ___ حضرت گولڑویؒ کی اس بات کو دھراتے۔ ''مولوی صاحب کِتے کِتے ساڈا بوٹا وی لا چھڑیو''۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا حضور گولڑویؒ سے بذریعہ خط و کتابت بھی رابطہ بدستور رہتا۔ ہمارے حضورؒ کی طرف حضور گولڑویؒ نے جتنے بھی خطوط لکھے بقلم خود تحریر فرمائے ایک خط کے جواب میں جو حضورؒ نے اپنے بھائی حاجی حمید اللہ صاحب کی صحت یابی کی دعا کے سلسلہ میں لکھا۔ فرمایا ''اللہ تعالیٰ مخلصی کے بھائی کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے''۔ اسی مراسلہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ''میرے تمام وظائف کی اجازت ہے'' یہ مکتوب شریف آپؒ کے وظائف کے بستہ میں محفوظ تھا۔ خلف الصدق حضرت بابوجی صاحبزادہ سید پیر غلام محی الدین شاہ صاحب گولڑویؒ نے بھی اس تعلقِ للہی کی خوب

پاسداری فرمائی۔ اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتیں۔ خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حضرت خلف الصدق ؒ نے اپنے صاحبزادگان کی روحانی تربیت اور تکمیلِ سلوک کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ''برخوردارَین کی رسمی سلوک کی تکمیل تو ہوچکی ہے۔ اب دعا فرمائیں کہ اس میں حقیقت جلوہ گر ہو''

یہ استدعا حقیقتاً اسی نسبتِ چشتیہ مہریہ (i۔ مولوی صاحب! ''میری تمام نسبت کی اجازت ہے'' ii۔ مولوی صاحب! ''میرے تمام وظائف کی اجازت ہے'' iii۔ مولوی صاحب! کِتے کِتے ساڈا بوٹا وی لا چھڈیو'') کی طرف اشارہ تھا جو حضرت گولڑویؒ نے ہمارے حضرت صاحبؒ کو تفویض فرمائی تھی۔ حضراتِ عالیہ کے باہمی محبت کے انداز کا عقل خام احصار نہیں کرسکتی۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست کر کے فرمایا۔ اہل اللہ (بلا امتیاز سلاسل) کے آپس میں روابط ایسے مضبوط ہیں جیسے ان ہاتھوں کی گرفت۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا ''حضور گولڑویؒ نے ایک ملاقات کے موقع پر ارشاد فرمایا ''مولوی صاحب! میں ریاضت ومجاہدہ کے دور میں مختلف کٹھن مراحل سے گزرا ہوں۔ ایک وہ وقت تھا کہ ہم راوی کے بیلا میں رہا کرتے تھے۔ لوگ ہمارے پیچھے پراٹھے لے کر بھاگتے تھے اور ہم ننگے پاؤں کانٹوں پر سے بھاگ کر نکل جاتے۔ اور ہمیں کسی تکلیف کا احساس تک نہ ہوتا۔ پھر فرمایا مولوی صاحب! آپؒ نے ایسا نہیں کرنا۔ تمام اکابرینِ سلاسل آپؒ کی طرف متوجہ ہیں۔

اِسی ضمن میں ہمارے حضورؒ نے فرمایا ''سترہ سال ہم نے بُھنے ہوئے چنوں کی ایک ''مٹھ'' پر گزارے ہیں۔''

مجاہدہ کوئی ارادی اور اختیاری عمل نہیں ہے بلکہ یہ ایک اضطراری کیفیت ہے۔ جو طلبِ قرب الٰہی میں اضطراب اور تڑپ کی ایک صورت ہے۔ ایک

بزرگ فرماتے ہیں۔

ے من توں طالب مولا والے وَل مولا دے آئیں
دم دم قدم اگیرے رکھیں ٹھہرناں کتے کھلوئیں

اسی لئے درویش شب زندہ دار ہوتے ہیں حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو اکثر تہجد کے وقت جب تقربِ الٰہی کی بیقراری بے چین کرتی تو یوں اظہار فرماتے۔

ے ''تجلی عشق کی تن من جلا دے
جو کل کرنا ہے تو نے آج ہی کر دے''

یہی اللہ کے بندے ہیں جن کے بارے میں قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے:۔

''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْ فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط''[۱]

ایک دفعہ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ گولڑہ شریف حضور گولڑویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ وہ وقت تھا جب محفلِ سماع کا انعقاد ہو رہا تھا۔ حضور گولڑویؒ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور قوال مزامیر کو رواں کر رہے تھے۔ ہمارے حضور آداب مجلس کے پیش نظر چپکے سے مجلس کے آخر میں بیٹھ گئے غالباً ہمارے حضورؒ کا حضور گولڑویؒ سے ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا۔ قوال مزامیر کو رواں کرنے میں مصروف تھے مگر ساز رواں نہیں ہوتے تھے۔ اس تاخیر پر حضور گولڑویؒ نے قوالوں کو ناراضی سے فرمایا ''اج تہانوں کی ہو گیا اے'' قوالوں نے عرض کیا حضور کوشش بہت کر رہے ہیں مگر ساز رواں نہیں ہوتے۔ حضور گولڑویؒ مراقب ہو گئے تھوڑی دیر بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا ''ویکھو ایتھے کوئی نقشبندی تے نئیں''[۲] چنانچہ آواز لگائی گئی کہ یہاں کوئی نقشبندی ہے؟ ہمارے حضورؒ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''میں نقشبندی ہوں''

---

[۱] العنکبوت۔ ۶۹۔ ترجمہ:۔ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی۔ ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے

[۲] حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں جواہر مجددیہ میں درج ہے۔ کہ ''آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ قبل تک مزامیر سب باجے (وغیرہ) بیکار رہے۔'' ایضاً ''صوفیان اربابِ سماع و سرود کو آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ تک کیفیت مسدود رہی۔''

حضور گولڑویؒ نے پاس بلایا اور نہایت شفقت سے پیش آئے اور درویش کو فرمایا ''یہ لو چابیاں اور انہیں ہمارے حجرے میں بٹھاؤ اور ہمارے حضورؒ سے فرمایا ''مولوی صاحب! تُسی ساڈے حجرے وچ بیٹھو تے سانوں اپنا کم کرلین دیو'' سلاسل کے باہمی آداب کا یہ کیسا حسین امتزاج ہے۔

نازد قادری ونقشبندی

حضور سیدوی قدس سرہ نے ہمارے حضورؒ کو گولڑہ شریف اور چند ایک بزرگوں کے پاس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور فرمایا ''مولوی صاحب ان بزرگوں کی ملاقات کو ہماری ہی ملاقات سمجھنا''

چنانچہ ایک دفعہ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضور سیدویؒ کے وصال شریف کی وجہ سے آپ کی طبیعت مبارک پریشان اور متوحش رہتی۔ تسکینِ خاطر کے لئے آپؒ اکثر اکابرین کے مزارات پر اور معاصر اکابرین کے ہاں تشریف لے جاتے۔ اسی سلسلہ میں گولڑہ شریف حاضری ہوئی۔ حضور گولڑویؒ نے تسلی وتشفی کے لئے حقائق کو یوں بے نقاب کیا۔ فرمایا ''مولوی صاحب! فکر نہ کرو، مانہہ عرب وچ وی رہیا اے تے عجم وچ تے ہاں ای، پر تواڈے پیر دی شان دا مرد نئیں ویکھیا'' پھر فرمایا ''مولوی صاحب! پیر تے تواڈے اندر بیٹھا ہویا اے''

حضور گولڑویؒ کے ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے محبت کے کچھ ایسے روابط تھے۔ جن کے اظہار سے قلم عاجز ہے۔ یہ وہ دور تھا جبکہ حضرت گولڑویؒ پر سُکر اتنا غالب رہتا کہ کئی کئی دن ہوش نہ آتی اور نہ ہی آپؒ کو شرب وطعام کی ضرورت ہوتی۔ عام زائرین بھی ملاقات سے مشرف نہ ہوتے۔ ایک دفعہ اسی طرح غلبہ حال کی وجہ سے آپؒ نے کئی دن سے خاموشی اختیار فرما رکھی تھی۔ ہمارے حضورؒ کو حاضری کا موقعہ ملا۔ حضور گولڑویؒ نے اسی وقت پہلو بدلا۔ ہوش آنے پر درویش مبارک باد کہنے کے لئے ادھر ادھر بھاگے آپؒ نے نہایت راز دارانہ انداز میں فرمایا ''مولوی صاحب! کوئی آئے تے مانہہ دی تار ہلائے۔ تے مانہہ دی سرنگی وَجے''

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ثانیؒ (علی پور سیداں شریف)

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۷۶ھ بمطابق ۱۸۶۰ء علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ والدِ گرامی کا اسم شریف سید علی شاہؒ تھا۔ آپؒ نے مولوی عبدالرشید صاحب سے (علوم دینیہ) قرآن مجید، حدیث پاک کے بعد فقہ وتصوف کی چیدہ چیدہ کتابیں پڑھیں۔ اولیاءِ کرام اور مردان باصفا کے تذکروں سے بہت محظوظ ہوتے۔ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی قدس سرہ العزیز سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ بعد کلاہِ نیابت سے سرفراز ہو کر مخلوقِ خدا کی روحانی تربیت میں مصروف ہو گئے۔ سفر کی نسبت حضر کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

رہن سہن نہایت سادہ تھا۔ کھدر کا لباس تنور کی روٹی اور مسور کی دال، مسند "پٹھے" کی چارپائی اور کبھی باغ کی گھاس، نماز عصر سے مغرب تک میل ملاپ اور گفتگو سے اجتناب، یہ وقت اکثر فصلوں میں خلوت گزینی کا ہوتا۔ آپؒ کا مزار اقدس علی پور سیداں شریف میں مرجع خلائق ہے۔

روابط

حضور قبلہ عالم قدس سرہ ایک دفعہ بذریعہ ریل گاڑی موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ تشریف لے جارہے تھے گاڑی سے علی پور سیّداں شریف سٹیشن پر اُترے آگے پیدل کا راستہ تھا گرمی کا موسم اور دوپہر کا وقت، راستہ میں حضور سیّد پیر جماعت علی شاہ ثانی صاحبؒ کا ڈیرہ پڑتا تھا اس وقت حضرت ثانی صاحبؒ اپنے باغ کے درختوں کے سائے میں گھاس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باغ سے چند کھیتوں کے فاصلے پر کنواں تھا۔ ہمارے حضورؒ جونہی کنواں کے "چنے" کی اوٹ سے سامنے ہوئے۔ ثانی صاحبؒ دیکھتے ہی ننگے پاؤں آپؒ کی طرف لپکے جانبین نے سبقت کی کوشش کی۔ اور باغ سے کچھ فاصلے پر ملاقات ہوئی۔ معانقہ کرتے ہی آپؒ کی نظر پاؤں پر پڑی ننگے پاؤں، دوپہر کا وقت تپتی ہوئی زمین، حضورؒ نے ساتھی سے فرمایا "جلدی سے اپنی چادر ثانی صاحبؒ کے پاؤں کے نیچے ڈال دو" اور

دوسرے ساتھی سے فرمایا بھاگ کر آپؒ کا جوڑا لے کر آؤ'' ثانی صاحبؒ نے جوڑا پہنا ہمارے حضورؒ اور آپؒ کے ساتھیوں کو اپنے حجرے میں لائے مشروبات سے تواضع فرمائی۔ کچھ دیر ستانے کے بعد غسل سے فارغ ہونے پر کھانا تناول کیا گیا۔ بعد از نماز ظہر ہمارے حضورؒ نے جب موضع ڈھوڈہ جانے کا ارادہ کیا۔ تو ثانی صاحبؒ نے درویش سے فرمایا ''میری گھوڑی پر کاٹھی ڈال کر لاؤ''۱۔ درویش سفر کے لئے گھوڑی تیار کر کے لایا۔ حضور ثانی صاحبؒ نے گھوڑی کی لگام اپنے ہاتھ میں لی۔ رکاب کو تھاما۔ اور ہمارے حضرت صاحبؒ سے فرمایا ''مولوی صاحب! سوار ہوں'' ہمارے حضرت صاحبؒ کے لئے ثانی صاحبؒ کی موجودگی میں اس طرح سوار ہونے میں باہمی آداب حائل ہوئے اور کہا ''حضور ذرا آگے جا کر سوار ہولونگا'' حضرت ثانی صاحبؒ نے فرمایا ''مولوی صاحب! میں نے خود اور اپنے سامنے ہی سوار کروانا ہے'' اس جذبۂ محبت کے تحت ہمارے حضرت صاحبؒ کو وہیں ہی گھوڑی پر سوار ہونا پڑا۔ ثانی صاحبؒ نے درویش سے فرمایا ''وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرنا اور گھوڑی لے کر جلدی واپس آجانا۔ تاکہ حضرت مولوی صاحبؒ کے میزبانوں کو کوئی تکلف نہ کرنا پڑے۔ ۲

''ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے (بطور تعظیم واکرام) کے ان کی رکاب تھامی۔ حضرت زیدؓ نے منع کیا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی آپ ایسا نہ کریں مگر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا ''ھذا امرنا ان نفعل بعلمائنا'' ہمیں ایسا ہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء کے ساتھ تعظیم واکرام کا ایسا ہی معاملہ کریں حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے ہاتھ چوم لیے اور فرمایا ''ھذا امرنا ان نفعل باھل بیت نبینا ﷺ'' یعنی ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اہل بیعت کے

---

۱ ثانی صاحبؒ کے پاس کئی گھوڑیاں تھیں مگر آپؒ کی سواری کے لئے ایک گھوڑی مخصوص تھی جس پر ادباً کوئی سوار نہیں ہوتا تھا۔ اگر کہیں اسے لے جانا ہوتا تو رسہ پکڑ کر خادم پیدل لے جاتے۔

۲ اس زمانہ میں مہمان کی مہمان نوازی سے پیشتر سواری (جانور) کی ضروریات کا اہتمام دانہ، چارہ اور پانی وغیرہ مہمان کی خوشنودی کا باعث سمجھا جاتا تھا۔

ساتھ اسی طرح کی تعظیم و اکرام کا معاملہ کریں۔'' جذبہ للّٰہیت کے انداز کیسے محبت آمیز اور محبت آموز ہیں۔

سفر سرہند

حضور قبلہ عالم قدس سرہ سرھند شریف، انبالہ شریف اور سیدا شریف جب زیارات کیلئے تشریف لے جاتے ایک حافظ صاحب (محمد عالم صاحب) بھی اکثر شریکِ سفر ہوتے۔ ایک دفعہ سالانہ عرس شریف پر گجرات سے براستہ سیالکوٹ، نارووال سرھند شریف جا رہے تھے۔ راستے میں جب گاڑی علی پور سیداں شریف رکی تو آپؒ نے حافظ محمد عالم صاحب سے فرمایا'' حافظ صاحب! دیکھیں کیا حضرت ثانی صاحبؒ (حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانیؒ) بھی اسی گاڑی پر سرھند شریف جا رہے ہیں؟ سٹیشن فلیٹ ہے یعنی پلیٹ فارم لائن کے برابر ہے۔ حافظ صاحب گاڑی سے نیچے اترے۔ دیکھا تو ثانی صاحبؒ ایک ڈبے (Compartment) میں پائیدان پر باروں کو پکڑے ہوئے چڑھ رہے تھے۔ جوانی کا عالم تھا اور حافظ صاحب خاصہ قد و قامت رکھتے تھے۔ جلدی سے ثانی صاحبؒ کی ٹانگوں میں سر دیا اور اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ چونکہ سب کچھ انجان طریق پر ہوا تھا ثانی صاحبؒ فرمانے لگے'' او! اللہ دے بندے مینوں کتھے لے چلیاں ایں؟'' حافظ صاحب نے عرض کیا'' حضور! تھاں سر ہی کھڑاں گا'' حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے ثانی صاحبؒ کو اٹھائے ہوئے آتے دیکھا تو ساتھیوں سے فرمایا'' ایک سیٹ خالی کر کے اس پر کپڑا بچھا دو'' ثانی صاحبؒ کو سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ حضرت صاحبؒ سے سلامِ مسنونہ کے بعد فرمانے لگے'' واقعی تو مینوں تھاں سر ہی لے کے آیاں ایں'' گرمی کا موسم تھا حضورؒ نے ساتھیوں سے فرمایا'' پنکھا جھلو اور پاؤں پنڈلیاں دباؤ'' سبھی مصاحبین نے موقع کے مطابق خوب تواضع کی۔ ثانی صاحبؒ کے کافی مریدین بھی اسی ڈبے میں آ سوار ہوئے۔ حضرت ثانی صاحبؒ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا'' اوئے مریدی ایناں کولوں سکھو'' رشد و ہدایت کے تقاضے یہی ہیں کہ مسترشد کے ہر عمل سے

صِبۡغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ز [1] نمایاں ہو۔

اعراس سرہند شریف کی تقریبات پر اکثر ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ اور حضرت ثانی صاحبؒ فرصت کے اوقات باہر کھیتوں میں تعلق باطنی کے پیش نظر باہم تنہائی میں گذارتے۔

حضرت حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہؒ (محدث علی پوری)

آپؒ کی ولادت باسعادت ۱۸۳۰ء اور ۱۸۴۰ء کے دہے میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی۔ والدِ گرامی کا اسم شریف حضرت سیّد کریم شاہ تھا حافظ صاحب نے اپنی والدہ کے وصال پر فرمایا لوگ مجھے بہت کچھ امیرِ ملت، محدث علی پوری، حافظ، حضرت، حضور، سرکار وغیرہ عزت افزائی کے القاب سے پکارا کریں گے پھر تاسّف سے فرمایا لیکن اب ''جماعت علی'' کہہ کر کسی نے نہیں بلانا۔ آپؒ کا شجرہ نسب، طرفین سے سید الشہداء امام حسینؓ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم علی پور سیداں ہی میں حاصل کی۔ پھر ملک کے جید علماء سے اکتسابِ علم کیا۔ حضرت فقیر محمد چوراہیؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ آپؒ کی مذہبی، تبلیغی، ملی اور سیاسی خدمات ان گنت ہیں پچاس سے زائد دفعہ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ سخاوت کی وجہ سے عربی لوگ آپؒ کو ''ابولعرب'' کہتے تھے۔

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ موضع ڈھوڈہ ضلع سیالکوٹ تشریف لائے۔ بھائی اکبر علی درزی نعت خواں ہمراہ تھے۔ رات گذری صبح ہوئی نماز، اوراد و وظائف اور ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد بھائی اکبر علی نے عرض کیا حضور میرا پیر خانہ علی پور سیداں شریف قریب ہے۔ اجازت ہو تو حاضری سے مشرف ہوں آپؒ نے فرمایا ضرور بلکہ تاکیداً حاضری کی اہمیت بتائی۔ سواری کا انتظام کر کے ایک آدمی کو ساتھ کیا۔ بھائی صاحب حضور حافظ صاحب علی پوریؒ کی

---

[1] البقرہ۔ ۱۳۸۔ ترجمہ: اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے۔

خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دنوں بیرونی شہر سے علی پور شریف آنے جانے کا ذریعہ صرف ریل گاڑی ہی تھا۔ سارے دن میں دو تین گاڑیاں آتی جاتی تھیں۔ اس وقت کسی گاڑی کا وقت نہیں تھا۔ حضور علی پوریؒ نے استفہامیہ انداز میں پوچھا اکبر! اس وقت گجرات سے کوئی گاڑی آتی ہے؟ تُو کیسے آیا۔ بھائی اکبر علی نے عرض کیا حضور گجرات میں ایک مولوی صاحبؒ ہیں جو حضور توکل شاہ صاحبؒ انبالوی کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے ساتھ یہاں ایک ڈھوڈہ نامی گاؤں ہے آیا تھا۔ حضور علی پوریؒ نے فرمایا ''اکبر! اسی اوہناں نوں جان نے آں ساڈے نال اوہناں دے بڑے پرانے تے گہرے تعلقات نیں'' پھر فرمایا اکبر مَیں انبالہ شریف گیا واں۔ حضور توکل شاہ صاحبؒ نے میرے لئے زردہ اور پلاؤ پکوایا ایک پلیٹ زردہ کی اور ایک پلاؤ کی مجھے عطا کی۔ فرمایا ''شاہ صاحب کھاؤ'' تھوڑی سی کھا کر میں سیر ہو گیا۔ فرمایا ''اور کھاؤ'' مشکل سے دونوں پلیٹیں آدھی آدھی کھا سکا۔ فرمایا ''اب ساری زندگی زردہ اور پلاؤ ہی کھلاتے رہو گے'' پھر حضور علی پوریؒ نے فرمایا ''اکبر! یہ وہ آدھی آدھی پلیٹ ہے جو ختم نہیں ہو رہی۔ حضور توکل شاہ صاحبؒ نے مینوں زردہ تے پلاؤ کھوایا سی اے جیہڑا زردہ تے پلاؤ توں اتھے ویکھناں ایں، اے اوہناں دی عطا اے'' پھر فرمایا ''اکبر اوہناں دی کتاب ''ذکرِ خیر'' اساں اپنے کتب خانے وچ رکھی ہوئی اے، اونری کتاب ای نئیں او تے نور اے۔ مولوی صاحبؒ گجرات والے نورانی وجود نیں۔ اوہناں دی حاضری میری حاضری اے'' مزید تاکیداً فرمایا ''گجرات وچ تیرے صاحب اجازت پیر بھائی رہندے نے اوہناں کول جائیں یا نہ جائیں مگر مولوی صاحبؒ دی غیر حاضری میں معاف نئیں کراں گا۔''

چنانچہ بھائی اکبر علی صاحب نے اتنی باقاعدگی سے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی حاضری دی۔ خواہ کیسا ہی موسم ہو۔ گرمی، سردی، بارش یا آندھی (جھکڑ) ہو۔ عشاء کی نماز حضورؒ کے ساتھ ہی ادا کرتے، پھر نعت شریف بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کرتے۔ حضور کو دباتے اور تقریباً رات بارہ ایک بجے گھر جاتے۔ یہ معمول زندگی بھر کم و بیش بلا ناغہ جاری رہا۔

حضرت قاضی سلطان محمودؒ (اعوان شریف گجرات)

حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ ۱۲۵۶ھ گجرات کے ایک گاؤں اعوان شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ ماجد غلام غوث سے حاصل کی۔ حضرت قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ''مجھ نادان کو علمِ ظاہر کے چند حروف جو آتے ہیں وہ سب حضرت والد ماجد کی کمال سعی و ہمت وکوشش سے نصیب ہوئے تھے''۔ آپؒ نے متعدد علماء سے کسبِ علم کیا ایک واجب الاحترام اُستاد نے آپؒ کی علمی بصیرت، دِقّتِ نظر اور اصابتِ رائے دیکھ کر قاضی کے معزز خطاب سے مخاطب کیا۔ آپؒ فضلائے روزگار میں ایک مُسلّم فرد تھے۔

قاضی صاحب سیدو شریف (سوات) میں اپنی بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں حیرت زدہ حصولِ مطلب سے ناامید مسجد کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت اخوند عبدالغفور صاحبؒ کے خلفاء میں سے ایک بزرگ نے مسجد کی دہلیز پر کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا ہندوستانی طالب علم جو دستار بندی اور دعا کے لئے آیا ہے کہاں ہے یہاں آئے تاکہ میں اسے حضرت اخوند صاحبؒ کی خدمت میں لے چلوں۔ میں وہاں حاضر تھا فوراً ان کے پاس گیا۔ حضرت اخوند صاحب حجرہ مبارک کے پاس تہجد کے لئے وضو کرنے کی جگہ تشریف فرما ہوئے تو میں نے جرأت کر کے دعائے خیر، نفعِ علم اور وطن جانے کی اجازت چاہی۔ اخوند صاحب نے پوچھا ''وضوواری'' (وضو ہے) میں جلد وضو کر کے حاضر ہوا حضرت اخوند صاحب نے ہاتھ پکڑ کر مرید کیا۔ اور پہلا سبق (لا الہ الا اللہ) تعلیم فرمایا'' قاضی صاحب نے ریاضت ومجاہدہ زندگی بھر معمول رکھا۔ آپؒ کے وصال پر یہ بات مشہور ہوگئی کہ ''اَج مجاہدے دی لٹھ ٹٹ گئی اے'' حضرت قاضی صاحبؒ کا روضہ اقدس اعوان شریف ضلع گجرات میں مرجع خلائق ہے۔

نورِ فراست

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ہمعصر بزرگوں میں سے ایک مشاہیر زمانہ حضرت قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ قاضی صاحبؒ، صاحبِ کشف

بزرگ تھے راہ چلتے چلتے فرماتے جاتے کہ یہاں فلاں بزرگ کا مزار ہے۔ یہاں فلاں کا، اس طرح کئی مزارات کی آپؒ نے تعمیر کروائی۔ حضرت شاہدولہ صاحبؒ کے روضہ اقدس کی تعمیر میں بھی آپؒ نے نمایاں حصہ لیا۔ آخری عمر میں جب ضعفِ بدنی زیادہ غالب ہوا تو پالکی میں شاہدولہ صاحبؒ تشریف لاتے۔

رابطہ

ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی پہلی ملاقات بھی قاضی صاحبؒ سے دربار شاہدولہ صاحبؒ ہی میں ہوئی۔ قاضی صاحبؒ جب دربار شاہدولہ صاحبؒ تشریف لاتے۔ تو شہر اور ارد گرد کے مضافات کے لوگ زیارت کے لئے حاضر ہوتے۔ اس طرح ایک خاصا ہجوم ہو جاتا۔ ایک دفعہ قاضی صاحبؒ حسب معمول دربار شاہدولہ صاحبؒ تشریف لائے۔ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو بھی آپؒ کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ ملاقات کے اشتیاق میں شاہدولہ صاحبؒ حاضر ہوئے۔ خاصا ہجوم تھا۔ لوگوں کو باری باری حاضری کا موقع دیا جاتا تھا۔ ہمارے حضورؒ بھی باہر صحن میں "بڑ" کے درخت کے نیچے زیارت کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ ابھی کھڑے ہوئے تھوڑا ہی وقت ہوا تھا کہ اندر سے ایک درویش آیا اور آواز لگائی کہ مولوی صاحب کو طلب کیا گیا ہے۔ ہمارے حضورؒ خاموش کھڑے رہے نا معلوم کن مولوی صاحب کو طلب کیا گیا ہے۔ حضرت قاضی صاحبؒ نے اب ملاقات کا سلسلہ بند کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد درویش پھر باہر آیا اور آواز لگائی کہ یہاں کوئی زمیندار ہائی سکول میں مدرس مولوی صاحب ہیں ہمارے حضورؒ پھر بھی خاموش کھڑے رہے کہ زمیندار سکول میں مدرس کئی ایک اور مولوی صاحبان بھی ہیں نہ معلوم کسے یاد فرمایا ہے۔ درویش واپس حضرت قاضی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضور کسی مولوی صاحب کا پتا نہیں چلتا۔ قاضی صاحبؒ نے ہمارے حضورؒ کا اسم گرامی لے کر فرمایا وہ جوامرتسر کے ہیں۔ چنانچہ درویش نے تیسری بار باہر آ کر آواز لگائی۔ تو ہمارے حضورؒ حضرت قاضی صاحبؒ کے حجرے کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ درویش آپؒ کو اندر لے کر حاضر ہوا۔ حضرت قاضی صاحبؒ مل کر بہت

خوش ہوئے اور فرمایا ''مولوی صاحب اتنا اخفا'' دیر تک تنہائی میں باتیں ہوتی رہیں۔ وقت کے تقاضا کے پیش نظر حضورؒ نے اجازت چاہی اور اس کے بعد پھر دوسرے لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

مرد مومن کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور

خدمت

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس حضرت قاضی سلطان محمود صاحبؒ اعوان شریف والوں کی ایک خادمہ حاضر ہوا کرتی تھی مائی صاحبہ عظیم الجثہ، چہرہ پُر جلال، آنکھیں بڑی بڑی اور چمکدار۔ کسی کی جرأت نہیں تھی کہ نظر بھر کر دیکھ پائے۔ حضورؒ کے پاس جب حاضر ہوتیں تو زبان پر سُبحَانَ اللّٰہ سُبحَانَ اللّٰہ کا ورد رہتا۔ اس لئے حضورؒ کے اہل خانہ انہیں مائی سُبحَانَ اللّٰہ کہہ کر پکارتے۔ حضورؒ کی اہلیہ حضرت بی بی جیؒ کو ایک دفعہ بازو پر چوٹ آئی۔ معالج نے مالش تجویز کی۔ مائی صاحبہ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی اور بلاناغہ تین ماہ اس سعادت سے مشرف ہوئیں اللہ پاک نے حضرت بی بی جیؒ کو صحت عطا فرمائی۔ اللہ کے بندے کی خدمت کا بے لوث جذبہ ایک ایسی سعادت ہے جس کا بدل نہیں۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک صاحبزادہ صاحب ان دنوں زیادہ وقت حضور کے ساتھ والے کمرہ میں رہتے تھے۔ مائی صاحبہ کو اجازت ہوتی تو کہتیں ''میں نے اپنے پیر (حضرت صاحبزادہ صاحب) کی زیارت کر کے جانا ہے۔'' چنانچہ جب صاحبزادہ صاحب کے کمرے کا دروازہ کھلتا تو زیارت سے مشرف ہو کر ہی جاتیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ[1]

---

[1] ترجمہ:۔ اس پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے اور اس کے رسول ﷺ پر درود و سلام ہو۔

حضرت میاں شیر محمدؒ (شرقپور شریف)

آپؒ کی ولادت باسعادت ۱۲۸۲ھ بمطابق ۱۸۶۵ء شرقپور، ضلع شیخوپورہ میں ہوئی۔ والد صاحب کا اسم شریف میاں عزیز الدین تھا قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد سکول کی تعلیم حاصل کی، اپنے چچا حمید الدین صاحب سے فارسی کی کتب پڑھیں۔ اور خوش نویسی میں مہارت حاصل کی۔ مادرزاد ولی تھے۔ کتاب وسنت کی پابندی میں تساہل ہرگز گوارا نہ تھا۔ آپؒ حضرت میاں امیر الدین کوٹلہ شریف بیعت ہوئے۔

آپؒ کے مشہور خلفاء حضرت سید محمد اسماعیل صاحب کرمانوالے حضرت سید نورالحسن کیلیانوالے اور صاحبزادہ محمد عمر بیربل شریف ہیں۔ آپؒ کا مزار مبارک شرق پور شریف میں مرجعِ خلائق ہے۔''

رابطہ

میاں شیر محمد صاحبؒ شرقپوری کا دادا پیر خانہ مکان شریف تھا۔ جہاں سالانہ عرس شریف پر میاں صاحبؒ باقاعدگی سے حاضر ہوتے۔ بلکہ میرِ مجلس آپؒ کی شخصیت ہی ہوتی، ایک عرس کے موقعہ پر مجلس خوب جمی ہوئی تھی۔ حضرت میاں صاحبؒ وعظ فرما رہے تھے۔ اور عقیدتمند سامعین ہزاروں کی تعداد میں آپؒ کی باتیں سُن سُن کر سر دھنتے تھے۔ اتنے میں ہمارے حضرت صاحبؒ تشریف لائے اور مجلس کے اخیر میں جا کر کھڑے ہوگئے، میاں صاحبؒ کی نظر پڑی ... ''ولی را ولی می شناسد'' والا معاملہ ہوا۔ میاں صاحبؒ نے بیان چھوڑ دیا اور آواز دی ''مولوی صاحب آگے آجائیے'' آپؒ خاموش اپنے دھیان کھڑے رہے۔ اتنے میں لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ کو بلا رہے ہیں میاں صاحبؒ نے ایک درویش کو بھیجا جو ہمارے حضرت صاحبؒ کو ساتھ لے کر میاں صاحبؒ کے پاس سٹیج پر پہنچا۔ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ نے آپؒ کو اپنے پاس جگہ دی، اور ہمارے حضرت صاحبؒ سے محوِ گفتگو ہوئے، یہ محویت تقریباً آدھ گھنٹہ جاری رہی۔ دورانِ محفل کسی ایک آدمی سے صدرِ مجلس کا مصروفِ گفتگو ہونا پھر اتنی دیر

تک۔ مجلس کی جمعیت کیلئے کہاں تک ممکن ہے.... لیکن اللہ کے بندوں کی محافل، عام جلسوں کی طرح نہیں ہوتیں وہاں فیوض وبرکات مقصود ہیں۔ نا کہ مسموعات۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ''جس نے ہماری خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھایا، وہ ہماری گفتگو سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔'' آخر حاضرین سے میاں صاحبؒ یوں مخاطب ہوئے ''واہ مردا اج اوہ دن اے کہ دنیا شیر محمد وَل ویکھدی اے۔ تے ادھا گھنٹہ ہو گیا اے، شیر محمد تیرے وَل ویکھ رہیا اے۔'' ظاہر ہے ایسا چہرہ جب سامنے ہو جو اِذَارُؤ اذُکِرَاللّٰہ کا مظہر ہو، پھر بلا کسی اور طرف دیکھنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ بِالصَّوَابِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ [۲]

حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمیؒ (بدایونی)

(۴ جمادی الاول ۱۳۱۴ھ تا ۳ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ)

حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمیؒ اجھیانی ضلع بدایوں (یو۔پی) میں پیدا ہوئے۔ والد محترم مولانا محمد یار خان اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ خاندانی اعتبار سے یوسف زئی پٹھان تھے مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر بدایوں اور کئی دوسرے دار العلوم سے تکمیل علم کی۔ تحریک پاکستان کے حامی جید علماء نے حکیم الامت کا لقب دیا۔ آپؒ کے استاد اور پیرومرشد حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین صاحبؒ مراد آبادی نے مفتیءِ اسلام سے ملقب فرمایا۔ آپؒ کی تصنیفات سینکڑوں میں ہیں جن میں تفسیر نعیمی، مرآۃ شرح مشکوۃ شریف، جاء الحق، علم القرآن اور شانِ حبیب الرحمٰن تفسیر نعیمی (گیارہ پارے) نعم الباری شرح بخاری (عربی)، مرات شرح مشکوۃ (اردو)، نور العرفان حاشیہ کنز الایمان، جاء الحق، شان حبیب الرحمٰن من

---

[۱] ترجمہ:۔ جب انہیں دیکھو اللہ یاد آ جائے۔

[۲] ترجمہ:۔ اللہ سبحانہ ہی صحیح بات دل میں ڈالنے والا ہے اور سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

آیات القرآن، علم المیراث، اسلامی زندگی، سلطنتِ مصطفیٰ، علم القرآن، رسالہء نور، رحمت خدا بوسیلہ اولیاء، مواعظہ ءنعیمیہ، دروس القرآن، نئی تقریریں، دیوان سالک (شاعری) مشہور زمانہ ہیں"

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی ہمسائیگی میں مفتی احمد یار خان صاحب نعیمیؒ رہتے تھے۔ علمی تحقیق اور اس پر عمل کی پختگی میں کسی جدید سہولت کو راہ نہ پانے دیتے تھے۔ ایک دفعہ گوجرانوالہ میں ایک سیاسی سٹیج پر آں موصوف کو مدعو کیا گیا۔ اتفاق سے اس دن جمعتہ المبارک تھا۔ چنانچہ اجتماع زیادہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ کا اہتمام بھی جلسہ گاہ (سٹیڈیم) ہی میں کیا گیا۔ تقاریر کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال تو ہونا ہی تھا۔ مگر جب نماز کا وقت آیا تو امامت کے لئے مفتی صاحب کو کہا گیا۔ مفتی صاحب نے لاؤڈ سپیکر اٹھوا دیا۔ اور تکبیرات کے لئے مکبر ترتیب دیئے۔ اگرچہ جلسہ بہت بڑا تھا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے مگر نماز اتنے پرسکون اور پروقار طریق پر ادا ہوئی کہ سالوں گزر جانے پر اب بھی وہ تکبیرات کانوں میں گونج رہی ہیں۔

رابطہ

علماءِ ربانی کے طریق پر ہونے کی وجہ سے حضور قبلہ عالم قدس سرہ مفتی صاحبؒ کا بہت احترام و اکرام فرماتے تھے۔ اور مفتی صاحب بھی حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو مسائل طریقت میں اپنا رہبر و رہنما سمجھتے تھے۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ کے اس باہمی تعلق کی بنا پر مفتی صاحب اکثر اپنی کوئی نئی علمی تخلیق لے کر حاضر ہوتے ایک دفعہ مفتی صاحب نے غوث پاکؒ کی منقبت منظوم کی۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے منقبت سنی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا "مفتی صاحب آپ کی یہ منقبت بارگاہ غوثیتؒ میں قبول ہوگئی ہے۔ وَھُوَ اھذا

منقبت

جیلانیؒ الدین محی لاثانی پیر میرے ہیں
جیلانیؒ الدین محی نورانی شمعِ کی نبیؐ

علیؓ کے لاڈلے نورِ نگاہِ حضرت زہراءؓ
رسول اللہ کے جانی محی الدین جیلانیؒ
لقب ہے قطب ربّانی شرف محبوب سبحانیؒ
ہے رخ قندیلِ نورانی محی الدین جیلانیؒ
بِلادُاللّٰهِ مُلکی تَحتَ حُکمِیْ سے ہوئی ثابت
جہاں میں تیری سلطانی محی الدین جیلانیؒ
عَزُوُمٌ قَاتِلٌ عِندَالقَتَالی شان عالی ہے
نہیں کوئی تیرا ثانی محی الدین جیلانیؒ
بجز تیرے شہِ بغداد کوئی اور کیا جانے
میرے دل کی پریشانی محی الدین جیلانیؒ
فقیر قادری میں بادشاہِ قادری تم ہو
ہو دردِ دل کی درمانی محی الدین جیلانیؒ
خوشی سے کردو مثلِ وِرد میرے غنچہء دل کو
پئے سلطانِ سمنانی محی الدین جیلانیؒ
تمہارا اِک اشارہ ہو تو میرا کام بن جائے
رفع ہوساری حیرانی محی الدین جیلانیؒ
مدد کا وقت ہے مشکل کشائی کے لئے آؤ ہے بحرِ غم میں طغیانی محی الدین جیلانیؒ
غلامِ درگہ والا ہے سالک پھر کدھر جائے سنانے رنجِ پنہانی محی الدین جیلانیؒ

☆☆☆

ایک دفعہ مفتی احمد یار خانصاحبؒ نعیمی اپنی ایک نئی تصنیف (غالباً جاءالحق) لیکر آئے۔ اس وقت قاری احمد حسین صاحبؒ بھی آئے ہوئے تھے۔ کتاب حضورؒ کے پیش کی آپ لیکر اندر تشریف لے گئے اور اندر سے ''ذکر خیر'' لیکر آئے اور مفتی صاحب کو عطا فرمائی۔ اس پر قاری صاحب کہنے لگے دیکھا مفتی صاحب

اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے
یاں سودا نقد بہ نقدی ہے

ایک عرصہ کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا ''کہ میری عادت تھی کہ وضو کے دوران میں اگر کوئی شخص کوئی بات پوچھتا تو اسی وقت جواب دے دیتا۔ اگرچہ دوران وضو گفتگو کی ممانعت کا مسئلہ کئی بار تقریراً اور تحریراً بھی بیان کیا لیکن خود اس پر عملاً کاربند نہ ہو سکا۔ مگر جب ''ذکر خیر'' میں حضور شاہ صاحب انبالویؒ کا اس بارے میں ارشاد پڑھا تو اللہ پاک نے اسی وقت سے اس عمل پر پابندی کی توفیق عطا فرمائی ارشاد ''ھُوَ ھٰذا''

وضو

''نقل ہے ایک روز فرمانے لگے کہ ہم نے بچپن میں وعظ سنا کہ جب کوئی نمازی وضو شروع کرتا ہے تو اس پر چار فرشتے نور کی چادر تان دیتے ہیں۔ جب وضو کرنے والا ایک بات کرتا ہے تو ایک فرشتہ چادر کا ایک گوشہ چھوڑ دیتا ہے دوسری بات کرے تو دوسرا۔ تیسری بات کرے تو تیسرا۔ اور چوتھی بات سے چوتھا چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ایک درویش نے عرض کیا کہ حضور پھر تو ضرور ہی بات کرنی چاہیے تاکہ فرشتے چادر چھوڑ دیں اور وضو کرنے والے کے اُوپر وہ نُور کی چادر آ گرے اس پر آپؒ مسکرائے اور فرمایا کہ ایک روز ہم نے دیکھا کہ ضرور فرشتے اسی طرح چادر تان دیتے ہیں ایک دفعہ وضو کرتے ہوئے ہم نے ایک بات کی تو دیکھا کہ فرشتے نے ایک گوشہ چادر کا چھوڑ دیا ہم نے اسی وقت استغفار پڑھی تو وہ ٹھہر گیا اور نور کی چادر نیچے نہیں آیا کرتی۔ نُور کا خاصا ہے کہ اُوپر کو چڑھتا ہے کیونکہ جب ہم نے وہ بات کی تو وہی گوشہ جو فرشتے نے چھوڑ دیا اُوپر کو ہو گیا اور کلام مجید میں بھی ایک آیت سنی کہ نُور اُوپر کو ہی جاتا ہے۔

''اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ''[1]

نیز مفتی صاحبؒ نے فرمایا میری عادت تھی کہ پان کھایا کرتا تھا اور ارادہ بھی کئی بار کیا کہ اسے چھوڑ دوں لیکن ایک عرصہ تک اس عادت کو چھوڑ نہ سکا۔ پان چھوڑنے کے بارے میں جب حضور شاہ صاحب انبالویؒ کا واقعہ اور مکاشفہ پڑھا

---

[1] فاطر۔۱۰۔ ترجمہ:۔ اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاک کلمے اور نیک کام کہ وہ اُٹھا لیتا ہے۔

تو اسی دن سے میری یہ عادت بھی ترک ہو گئی نقل۔ ھُوَ ھذا

ایک روز حضرت علیہ الرحمتہ (حضور انبالویؒ) کے پاس کسی جگہ سے بہت سے پان آئے آپؒ نے لانے والے کو فرمایا کہ ہمارے مولوی صاحب کو دے دو۔ وہ میرے پاس لے آیا۔ میں نے وہ پان لے لئے۔ اور حضور علیہ الرحمتہ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ حضور آپؒ یہ پان نہیں کھاتے۔ فرمایا ہم پہلے پان وتمباکو کو بکثرت کھایا کرتے تھے ایک روز ہم نے درود شریف بہت پڑھا اور شب کو عالم رویا میں دیکھا کہ ایک عجیب باغ اور اس میں ایک پختہ اور نہایت عمدہ چبوترہ پر حضور رسول اکرم ﷺ تشریف فرماہیں میں نے قدم بوسی حاصل کی اور مجھے حضور انور ﷺ نے سینہ مبارک سے لگایا مگر منہ مبارک میری طرف سے موڑ کر دوسری طرف کر لیا۔ میں ڈر گیا اور بڑی عاجزی سے عرض کیا کہ حضور مجھ سے کیا قصور ہوا۔ فرمایا کہ قصور تو کچھ نہیں ہوا صرف تمہارے منہ سے تمباکو کی بدبو آتی ہے اس روز سے ہم نے پان وتمباکو سب چھوڑ دیا اور نفرت ہو گئی۔

حقیقت یہی ہے کہ کردار سے کردار حاصل ہوتا ہے۔ ''یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ''[1] کی کیسی عمدہ تفسیر ہے۔

''اَلْعِلْمُ عِنْدَاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی''[2]

درویش خانہ

مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی کی شادی تھی بارات نے قمری تاریخ کے مطابق کراچی سے آنا تھا۔ اتفاق یہ کہ کراچی میں رویت ہلال ایک دن پہلے ہوئی۔ قمری تاریخ کے تضاد کی وجہ سے برات ایک دن پہلے گجرات پہنچ گئی۔ ظاہر ہے کہ مفتی صاحبؒ نے برات کے ٹھہرانے اور کھانے وغیرہ کے انتظامات اگلے دن ہی کرنے تھے۔ برات کے ایک دن پہلے آنے پر پریشان ہوئے۔ ہم لوگوں کی پریشانیوں کا مرجع درویش کا آستانہ ہی ہے۔ فوراً

---

[1] الصف۔۲۔ ترجمہ: اے ایمان والو کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے۔

[2] علم اللہ سبحانہ ہی کے پاس ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

سیدھے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس پہنچے۔ صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپؒ نے فرمایا "مفتی صاحب بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ درویش خانہ حاضر ہے" یہ سنتے ہی مفتی صاحبؒ پر ایک وجدانی سی کیفیت وارد ہوئی اور زبان سے بیساختہ لفظ "اللہ" نکلا۔ حضورؒ نے فرمایا" آپؒ کو قیام اور شرب وطعام کے کسی انتظام کی ضرورت نہیں۔ مہمانوں کے پاس بیٹھیے۔ خیروعافیت پوچھیے ان شاء اللہ ابھی انتظام ہو جاتا ہے۔ اور بارات کو بلا لیا جائے گا اور آپؒ کے ہاں تاریخِ مقررہ پر ہی بارات پہنچے گی" مفتی صاحب مکمل دلجمعی سے رخصت ہوئے۔

حضور رحمتہ اللہ علیہ نے فوراً چند ارادتمندوں کو طلب فرمایا اور رات کے قیام اور کھانے وغیرہ کے بارے میں ضروری ہدایات دیں۔ مہمانوں کی شب بسری اور تواضع وغیرہ میں کوئی دقیقہ فردگزاشت نہ کیا گیا۔ اگلے دن جب مفتی صاحبؒ انتظامات مکمل کر چکے تو برات کو وہاں بھیج دیا گیا۔

حضرت نور المشائخ ملا شور بازار مجددیؒ (کابلی)

حضرت نور المشائخ فضل عمر قدس سرہ شور بازار کابل افغانستان کے رہنے والے تھے۔ نامور دینی رہنما اور سیاسی رہبر تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت غلام قیوم قدس سرہ سلسلہ مجددیہ کے برگزیدہ بزرگ اور قطبِ وقت تھے۔ جو حضرت مجدد الف ثانیؓ کی اولادِ امجاد میں سے ہیں حضرت نور المشائخؒ نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ قیومیہ کی خوب ترویج فرمائی۔

سرہند شریف کے ایک سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر حضرت مجدد الف ثانیؓ کی اولاد پاک میں سے ایک بزرگ حضرت نور المشائخ ملا شور بازار مجددیؒ کابلی تشریف لائے ہوئے تھے آپؒ (حضرت مجدد الف ثانیؓ) کی اکثر اولاد کابل ہی میں مقیم ہے۔ سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر یہ حضرات وہیں ہی سے آتے تھے۔

اِس تقریب پر حضرت نور المشائخ مجددیؒ کے بارے میں شنید یوں ہے کہ آنجناب دراز قد چہرہ بھرواں آنکھیں بڑی بڑی اور سرخ ڈورے سر پر باوقار

دستار مبارک ، باہر کھلے میدان میں تشریف فرما تھے۔اور لوگوں کا ایک جمِ غفیر زیارت کے لئے اُمڈے آرہا تھا۔لیکن کمال کی بات یہ تھی کہ کسی کو قریب بھٹکنے کی جرأت نہیں تھی آپؒ کے گرد حلقہ بنائے فاصلے پر نیچی نظریں دست بستہ کھڑے تھے۔رعب اور ہیبتِ حق کا یہ عالم تھا کہ مصافحہ تو درکنار اونچی آواز سے سلام کہنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔جلال باکمال دیکھ دیکھ کر لوگ دم بخود ہوتے جارہے تھے۔زیارت کی ایک جھلک ہی سے اطمینانِ تام حاصل ہوتا تھا۔حضورؒ (ملا شور بازارؒ) بیان تو ضرور کچھ فرمارہے تھے۔مگر شنوائی پر محویت غالب تھی ایک ہی نظر سیرابیِ خاطرِ عاطر کے لئے کافی تھی لوگ ایک لمحہ کے لئے آگے آتے اور خود بخود ہی دبے پاؤں پیچھے ہٹ جاتے۔

رابطہ

ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی سرہند شریف میں حضرت نور المشائخ ملا شور بازار مجددیؒ کابلی سے جب ملاقات ہوئی تو حضورؒ نے فرمایا ''جب ہم آپؒ کی زیارت کیلئے گئے لوگ دبکے کھڑے تھے۔کسی کی طاقت نہیں تھی کہ چہرہ اقدس کو نظر بھر کر دیکھ پائے ہم جونہی سامنے ہوئے حضرت نے ہماری طرف دیکھا۔اور جلدی سے بازو پھیلا دیئے۔ہم مستعدی سے آگے بڑھے اور آں موصوف نے کھڑے ہو کر ہمیں اپنے بازوؤں میں لے لیا سنتِ مطہرہ کے مطابق معانقہ کیا۔اور دیر تک سینے سے لگائے رکھا۔پھر فرمایا ''سبحان اللہ'' عجب سینہ صافیست کہ مثلش ندیدہ ام مباہات می کنم کہ مثلِ ایشاں در طریقہ جد گرامی حضرت امام ربانی ہستند''[۱]

دونوں حضرات کی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔باطنی افادہ اور استفادہ کے بارے میں تو اللہ پاک ہی جانے کیونکہ ان حضرات کی ملاقات کا مطلوب ومقصود ہی للّٰہیت اور روحانی حصول ووصول ہوتا ہے۔

---

[۱] ترجمہ:۔ سبحان اللہ کیسا مصفا سینہ ہے کہ اس جیسا میں نے کبھی نہیں دیکھا اور مجھے ناز ہے کہ آپؒ جیسے لوگ ہمارے جد گرامی حضرت امام ربانیؒ کے سلسلہ عالیہ میں موجود ہیں۔

حضرت مجددالف ثانیؒ فرماتے ہیں ''مقصود از ملاقات افادہ است یا استفادہ چوں مجلس ازیں ہر دو خالی باشد از اعتداد خارج است''[1]

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذَالِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طِیْبًا مُبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا عَلَیْہِ وَکَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ کَمَا یَحْرِیْ۔[2]

حضرت خواجہ محمود الحسنؒ (تونسہ شریف)

حضرت خواجہ محمود الحسنؒ تونسوی حضرت خواجہ اللہ بخشؒ تونسوی کے صاجزادے سلسلہ چشتیہ کے ایک صاحب حسن و جمال بزرگ ہوئے ہیں۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑوی کا پیر خانہ سیال شریف اور دادا پیر خانہ تونسہ شریف ہے۔''حضرت خواجہ محمود الحسن صاحبؒ اپنے روحانی اور باطنی کمالات کے علاوہ اپنے علمی ادبی اور مجلسی فضائل کی وجہ سے بھی ہمعصر مشائخ میں بڑی مقبول اور دلنواز شخصیت سمجھے جاتے تھے۔''

رابطہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے آبائی گاؤں کے ایک محبّ خاص بھائی تاج دین صاحب تھے۔ جو تونسہ شریف کے بزرگ حضرت خواجہ محمود الحسن صاحبؒ کے ہاں بطور مختار عام مقرر ہوئے۔ تھوڑا عرصہ بعد ان کے بھائی اور چند عزیز بھی بحیثیت مزارعان کے ساتھ جا شامل ہوئے۔ حضورؒ کی تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ بھائی تاج دین صاحب کے کردار اور کارکردگی نے خواجہ صاحبؒ کو اس حد تک گرویدہ کرلیا۔ کہ ایک دن دوران گفتگو میں فرمانے لگے ''تاج دین! اتنے لوگ میرے

---

[1] ترجمہ:۔ ملاقات کا مقصود افادہ ہے یا استفادہ۔ اور جب مجلس اِن دونوں سے خالی ہو تو وہ کسی گنتی میں نہیں ہے۔

[2] ترجمہ:۔ ''اس نعمت پر اللہ سبحانہٗ کی حمد و ثنا ہے۔ ایسی حمد و ثنا جو بے پایاں اور پاکیزہ ہو۔ اور اس کے اندر اور اس کے اوپر برکت ہی برکت ہو۔ ایسی حمد و ثنا کہ جس کو ہمارا پروردگار پسند فرمائے۔ اور راضی ہو۔ اور درود و سلام ہو اُس کے رسول حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جیسا بھی اِن کی ذات کے لائق ہو۔''

مرید ہوئے ہیں لیکن تو نے کبھی بیعت کی خواہش نہیں کی۔ تو کیوں نہیں میرا مرید ہوتا'' بھائی تاج دین صاحب نے جواب دیا'' حضور میں پہلے ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تو کلیہ میں بیعت ہوں'' اس پر خواجہ صاحبؒ نے فرمایا'' تاج دین! تیرے پیر میرے نالوں سوہنے نیں؟'' یہ فرمانا کسی تفاخر کے لئے نہیں۔ محض ترغیب کیلئے تھا۔ مرید صادق یہ کہے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ حضور واقعی'' میرے پیر تہاڈے نالوں سوہنے نیں'' خواجہ تونسویؒ نے فرمایا'' تاج دین! توں مینوں اپنے پیراں دی زیارت کروا''

خواجہ تونسویؒ کے ساتھ بھائی تاج دین صاحب کے اتنے گہرے تعلقات کو بھائی برداشت نہ کر سکے اور حسد کی آگ ایسی بھڑکی کہ دریدہ دہنی سے کہہ دیا'' پنڈ وی توں ساڈے تے'' چودھر'' کرداسیں تے ایتھے وی توں ساڈے سراں تے سوار ایں'' نتیجہ یہ کہ چند دن کے بعد سب مزارعین نے '' ایکا'' کر لیا۔ کہ اب اس کا کہا نہیں ماننا۔ روز مرّہ کاموں میں سب سے ضروری کام مویشیوں کا چارہ تیار کرنا تھا۔ سب کے سب اس سے دست بردار ہو گئے۔ فوری طور پر کسی آدمی کا انتظام کرنا مشکل تھا چنانچہ بھائی صاحب چارے والی چادر کندھے پر رکھے اور درانتی ہاتھ میں لئے کھیت میں پہنچے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ چارہ کاٹنے کے لئے'' ٹک'' پر بیٹھے تو ایک گہری سوچ نے آ دبایا۔ زمیندارانہ سوچ کے مطابق درانتی کا سرا زمین میں رکھ کر گھماتے جاتے تھے اور اس خیال میں گم تھے۔ کہ کل تک تو یہ حال تھا کہ'' میں کدی تیلا بھن کے وی دوہرا نئیں سی کیتا'' آج یہ حال ہے کہ کڑکتی دھوپ میں اکیلا چارہ کاٹنے کے لئے بیٹھا ہوں۔ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص سر پر آ دھمکا اور علیک سلیک کے بعد کہنے لگا '' چودھری جی! تہانوں کا ماں چاہی دا اے'' بھائی تاج دین صاحب حیران ہوئے اور اپنے آپ سے کہنے لگے کہ'' کامیں'' کے لئے تو گاؤں گاؤں گھومنا پڑتا ہے۔ یہ فرشتہ کہاں سے آ نکلا۔ پوچھا تم کیسے آئے تو کہنے لگا'' دیکھئے وہ سامنے '' پیاہ'' (راستہ) ہے ناں! میں وہاں سے اپنے گھر جا رہا تھا وہاں مجھے دو شخص ملے ان میں سے ایک درمیانہ قد سراپا حُسن بزرگ تھے۔ اور دوسرے لانبے قد کے

بیگ کندھے پر اٹھائے، بزرگوں نے فرمایا" وہ سامنے دیکھو چودھری" ٹک" پر بیٹھا ہوا ہے۔ جا کر اس کا کام کرو۔ ان کے حُسن تکلم اور وجاہت نے مجھے کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں دی" بھائی تاج دین صاحب سمجھ گئے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو بھائی تاج دین صاحب نے خواجہ صاحب تونسوی کی ملاقات کے لئے خط لکھ رکھا تھا۔ درانتی اس کے حوالے کی اور کہا" کیا آپ ان دونوں بزرگوں کو پہچان لیں گے" کہنے لگا" جن کے ایک اشارے پر میرا سر تسلیم خم ہے بھلا میں انہیں کیسے بھول سکتا ہوں" کچھ دنوں بعد حضور قبلہ عالم قدس سرہ اور آپؒ کے بہنوئی حضرت میاں جی جب خواجہ صاحبؒ کے پاس پہنچے تو وہ شخص "کاماں" دیکھتے ہی کہنے لگا" یہی ہیں وہ بزرگ! یہی ہیں وہ بزرگ !! جنہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔"

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی جب خواجہ محمود الحسن صاحبؒ تونسوی سے ملاقات ہوئی۔ تو خواجہ صاحبؒ نے برملا کہہ دیا" کہ تاج دین واقعی تیرے پیر میرے نالوں سوہنے نیں" حضورؒ کی باطنی توجہات کا بھی اعتراف کیا۔ حضورؒ اکابرین سلسلہ کی اتنی پاسداری فرماتے کہ صاحبزادگان پر جب نوازشات فرماتے تو انہیں اپنی برتری کا احساس تک نہ ہونے دیتے۔ فرمایا کرتے "صاحبزادیاں نوں پلنگ تے بٹھا کے توجہ دینی پیندی اے"

بھائی تاج دین صاحب! اس علاقہ چک نمبر ۲۱، ۲۲ نزد ریلوے سٹیشن قطب خانیوال میں تقریباً گیارہ سال سے رہ رہے تھے کہ حضور قبلہ قدس سرہ کا خط مبارک پہنچا۔" کہ تاج دین واپس گھر جعفر کوٹ آ جاؤ"۔ یہ وہ موسم تھا جبکہ گندم کی کٹائی "گہائی" ہو چکی تھی کھیتوں میں "بوہل" پڑے ہوئے تھے اور فصل خریف کی تیاری ہو رہی تھی۔ بھائی تاج دین صاحب نے واپسی کی تیاری کر لی۔ بھائیوں نے سمجھایا کہ اس وقت جبکہ فصل کی برداشت کے دن ہیں چھوڑ کے جانا کونسی عقلمندی ہے مگر بھائی تاج دین صاحب نے کسی کی ایک نہ سنی۔ خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میں آپؒ کے پاس اپنے شیخ پاکؒ کی

اجازت سے آیا تھا اب آپؒ نے طلب فرمایا لیا ہے۔ میرے ذمہ جو لین دین ہو میرے حصہ سے لے لینا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا" تاج دین اتنے عرصہ سے اکٹھے رہ رہے ہیں اور کام کاج کا بھی تقاضا نہیں۔ گندم کھیتوں میں پڑی ہوئی ہے۔ اتنی جلدی میں جانا کسی صورت میں بھی درست نہیں۔ میں آپ کے نام ایک مربع زمین ملکیت کر دیتا ہوں۔ حضرت مولوی صاحب سے ٹھہرنے کی اجازت لے لیتا ہوں" بھائی تاج دین نے عرض کیا" حضور یہ سب کچھ درست ہے مگر تعمیلِ حکمِ شیخ میں کسی چیز کا حائل ہونا مرید گوارا نہیں کرتا" تمام دنیاوی ترغیبات کو ہیچ گردانا اور سب کچھ" چھوڑ چھاڑ" کر حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں گاؤں چلے آئے۔

حضرت حاجی مہربان علی شاہؒ (اکوڑہ خٹک)

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک ہم عصر بزرگ حاجی سید مہربان علی شاہ صاحبؒ اکوڑہ خٹک کے رہنے والے تھے موصوف کا طریقۂ ملاقات اکثر بزرگوں سے مختلف تھا۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد اپنے حجرے میں تشریف لے جاتے۔ زائرین حجرہ کے باہر قطار در قطار کھڑے ہو جاتے حاجی صاحب حجرے کی کھڑکی جیسے ریلوے کی ٹکٹوں والی کھڑکی ہوتی ہے۔ کھولتے اور ملاقاتی باری باری کھڑکی کے سامنے آتے اور اپنا مدعا عرض کرتے اور جواب باصواب ملنے پر واپس جاتے۔ اگر کسی کو تعویذ کی ضرورت ہوتی تو وہ تعویذ حاصل کرتا اور اگر کوئی دعا کا طالب ہوتا تو دعا کر کے رخصت کر دیا جاتا۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی عادت مبارک تھی کہ جہاں کہیں بھی جاتے خود کو نمایاں ہونے سے بچاتے اور نہ ہی میزبان سے امتیازی سلوک کے خواہاں ہوتے۔ چنانچہ حسب عادت آپؒ، آپؒ کے بڑے صاحبزادہ صاحب اور ہمرکاب زائرین کی قطار میں کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی باری پر ہمارے حضورؒ نے کھڑکی میں سے سلام کے لئے اپنا ہاتھ مبارک اندر بڑھایا۔ حاجی سید مہربان علی صاحبؒ کے ہاتھ سے جونہی مس ہوا تو حاجی صاحبؒ نے فوراً حجرے کا دروازہ کھول دیا اور اندر تشریف لانے کی استدعا کی۔ ہمارے حضورؒ اور آپؒ کے ساتھی

اندر تشریف لے گئے سبھی کو بڑے اہتمام سے بٹھایا۔

ع۔ لکا یاں نُو رر بی نا ہیں لکد ے

؎ لوحِ محفوظ است پیشانی یار

سرِ کونین است از دی آشکار

حاجی صاحبؒ نے اپنے صاجزادہ صاحب کو چائے وغیرہ تیار کروانے کیلئے گھر بھیجا اور باقی زائرین کو جلدی سے فارغ کر کے ہمارے حضرت صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خیر و عافیت دریافت کی۔ دوران گفتگو میں ہمارے حضرت صاحبؒ کے صاجزادہ صاحب نے عرض کیا ''اباجی! اگر اجازت ہو تو میں حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک بات پوچھوں؟ آپؒ نے فرمایا'' پوچھیئے ''صاجزادہ صاحب نے کہا'' حاجی صاحب! آپؒ کا یہ طریقۂ ملاقات بڑا انوکھا ہے۔ پہلے تو کسی بزرگوار کو ایسے ملاقات کرتے نہیں دیکھا۔ لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں آپ نہ اپنا چہرہ دکھاتے ہیں نہ ہی ان کا چہرہ دیکھتے ہیں بھلا یہ کیسی زیارت ہوئی؟ حاجی سید مہربان علی شاہ صاحبؒ، صاجزادہ صاحب کے یہ بے تکلف جملے سُن کر بہت ہنسے اور ہمارے حضرت صاحبؒ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے'' برخوردار ذی الاکرام نے جو کچھ کہا ہے بالکل درست ہے۔ لیکن میری ایک مجبوری ہے مجھ پر ایک ایسا حال وارد ہے کہ مجھے لوگوں کی یہ بشری صورتیں نظر نہیں آتیں بلکہ ان کے اعمال متشکل ہو کر میرے سامنے آتے ہیں۔ مکار ہے تو لومڑ ظالم ہے تو شیر اور بھیڑیا، علی ہذالقیاس کوئی کتا، کوئی بلا اور کوئی ریچھ وغیرہ نظر آتا ہے اور میں انہیں دیکھ دیکھ کر گھبراتا ہوں۔ مجبوراً ملاقات کا یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا ہے۔ کہ نہ کسی کو دیکھوں اور نہ ہی پریشان ہوں'' پھر صاجزادہ صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے'' دیکھئے یہ بزرگ تشریف لائے ہیں۔ جو ازلی سعید اور حقیقی انسانی شکل میں ہیں۔ ع۔ سعادت ازل دے انوار والی

ہاتھ سے ہاتھ چھوا ہی ہے کہ میں نے بالمشافہ ملاقات کی سعادت حاصل کی ہے'' اتنے میں حضرت سیّد مہربان علی شاہ صاحبؒ کے صاجزادہ صاحب آئے

اور کہنے لگے چائے تیار ہے'' چنانچہ قریب ہی لائبریری میں جو بڑی ہی مرتب اور منظم تھی وہاں چائے کا اہتمام تھا۔ حضرت حاجی صاحبؒ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ اور دیگر مہمانوں کو ساتھ لیکر وہاں پہنچے اور خوب تواضع کی۔ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے میزبان بزرگوار کی ایسے احسن طریق پر دلجوئی فرمائی۔ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ممنون رہے۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّۃِ۔

حضرت پیر سیّد بشیر شاہؒ (سیالکوٹ)

حضرت پیر سیّد بشیر شاہ صاحبؒ موضع وینس جو سیالکوٹ چھاؤنی کے متصل پاک جموں کشمیر سرحد پر واقع ہے کے رہنے والے تھے۔ مجاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ پاک بھارت حالات کی کشیدگی کی وجہ سے مسجد بھی اس زمانہ میں مورچہ نما تھی۔ فرمایا کرتے میں نے ایک عرصہ حضور شاہ صاحب انبالویؒ کی خدمت میں گذارا ہے۔[1] اور حضورؒ نے خود ہی مجھے حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ سے بیعت کروایا۔ ریاضت ومجاہدہ کے سبب جسم بڑا مضبوط تھا۔ باوجود بڑھاپے کے کمر میں ذرا خم نہ تھا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس کثرت سے آنا جانا رہتا۔ صاحبِ کشف بزرگ تھے۔ ایک دفعہ حضورؒ کے گھر سے روضہ شریف آرہے تھے۔ فرمانے لگے ''مجھے یہاں محمد بوٹا (پنجابی شاعر) کی خوش بو آتی ہے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سرکنڈوں نے نشان کو چھپا رکھا تھا۔ گھاس وغیرہ کو ہٹا کر دیکھا تو زمین میں آدھی چھپی ہوئی تختی ملی جس پر محمد بوٹا تحریر تھا۔

قطب مدار

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے یہ ہم عصر بزرگ سید بشیر شاہ صاحبؒ اکثر آپؒ کے پاس آتے رہتے تھے۔ ایک موقعہ پر اولیاء کرام کے مختلف مناصب پر

---

[1] ان کے پاس حضور شاہ صاحب انبالویؒ کی حجامت کے بال مبارک بھی تھے جو زیارت کے لئے ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے پاس لائے۔

گفتگو کے دوران پوچھنے لگے۔ آج کل قطبِ مدار کون ہے۔ حضورؒ کا طریقہ چونکہ اخفاء کا تھا۔ اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا۔ تاکہ غیر متعلق عالمِ امر کے اس راز سے آگاہ نہ ہوسکے۔ کچھ وقت اس قسم کی گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر حضورؒ اندر تشریف لائے۔ نماز والی چوکی پر آستینیں چڑھا کر تیمم کے لئے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں گھریلو کام کاج کرتے ہوئے حضرت بی بی جیؒ (حضورؒ کی اہلیہ) بھی آگئیں۔ فرمایا "آج شاہ صاحب نے میرا امتحان لیا ہے۔ کہ اس وقت "قطبِ مدار" کون ہے۔ پھر فرمایا "یہ صاحبِ منصب کشمیر کے فلاں علاقہ میں رہتے ہیں اور ان کا یہ نام ہے" اس کے علاوہ "قطبِ مدار" کی کئی ایک خصوصیات پر روشنی ڈالی جن کا ذکر کرنا یہاں مناسب نہیں۔ مگر گفتگو کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے ان صاحب (قطبِ مدار) کی حضورؒ سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور اس منصب کی ذمہ داریوں سے آپؒ آگاہ رہتے ہیں۔ اَلْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ وَالْقَطْرَۃُ تُنْبِئُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِیْرِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰے عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلٰوتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔[۱]

حضرت پیر سیّد عباس علی شاہ بلخی و بخاریؒ (لاہور شریف)

"حضرت پیر سیّد عباس علی شاہ بلخی و بخاری رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۹۴۵ء سلسلہ چشتیہ کے اکابر وقت میں سے تھے۔ انہوں نے حضورؒ کی خدمت میں گذارش کی "دعا فرمائیں مجھے مقام قلندری عطا ہو" پھر حضورؒ کی خدمت میں ایک خط مقام قلندری کی تشریح میں ارسال کیا اس میں بڑی نیازمندی اور کمال محبت و اخلاص کا ذکر کیا چنانچہ یہ القابات لکھے۔[۲] مہر درخشانِ فیض، ماہ فروزانِ فضل، حضرتِ پیرِ حبیب، شمع راہِ اتقا، راہبر راہِ وصول، مہر سپہرِ قبول، بالغِ امر رسولؐ، مردمِ چشمِ حیا،

---

[۱] ترجمہ:۔ تھوڑی سی بات سے زیادہ باتوں پر رہنمائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ایک قطرہ بے پایاں سمندر کی خبر دیتا ہے۔ اور سلامتی ہو اُن پر جو ہدایت کی پیروی کریں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ اٰلہ من الصلوٰت والتسلیمات کی پیروی کو اپنے لئے لازم کرلیں۔

بملا خطء عظیم البرکت، العالم، الفاضل، جامع المحاسن والمحبت، غریق بحر المشاہدۃ، محی سُنن الشریعتہ، ماحی رسوم الشرک والبدعتہ، واصل باللہ، حبیب اللہ الحبیب صاحب اور پھر آخر میں آپؒ کے لئے دعائیہ اشعار اپنے اثر طبع سے لکھے جو یہ ہیں۔

ہلہ پیوستہ سیرت سبز لبت خنداں باد
ہلہ پیوستہ دل عشق ز تو شادان باد
غم پرستے کہ ترابیند و شادی نکند
ہمہ سر زیر و سیاہ کاسہ و سرگرداں باد

ترجمہ:۔ا:۔ حبذا آپ ہمیشہ سرسبز رہیں اور آپ کے لب خنداں رہیں اور عشق کا دل سدا آپ سے مسرور رہے۔۲:۔غم واندوہ کا مارا ہوا جو شخص آپ کو دیکھے اور خوشی نہ منائے وہ سراسر رسوا، بے مراد اور بے ٹھکانہ رہے۔'' (میرے حضور)

حضرت پیر سیّد ولایت شاہؒ (گجرات شریف)

آپ کی ولادت ۱۸۸۸ء میں رانیول سیداں ضلع گجرات میں ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور جامعہ نعمانیہ لاہور سے سندِ فراغت حاصل کی۔ حضرت امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ آپ ایک شعلہ بیان نڈر مقرر تھے۔

حسن معاملہ

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ہم عصر بزرگوں میں سے ایک حضرت امیر ملت پیر حافظ سید جماعت علی شاہ صاحبؒ علی پوری کے خلیفہ مجاز حضرت پیر ولایت شاہ صاحبؒ گجرات کے رہنے والے تھے باہمی ملاقاتوں کا سلسلہ اکثر جاری رہتا۔ ہمارے حضرت صاحبؒ تعویذ تو دیتے تھے مگر اس کا معاوضہ نہیں

۱؎ صہ ۳۵۹ ۲؎ حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کے مرید مولانا حسن غوثیؒ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے القابات یوں لکھتے ہیں۔'' بالانشین مسندِ محبوبیت، صدر آرائے محفلِ وحدانیت، خدیوِ مقامِ فردیت، صاحب مرتبتِ قطبیت''۔

لیتے تھے۔ جبکہ دوسرے بزرگوار اس وقت ایک ایک تعویذ کے پانچ روپے تو عموماً اور کم از کم سوا روپیہ تو ضرور وصول کرتے۔ مزاج کی بے تکلفی کی وجہ سے ایک ملاقات پر فرمانے لگے ”تساں تے ساڈا اگھ مار دِتّا اے“ مطلب یہ کہ آپ تعویذ کا معاوضہ کیوں نہیں لیتے۔ حضور مسکرائے، اِس مسکراہٹ میں ”الفقر فخری“ اور درویشانہ بے نیازی کا مفہوم پایا جاتا تھا۔ شاہ صاحبؒ کا مزاج مجاہدانہ تھا حق گوئی میں قطعاً باک نہ ہوتا۔ کسی مصلحت آمیزی کو بھی راہ نہ پانے دیتے۔ اس وجہ سے بعض اوقات مخالفین سے مٹھ بھیڑ بھی ہو جاتی۔

حضرت پیر ولایت شاہ صاحبؒ جب زیارت حرمین شریفین کے لئے جانے لگے تو ایک کثیر جماعت انہیں الوداع کہنے کے لئے گجرات ریلوے سٹیشن پر جمع ہوئی۔ ظاہر ہے ایسے ہجوم کے موقعہ پر لوگ اصول کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور سرکاری عملہ بھی قواعد وضوابط کی پابندی نہیں کروا سکتا۔ اور مجبوراً قانون میں ڈھیل دینی پڑتی ہے۔ اس موقعہ پر ہمارے حضرت صاحبؒ بھی تشریف لے گئے۔ آپؒ نے اپنا اور اپنے تمام ساتھیوں کے پلیٹ فارم ٹکٹ خریدے۔ شاہ صاحبؒ کو دعاؤں سے الوداع کیا۔ گاڑی روانہ ہوئی اور لوگ پلیٹ فارم سے باہر آنے لگے کسی کے بھی پاس پلیٹ فارم ٹکٹ نہیں تھا۔ مگر جب ہمارے حضرت صاحبؒ ساتھیوں سمیت گیٹ پر پہنچے تو ٹکٹ ٹکٹ کلکٹر کے حوالے کئے اور فرمایا ”ہمارے ساتھیوں کی تعداد کے مطابق ٹکٹ گن لیں“ ٹکٹ کلکٹر کہنے لگا ”یہ صرف آپؒ ہی ہیں جنہوں نے ٹکٹ خریدے ہیں“ حضورؒ نے ارشاد فرمایا ”کارِ خیر کو معمولی سی کوتاہی سے کیوں ضائع کیا جائے“ اولوالعزم شخصیت کی عظمت کی یہی دلیل ہے کہ وہ کسی موقع پر بھی اُصول میں کسی بے راہ روی کو راہ نہ پانے دے۔

حضرت مولانا جلال الدین شاہؒ (بھکھی شریف منڈی بہاوالدین)

حضرت مولانا جلال الدین شاہ صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ موضع بھکھی شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے اپنی ملاقات کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

"یہ بندہ پر تقصیر جناب مولوی ظہور احمد صاحب ساکن موضع سیہرے تحصیل پھالیہ کے یہاں ایک دن گجرات شہر میں ٹھہرا ہوا تھا کہ مولوی صاحب مذکور نے بندہ سے کہا کہ آپ میرے ہمراہ حضرت مولانا سیّد محمد حبیب اللہ شاہ صاحبؒ کے پاس چلیں۔ منڈی بہاؤالدین کے ایس ڈی ایم جناب خالد محمود صاحب حضرت صاحبؒ موصوف کے گاؤں کے ہیں۔ آپؒ مجھے حضرت صاحبؒ سے خالد محمود صاحب کی طرف ایک رقیمہ سفارش لکھوادیں کیونکہ میں منڈی بہاؤالدین میں ایک مسجد کا خطیب ہوں اور وہاں مجھے بعض امور کے لئے گاہ بگاہ خالد محمود صاحب کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ بندہ نے جناب مولوی صاحب کے آگے صحیح عذر پیش کیا کہ حضرت صاحبؒ سے بندہ کا تعارف یا ملاقات آج تک نہیں ہے مگر مولوی صاحب کہنے لگے کہ آنجناب آپؒ کو غائبانہ طور پر جانتے ہوں گے۔ یہی کافی ہے اور انسان اپنے مطلب میں مجنوں ہوتا ہے کے مصداق ان کا اصرار بڑھتا گیا۔

چنانچہ بندہ اِن کے کام کی خاطر کی نیّت سے حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپؒ کی بیٹھک شریف میں آپؒ سے ملاقات نصیب ہوئی۔ حضرت صاحبؒ نے بندہ کو مخاطب کر کے پوچھا"آپؒ کیسے آئے۔ بندہ نے عرض کیا کہ دعا اور دوا کے لئے۔ لیکن پھر معاً یہ سمجھ آئی کہ آنے کا جو ارادہ تھا وہ صحیح نہ تھا کیونکہ آنے تک تو خیال تھا کہ ایک رسمی سی شخصیت ہوگی اور ہم ایک رسمی سی بات کریں گے۔ لیکن اب ملاقات کے اوّلین تاثر سے اور آپؒ کے اوّلین سوال سے بطور عرفان حق یہ واضح ہوگیا کہ آپؒ کے پاس ایک حقیقت ہے رسم نہیں۔

چنانچہ آپؒ نے دعا فرمائی۔ اتنی لمبی کہ کم سے کم کہوں تو دس منٹ تھی۔ بعد از دعا آپؒ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھیں اور خود اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ پھر پانچ سات منٹ کے بعد آپؒ تشریف لے آئے اور بندہ کو چادر کے پردے میں پچاس روپے مرحمت فرمائے۔ بندہ نے چاہا کہ نہ لیے جائیں مگر آپؒ نے ارشاد فرمایا"میرے فیض کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔"تو بندہ نے لے لئے.....

آپؒ کی گفتگو کے بعد بندہ کی ایسی کیفیت ہوئی کہ جو ارادہ لے کر آیا تھا اس پر ندامت ہوئی تو آپؒ نے فرمایا "اب دعا تو ہوئی۔ دوا سے کیا مطلب تھا؟" بندہ نے شرم ساری کے ساتھ کہہ دیا کہ میرے ساتھ جو مولوی ظہور احمد صاحب حاضر خدمت ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خالد محمود صاحب کیلئے حضرت صاحبؒ سے رقعہ لے دیجئے۔ قبلہؒ نے فرمایا "میں خالد محمود صاحب کو یا ان کے والد صاحب کو نہیں جانتا کیونکہ عرصہ بعید سے گجرات میں ہوں۔" ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ایک خالد محمود کیا آپ کے قدموں میں ہزاروں خالد محمود ہوں گے آپ آئندہ ایسا خیال نہ فرمایئے آپ کے ان ارشادات اور آپ کے فیضان توجہ سے بندہ کی کیفیت وگرگوں ہوگئی اور قلب میں شدید احساس بیدار ہوا کہ

بغفلت مبر عمر در وے بسر ثباتے ندارد جہاں اے پسر

ترجمہ:۔ اے بیٹے اس جہاں کو قرار نہیں۔ اس لیے اس میں عمر کو غفلت سے بسر نہ کر"

(تفصیل کے لئے "میرے حضور" صفحہ ۲۷ ملاحظہ کریں)

حضرت مولانا محمد عارف صاحبؒ

حضرت مولانا محمد عارف صاحب پبلک ہائی سکول فتو پورہ گجرات میں فارسی زبان کے استاد رہے ہیں۔ حضرت پیر قمر الدین سیالویؒ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف سے بیعت اور صاحبِ اجازت تھے۔ جید عالم دین اور قادر الکلام شاعر اور کئی دینی کتب کے مصنف تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے اپنی ملاقاتوں کا ذکر یوں بیان کرتے ہیں۔ مولانا کی پہلی ملاقات حضور قبلہ عالم سے مسجد گلزار مدینہ میں ایک جمعہ کے موقع پر ہوئی جس کی تفصیل ذکرِ سعید جلد اوّل باب جمعہ میں آچکی ہے۔

اخوت

ایک دن حاضر خدمت ہوا دو شخص مجلس میں بیٹھے تھے۔ دونوں کی داڑھیاں حنا بستہ تھیں۔ ایک قریب بیٹھا مصروفِ گفتگو تھا۔ دوسرا اس کے پیچھے ذرا فاصلے پر تھا۔ حسب معمول مجھے آپؒ نے قریب بٹھالیا۔ تھوڑی دیر کے بعد

وضو کے لئے اٹھنے لگے۔ اٹھتے اٹھتے اس شخص سے جو کہ قریب تھا پوچھا یہ پیچھے بیٹھے ہوئے آپ کے بھائی ہیں۔ اس نے جواب دیا جی نہیں یہ ہمارے گاؤں کا موچی ہے اس نے ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ آپؒ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا ''اچھا تو پھر وہ میرا بھائی ہوا ناں'' وہ شخص کھسیانا سا ہو کر رہ گیا'' سبحان اللہ! اِنَّمَا الْمُوْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی کیا عملی تفسیر اور کیسے احسن طریق سے فرمائی۔

دلجوئی

مولانا محمد عارف صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی بیماری کے دوران میں آپؒ کی تکلیف کے خیال سے بہت روز حاضری سے محروم رہا۔ ایک دن حاضر ہوا۔ حضرت میاں جی بیٹھک میں تھے سردی کا موسم تھا اور صبح تقریباً دس بجے کا وقت تھا۔ فرمانے لگے۔ آپؒ ابھی ابھی چھت پر گئے ہیں۔ میں اطلاع دیتا ہوں۔ عرض کی تکلیف نہ دیں میں پھر آجاؤں گا۔ لیکن وہ جلدی جلدی اوپر چلے گئے۔ دیکھا کہ آپؒ اس وقت دو اشخاص کی مدد سے سیڑھیوں پر سے اُترے اور تشریف لائے۔ خیریت پوچھی آنے کی وجہ دریافت کی۔ عرض کی بہت روز ہو گئے تھے۔ سلام کو جی چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بیٹھے، دعا فرمائی اور اسی طرح آدمیوں کے بازوؤں کا سہارا لئے اوپر تشریف لے گئے۔ سبحان اللہ دوسروں کی دلجوئی کا کس قدر پاس ہے۔ اپنی تکلیف کی شکایت کا ایک لفظ اپنی زبان پر نہیں آیا۔

سب کی سُن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں
ہے کوئی بھیدی اور ان کا راز دان سب سے الگ

کشف

مولانا محمد عارف صاحب بیان کرتے ہیں ایک دن کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک عمل پر نظر پڑی۔ اس کے فوائد پر دل للچایا۔ خیال آیا کہ کسی بزرگ سے اجازت مل جائے تو اس زبان کی برکت سے مقصد میں آسانی ہو۔ حضرتؒ مہربان تو تھے ہی، فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نماز عصر پڑھ کر گیا ہی تھا آپؒ وضو کے لئے اٹھ رہے تھے۔ سلام کے جواب کے بعد فرمایا نماز ادا کر چکے ہو۔ عرض کی حضور ٹھیک ہے۔ فرمایا تم بیٹھو اور یہ پڑھتے رہو۔ وہی عمل

اسی ترکیب سے بتا دیا۔ حیرت زدہ ہو گیا۔ بیٹھ کے پڑھتا رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر بلایا اور پوچھا پڑھ لیا۔ عرض کی پڑھ لیا میں تو اس کے فوائد پڑھ کر اجازت لینے کو آیا تھا۔ ہنس کر فرمایا ہمارا کام اتنا ہی ہے۔ اگلا کام جس کا ہے وہ بہتر جانتا ہے۔ زمیندار محنت کرنے کے بعد اس کے فضل کا امیدوار ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ [1]

حضرت مولوی محمد عبدالکریمؒ قلعداری

"اس نامور استاد اور بلند پایہ عالم دین نے ۱۸۶۹ء میں قلعدار کے دینی و علمی خانوادے میں مولوی فضل احمد کے گھر آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم درس محمدیہ قلعدار میں حاصل کی۔ پھر علامہ سیّد احمد ناظم سے اکتسابِ علم کیا۔ ان کی وفات کے بعد مولوی کلیم اللہ مچھیانوی سے تحصیلِ علم کی۔ جدید تعلیم کیلئے اورنٹیل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۸۹۵ء سے ۱۸۹۷ء تک مولوی عالم، مولوی فاضل، اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ اس دوران آپ کو شمس العلماء مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور مولانا عبدالحکیم کلانوری جیسے اساتذہ اور پیر جماعت علی شاہؒ اور علامہ اقبال جیسے ہم سبق ملے۔

(اقبال گورنمنٹ کالج کے طالبِ علم تھے مگر گورنمنٹ کالج کے آرٹس مضامین اورنٹیل کالج میں پڑھتے تھے اور جب اقبال کا لیکچر خالی ہوتا تو حماسہ پڑھنے کیلئے مولانا عبداللہ ٹونکی کی کلاس میں آیا کرتے تھے)۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے درس و تدریس کا پیشہ اپنایا اور طویل عرصہ گورنمنٹ ہائی سکول جہلم میں عربی کے معلم رہے۔ کچھ عرصہ پنڈ دادن خان میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۳۱ء میں ریٹائر ہوئے۔ آپ نے ریٹائرمنٹ کے بعد خود کو درس و تدریس (بمقام جامع شاہی قلعدار) اور تصنیف و تالیف کیلئے وقف کر دیا۔ آپ سید غلام حیدر شاہؒ آف جلالپور شریف سے بیعت تھے۔ آپ کی تصانیف میں تاج المومنین، مسائل الاموات، روح العباد فی ذکر المیلاد، تذکرہ اسلاف و اخلاف۔ تاریخ فتح مکہ، تفسیر سورہ فاتحہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے ۱۹ ستمبر ۱۹۵۷ء کو وفات پائی اور قلعدار میں اپنے آبائی قبرستان میں آپ کی آخری آرامگاہ بنی۔ قبر پر کتبہ نصب نہیں۔"

---

[1] ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ ہی دل میں صحیح بات ڈالنے والا ہے۔

حضرت مولوی محمد عالمؒ قلعہ داری

"علمائے قلعہ دار کے معتبر علمی خانوادے کے چشم و چراغ مولوی محمد عالم ۱۸۷۶ء میں قلعہ دار میں پیدا ہوئے۔ کتبِ علومِ دینیہ والد محترم مولوی فضل احمد، مولوی رحیم بخش اور برادر بزرگ مولوی عبدالکریم سے پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسجد جامع شاہی قلعہ دار کی مسندِ خطابت وارشاد کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی۔ جسے آپ نے تازیست نہایت خوش اسلوبی اور فرض شناسی سے نبھایا۔ والد محترم نے مرتے وقت مسندِ ارشاد آپ کے سپرد کی اور یہ خدمت فی سبیل اللہ کرنے کی وصیت کی۔ آپ نے اس وصیت پر دل و جان سے عمل کیا اور اسی سال کے عرصہ حیات میں سے ایک رات بھی قلعہ دار سے باہر نہ گزاری۔

آپ عابد وزاہد، شب بیدار اور عاشقِ خیر الانام ﷺ تھے۔ طبیعت میں سوز اور وعظ میں تاثیر تھی۔ آپ نے قلعہ دار کے درس کا سلسلہ دور دور تک پھیلا دیا اور ہزاروں تشنگانِ علم اس سرچشمہ فیض سے سیر ہوئے۔ آپ جید عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بیان واعظ اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی چند تصانیف یہ ہیں۔

فتاویٰ محمد عالم، دیوانِ عربی، دیوانِ فارسی، دیوانِ اردو، دیوانِ پنجابی، اسلام امیر حمزہ، اسلام اہلِ طائف، تفسیر سورہ اخلاص، تفسیر سورہ فیل، تفسیر سورہ کہف، تفسیر سورہ والضحیٰ وغیرہ۔

جامع شاہی قلعہ دار کی جزوی تعمیرِ نو کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں انتقال فرمایا اور اسی مسجد کے صحن میں آپ کی قبر بنی۔ دروازے سے داخل ہوں تو دائیں ہاتھ آپ کی پختہ قبر ہے۔ جس کے کتبے پر یہ عبارت کندہ ہے۔

یااللہ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — یا رسول اللہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مرقدِ منور

قدوۃ العارفین، زبدۃ الواصلین، صدر الافاضل، استاذ العلماء، رئیس الفقہا

حضرت علامہ مولوی محمد عالم قلعہ داری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وفات

بے شک وریب حجۃ الاسلام آہ = ۱۳۷۴ھ
والا شکوہ آں عالم عالی تبار رفت = ۱۹۵۵ء
عالی تبار و رونقِ علم و ادب نماند = ۱۳۷۴ھ
اقلیم دیں رانیک عمل تاجدار رفت = ۱۹۵۵ء
۲۳ جمادی الثانی۔ ۱۷ فروری بروز جمعرات بمقام قلعدار ضلع گجرات''

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسین صاحب قلعداری اپنے ایک سفرِ لاہور کے دوران میں اتفاقاً حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے اپنی پہلی ملاقات اور تعارف کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا۔ ''برخودار آپ کہاں کے رہنے والے ہیں۔''

''گجرات سے جنوب کی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں ''قلعدار میرا وطن ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ آپ مولوی محمد عالمؒ اور مولوی عبد الکریمؒ کو جانتے ہیں'' مولوی صاحب نے بڑے اہتمام سے پوچھا۔ میں نے بلا تامل کہا مولوی محمد عالم صاحب میرے والد بزرگوار ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد عالم صاحب میرے چچا تھے اور میرے والد بزرگوار کا اسم گرامی مولوی عبدالکریم تھا۔ مگر اس وقت میں نے غلط اس غرض سے کہا کہ چچا صاحب کی شہرت اس علاقہ میں والد بزرگوار سے زیادہ تھی۔ والد بزرگوار نے اپنی عمر عزیز علاقہ جہلم میں بسر کی تھی اور وہ اسی قدر علاقہ جہلم کے عظیم بزرگ شمار ہوتے تھے۔

مولوی حبیب اللہ صاحب فوراً بولے۔ نہیں بھائی آپ مولوی عبدالکریم کے صاحبزادے ہیں ان کی فی البدیہہ اصلاح پر بہت متعجب ہوا اور کچھ شرمساری بھی محسوس کی کہ میری سب سے پہلی بات غلط ثابت ہوئی۔ بار بار ہر چند منٹوں کے بعد فرماتے مولوی محمد عبدالکریم اور مولوی محمد عالم اس علاقہ کے دو روشن چراغ ہیں اس علاقہ میں دین کی روشنی اور علم و حکمت کا فروغ محض انہیں دو بھائیوں کے باعث ہے۔

لاہور سے واپس آنے کے بعد میری طبیعت ہر وقت اداس اداس اور پریشان رہتی تھی، خدا جانے میں سفر لاہور میں کیا دیکھ آیا تھا یہ بے چینی اور اداسی

اس حد تک بڑھی کہ رات کو نیند تک مفقود ہو گئی۔ پورا ایک سال اسی پریشانی میں گزر گیا۔ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ایک دن نہایت مجبور ہو کر میں نے اپنی قلبی کیفیت اپنے والد بزرگوار سے بیان کی یہ معمہ اب تک حل نہیں ہوا خدا جانے قلبی اور روحانی تعلق کیسے استوار ہو جاتا ہے۔ نیز میں نے اس سے قبل قبلہ والد بزرگوار کی زبان سے نہ کبھی مولوی حبیب اللہ صاحبؒ کا نام سنا تھا اور نہ ہی انھوں نے کبھی ان سے اپنی کسی ملاقات کا ذکر کیا تھا لیکن مجھ سے میری روئیداد سننے کے بعد انھوں نے مجھے فرمایا: گجرات جاؤ وہاں مولوی حبیب اللہ صاحبؒ بزرگ ہیں ان کی بیعت کر لو اور ان سے دعا کراؤ ٹھیک ہو جاؤ گے۔

والد بزرگوار کی زبان سے یہ الفاظ سن کر میں چونک اٹھا اور ایک سال قبل ریل کا واقعہ آنکھوں کے سامنے آ گیا میں نے اس سفر کی کیفیت تفصیل سے قبلہ والد صاحب سے بیان کی تو والد صاحب نے فرمایا ”مولوی حبیب اللہ صاحب ایک عارف کامل ہیں ان کے پایہ کا عارف اس سرزمین میں ابھی تک کوئی پیدا نہیں ہوا ان کی مقناطیسی نگاہ تیرے دل کو کھینچ کر لے گئی ہے اور تیری یہ داڑھی انہیں کے فیضان نگاہ کا اثر ہے۔“

میں نے قبلہ والد صاحب سے حیرت کا اظہار کیا اور پوچھا کہ آج سے قبل تو آپ نے کبھی ان کا نام تک نہیں لیا یہ آپ ان سے کیسے اور کب سے متعارف ہیں۔ والد صاحب نے تعارف اور تعلقات کی بات تو نہ بتائی صرف زیر لب مسکرا کر بات ختم کر دی۔ البتہ شام سے رات گئے تک مولوی صاحب کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ انھوں نے جناب مولوی صاحب کے حالات کچھ اس تفصیل سے بتائے جیسے یہ ان کے حقیقی بھائی ہیں یا ان کے ساتھ ہمیشہ اکٹھے رہے ہیں۔ مثلاً آپ نے فرمایا: حضرت مولانا مولوی حبیب اللہ شاہ صاحب ۱۸۹۵ء کو مولانا سید عطا محمد شاہ صاحب کے ہاں موضع جعفر کوٹ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے آپ صحیح النسب سید حسنی و حسینی ہیں بچپن میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا آپ کے والد ماجد نے ۳۶ سال عمر پائی اور ۱۸۹۹ء میں فوت ہوئے لہذا آپ چار برس کی عمر میں یتیم ہو گئے آپ کی پرورش و تربیت آپ کی ہمشیرہ محترمہ نے کی۔ خاندانی شرافت و نجابت کے باعث بچپن میں پریشانی کا زمانہ نہایت خوش اسلوبی سے بسر کیا ہمشیرہ نے آپ کی تربیت

میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور ہر طرح کی تربیت دی جو ایک اعلیٰ خاندان کے بچوں کے لئے ضروری سمجھی جاتی تھی ابتدائی تعلیم آپ نے گھر سے پائی۔ پھر آپ کو موضع بلہڑوال تحصیل اجنالہ کے مڈل سکول میں داخل کرادیا گیا۔ یہاں آپ نے پرائمری تک رواجی تعلیم امتیاز سے حاصل کی۔ البتہ مڈل کا امتحان چرچ مشن اینگلو ورنیکلر مڈل سکول مجیٹھہ اور میٹرک کا امتحان ایم۔ اے۔ او۔ ہائی سکول امرتسر سے پاس کیا اور اس کے بعد ایف۔ اے کا امتحان پرائیوٹ طور پر پاس کیا۔ جدید علوم سے بھی آگاہی کرلی تھی کچھ عرصہ ایف۔ سی۔ کالج لاہور میں بھی زیرِ تعلیم رہے کہا جاتا ہے آپ نے میتھیمیٹک کا امتحان، اے۔ بی کورس سے ایف سی کالج لاہور سے پاس کیا وہاں آپ کے اساتذہ سب انگریز تھے سکول کی تعلیم میں بھی آپ کو نامور اساتذہ سے واسطہ رہا مشہور عالمِ دین مولانا محمد عالم آسیؒ ایم۔ اے۔ او ہائی سکول میں مدرس تھے انھوں نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی حتیٰ کہ یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ اسکول کے اوقاتِ تعلیم سے فارغ ہو کر آپ مولانا محمد عالم آسیؒ سے ان کی رہائش گاہ (آپ بورڈنگ ہاؤس کے سپر نٹنڈنٹ بھی تھے لہذا وہیں رہتے تھے) پر علم دین کے اعلیٰ مدارج طے کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ تفسیر، حدیث، فقہ اصول اور ادبیات عربی و فارسی میں ایک جید عالمِ دین بن گئے۔ البتہ دورہ حدیث کی ایک سند آپؒ نے حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمتہ سے بھی حاصل کی تھی۔ علاوہ ازیں آپ کو غیر مسلم مذاہب کے مطالعہ کا بھی شوق ہوا تو آپ نے قرآن مجید کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں مثلاً تورات، زبور، انجیل، نیا اور پرانا عہد نامہ کا بھی مطالعہ کیا۔ ازاں بعد کلیسیائی وفاق کے امتحانات میں شامل ہوئے، امتحان سے کامیاب ہوئے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

حضرت مولانا محمد عالم آسی رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت نے قبلہ مولوی صاحب کی زندگی میں کچھ ایسے لازوال اثرات چھوڑے کہ دیگر تمام علوم سے بہرہ ور ہونے کے باوجود تصوف کی چاشنی کچھ اس طرح تھی کہ آپ سلف صالحین کے کردار کی ایک چلتی پھرتی تصویر نظر آتے تھے آپ نے دین حق اور احیائے شریعت اسلامیہ کی کچھ اس طرح پشت پناہی کی کہ اپنے وقت کے جنید و شبلی نظر آنے لگے۔

طریقت میں آپ کا توسّل حضرت خواجہ صاحب سید و جی علیہ الرحمتہ سے ہے آپ کو بیعت کرنے کے قلیل عرصہ بعد ہی کلاہِ خلافت پہنا کر اجازت وارشاد سے سرفراز فرمایا دیا۔"

حضرت پیر سیّد اللہ دتہ شاہؒ (آستانہ بشن دور (دیوان حضوری))

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس آنے والے پیر حضرات میں سے ایک پیر سیّد اللہ دتہ شاہؒ صاحب بھی تھے۔ یہ بزرگ بشن دور ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ نہایت منکسر المزاج اور کم گو تھے۔ مراقبات اور ریاضات کی کثرت کی وجہ سے کمر ٹیڑھی ہوگئی تھی۔ حضور قبلہ عالم کے پاس اکثر حاضر ہوتے رہتے۔ ایک دفعہ حاضر ہوئے تو آپ نے تنہائی میں ایک طویل نشست فرمائی۔ جس کی تفصیل خود شاہ صاحبؒ یوں بیان کرتے ہیں۔ "میں حاضر خدمت ہوا اور مصافحہ اور معانقہ کے بعد مجھے لے کر اپنے حجرہ میں داخل ہوئے اور دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ دیر تک آپ میرے ساتھ راہِ سلوک کی منزلیں بیان فرماتے رہے۔ آخر میں اپنے مصلےٰ سے اٹھے۔ حجرہ میں رکھے ہوئے گھڑے سے پانی کا پیالہ بھرا اور مجھے فرمایا کہ بھائی! آج یہ میری طرف سے پی لے میں نے بھی نہایت احترام کے ساتھ پیالہ ہاتھ میں لیا اور اسے تین گھونٹ میں پی لیا۔ اب میرے دل کی دنیا پہلے سے بہت مختلف ہوگئی۔ آپ نے اسی لمحہ میرے لئے دعائیں کیں۔ اور چند اک راز و نیاز کے ارشادات فرمائے۔ جو میں نے اپنے دل میں سمو لئے۔ آج تک قبلہ مولوی صاحب کی یہ ملاقات اور راز و نیاز کے لمحات میرے لئے ایک بڑی امید اور شفقت کی گھڑی ہیں۔ جو میں فراموش نہیں کر سکتا قبلہ مولوی صاحب سے یہ ملاقات کم و بیش چار گھنٹے رہی۔ اس کے بعد آپ نے دروازہ کھولا۔ تو کیا دیکھا کہ لوگوں کا ایک جم غفیر باہر منتظر ہے۔ جونہی دروازہ کھلا تو لوگوں نے ہم دونوں کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

مولانا قاری احمد حسینؒ (فیروزپوری)

حضرت مولانا خطیب قاری احمد حسین روتک کے قصبہ گومتی تحصیل

جھجھر میں ایک شریف خانوادہ میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں علوم دین حاصل کئے اور فیروز پور میں خطیب رہے۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے پر گجرات آگئے۔ اور جامع مسجد عید گاہ میں برسوں تک خطابت وقرأت کے جوہر دکھاتے رہے۔ عالم باعمل تھے۔ آواز میں سوز اور عشق رسول کے نمایاں اثرات تھے۔ مجالسِ وعظ میں اکثر مثنوی مولانا رومؒ کا کوئی ایک شعر پڑھتے اور اس شعر کے ہمہ پہلو معانی کو واقعاتی انداز میں بیان کرتے جس میں ایک ایسا تنوع ہوتا کہ سامعین گھنٹوں سننے پر بھی نہ اکتاتے۔ بلکہ ان کی طلب ''هَلْ مِنْ مَّزِيْد'' کے نعرے لگاتی۔ ہر واقعہ کے آخر میں جب وہی شعر دھراتے تو ایک اچھوتے مطالب ہی ذہن نشین ہوتے۔ اور وعظ کا اختتام بھی اسی ایک شعر پر ہوتا۔

مردم شناسی میں خاص مہارت رکھتے تھے ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے پاس حاضر ہوئے۔ ان دنوں حضور سیدویؒ کے صاحبزادہ صاحب بھی تشریف فرما تھے دونوں صاحبوں کی علمی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی دوران گفتگو صاحبزادہ سیدویؒ نے فرمایا قاری صاحب گجرات کے فلاں صاحب بڑے اچھے ہیں۔ قاری صاحب مسکرائے۔ اور کہنے لگے۔ ''صاحبزادہ صاحب سبھی اچھے ہیں خدا کرے —— کسی سے پالا نہ پڑے۔''

ایک دفعہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ نے عید کے موقعہ پر قاری احمد حسین صاحب کیلئے درویش کے ہاتھ ہدیہ بھیجا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قاری صاحب بسترِ علالت پر تھے درویش حضورؒ کے ارسال کردہ ہدایا (پارچہ جات سویاں نقدی وغیرہ) لیکر ان کے ہاں پہنچا۔ دروازے پر دستک دی اندر سے کوئی صاحب آئے اور درویش کو اوپر بالکونی میں قاری صاحب کے پاس لے گئے۔ قاری صاحب کو حضورؒ کا سلام دیا اور ہدایا پیش کئے۔ قاری صاحب یہ دیکھتے ہی آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے ایک زمانہ تھا جب مجھ میں اپنے کمالات کے ظہور کا مقدور تھا لوگ میری ملاقات کیلئے دروازے پر کھڑے رہتے تھے آج جب بے بسی نے آگھیرا ہے تو یہ حال ہے کہ عید کا دن ہونے کے باوجود کوئی شہری ملاقات کیلئے بھی نہیں آیا صرف حضرت صاحبؒ ہیں

جنہوں نے یاد رکھا ہے۔ لوگ غرض سے ملتے ہیں دوام ہے تو فقط للّٰہیت کو۔

مولانا حافظ سید علی نقشبندیؒ

حافظ سید علی صاحبؒ میاں محمد علی کے گھر موضع لملا بھنڈ میں کٹھانہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن پیر سیّد ولایت شاہ گجراتیؒ کے مدرسہ تعلیم القرآن میں کیا پھر انجمن خدام الصوفیہ کے مدرسہ میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمیؒ کے زیر سایہ دینی کتب کی تکمیل کی۔ مفتی صاحب کے بعد آپ ہی اس مدرسہ کے صدر معلم مقرر ہوئے مفتی صاحب کو اس حد تک آپ پر اعتماد تھا کہ تفسیرِ نعیمی آپ کے قلم سے تسوید ہوئی طریقت میں آپ پیر سیّد ولایت شاہ گجراتیؒ کے علاوہ چورہ شریف اور علی پور شریف کے آستانوں سے بھی مجاز تھے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ سے بھی آپ کو اجازت حاصل تھی۔

۱۸/۱۷ برس تک آپ مسجد عیدگاہ گجرات کے خطیب رہے اس سے قبل مسجد میاں جلال الدین محلّہ خواجگان میں مدرسہ اور خطابت کے فرائض انجام دینا آپ کے ذمہ تھے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے رہتے۔ حضور بھی بعض مسائل خصوصاً وراثت کے مسائل کے سلسلہ میں ایک درویش کو ان کے پاس بھیجتے رہتے۔ پھر ایک دور ایسا بھی آیا کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کی موجودگی میں آستانہ عالیہ پر خصوصی نشست میں درس وتدریس کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔ یہ سلسلہ روزانہ باقاعدگی سے مہینوں جاری رہا۔

قلوب مصفّٰی

مولانا حافظ سید علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ختم خواجگان پڑھنے میں اور لوگوں کے علاوہ دو بچے بھی جو ابھی نوخیز تھے شامل ہو گئے ختم شریف پڑھنے کے دوران میں ان کے دل پر ایسی واردات شروع ہوگئی کہ ان کی حالت ہمارے قابو سے باہر ہوگئی۔ دل کی حرکت کے باعث وہ بے ہوش ہو گئے میں نے سورہ مزمل وغیرہ پڑھ کر بہت دم کیا ذرا سکون تو ہوا مگر توقع کے مطابق نہ تھا

دوسرے دن میں ان کو ساتھ لیکر (حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ) حاضر خدمت ہوا آپؒ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتے ہی ان پر ذکر کا ایسا اثر ہوا کہ ان کے دل پھر دھک دھک کرنے لگے آپؒ نے فرمایا "ان کو ذرا باہر بٹھادو" ان کے قلوب اتنے مصفی اور اثر پذیر ہیں کہ کسی ذاکر کے دل کا اثر فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ آپؒ ان پر بہت خوش ہوئے پھر دم کیا حتیٰ کہ وہ سکون میں ہوگئے۔ اور قوتِ ضبط و ہوش سے ان کو نوازا گیا۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ [1]

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

پیر سید محمد معصوم شاہ نوریؒ (چک سادہ شریف)

ضلع گجرات کے نواحی گاؤں چک سادہ شریف کے سجادہ نشین سید فضل شاہؒ کے ہاں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں یتیم ہوگئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا امام الدین صاحب سے حاصل کی۔ بعد ازاں بابا فضل نور قادری نوشاہیؒ (مؤذن دربار داتا صاحبؒ لاہور) کے ہاتھ پر آبائی سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ اور لاہور کو مستقل رہائش گاہ بنالیا۔ اور دربار داتا صاحبؒ پہ ہفت روزہ درس کشف المحجوب شروع کیا۔ کئی کتب کے مصنف ہوئے۔ اپنے مرشد کی نسبت سے نوری مشہور ہوئے ۱۹۶۹ء میں واصل بحق ہوئے اور چک سادہ میں مدفون ہوئے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے ابتدائی ملاقاتوں کے بارے میں تو کوئی تفصیلی واقعات معلوم نہیں۔ البتہ قیام دربار حضرت داتا گنج بخشؒ کے دوران میں حضور جب بھی حضرت داتا صاحبؒ حاضر ہوتے۔ اِن سے ضرور ملاقات ہوتی۔

جہاں تک ہماری چشم دید ملاقاتوں کا تعلق ہے اُس زمانہ میں حضرت سیّد معصوم شاہ صاحبؒ مسجد دربار داتا صاحب (سابقہ) کے جنوب کی جانب کپڑے کے محصورہ میں معتکف رہا کرتے تھے۔ ہمارے حضورؒ روضۂ اقدس حضرت داتا صاحبؒ کی حاضری کے معمولات سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف

---

[1] ترجمہ:۔ اس حقیقت میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو قلب رکھتے ہیں۔

لیجاتے۔ حضرت محمد معصوم شاہ صاحبؒ جونہی آپؒ کی آمد کی آہٹ پاتے، مستعدی سے اپنے مقصورہ سے باہر آتے اور حضرت صاحب کو اپنے ساتھ اندر لیجاتے۔ ہمارے حضور اپنے اوقات کی مناسبت سے وہاں تشریف فرما رہتے، دعا و سلام سے رخصت ہوتے، پھر حضرت داتا صاحبؒ کے ہاں حاضر ہوتے اور سلام و اجازت سے اپنی قیام گاہ پر تشریف لاتے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے ایم۔اے۔او ہائی سکول امرتسر کے استاد

علامہ محمد عالم آسی امرتسری (رحمۃ اللہ علیہ)

"حکیم، شاعر، ادیب، طبیب، علامہ محمد عالم آسی ۱۲ رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ موضع رگھوسیداں تحصیل حافظ آباد (اب ضلع بن چکا ہے) ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد سولہ برس کی عمر میں لاہور تشریف لے آئے اور دار العلوم انجمن نعمانیہ میں داخلہ لے لیا، اور یہاں مولانا غلام محمد و مولانا محمد حسن فیضیؒ سے تحصیل علم کی۔ پھر بیگم شاہی مسجد کے خطیب مولانا غلام قادر بھیرویؒ اور بادشاہی مسجد کے خطیب مولانا غلام محمد بگویؒ سے بھی اکتساب علم کیا۔ علاوہ ازیں مفتی محمد عبداللہ ٹونکیؒ سے بھی فیض حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات منشی فاضل اور ادیب فاضل میں اول آئے۔ حکیم حاذق اور زبدۃ الحکماء کی سندیں بھی لیں۔ کچھ عرصہ وکالت کی۔ مدرسہ نعمانیہ اور مدرسہ حمیدیہ میں ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ ایک سال تک اورینٹل سکول میں پڑھانے کے بعد امرتسر چلے گئے اور ایسے گئے کہ امرتسری کہلانے لگے۔ وہاں مدرسہ نصرت الحق میں تدریس جاری کی۔ اس زمانہ میں ایم۔اے۔او ہائی سکول میں ٹیچر رہے جو بعد میں کالج بن گیا تو آپ وہاں عربی کے استاد مقرر ہوئے تدریس کے شعبے کے علاوہ آپ نے بلند پایہ کتب بھی تحریر فرمائی ہیں جن میں بہت زیادہ مشہور الکاویہ علی الغاویہ، الملاد فی القرآن اور براہین حنفیہ ہیں، آپ اخبار الفقیہہ امرتسر کے خصوصی معاون اور بہترین خطاط بھی تھے۔ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۴۴ کو امرتسر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے"۔

مولانا محمد عالم آسیؒ کے لاتعداد نابغہ روزگار شاگرد ہوئے ہیں۔ نیز

مذہب حقہ اہل سنت والجماعت کی حقانیت اور مذاہب باطلہ کے بطلان پر بے شمار کتب اور رسائل بھی تحریر کئے ہیں۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد عالم آسیؒ اتنے متبحر عالم تھے کہ بحر العلوم کے لقب سے علمی دنیا میں مشہور ہوئے۔ انہوں نے دوران تعلیم ایم۔اے۔او ہائی سکول امرتسر ہمیں گودی میں بٹھا کر پہلے قرآن حکیم پڑھایا، پھر درسِ نظامی اور دیگر علوم کی کتب تدریساً پڑھائیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکتوباتِ امامِ ربانیؒ مجددالف ثانی سرہندی قدس سرہ السامی کے مصحح اور محشی حضرت مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسری اور مولانا محمد عالم آسیؒ کے علومِ ظاہری و باطنی کے باہمی تعاون نے باطل مذاہب کو بے بس کر دیا تھا۔

☆☆☆

حضرت مجددالف ثانیؒ فرماتے ہیں: از علوِ شان امام بزرگترین ایں بزرگواراں، امامِ اجل، پیشوائے اکمل، ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہ نویسد کہ اعلم و اورع و اتقائے مجتہدین است۔ چہ شافعیؒ و مالکؒ و چہ احمد حنبلؒ۔ امام شافعیؒ می فرماید اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ أَبِي حَنِيْفَةَ ”۔ منقول ست کہ امام شافعیؒ چوں بزیارتِ قبر امام اعظم می رفت، ترکِ اجتہاد خود می کرد، و برائے خود عمل نمی نمود، و می گفت کہ شرم می آید کہ در حضورِ ایشاں عمل برائے خود بکنم کہ مخالف رائے ایشاں باشد۔

ترجمہ:۔ ان بزرگوں کے بزرگ ترین امام، امامِ اجل، پیشوائے اکمل ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلندیٔ شان کے متعلق میں کیا لکھوں کہ وہ تو تمام مجتہدین میں خواہ امام شافعیؒ ہوں یا امام مالکؒ اور یا امام احمد ابن حنبلؒ ہوں سب سے زیادہ عالم اور تقویٰ اور ورع میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ أَبِي حَنِيْفَةَ (سارے فقہا ابو حنیفہؒ کے پروردہ ہیں) منقول ہے کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظمؒ کی قبر کی زیارت کیلئے جاتے تھے تو اپنے اجتہاد کو چھوڑ دیتے تھے اور اپنی رائے پر عمل نہیں کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ”مجھے شرم آتی ہے کہ ان کے سامنے میں اپنی اس رائے پر عمل کروں جو ان کی رائے کے خلاف ہو“

مشاغلہ:۔

اور وہ اس طرح ہے کہ ہر ایک وقت خواہ سویا ہوا ہو خواہ چلتا پھرتا یا باتیں کرتا ہو۔ دن ہو یا رات غرض ہر وقت اپنے دل کو خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھے۔

اصحابِ سکر

(مجاذیب، اصحابِ منصب) رحمہم اللہ تعالیٰ

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْ فُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَا بَرَّہٗ۔

(حدیث شریف) ترجمہ:۔ بہت سے ایسے پریشان ہیں جو دروازے سے ہٹائے ہوئے ہیں اگر قسم کھائیں خدا کی۔ تو البتہ پورا کر دے اس کو اللہ تعالیٰ۔

حضرت سائیں کرم الٰہیؒ (المعروف کانواں والی سرکارؒ)

''گجرات محلہ اندرون کانیانوالی میں مہر غلام محمد کے ہاں ۱۳ اپریل ۱۸۳۸ء کو ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام کرم الٰہی رکھا گیا۔ سرکلر روڈ گجرات پر ایک مزار ''چشتی بادشاہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے ملحقہ ایک درسگاہ بھی تھی جہاں دینی تعلیم کے لئے آپ کو بھیجا گیا مجاورین میں سے ایک بزرگ میاں نتھا صاحب آپؒ کے اُستاد مقرر ہوئے۔ بزرگ استاد نے کرم الٰہی کے روپ میں ایک مجذوب شخصیت کو بھانپ لیا۔ اور تعلیمی اوقات کے علاوہ اس ہونہار شاگرد کے پیچھے پیچھے گھومنے لگے بلکہ ان کے ضعیف العمر باپ کے زمیندارہ کام کاج میں ہاتھ بھی بٹاتے۔ سولہ برس کی عمر میں تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوا۔ تو ضلع گجرات کے موضع جمن چنڈالہ میں ایک بزرگ امام شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جو سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک جید بزرگ تھے۔ پھر تو راہِ فقر میں ایسے سرگرم ہوئے کہ ساری ساری رات نوافل میں گزرتی۔ کہتے ہیں پانچ پانچ سو رکعت (نفل) رات بھر میں پڑھ جاتے۔ بعض اوقات غیاب و جذب میں ایسے مگن ہوتے کہ رات دن چلتے رہتے حتی کہ دو دو سو میل فاصلہ طے کر جاتے۔ دہلی اور وادی کشمیر کی پاپیادہ سیاحت اسی محویت الست کی ایک کڑی ہے۔ گوجر خان کے قریب دریائے جہلم کے پل کی تعمیر کے سلسلہ میں ٹوکری ڈھونا اور چوکیدار کے فرائض انجام دینا ریاضت و مجاہدہ کی ایک کڑی ہے۔ پھر تو مغلوب الحالی نے یہ رنگ دکھایا کہ ''یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی''[۱] کے مصداق ٹھہرے

[۱] النسآء۔ ۴۳۔ ترجمہ:۔ اے ایمان والو تم نماز کے نزدیک نہ جاؤ جب تم سُکر (بے ہوشی) کی حالت میں ہو۔

جن نحیف البدن ہاتھوں میں تسبیح کے دانے تھرکتے تھے اب سرکنڈے کے مُٹھے گننے جانے لگے۔ بدن پر صرف ایک لنگوٹی ہاتھ میں حقہ اور کبھی نفی اثبات کے لئے چرخہ کا مشغلہ ہے۔ شہر میں رہنے کی بجائے اپنے کنویں ''جھنگی'' پر ڈیرا ہے۔ کھانا کبھی کبھی کھایا کرتے اکثر اپنے حصہ کا کھانا کوؤں کو ڈال دیتے۔ اس لئے یہ مخلوق آپؒ سے مانوس ہو گئی تھی۔ سائیں کرم الٰہی صاحبؒ سے سائیں کانوانوالی سرکار مشہور ہونے کی وجہ بھی یہی ہے۔

آپؒ کی بہت زیادہ کرامات زبان زدِ عام ہیں۔ مگر ایک واقعہ اس طرح ہے کہ ایک بار موسم گرما میں ایک سفید پوش آپؒ کے قریب سے گذرا۔ اس نے پانی کے لئے اپنا ہاتھ اس گھگریا کی طرف بڑھایا جو آپؒ کے پہلو میں دھری ہوئی تھی آپؒ کے منہ سے نکلا ''اونہہ ہوں'' اس نے جواب دیا ''بابا پانی ہی تو ہے کوئی دودھ تو نہیں۔'' آپؒ نے جواباً فرمایا ''دودھ ہی پینا ہے تو میرے کنوئیں پر سے پیو'' وہ کنوئیں پر گیا۔ دیکھا تو کنوئیں کا پانی دودھ بن گیا تھا کہتے ہیں کہ آٹھ پہر تک یہ پانی دودھ رہا۔ اس وقت کے انگریز ڈی۔ سی، پولیس کپتان اور ڈی۔ ایچ۔ او نے موقعہ پر اسے ملاحظہ کیا اور اسے درست قرار دیا'' (تاریخ گجرات از اسحاق آشفتہ) خیال ہے کہ گجرات گیزیٹر (Gueziter) میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

آپؒ نے ساری عمر شادی نہیں کی اور نہ ہی فیضان پہنچانے کا بیعت کا رواجی طریق اختیار کیا ہے بلکہ آپؒ سے خصوصی فیض یاب لوگ وہ ہیں جنہوں نے آپؒ کی ڈگر (مجاہدہ وریاضت) اپنائی ہے۔

ع۔ بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

جن میں چند ایک حضرات کے نام یہ ہیں (۱) سائیں غلام قادر امرتسری (۲) سائیں محمد حسین صاحب۔

سائیں کانوانوالی سرکارؒ نے ۹۰ سال عمر پائی ہے مزار کے گنبد پر تاریخ وصال درج ہے۔

(دس ماہ صفر سن تیرہ سو انچاس تھی، ۱۳۴۹ھ) کرم الٰہی چل بسے آہ حسرتا۔

پہلا اتوار دیہاڑی ساون تے ماہ رجب دی بائی

سن ہجری لکھیا انور تے اے روضہ کرم الٰہی

حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمیؒ روزانہ جب سیر کے لئے نکلتے تو اکثر مزار پر حاضری دیا کرتے۔

تحفۂ کدو

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے زمیندار ہائی سکول گجرات میں بطور معلم ایک عرصہ تک کام کیا ہے۔ حضورؒ کے سکول کے راستہ سے کچھ فاصلہ ہٹ کر حضرت سائیں کانوانوالی سرکارؒ کا ڈیرا ہے آپؒ نے جب سکول آنا جانا ہوتا تو سائیں صاحبؒ اکثر راستہ میں آکھڑے ہوتے۔ علیک سلیک کے بعد دونوں حضرات کی جو بات ہوتی سو ہوتی۔ پھر ایک دوسرے سے رخصت ہو جاتے۔ پابندیٔ وقت کے پیش نظر حضورؒ چند لمحے رکتے ''ولی را ولی می شناسد'' کے راز کو خدا ہی جانے انہی ملاقاتوں کے سلسلہ میں ایک دفعہ سائیں صاحبؒ اپنے کھیت سے کدو لے کر آئے۔ تحفہ پیش کیا۔ ان دنوں حضورؒ کے اہل وعیال اپنے وطن مجیٹھہ ضلع امرتسر رہا کرتے تھے اور گجرات میں آپؒ کا کھانا درویش تیار کیا کرتا تھا۔ آپؒ نے کدو درویش کو پکانے کے لئے دیا اور ہدایت فرمائی ''کہ اسے نہ کسی کو دینا ہے اور خود بھی نمک وغیرہ تک نہیں چکھنا'' درویش نے ہنڈیا تیار کی، حضورؒ ہی نے یہ سارا سالن (کدو) تناول فرمایا مگر جب درویش ہنڈیا دھونے لگا تو کچھ مصالحہ جو ہنڈیا سے اکثر لگا رہتا ہے انگلی سے پونچھ کر چاٹ لیا انگلی کا چاٹنا ہی تھا کہ موقعہ ہی پر بے ہوش ہو کر فرش پر جا پڑا۔ اور ایسا پھونک کر بخار چڑھا کہ تین دن تک ہوش نہ آیا۔ حضورؒ نے فرمایا ''میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا۔ بھلا ہدیہ جذب کا کون متحمل ہے؟ مغلوب الحال لوگوں کے روزمرہ کے معاملات بھی درحقیقت احوال وآثار ہی ہوتے ہیں۔ عصائے موسیٰ (علیہ السلام) عصاء بھی ہے اژدھا بھی۔ ''فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ہ''

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ کے ایک شاگرد کے بیٹے نے بتایا کہ میرے

والد صاحب جو حضور مولوی صاحبؒ کے شاگرد ہیں نے بتایا کہ مولوی صاحبؒ نے مجھے دو روپے دیے اور فرمایا سکول کے گیٹ پر جو ریڑھی ہے۔ اس رقم کے دو خربوزے لو۔ اگرچہ اس زمانہ میں دو روپے کی پوری ریڑھی خریدی جاسکتی تھی۔ ہوسکتا ہے حضورؒ کا یہ طریقہ مخلوق پروری کا ایک بہانہ ہو۔ بہر حال وہ دو خربوزے لیکر آئے تو آپ نے فرمایا ''اسے سائیں کرم الٰہی المشہور کانوانوالی سرکارؒ کے پاس لے جاؤ'' شاگرد نے عرض کیا جناب وہ تو کسی کو پاس آنے ہی نہیں دیتے۔ گالیاں دیتے اور مارتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا ''بالکل فکر نہ کریں تجھے کچھ نہیں کہتے'' مذکورہ شاگرد سائیں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چونکہ لوگوں کا ہجوم تھا ایک طرف ہو کر بیٹھنے ہی لگے تھے کہ سائیں صاحب نے آواز دیکر فرمایا ''او منڈے خربوزے لے آ'' خربوزے پیش کئے گئے سائیں صاحبؒ نے اٹھا کر سر پر رکھ لئے اور پھر کھیت میں جا کر دو ''تریں'' بیل سے اتار کر لائے اور کہا ''مولوی صاحب کو دینا اور ہمارا اسلام کہنا''

صاحبِ شریعت

ماسٹر محمد شریف صاحب حضورؒ کے ارادتمند اور روزانہ حاضر ہونے والوں میں سے ہیں بلکہ امور خانہ کی بعض خدمات بھی انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھی تھیں۔ بیان کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا ایک دن ہمیں خیال گزرا کہ سکول کے اوقات سے فارغ ہو کر آج حضرت سائیں صاحبؒ کو مل کر جانا ہے۔ چھٹی ہوئی، گیٹ پر آئے، تو سامنے سائیں صاحبؒ کو کھڑا پایا سلام کے بعد کہنے لگے'' آپؒ نے یاد کیا تھا اس لئے میں آگیا ہوں۔ آپؒ صاحبِ شریعت ہیں اور ہم ننگ دھڑنگ آپؒ کا مقام بہت بلند ہے''

مجاذیب اگرچہ شریعت کی پابندی سے معذور ہیں۔ مگر شرع شریف کی پاسداری کا خیال ضرور رکھتے ہیں۔ گوندلانوالہ جی۔ ٹی۔ ایس اڈا (گوجرانوالہ) کے متصل ایک ننگ دھڑنگ مجذوب رہا کرتے تھے۔ آج کل ان کے مزار پر ایک عالیشان گنبد ہے۔ حضورؒ جب گوجرانوالہ آتے تو اسی راستہ سے گزر کر اپنی منزل پر تشریف لے

جاتے۔ جونہی ان بزرگوں کے قریب سے گزرتے۔ تو وہ بزرگ اپنے قریب پڑا ہوا کپڑا کھینچ کھینچ کر اپنے اوپر کرتے اور خدام سے فرماتے ''اوئے! میرے اتے کپڑا دیئو۔ شریعت والے (سالک) آگئے نیں''

ہر بال سے کلمہ شریف کی آواز

حافظ غلام علی کہتے ہیں ایک دفعہ میں حضورؒ کی خدمت میں گجرات شریف حاضر تھا۔ حضورؒ نے فرمایا حافظ! میرے پیچھے خاموشی سے چلے آؤ۔ چلتے چلتے آپؒ حضرت سائیں کانوانوالی سرکارؒ کے دربار پر جا پہنچے۔ کچھ دیر مراقب رہنے کے بعد دعا فرما کر واپس ہوئے۔ راستہ میں سائیں صاحبؒ کا ذکر فرماتے رہے۔ فرمایا ''ایک دفعہ سکول سے چھٹی کر کے ہم آرہے تھے۔ سخت گرمی اور دوپہر کا ایک بجے کا وقت تھا۔ ایک کھیت میں سائیں صاحب تشریف فرما تھے۔ اور چاروں طرف لوگ اپنی حاجتوں کیلئے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جو نزدیک آتا اسے گالیاں بھی دیتے اور لاٹھی بھی مارتے۔ جب ہم قریب گئے تو سائیں صاحبؒ نے اٹھ کر گلے لگالیا۔ اور خیر وعافیت دریافت فرمائی اور کچھ راز کی باتیں بھی کیں۔ کوے کائیں کائیں کرتے ہوئے آپؒ کے حقے پر بیٹھتے اٹھتے شور مچاتے تھے۔ اور سائیں صاحب سرکارؒ کے جسم کے بال دیکھنے میں حرکت کرتے تھے۔ ہر بال سے کلمے شریف کی آواز آتی تھی۔ گرمی شدت کی تھی اور سائیں صاحبؒ ڈھیلوں میں لیٹے ہوئے تھے۔ ہمیں دوبارہ گلے لگا کر محبت اور دعائیہ کلمات سے الوداع کہا۔

وَابْتَغُوْآ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ

بھائی محمد عبداللہ صاحب موضع ہرچو کی تحصیل چونیاں کے رہنے والے ابتداء میں محکمہ فوج میں ملازم تھے۔ مذہبی لگاؤ کی وجہ سے اکثر وقت اپنی رجمنٹ کے پیش امام صاحب کے پاس گزارتے اور قرأت کی صحت کے لئے انہیں قرآن حکیم بھی سناتے۔ پیش امام صاحب حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ شرقپوری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس لئے بزرگوں اور طریقت کے بارے میں بھی گفتگو ہوتی۔ اس

پاک گروہ کے ذکر نے ایسا اثر کیا کہ بھائی محمد عبداللہ صاحب کے دل میں بیعت کا شوق موجزن ہوا۔ پیش امام صاحب چونکہ صاحبِ اجازت تھے اور ایک عرصہ کی صحبت کی وجہ سے بھائی صاحب کو ان سے عقیدت ہو گئی تھی۔ اس لئے انہی سے کہا کہ مجھے بیعت کر لیں۔ پیش امام صاحب نے جواب دیا میں تو تجھے بیعت نہیں کرتا۔ البتہ جب شرقپور شریف جاؤں گا تو حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ القصہ چند روز کے بعد دونوں صاحبان شرقپور شریف حاضر خدمت ہوئے۔ عرضداشت پیش کی۔ حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا۔ آپ کی بیعت کہیں اور ہے۔ ان شاء اللہ ان بزرگوں تک پہنچنے کا کوئی سبب بھی بن جائے گا۔ میاں صاحبؒ کی یہ بات سن کر محمد عبداللہ صاحب بہت مایوس ہوئے کہ مشاہیر زمانہ میں سے ایک شخصیت نے قبول نہیں کیا تو مجھے مرشد و رہنما کہاں سے ملیں گے۔ اجازت ہوئی، دونوں صاحبان واپس اپنی جائے ملازمت راولپنڈی پہنچے۔ محمد عبداللہ صاحب کے دل میں ایک طرف مایوسی اور دوسری طرف طلبِ شیخ کی تڑپ بڑھتی گئی۔ ان دنوں گجرات میں حضرت کرم الٰہیؒ سائیں کانوانوالی سرکار (مجذوب درویش) کا بہت شہرہ تھا۔ اتوار ہفتہ وار تعطیل ہوئی تو محمد عبداللہ صاحب نے گجرات کا رخ کیا۔

سائیں کانوانوالی سرکارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ایسے صاحبِ سُکر درویشوں کے پاس لوگ اکثر اپنی مرضی سے آتے جاتے ہیں۔ محمد عبداللہ صاحب بھی فرصتِ وقت کے مطابق بیٹھے اور چلنے لگے۔ اتفاق سے سائیں صاحبؒ کا چہرہ اسی طرف تھا جس طرف سے انہوں نے گزرنا تھا۔

حضرت سائیں کرم الٰہیؒ عالمِ جذب میں اکثر رمز و کنایہ میں بات کہہ جاتے۔ جب سائیں صاحبؒ کے سامنے سے گزرنے لگے تو انہوں نے مخاطب ہو کر فرمایا "جلدی کر گھر والا گھر ای اے" محمد عبداللہ صاحب کے سامنے اس فقرہ کا کوئی سیاق و سباق نہیں تھا۔ شہر کی طرف چلتے رہے اور سوچتے رہے کہ حضرت سائیں صاحبؒ نے یہ کیا فرمایا ہے لیکن کوئی عقدہ کشائی نہ

ہوئی۔ شیشیانوالہ دروازہ سے ہوتے ہوئے مسلم بازار کے راستے شاہدولی دروازہ تک پہنچے تو جسم میں کچھ تساہل اور تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ ایک دوکان کے ''تھڑے'' پر بیٹھ گئے۔ اتوار چھٹی کا دن تھا۔ ہمارے حضور قبلہ عالم قدس سرہ اسی محلہ میں رہتے تھے۔ اس دن آپؒ کا قیام بھی یہیں تھا۔ نورانی چہروں والے متدیّن لوگ ملاقات کے لئے آتے جاتے تھے۔ محمد عبداللہ صاحب نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو کسی سے پوچھا آپ لوگ کدھر آجا رہے ہیں۔ اس شخص نے بتایا کہ یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ لوگ ان کی زیارت کے لئے آرہے ہیں۔ محمد عبداللہ صاحب نے پوچھا کیا میں بھی ان کی زیارت کر سکتا ہوں۔ زائرین نے بتایا ''کیوں نہیں''۔ چنانچہ بھائی صاحب آپؒ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے۔ اتفاق سے ان دنوں محمد عبداللہ صاحب کے گاؤں کے ایک صاحب آپؒ کی خدمت میں رہتے تھے گاؤں کا متعارف شخص ملنے پر بہت خوشی ہوئی۔ جب ملاقات کی باری آئی تو اندر کمرے میں آپؒ کے ایک مقرب اور صاحب اجازت پیر بھائی حضرت اصغر علی عرف جرنیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر تشریف فرما تھے اور ہمارے حضرت صاحبؒ نیچے مصلّٰی پر جلوہ افروز تھے۔ اب محمد عبداللہ صاحب کے لئے لمحۂ فکر تھا کہ صاحب خانہ کون ہیں۔ خیال کیا جو صاحب چارپائی پر تشریف فرما ہیں وہی صاحبِ خانہ ہوں گے چنانچہ سلام کے لئے ادھر ہاتھ بڑھایا۔ حضرت جرنیل صاحبؒ نے مصافحہ کرنے کے ساتھ ہی فرمایا ''بھائی گھر والے تے اوہ نیں'' اس پر محمد عبداللہ صاحب چونکے اور سائیں کانوانوالی سرکارؒ کی وہ بات ''جلدی کر گھر والے گھر ای نیں'' یاد آگئی۔ اب تو یقینِ کامل حاصل ہوگیا کہ میری منزل یہی ہے اور، میرے پیرومرشد آپ حضورؒ ہی ہیں۔ بیعت کے لئے عرض کیا تو آپؒ نے فرمایا ''اگر بیعت ہونا ہے تو رات ٹھہرنا پڑے گا۔''

فوجی ملازمت کی وجہ سے رات کے قیام کی چھٹی لینی ضروری تھی۔ محکمہ افواج کے قوانین کی پابندی سب پر عیاں ہے۔ اب پھر لمحۂ فکر تھا کہ قانون کی خلاف ورزی

سزا پانا اور ملازمت کو خطرے میں ڈالنا تھا۔ بیعت کی جائے یا سزا سے بچا جائے اور ملازمت کو تحفظ دیا جائے۔ بسیار سوچ و بچار کے بعد یہ مجاہد (فوجی جوان) اس نتیجہ پر پہنچا کہ ملازمت تو محض تن پروری کا ذریعہ ہے اور بیعت "وَابْتَغُوْآ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ" [۱] بحکم الٰہی، دین و دنیا اور آخرت کا توشہ ہے جو ہو، سو ہو کسی بھی صورت میں اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیئے۔ یہی ایک تعلقِ ابدی ہے جس کی تلاش میں ایک عرصہ سے سرگرداں تھا۔ عنایتِ خاصۂ الٰہیہ سے یہ آستاں ہاتھ آیا۔ لہٰذا توثیقِ عہد لابدی ہے۔

بھائی محمد عبداللہ صاحب نے رات قیام کیا صبح نماز فجر کے بعد حضورؒ نے بیعت سے مشرف فرمایا۔ اور فقر کے اس راستے کے لوازمات سے آگاہ کیا اور اوراد و وظائف کا زادِ راہ عطا فرما کر رخصت کیا۔

بھائی محمد عبداللہ صاحب جب واپس اپنے فرائض منصبی پر پہنچے تو کسی افسر نے بھی بلا رخصت رات کے قیام کے بارے میں تادیبی کاروائی، بلکہ بازپرس تک نہ کی۔

کیمیا پیدا کن از مُشتِ گلے
بوسہ زن بر آستان کاملے

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ بِالصَّوَابِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی [۲]

حضرت بابا لال بادشاہؒ (مری)

حضرت بابا لعل بادشاہؒ مری کے علاقہ "سوراسی شریف" میں پیدا ہوئے۔ گھر ہی میں علمِ دین حاصل کیا۔ جوانی کے عالم میں صوم و صلوٰۃ کے سخت پابند تھے۔ یک لخت ایسی مغلوب الحالی وارد ہوئی کہ برفانی پہاڑوں اور جنگلوں میں مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس حال میں بھی زائرین کا تانتا بندھا رہتا۔ لوگ تحفے تحائف لاتے۔ بابا جی ایک جگہ ڈھیر کر دیتے۔ حضرت بابا لعل بادشاہؒ نے تقریباً نوے (۹۰) سال عمر پائی ہے۔

---

[۱] المائدہ۔ ۳۵۔ ترجمہ:۔ اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

[۲] ترجمہ:۔ اور اللہ سبحانہ ہی صحیح بات دل میں ڈالنے والا ہے۔ اور سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ہمعصر بزرگوں میں مری کے علاقہ کے یہی مجذوب لال بادشاہؒ بھی تھے۔ حضورؒ کے ایک عزیز اور مرید راولپنڈی کے رہنے والے اکثر آپؒ کے پاس آتے اور ان بزرگوں کا بھی ذکر کرتے۔ ایک دفعہ حضورؒ نے اپنے اس عزیز سے کہا کہ ''ہماری طرف سے چائے کا تحفہ لیکر ان بزرگوں کے پاس جاؤ اور ہمارا سلام کہو'' چنانچہ اس محبّ نے راولپنڈی اپنے گھر پر چائے تیار کروائی، موسم سرما تھا چائے کو چائے دانی میں ڈالا اور اوپر اچھی طرح کپڑا لپیٹ کر تا کہ گرم رہے ان بزرگوں کی خدمت میں پہنچے۔

لال بادشاہ صاحبؒ حالتِ جذب میں رہتے۔ نچلا دھڑ مجاہدہ وریاضت اور سردی میں رہنے کی وجہ سے بے حس ہو چکا تھا۔ زائرین کا اکثر ہجوم رہتا۔ مگر وہ کم ہی کسی کی طرف توجہ دیتے۔ لوگ جو تحفے تحائف پیش کرتے ایک طرف پھینک دیتے۔ چنانچہ وہاں چیزوں کا انبار لگا رہتا۔ ہیبت اس قدر کہ لوگ دم بخود رہتے، آتے اور خاموشی سے چلے جاتے۔ ہمارے حضورؒ کے یہ عزیز بھی خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر ہی بیٹھے تھے کہ بادشاہ صاحبؒ نے اشارے سے پاس بلایا۔ اور کہا ''وہ چائے لاؤ، چائے پیش کی گئی تو چائے دانی کی ٹونٹی کو منہ لگا کر ساری کی ساری چائے پی گئے۔ حضورؒ کے اس عزیز نے آپ کا سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا پھر پوچھا آپؒ میرے حضرت صاحبؒ کو جانتے ہیں کہنے لگے ''ہاں! وہی جو کالی کار پر چڑھے پھرتے ہیں'' ان دنوں حضورؒ کے ایک مرید کے پاس کالے رنگ کی کار تھی جس پر اکثر آپؒ لاہور، سیالکوٹ، جہلم وغیرہ شہروں میں آیا جایا کرتے تھے حضورؒ کو لال شاہ بادشاہ صاحبؒ نے سلام بھیجا اور اس محبّ کو رخصت کیا۔

حضرت مائی اللہ رکھیؒ (پسرور)

حضرت مائی اللہ رکھی صاحبہؒ موضع بڈ وچیدا نزد قلعہ سوبھا سنگھ ضلع سیالکوٹ کی رہنے والی تھیں۔ قصبہ کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ میں شادی ہوئی چونکہ بچپن ہی سے طبیعت جذب میں جذب تھی۔ اس لئے دنیاوی معاملات سے طبعاً گریزاں

رہتیں۔ شادی ہونے پر بھی گھریلو ماحول سے الگ تھلگ ہی وقت گذارتیں۔ کھانے پینے سے بے رغبتی تھی اس لئے کھانے کو جو ملتا کتوں کو ڈال دیتیں اس لئے یہ مخلوق مانوس ہو گئی تھی۔ مغلوب الحالی یہاں تک بڑھی کہ رات کو سخت سردی کے موسم میں آبادی سے ملحقہ جوہڑ میں جا کھڑی ہوتیں اور کتے کنارے پر پہرا داروں کی طرح بیٹھے رہتے۔ سسرال والے اس حالتِ جذب کی وجہ سے مایوس ہو کر لاتعلق ہو گئے۔ مائی صاحبہؒ یہاں سے چلیں تو پسرور کے قریب ایک گاؤں ننگل مرزا میں جا قیام کیا۔ تھوڑا عرصہ ہی یہاں ٹھہری تھیں کہ پسرور کا ایک قصاب محبوب نامی یہاں گوشت بیچنے آتا تھا مائی صاحبہؒ کے فقر سے متاثر ہو کر شہر لے جا کر ذبح خانہ کے قریب ایک کٹیا میں اِن کے ٹھہرنے کا انتظام کیا یہ وہی جگہ ہے جہاں آجکل اِن کا دربار ہے۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کا ایک عزیز گورنمنٹ ہائی سکول پسرور میں زیر تعلیم تھا۔ ہفتہ میں ایک دو بار مائی صاحبہؒ کی زیارت کیلئے جایا کرتا۔ ایک دفعہ حالتِ جلال (گرم پہرہ) میں تھیں یہ طالب علم سامنے ہوا ایک مٹی کا پیالہ دیا فرمانے لگیں پانی لاؤ دربار کی ''ملحقہ کھوہی ہلٹ'' سے پانی لایا پیالہ پکڑا اور اپنے اوپر انڈیل لیا۔ اس طرح کئی بار پانی لایا گیا اور مائی صاحبہؒ اپنے اوپر انڈیلتی رہیں۔ آخر طالب علم نے بچگانہ تقاضوں کے پیشِ نظر قریب پڑی ہوئی بالٹی اٹھائی بھر کر لایا اور مائی صاحبہؒ پر یہ کہتے ہوئے اچھا میں آپؒ کی گرمی نکالتا ہوں انڈیل دی۔ مائی صاحبہؒ نے ہاتھ اٹھایا اور فرمانے لگیں۔ بس! بس!! بس!!!

مَن تَشَبَّهُ بِقَوْم ......

ایک دفعہ مذکورہ طالب علم حاضر ہوا تو کراچی سے ایک تاجر بال بچوں سمیت آئے ہوئے تھے یہ صاحب یورپین لباس میں ملبوس تھے۔ مائی صاحبہؒ کی چارپائی کے بازو کو پکڑ کر پنجوں کے بل بیٹھ گئے۔ مائی صاحبہؒ نے نیچے جھانک کر دیکھا تو مذکور کسی چوکی یا پیڑی وغیرہ پر بیٹھے ہوئے نہیں تھے۔ جلدی سے ان کے سر سے ہیٹ جو گتے وغیرہ کا موٹا اور سخت سا بنا ہوا تھا اُتارا اور کہا ''ایہہ لے موڑا

ایہد ے اُتے بہہ جا" مائی صاحبہ جب لیٹی ہوتیں تو اِن کی ٹانگوں پر کتے آ کر بیٹھ جاتے اور سو جاتے۔ کتا جب تک سویا رہتا مائی صاحبہ سانس بھی کھل کر نہ لیتیں کہیں اس کی نیند میں خلل نہ ہو۔ اس وقت بھی ایک کتا اِن کی ٹانگوں پر بیٹھا ہوا تھا مائی صاحبہ نے اِس تاجر کے گلے سے ٹائی اتاری اور کتے کے گلے میں باندھ دی۔ اور مذکورہ زائر سے مخاطب ہو کر فرمایا "اینوں وی سونی لگ دی اے"

غور کیا جائے تو اس میں ایک بڑا اہم تربیتی پہلو ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے "مَن تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (جو کسی قوم سے مشابہت رکھتا ہے وہ اُنہیں میں سے ہے) حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی تعلیمات سے ہے کہ غیرِ اسلام کی تذلیل اسلام کی ترویج ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

تصرف

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے برادرِ خورد حاجی حمید اللہ صاحب ایک دفعہ قصبہ مجیٹھہ سے امرتسر جاتے ہوئے راستے میں بس حادثہ کا شکار ہوئے۔ ہوا یوں کہ بس چند میل فاصلہ طے کرنے ہی پائی تھی کہ اس کا اگلا پہیہ کھل کر دور فاصلہ پر جا گرا اور بس اسی رخ پر الٹی ہو گئی۔ حاجی صاحب اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے سر پر سخت چوٹ آئی اور بے ہوش ہو گئے۔ مجیٹھہ گھر میں اطلاع ملنے پر ان کو امرتسر ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ کو گجرات میں اطلاع دی گئی آپؒ فوراً وہاں پہنچے اور جاتے ہی ہسپتال ہی میں صدقہ دیا۔ کئی دن کے علاج معالجہ کے باوجود انہیں ہوش نہ آیا۔

حضور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ کو اپنے ایک صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ حضرت مائی اللہ رکھی صاحبہؒ پسرور والی کے پاس بھیجا۔ مائی صاحبہؒ دیکھتے ہی کہنے لگیں "میرا بھائی بچ گیا" اور اسے ہوش آ گیا" آپؒ کی ہمشیرہ صاحبہ جونہی واپس امرتسر ہسپتال پہنچیں تو حضرت حاجی صاحب ہوش میں تھے۔

رابطہ باطنی

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کی جہاں تک معلوم ہے حضرت مائی اللہ رکھی

صاحبہؒ سے ظاہراً ملاقات نہیں ہوئی مگر باطنی تعلق ایسا استوار تھا کہ ایک دفعہ پسرور کے علاقہ کی ایک عورت حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی ''حضور! میں نے مائی صاحبہؒ کو گرم پہرہ میں ملنا ہے''

مائی صاحبہؒ پر دو حالتیں وارد رہتیں جمال اور جلال۔ جمال کو ٹھنڈا پہرہ اور جلال کو گرم پہرہ کہتے اور یہ کیفیتیں پندرہ پندرہ دن تک متواتر رہتیں۔ گرم پہرہ میں جوش وجلال رہتا اور کم ہی کسی کو قریب آنے دیتیں ''آپؒ نے سمجھایا'' اللہ کے مغلوب الحال بندوں کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ پھر آپؒ نے ارشاد فرمایا ''اچھا اپنی چادر کا ایک پلو لاؤ'' اس خاتون نے پلو پیش کیا آپؒ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا ''اس پر گرہ لگالو اور جب مائی صاحبہؒ کے پاس جاؤ اگر مائی صاحبہؒ کچھ کہنے لگیں تو گرہ کھول کر یہ پلو ان کے سر پر رکھ دینا'' وہ خاتون حضورؒ سے اجازت لیکر چلی گئیں ایک دن جبکہ مائی صاحبہؒ گرم پہرہ میں تھیں حاضر ہوئیں۔ مائی صاحبہؒ دیکھتے ہی ''پھکڑ'' بولنے ہی لگی تھیں کہ اس خاتون نے جلدی سے پلو کی گرہ کھولی اور مائی صاحبہؒ کے سر پر رکھ دیا۔ پلو کا رکھنا ہی تھا کہ مائی صاحبہؒ کی آنکھیں کھل گئیں یعنی ہوش میں آگئیں۔ اور غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگیں ''اچھا! میرے بھائی کولوں آئی ایں۔ دونہہ دونہہ گھراں نوں لٹنی ایں۔ بی بی (حضورؒ کی اہلیہ صاحبہ) نے مٹھے چاول کھوائے نیں'' اس دن حضورؒ کی اہلیہ صاحبہؒ نے میٹھے گڑ والے چاول پکائے ہوئے تھے اور اس خاتون کو کھلائے تھے اس کے علاوہ حضرت مائی صاحبہؒ نے ہمارے حضورؒ کے کئی ایک معاملات کی بھی پردہ کشائی فرمائی۔

ع۔ انبیاء و اولیاء یک جان و تن

حضرت پیر بہار شاہؒ

حضرت پیر بہار شاہؒ مجذوب بزرگ تھے۔ لاہور کے قریب راوی کے بیلے میں سرکنڈوں کی کٹیا میں رہتے تھے۔ مزار شریف شہر شیخوپورہ میں واقع ہے۔ جہاں ہر سال بہت بڑا میلا لگتا ہے۔ حضور قبلہ عالم قدس سرہ سے ملاقات کی تفصیل ''جستجوئے مردِ حق'' بیعت کے باب میں دی گئی ہے۔

بھائی محمد حسین مست

بیخودی

بھائی محمد حسین صاحب آپ کے متوسل اور آبائی گاؤں جعفر کوٹ کے رہنے والے تھے۔ شرم وحیا میں عورتوں سے بھی آگے تھے۔ حضورؒ کی کسی بات کا جواب دیتے تو منہ کے آگے خواتین کی طرح پگڑی کا پلو کر لیتے۔ حضرت صاحبؒ کی صحبت میں انہیں کبھی نظر اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ ''یَغُضُّوا اَبْصَارَهُمْ'' کا نمونہ تھے۔

ایک دفعہ مجیٹھہ میں حضورؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ گرمی کا موسم اور دوپہر کا وقت تھا۔ ایک حمام بیٹھک کے اندر ''کھرے'' میں پڑا ہوا تھا حضورؒ نے فرمایا ''محمد حسین اس حمام میں پانی بھرو''۔ پانی باہر سے لانا پڑتا تھا۔ حضورؒ یہ کہہ کر چارپائی پر بیٹھک ہی میں لیٹ گئے اور آپؒ کی آنکھ لگ گئی۔ بھائی صاحب پانی بھرنے لگے۔ حمام بھر گیا۔ لیکن بھائی صاحب متواتر پانی ڈالتے جارہے تھے۔ کمرے میں پانی ہی پانی تھا اور جوتے تیر رہے تھے۔ حضرت صاحبؒ کی آنکھ کھلی تو پوچھا ''او محمد حسین ایہہ کی'' عرض کی ''حضورؒ کے حکم کے مطابق پانی ڈال رہا ہوں آپؒ نے فرمایا ''توں تے مست ای ایں'' شیخ کی ذات میں والہیت کے ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً حضرت شیخ کا فرمان ''صابر لنگر تقسیم کرو'' حضرت صابرؒ لنگر تقسیم کرتے رہے خود کچھ نہ کھاتے

مبارک چشم خبرے کی پلایا
ہمیشہ واسطے بے خود بنایا

عشق است و......

بھائی محمد حسین مست ہجرت کے بعد سمندری کے قریب ایک گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے۔ ہجرت سے کچھ عرصہ بعد حضور قبلہ عالم قدس سرہ وہاں تشریف لے گئے۔ بھائی صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جلدی سے ایک مرغا بغل میں اور چھری ہاتھ میں لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ اور عرض کی حضورؒ مرغا

ذبح کرلوں؟'' مطلب یہ تھا کہ آپؒ اتنی دیر قیام فرمائیں گے۔ حضورؒ نے فرمایا ''کرلو'' جب گھر کی دہلیز سے باہر گئے تو پھر خیال آیا کہیں حضورؒ تشریف لے نہ جائیں۔ جلدی سے واپس لوٹے اور عرض کی حضورؒ ''مرغ ذبح کرلوں؟'' آپؒ نے فرمایا ''کرلو'' پہلے کی طرح پھر گئے اور واپس لوٹے اور کہا حضورؒ ''مرغ ذبح کرلوں؟'' حضور کے بہنوئی حضرت میاں جی ساتھ تھے فرمانے لگے ''اومستا! ککڑ کریں گا وی کہ دکھانداای رہیں گا''

ع۔ عشق است و ہزار بدگمانی

آخر حضرت صاحبؒ آگے ایک گاؤں تشریف لے گئے۔ آپؒ کے جانے کے بعد بھائی محمد حسین صاحب مست نے مرغا ذبح کیا اور کھانا تیار کروایا سالن کا دیگچہ اور روٹیاں سر پر رکھیں اور اس سڑک پر جا کھڑے ہوئے جدھر سے حضرت صاحبؒ نے واپس آنا تھا۔ اب جو کار بھی آتی بھائی صاحب سڑک کے درمیان بازو پھیلا کر کھڑے ہو جاتے اور گاڑی رک جاتی۔ کار والے کہتے بابا! گھر سے ناراض ہو کر آئے ہو؟۔ یہاں تک کہ بھائی مست نے کسی کار کو روکے بغیر جانے نہ دیا۔ آخر آپؒ کی گاڑی آئی اور بھائی صاحب نے اسے بھی اسی طرح روکا۔

والہیت اور محبت کا کیسا ہی انداز ہو۔ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ طرز بیان اگرچہ شایانِ شان نہیں۔ مگر مجذوب موسیٰ (علیہ السلام) بارگاہ رب العزت میں مقبول ہیں۔ حضورؒ بہت خوش ہوئے۔ کھانا ساتھ لیا اور فیصل آباد ایک محبت والے کے ہوٹل پر رکے۔ اس نے نئے برتن منگوا کر بڑے احسن طریق سے کھانا کھلایا۔

''میرے حضرت صاحب کے شہر کا ٹکٹ''

بھائی محمد حسین مست حضورؒ کے آبائی گاؤں جعفر کوٹ کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کے بعد جب ضلع فیصل آباد میں سکونت اختیار کی۔ تو آپؒ کی زیارت کے لئے گجرات شریف حاضر ہوئے۔ کھیتی باڑی کرتے تھے طبیعت میں اس قدر

بے نیازی تھی کہ انہیں روپوں پیسوں کے متعلق بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کہ یہ کتنے کا نوٹ ہے۔ ایک دفعہ اس بارے میں ان سے پوچھا گیا۔ تو کہنے لگے ''بھائی جی کیا پتہ چلے کہ یہ کتنے کا نوٹ ہے۔ سبھی پانچ دس سو کا نوٹ کاغذ ہی تو ہے۔

بھائی محمد حسین صاحب مست جب گجرات حضرت صاحبؒ کے پاس حاضر ہوتے۔ تو ریلوے کی ٹکٹوں والی کھڑکی پر آکر اپنی پیسوں والی گتھلی بابو (بکنگ کلرک) کے حوالے کرتے اور کہتے پیسے ٹکٹ کے لے لو اور مجھے میرے حضرت صاحبؒ کے شہر کا ٹکٹ دے دو۔ بابو کہتا ''بابا جی! مجھے کیا علم کہ آپ کے حضرت صاحبؒ کا کونسا شہر ہے'' بھائی مست کہتے ''مجھے شہر کا تو پتہ نہیں بس مجھے میرے حضرت صاحبؒ کے شہر کا ٹکٹ دے دیں۔ بابو چارو ناچار (متردد ہو کر) گجرات کا ٹکٹ دے دیتا۔ اور کرایہ لے کر گتھلی واپس کر دیتا۔ یہ محض جذبہ باطنی (توجہ انعکاسی) کا پرتو ہے جو بے گفتہ دوسرے کی رہنمائی کا سبب بنتا ہے۔

ایک مجذوب کا واقعہ (۱)

ایک دفعہ آپؒ کی ہمشیرہ صاحبہ مجیٹھہ میں علیل ہو گئیں۔ حضورؒ ان دنوں اپنی تدریسی مصروفیت کی وجہ سے گجرات تشریف فرما تھے۔ آپؒ کو اطلاع دی گئی تو فوراً ضروری انتظامات کر کے ریل پر گھر روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک مجذوب آپؒ کے ڈبے میں آسوار ہوا۔ اور سامنے والی سیٹ پر ایک ہندو کے پاس جا بیٹھا۔ ہندو نے اس کے میلے کچیلے کپڑے دیکھ کر کراہت کی۔ اس پر مجذوب نے اسے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہنے لگا ''جہاں تبادلہ ہوا ہے وہاں ہی جانا پڑے گا'' حضورؒ نے فرمایا ''کہ ہمارے دل میں خیال آیا کہ اس اللہ کے بندے کی نظر پڑی ہے تو ہندو پر'' خیال کا آنا ہی تھا کہ مجذوب وہاں سے اٹھا اور ہمارے پاس آبیٹھا۔ اور کہنے لگا یہ ہندو فلاں محکمہ میں ملازم ہے اس کا تبادلہ گھر سے دور ہو گیا ہے اور یہ وہاں جانا نہیں چاہتا۔ اور تبادلہ رکوانے کی کوشش میں ہے۔ حالانکہ وہاں جانے سے اس کی ترقی ہو گی پھر اِس کا تبادلہ گھر کے قریب پہلی ہی جگہ پر ہو جائے گا۔ اور یہ شخص مسلمان ہو گا۔''

جب شاہدرہ کے قریب پہنچے تو اس مجذوب نے گاڑی کی سیٹ پر جہاں بیٹھا ہوا تھا۔ زور سے ہاتھ مارا اور کہا ''رک جا'' گاڑی بغیر سٹیشن رک گئی۔ اور نیچے اتر کر ادھر ادھر پھرنے لگا۔ ہمیں خیال آیا اس طرح تو ہمیں دیر ہو جائے گی۔ لاہور سے امرتسر جانے والی گاڑی بھی نکل جائے گی۔ ہمشیرہ صاحبہ کی طبیعت بھی علیل ہے۔ اتنے میں وہ مجذوب پھر ہمارے ڈبے میں آسوار ہوا۔ اور ہمارے پاس آکر کہنے لگا ''وہ گاڑی بھی رکی ہوئی ہے وہ آپؒ کو لے کر ہی جائے گی۔ اور فکر نہ کریں۔ بہن جی بھی روبصحت ہیں'' گاڑی کا عملہ دوڑ دھوپ کر رہا تھا کہ کہیں کسی نے زنجیر تو نہیں کھینچی۔ کسی طرح بھی گاڑی کے چلنے کی صورت نہیں بنتی تھی۔ اتنے میں مجذوب نے پہلے کی طرح سیٹ پر پھر ہاتھ مارا اور گاڑی چل دی۔ لاہور سٹیشن پر پہنچے تو امرتسر جانے والی گاڑی سیٹیاں بجا رہی تھی اور سگنل بھی نیچے تھا۔ گاڑی سے جب اترے تو وہ مجذوب بھی ساتھ ہو لیا اور امرتسر والی گاڑی میں سوار کروا کر سلام کر کے چلا گیا۔ اور گاڑی چل دی یہ گاڑی تقریباً آدھ گھنٹہ لیٹ ہوئی۔ گاڑی کے مسافر کہہ رہے تھے کہ کافی دیر سے سگنل ڈاؤن ہے گارڈ بھی جھنڈیاں دے رہا اور سیٹی بجا رہا تھا لیکن گاڑی ہے کہ چلنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ شاید ان بزرگوں ہی کا انتظار تھا۔ جب آپؒ گھر مجیٹھہ پہنچے تو آپؒ کی ہمشیرہ صاحبہ بھی کافی حد تک روبصحت تھیں دراصل اللہ کے بندوں کے سفر وحضر اور تمام معاملات عام لوگوں سے مختلف ہوتے ہیں۔

ہر کہ عاشق شُد جمالِ ذات را
او ست سّید جملہ موجودات را

ایک مجذوب کا واقعہ (۲)

حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ قیام پاکستان سے تھوڑا عرصہ پہلے مجیٹھہ میں مقیم تھے امرتسر میں ایک سالانہ بہت بڑی منڈی (میلہ) لگا کرتی تھی جس میں مویشیوں خصوصاً گھوڑوں کی خرید وفروخت ہوتی اور اسے ''دیوالی'' کا نام دیا جاتا یہ منڈی ملک بھر میں مشہور تھی۔ لوگ ملک کے دور دراز علاقوں سے اس میں

شمولیت کے لئے آتے۔ ہجوم کی زیادہ تر وجہ یہ بھی تھی کہ ''دیوالی'' ہندوؤں کا ایک مشہور تہوار ہے۔ ان دنوں ذرائع آمدورفت کم ہونے کی وجہ سے خصوصاً ریل گاڑیوں میں بہت بھیڑ ہوتی۔ لوگ گاڑیوں کے پائیدانوں سے چمٹے ہوتے اور چھتیں بھی بھری ہوتیں۔

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک صاحبزادہ صاحب سیر سے بہت شغف رکھتے تھے۔ اسی میلہ کے اختتام پر ایک دن صاحبزادہ صاحب ایک عزیز کو ساتھ لے کر مجیٹھہ ریلوے سٹیشن کی طرف سیر کو نکلے۔ عصر کے قریب کا وقت تھا امرتسر سے آئی ہوئی ایک گاڑی کھڑی تھی جو زیادہ تر سکھ یاتریوں اور دیگر میلہ کے مسافروں سے لدی ہوئی تھی۔ اور کافی دیر سے رُکی کھڑی تھی۔ روانگی کا اشارہ (سگنل) جھکا (ڈاؤن) ہوا تھا۔ انجن ڈرائیور وِسل پہ وِسل دے رہا تھا۔ گارڈ بھی سبز جھنڈی لہرا رہا اور سیٹیاں بجا رہا تھا مگر گاڑی ایسی جمی ہوئی تھی کہ کسی طور چلنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ سٹیشن کا عملہ الگ پریشان تھا۔ دونوں اطراف کے سٹیشنوں کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ مجیٹھہ فلیٹ سٹیشن (سنگل لائن) تھا اس لئے کراس ممکن نہ تھا۔ یعنی دونوں طرف کی ٹریفک جام تھی۔ ریلوے کا عملہ بھاگم بھاگ میں تھا ایک ایک ڈبہ کو دیکھا جا رہا تھا کہ کہیں مدہوش سکھوں نے زنجیر (بریک) تو نہیں کھینچ رکھی۔ مسافر بدحواسی میں اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے مگر گاڑی مع انجن تکنیکی لحاظ سے بالکل درست تھی۔ پلیٹ فارم کے آخر سے ذرا آگے ایک پانی کے کھال کی پُلی پر انجن کھڑا تھا۔ اور انجن کے قریب پلی پر ایک شخص ننگ دھڑنگ لنگوٹی پہنے اور سوٹی ہاتھ میں لئے (لڈی پا رہا تھا) ناچ رہا تھا، اس شور وغوغا میں ریلوے کا ایک مسافر ریٹائرڈ گارڈ گاڑی سے نیچے اُترا۔ اور گارڈ متعلقہ، ڈرائیور اور سٹیشن ماسٹر سے کہنے لگا ''آپ گاڑی کے جام ہونے کی وجہ معلوم نہیں کر سکتے میرا تجربہ ہے اور اس کی وجہ مجھے معلوم ہے میرے ساتھ آئیے، گاڑی ابھی چل پڑتی ہے۔ چنانچہ وہ سبھی کھال کی پلی پر آئے اور اس ننگ دھڑنگ شخص کے گھٹنوں کو ہاتھ لگائے اور عرض کیا ''حضور! دونوں طرف کی گاڑیاں رکی ہوئی ہیں ریلوے کا

اس سیکشن کا سارا نظام درہم برہم ہے۔ رات ہو رہی ہے۔ مسافر بیچارے پریشان ہیں بچے بلبلا رہے ہیں۔ اب سٹیشن پر کھانے کو کوئی چیز بھی نہیں مل رہی۔ بلکہ اس گرمی کے موسم میں پانی کی بھی قلت ہو رہی ہے مسافر لوگوں نے معلوم نہیں کہاں کہاں اپنے گھروں کو جانا ہے مہربانی فرمائیے اور گاڑی چلنے دیجئے'' فقیر کا دل پسیجا گارڈ کے ساتھ اس کے کمرے میں گیا اور سیٹ پر ہاتھ مار کر کہا'' چل'' چنانچہ گاڑی اسی وقت روانہ ہو گئی۔ صاحبزادہ صاحب اور اس عزیز خادم کو اس ہنگامہ آرائی کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی اس زمانہ میں شرفاء کے بچوں کا شام کے بعد بلا وجہ گھر سے باہر ٹھہرنا نامناسب (معیوب) سمجھا جاتا تھا۔ اسلئے حضورؒ نے آتے ہی پوچھا دیر کیوں ہوئی؟'' واقعہ عرض کیا تو فرمانے لگے'' ریلوے کے کاموں پر مامور ایسے افراد کا منصب'' ریلوشاہ'' ہے۔

عالم امر کے ایسے واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ عالم خلق کے نظام پر ایک اور نظام کی بالا دستی ہے اور اللہ پاک کے قادرِ مطلق ہونے میں مومن کے یقین کو پختگی حاصل ہوتی ہے۔

ایک اہل سکر

حضور قبلہ عالم قدس سرہ جن دنوں اندرون شاہ دولی دروازہ رہائش پذیر تھے اور حضورؒ کے ایک متوسل سیّد نور شاہ صاحب آپ کا کھانا پکایا کرتے تھے۔ ایک دن جب کہ شاہ صاحب روٹیاں پکا رہے تھے ایک ملنگ طرز کا شخص کانوں میں مندریاں ہاتھ میں ڈنڈا مع چند کتوں کے دروازے پر آ دھمکا۔ اور ڈیوڑھی میں کتوں سمیت بیٹھ گیا۔ حضورؒ کے حاضر درویشوں کو یہ صورتِ حال ناگوار گزری آپؒ نے تنبیہ فرمایا'' اوہوں'' اور شاہ صاحب جو روٹیاں پکا رہے تھے کو حکم دیا کہ پراٹھے پکاؤ'' چنانچہ پراٹھے پکائے گئے۔ جو ملنگ اور اس کے کتوں کو بھی بڑے اہتمام سے کھلائے گئے۔ حضورؒ کے اس طرز عمل سے سب درویش حیران تھے۔ کہ ایسے آوارہ حال شخص کے ساتھ آپؒ کا یہ حُسنِ سلوک کیوں؟ درویشوں کی اس اندرونی کھلبلی کو بھانپ کر آپؒ نے فرمایا یہ شخص صاحب منصب ہے اپنے سترِ حال

کے لئے اس نے یہ صورت اختیار کر رکھی ہے۔ حضرت صاحبؒ کی صحبت اکثر اہل سکر کو حالتِ صحو میں لانے کا سبب بنی ہے۔

ذکرِ خیر میں ہے۔ "نقل معتبر ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ الرحمتہ ڈیرہ بسی میں تھے۔ میراں ملہی صاحب یا عاشق شاہ میں دیکھا کہ بہت عمدہ اور قیمتی گھوڑے پر نہایت اعلیٰ درجے کا لباس پہنے ہوئے ایک شخص دور سے چلا آ رہا ہے۔ اور اس پر بڑے اعلیٰ مقام کا فیضان پڑ رہا تھا۔ حلیہ اِس کا یہ تھا کہ داڑھی چڑھی ہوئی تھی اور مونچھیں بڑی بڑی۔ ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی۔ چوڑی دار چست پاجامہ، لیس دار ٹوپی ٹیڑھی سر پر۔ ایک نہایت عمدہ قیمتی گھوڑے پر سوار۔ غرض پورے بانکپن سے جا رہا تھا۔ آپ نے آدمی اِس کے بلانے کو بھیجا۔ اُس نے آدمی کو آتا ہوا دیکھ کر سڑک سے نیچے دوسری جانب کو گھوڑا اتار لیا۔ تاکہ چھپ کر نکل جائے۔ جب وہ بہت دور نکل گیا تو حضور نے باطنی کشش کی تو وہ فوراً بے اختیار چلا آیا اور گھوڑے سے اترتے ہی ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ حضور میرا راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ حضور نے اِس سے فرمایا کہ تم نے جو اِس نعمت کو چھپا رکھا ہے اور خلقتِ خدا گمراہ ہو رہی ہے۔ اور ضرورت ہدایت کی ہے۔ تم کو اِس کا خوف نہیں آتا۔ اِس نے کہا حضور مجھے اندیشہ ہے کہ میں لوگوں کے اختلاط میں کہیں اپنے درجے سے نہ گر جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بالفرض تو نے ہدایت نہ کی اور نہ تو درجے سے ہی گرا۔ تب بھی تجھ کو یا مخلوق خدا کو کیا فائدہ ہوا۔ اور تیرا عروج کس کام آیا۔ مراتب جو ہدایت اُمّتِ سیّد المرسلین ﷺ کی وجہ سے نصیب ہوئے اِس سے بھی گمراہی ہوتی ہے۔ اور جو ترقی قُربِ الٰہی میں ہوتی ہے اِس سے محرومی۔ اگر اکیلا آدمی بخشا گیا تو کمال مردِ خدا کا نہیں۔ وہ نادم ہوا اور توبہ کی اور حضور سے عرض کیا کہ حضور میرے اجراءِ ہدایت کے لئے ہمت فرمائیں۔ چنانچہ حضور نے اِس کو فیض دیا۔ اُس نے فیض لیا۔ اور پھر وہاں سے جاتے ہی اپنا تمام لباس اور شکل شریعت کے موافق بنا کر ہدایت خلق میں مصروف ہو گیا۔

پھر فرمایا کہ جب فقیر باعث ہدایت ہو اور اِس سے فیضان جاری ہو کر دوسرے پر

اثر ہوتا ہو تو اُس کو چھپنا نہیں چاہیے بلکہ چاہیے کہ لوگوں کو ہدایت کرے اور خدا تعالیٰ کی طرف بُلاوے۔

ارشاد:۔ ''ایک دفعہ فرمایا کہ وہ شخص بڑا نقصان دینے والا ہے۔ جس کا ظاہر درویشانہ ہو اور باطن میں دنیا اور ایسے آدمی سے ہمیشہ الگ رہنا چاہیے۔ یہ فرما کر ارشاد ہوا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب فتوح الغیب میں ہم نے سنا ہے کہ آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) نہ جن کی زبان ذکر خدا کرے اور نہ دِل (۲) وہ لوگ جن کی زبان ذکر کرے دِل کو خبر نہ ہو۔ (۳) وہ لوگ جن کی زبان بھی ذکر خدا میں ہی مشغول ہو۔ دِل بھی ذکر خدا میں۔ سو اول گروہ کی صُحبت زہر کا اثر رکھتی ہے۔ ان سے دور بھاگنا چاہیے۔ اور دوسرے گروہ کی صحبت میں جو نفع نہیں تو ضرر بھی نہیں۔ اور تیسرے گروہ کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اس کی ایک دم کی صحبت سو سال کی عبادت کے برابر ہے۔

''یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے را''

''ازل سے دھلے ہوئے ہاتھ''

قیام پاکستان سے پہلے حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے اہل و عیال مجیٹھ ضلع امرتسر رہا کرتے تھے۔ اس لئے تعطیلات موسم گرما بلکہ ہفتہ وار تعطیل بھی آپؒ اکثر وہاں گزارتے۔ ایک دفعہ وہاں کے قیام کے دوران ایک صاحب حال شخص حاضر ہوا حضورؒ نے اپنے ایک صاجزادہ صاحب سے فرمایا ''اسے کھانا کھلاؤ'' صاجزادہ صاحب کھانا لیکر آئے اور مجذوب کو دیا اُس اللہ کے بندے کے ہاتھ میل کچیل سے لتھڑے ہوئے تھے مگر اُس نے ہاتھ دھوئے بغیر اُسی طرح ہی کھانا شروع کر دیا۔ صاجزادہ صاحب کا کہنا ہے'' کہ اس پر مجھے تعجب ہوا کہ ہاتھ دھوئے بغیر ہی اس اللہ کے بندے نے کھانا شروع کر دیا ہے۔ حضرت اباجیؒ پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا'' ایسے اللہ کے بندوں کے ہاتھ پہلے (ازل سے) ہی دُھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

آدابِ حاضری

حضور قبلہ عالم قدس سرہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس شریف پر ۲۸ صفر المظفر کو تشریف لے جاتے۔ اور وہاں سے ۴ ربیع الاول کو حضرت توکل شاہ صاحب انبالوی ؒ کے سالانہ عرس شریف پر اور وہاں سے بعض اوقات پیرانِ کلیر شریف ؒ۔

حضور ؒ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی درگاہ شریف پر جاتے تو وہاں کے خصوصی آداب سے ہمرکاب ساتھیوں کو آگاہ فرماتے۔ ایک دفعہ حضور ؒ پیران کلیر شریف پہنچے تو محبین کو فرمایا ’’کہ یہاں کسی کو کہنا کچھ نہیں اگر کوئی لیٹا ہوا ہے لیٹے رہنے دو۔ اٹھانا نہیں‘‘ تھوڑی دیر بعد نماز کا وقت ہوا لوگ نماز کے لئے جانے لگے۔ ایک شخص جو مولویانہ وضع قطع کا تھا آیا اور ایک میلے کچیلے کپڑوں والے شخص کو پاؤں کی ٹھوکر لگائی اور کہا ’’اٹھو۔ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ نماز پڑھو۔ بے ہوش پڑے ہوئے ہو‘‘ اس لیٹے ہوئے شخص نے بڑے پُر وقار انداز میں آنکھ کھولی اور اس ٹھوکر لگانے والے مولوی کی طرف عجب انداز سے دیکھا۔ فقیر کا دیکھنا ہی تھا کہ وہ شخص پشت کے بل دھڑام سے زمین پر جا گرا۔ اب اٹھنے کی کوشش کرتا ہے تو اٹھا ہی نہیں جاتا چیخ چیخ کر معافی مانگتا ہے۔ مگر درویش اپنے حال میں پھر مست ہے۔

اس واقعہ پر حضرت صاحب ؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس درگاہ پر اکثر ایسے لوگ آتے ہیں جو مغلوب الحال ہوتے ہیں۔ اس لئے میں نے تمہیں پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ ان لوگوں کے حال میں دخل نہیں دینا چاہیے۔

ہر کہ را در جامہ پارسا بینی　　پارسا داں و مرد نیک انگار

آداب

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ’’کہ ایک صاحبِ منصب بزرگ بغداد شریف کے کسی چوک میں لوگوں کو پانی پلانے پر مقرر تھے۔ روزانہ پانی کے گھڑے بھر کر اور ریڑھی پر رکھ کر چوک میں آ کھڑے ہوتے اور صبح سے شام تک لوگوں کو پانی پلاتے۔ ان پانی پینے والوں میں ایک شخص ایسا بھی آتا جس کا مقصد

محض اللہ کے اس بندے کو تنگ کرنا تھا چونکہ یہ بزرگ پانی پلانے کا کوئی معاوضہ وغیرہ نہیں لیتے تھے اور صرف فی سبیل اللہ ہی یہ سلسلہ جاری تھا۔ وہ شخص روزانہ آتا گلاس میں پانی لیتا ایک آدھ گھونٹ پیتا اور باقی زمین پر پھینک دیتا اور دوبارہ پھر گلاس آگے بڑھاتا۔ پانی لیتا اور پہلے کی طرح پانی منہ کو لگاتا اور نیچے پھینک دیتا۔ ایسا وہ کئی بار کرتا اور اس طرح گھڑوں پانی انڈیلتا۔ لیکن اس اللہ کے بندے کا حوصلہ کہ نہ تو انکار کرتا اور نہ ہی اس بے ہودگی پر پیشانی پر بل لاتا۔ ایک عرصہ تک اس شخص کا یہ تنگ کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر حکم الٰہی سے اس خدمت خلق کے منصب میں تبدیلی ہوئی اور اس کام پر ایک اور بزرگ مقرر ہوئے۔ حسب عادت وہ شخص آیا اور پانی ضائع کرتا رہا۔ کچھ دیر تو برداشت کیا جب اس نے پھر پانی لینے کے لئے گلاس آگے بڑھایا وہ بزرگ بھانپ گئے کہ یہ شخص محض تنگ کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے جوش میں آ کر تھپڑ لگایا اور فرمایا ''وہ اور تھا میں اور ہوں''

حضور قبلہ عالم قدس سرہ نے واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا ''صاحب حال اور صاحب منصب لوگوں کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس لئے عام لوگوں کو مغلوب الحال بزرگوں کے پاس زیادہ جانے سے بھی منع فرماتے کہ ان کے آداب کی پاسداری ہر شخص کا حصہ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ فائدہ کی بجائے نقصان کا باعث ہو۔

جہان مومن

حضور قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک محبّ مرید اور خلیفہ صوبہ سندھ میں بہ سلسلہ ملازمت سکونت پذیر تھے۔ گاہے گاہے حضورؒ کی زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوتے رہتے۔ ایک دفعہ حاضر خدمت تھے کہ ایک شخص پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں میں حاضر ہوا۔ حضورؒ نے اسے بیٹھک کے دروازے کے قریب بٹھایا۔ اور اندر تشریف لے گئے تھوڑی دیر بعد جب اندر سے باہر تشریف لائے تو ہاتھ میں ''چھابی'' تھی جس میں چند روٹیاں اور سالن تھا۔ آپؒ نے اس اجنبی شخص کو یہ کھانا دیا اور خود اپنے مصلیٰ پر تشریف فرما ہو گئے۔ اس نے کھانا کھایا۔ اور حضورؒ سے

اجازت طلب کی۔ آپؒ نے چند منٹ اس شخص سے باتیں کیں۔ جو ہماری سمجھ میں نہ آسکیں۔ پھر لیٹے لیٹے آپؒ نے اس شخص کو رخصت کیا۔ ہم نے سمجھا کوئی سائل ہوگا جس کے ساتھ آپ حسن سلوک سے پیش آئے'' چھٹیاں ختم ہونے پر بھائی اکبر علی صاحب سندھ واپس اپنے کام پر حاضر ہوئے۔ بھائی صاحب کی عادت تھی کہ عام طور پر نمازِ ظہر دفتر میں ادا کرتے'' کہتے ہیں'' ایک دن طبیعت میں مسجد جا کر نماز پڑھنے کی کشش پیدا ہوئی۔ چنانچہ میں مسجد گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہی شخص جسے حضرت صاحبؒ نے گجرات میں روٹی کھلائی تھی اور ہم نے اسے سائل سمجھا۔ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے اور میں نے اسے پہچان لیا۔ (باہمی تعارف ہوا) میں نے سلام کہا اور پوچھا بھائی جی آپ ادھر کہاں۔ انہوں نے جواب دیا میں نماز ظہر اُدھر گجرات شریف میں پڑھ کر اور حضورؒ کی حاضری دیکر آرہا ہوں۔ یہاں پہنچ کر مجھے خیال آیا کہ میرے پیر بھائی یہاں رہتے ہیں انہیں بھی ملتا جاؤں اس لئے رک گیا اور عصر کی نماز میں نے بغداد شریف جا کر ادا کرنی ہے۔

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے مومن کا مقام ہر کہیں ہے

فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ط[1]

---

[1] النمل۔ ۴۰ ترجمہ: پھر جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

☆☆☆

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ منہاج العابدین میں نقل فرماتے ہیں:۔

من سره ان یکون اقوی الناس فلیتوکل علی الله ۔ ومن سره ان یکون اکرم الناس فلیتق الله ۔ ومن سره ان یکون اغنی الناس فلیکن بما فی ید الله اوثق منه بما فی یده۔

ترجمہ: جو شخص یہ چاہے کہ سب سے قوی ہو جائے تو اسے چاہئے کہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو چاہے کہ سب سے باعزت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ تقویٰ اختیار کرے۔ اور جو چاہے کہ سب لوگوں سے زیادہ دولتمند ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے پاس موجود شے سے زیادہ اس شے پر اعتماد کرے جو خدا کے دستِ قدرت میں ہے۔

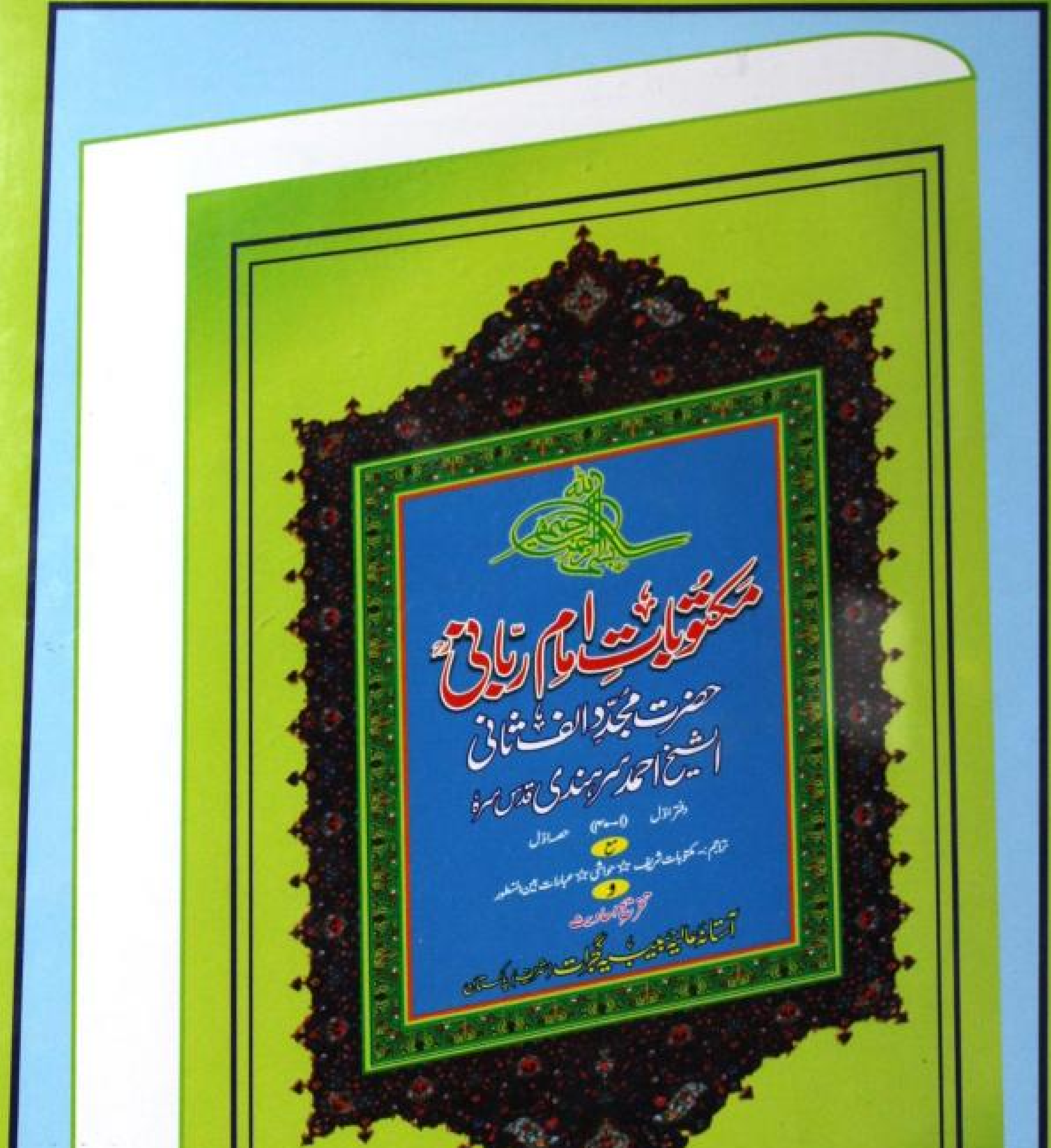

آستانہ عالیہ حبیبیہ گجرات (شریف) پاکستان